عصمت

۱۹۲۸

یعنی

شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے

اُردو میں

پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین۔ اور مفید معلومات کا ذخیرہ

جو

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی

سرپرستی میں ہر انگریزی مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے

[illegible] ملک کے مشاہیر اہل قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے [illegible]

[illegible] مشاہیر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے چند مشہور افسانوی [illegible]

سیلابِ اشک ۔ سات بہترین درد انگیز بالتصویر افسانے [illegible]

جوہرِ عصمت (مکمل) بہترین سبق آموز مؤثر افسانے قیمت [illegible]

نانی عشو ۔ چار نہایت پُرلطف قصے قیمت ۱۰/

لڑکیوں اور عورتوں کے لیے [illegible] بہترین نظموں کا مجموعہ

رُودادِ قفس مکمل

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ نے یہ درد انگیز نظمیں مظلوم عورتوں کے حقوق کی حمایت میں [illegible] تحریر فرمائی ہیں یہ اصلی نظمیں [illegible] کے دلسوز نالے ہیں [illegible] اشعار نہیں مسلمان گھروں کے عبرت انگیز مرقعے ہیں [illegible] خالد ابن ولید وغیرہ معرکۃ الآرا نظمیں ہیں [illegible] بے انتہا مقبول ہو چکی ہیں کئی نظموں کا اضافہ کر دینے کے بعد [illegible] نہایت اچھا چھاپا گیا ہے یہ ایڈیشن ہر پڑھی لکھی بی بی کے پاس ہونا چاہیے

گلدستۂ عید [illegible] عید کی خوشی [illegible] پچاس سال [illegible] علامہ راشد الخیری کے [illegible] مسائل پر [illegible] بے انتہا مقبول ہو چکا [illegible] جنت [illegible] قریب الختم ہے جلدی کیجیے قیمت [illegible]

شبِ زندگی حضرت علامہ راشد الخیری کی بہترین [illegible] تصنیف سات ایڈیشن [illegible] ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں [illegible] مسلمان [illegible] نہایت دلچسپ [illegible] قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible]

[illegible] منیجر عصمت دہلی سے سب کتابیں منگائیے

[illegible] خواتین کا رہنما

انشا پردازی

کا اعلیٰ ہندوستانی مصنفین کا
اور انگریزی کے مشہور مصنفین کے
اقتباسات سے پر معلوماتی ادبی مضامین
کے لیے

جمال ہمنشیں

بہترین شاہکار ۔ جلد بندھے ہیں۔
فی نمبر ۔ ۱۲ آنہ ۔ بہترین
پہلا ایڈیشن قریب الختم ہے قیمت ۱۲ ؍

افسانہ نگاری

کا بہترین نمونہ دیکھنے کے لیے

پیکر وفا

منگوائیے جو ۱۰ اپریل سے قبل
چھپ کر تیار ہو جائے گا مصنف کے انتہائی
اور بہترین تحریر ہے۔
آرٹ کا نمونہ چھپ رہا ہے
قیمت صرف ۲ ؍ علاوہ محصول

عصمت کا جوبلی نمبر

ماہ مئی میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر شائع ہوگا
ضخامت قریباً ۳۰۰ صفحے ۔ تصاویر قریباً ۵۰ ۔
مضامین ہندوستان کے بہترین لکھنے والے
مردوں اور عورتوں کے ۔ قیمت صرف ۱۲
لیکن عصمت کے سالانہ خریداروں
کو بلا قیمت دیا جائے گا

دو پیسہ

کا کارڈ بھیج کر عصمت کی
ہمدرد بہنوں میں اپنا نام
درج کرا لیجیے اور اشتہارات
وغیرہ بھیج کر اپنے حلقہ
اثر میں تقسیم کیجیے اور عصمت
کی اشاعت بڑھائیے
[illegible]

منیجر عصمت دہلی

[illegible]

صبح زندگی تیسرا ایڈیشن [illegible] لڑکیوں کی تربیت و [illegible] کی بہترین کتاب قیمت [illegible]

شام زندگی [illegible] ایڈیشن نسیم کی شادی سے [illegible] واقعات از دواجی زندگی کا مجموعہ [illegible] قیمت [illegible]

شب زندگی حصہ اول ساتواں ایڈیشن نسیمہ کی موت کے بعد [illegible] مؤثر واقعات [illegible] سبق آموز حالات زندگی قیمت [illegible] **حصہ دوم** (پانچواں ایڈیشن) [illegible] سبق آموز فسانہ نہایت مؤثر قیمت [illegible]

منازل السائرہ مصنف محترم کی وہ مشہور تصنیف [illegible] ایک لڑکی کی زندگی کا نہایت دلچسپ پرلطف قصہ۔ حصہ اول [illegible]

الزہرا بنت رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بے نظیر سوانح عمری (ساتواں ایڈیشن) قیمت [illegible]

امت کی مائیں رسول اکرم کی ازواج مطہرات کے مقدس حالات [illegible] قیمت [illegible]

جوہر قدامت دو لڑکیوں کی [illegible] داستان پچاس سال پہلے کے تمدن کی درد انگیز تصویر [illegible] حقیقی بہنوں کا نہایت مؤثر و سبق آموز فسانہ ―――― قیمت [illegible]

بنت الوقت ایک نا عاقبت اندیش لڑکی کا ابتدا تا انجام (پانچواں ایڈیشن) ۸؍

موودہ [illegible] بعض مقامات پر لڑکیوں کو [illegible] کیا جاتا ہے اس موضوع پر ایک نہایت دردناک سبق آموز فسانہ [illegible] قیمت [illegible]

نوحۂ زندگی ۔ بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق [illegible] درد انگیز [illegible] نہایت مؤثر قیمت [illegible]

سراب مغرب ۔ غلط طریقوں سے تعلیم دینے کا عبرتناک [illegible] درد انگیز انجام [illegible] جدید کی خرابیاں ۔ [illegible] قیمت [illegible]

مینجر عصمت دہلی

بنات دہلی

زیر سرپرستی مفکر اعظم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

تربیت گاہ بنات دہلی سے جاری ہو چکا ہے

مذہبی تاریخ، احکام نسواں، قرآن بیبیوں کے قصے، تعلیم مذاق وغیرہ
بنات کے وہ مسلسل گراں بہا مضامین ہیں جو انشاءاللہ تھوڑے ہی عرصہ میں
مسلمان لڑکیوں کے سینے زیور اسلام سے جگمگا دیں گے۔ اتنا مفید،
اور اتنا دلچسپ، پھر اتنا سستا مذہبی رسالہ آج تک لڑکیوں کے
لیے جاری نہیں ہوا۔ اخبارات نے نہایت شاندار ریویو کیا ہے۔
اب تک چار پرچے نہایت پابندی وقت سے شائع ہو چکے ہیں۔
سالانہ چندہ صرف عہ بذریعہ منی آرڈر۔

بذریعہ وی پی عہ — نمونہ مفت — (منیجر بنات دہلی)

[illegible] شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم

(مذہبی کتابیں)

الحقوق والفرائض

مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات و احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جس کتاب کا رکھنا چاہتا ہے اس کتاب کا رکھنا لازم ہے قیمت [illegible] حصہ اول حقوق اللہ [illegible] حصہ دوم حقوق العباد [illegible] حصہ سوم اخلاق و آداب [illegible] ہر مسلمان مرد و عورت کو اس بے نظیر کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسلام اور انسانیت پر اس بہترین کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی چھپا ہے۔

اجتہاد

اسلام کی حقانیت کا دلائل و براہین قطعیہ سے ثبوت جو مسلمان اپنے عقیدے میں پکا ہونا چاہتے ہیں اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہوں قیمت [illegible]

رویائے صادقہ

مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام سے نہایت دلچسپ طریقہ سے کیا ہے قیمت صرف سوا روپیہ

زنانہ لٹریچر کی بہترین کتابیں

مراۃ العروس

لڑکیوں کو امور خانہ داری اور سلیقہ سکھانے کی سب سے بہتر دلچسپ اور مقبول عام کتاب [illegible] قیمت [illegible]

بنات النعش

مراۃ العروس کا دوسرا حصہ جس میں لڑکیوں کی اصلاح اور ان کو ہوشیار بنانے کے لیے دلچسپ مضامین لکھے گئے ہیں جدید ایڈیشن [illegible]

توبۃ النصوح

نیک کرداری اور اخلاقی تعلیم کا بیش بہا ذخیرہ مولانا مرحوم کی بہترین تصنیف جدید ایڈیشن [illegible] قیمت [illegible]

محصنات

دو شادیاں کرنے کی مصیبتوں کا دردناک فسانہ مع مسدس چہارم ایڈیشن ۲۱۲ صفحے قیمت [illegible]

ایامی

بیواؤں کی دکھ بھری کہانی خود انکی زبانی۔ ان کے اصلی خیالات اور دلی جذبات کا پر زور [illegible] چہارم ایڈیشن ۱۸۰ صفحے قیمت [illegible]

ادبی کتابیں

حیات النذیر

مولانا مرحوم کی مفصل سوانح عمری مع فوٹو اور عکسی خطوط نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت [illegible]



ه. صجدي ملكه افغانستان مع زوجتي امناف



شاه و ملكه افغانستان

جمالِ ہمنشیں کے متعلق

بمبئی کا مشہور انگریزی اخبار کرانیکل لکھتا ہے: "خاتون اکرم مولانا راشد الخیری کی ہونہار بہو اور مسٹر رازق الخیری کی بیوی تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں۔ وہ بہت ہونہار تھیں۔ اور مسلم خواتین کی بہتری اور ترقی کے لیے انہوں نے بہت سی تحریریں چھوڑ رکھی تھیں جو مسلم بہنوں کے لیے نہایت مفید ثابت ہوتیں اگر موت کے ظالم ہاتھ وقت سے پہلے انہیں نہ اٹھا لیتے۔ زیر ریویو مختصر کتاب کے مضامین تعداد میں بیس ہیں۔ ان کی تحریر دل پر اثر اور فطری ہوتی ہیں۔ مرحومہ اپنے حسین و گہرے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز میں نہایت مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔ زبان نہایت آسان اور سادہ ہے۔ امید ہے اردو جاننے والی ہر خاتون کے پاس اس دلآویز مجموعہ مضامین کی ایک ایک جلد ہوگی۔"

انگریزی کا مشہور ہفتہ وار انڈین ڈیلی میل لکھتا ہے: "جمالِ ہمنشیں مرحومہ خاتون اکرم کے چند مضامین کا مجموعہ ہے جو ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ مرحومہ کے شوہر نے ان مضامین کو مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ ان مضامین کی زبان صاف اور طرز تحریر نہایت دلچسپ ہے اور آرٹ کا نمونہ ہے۔ نہایت نفیس چھپی ہے۔"

حیدرآباد دکن کے زنانہ رسالہ الحرم کی رائے ہے: "خاتون اکرم صاحبہ جو ہماری مخدومی جناب رازق الخیری صاحب ایڈیٹر عصمت کی اہلیہ اور علامہ راشد الخیری کی بہو تھیں۔ یہ کتاب ان کے وہ تمام ادبی مضامین ہیں جو آج کل رسائل میں شائع ہوئے تھے۔ علامہ مرحوم نے دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ ادبی مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں۔ ہر پڑھی لکھی خاتون کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ مخدومی و مکرمی جناب رازق الخیری صاحب نے

ان جواہر ریزوں کو شایع کر کے اُردو زبان پر بڑا احسان کیا ہے کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ قسم کی۔

انجمن ترقی اُردو دکن کا مشہور سہ ماہی رسالہ اُردو لکھتا ہے:" مولانا راشد الخیری صاحب کی قابل سلیقہ شعار بہو مرحومہ خاتون اکرم کے مضامین جو عصمت وغیرہ میں شائع ہوئے تھے اور اب ان کے شوہر ایڈیٹر صاحب عصمت نے مرتب کر کے شایع کیے ہیں مضامین کی عبارت بہت فصیح اور پختہ ہے جس سے مرحومہ کا ذوق ادب معلوم ہوتا ہے"!

اخبار وکیل کی رائے۔ جمال ہمنشین کے نام سے مرحومہ خاتون اکرم صاحبہ کے قابل قدر ادبی مضامین کا ایک مجموعہ دفتر عصمت دہلی نے شایع کیا ہے۔ جسے جناب رازق الخیری ابن علامہ راشد الخیری نے مرتب کر کے اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر بہترین کتابت طباعت کے ساتھ ادبی دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ دیباچہ علامہ ممدوح کا لکھا ہوا ہے مصنفہ مرحومہ اگرچہ عالم شباب ہی میں اس دار فانی سے سدھار گئیں۔ لیکن انکے نقوش قلم سے انتہائی متانت اور پختگی ٹپک رہی ہے۔ مرحومہ فاضل مدیر عصمت کی بیوی اور حضرت مصور غم علامہ راشد الخیری کی بہو تھیں۔ جنہیں چھوٹی سی عمر میں مبدأ فیاض کی نامتناہی عنایتوں نے بہترین علمی و ادبی قابلیت کے علاوہ اپنی جنس کے لیے انتہائی ہمدردی کا جوہر بھی ودیعت فرمایا تھا۔

جمال ہمنشین بلا شبہ نسوانی دُنیا کے لیے ایک سبق آموز کتاب ہے۔ خواتین اسلام کے لیے اسکا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ ضخامت علاوہ سرورق ۸۸ صفحات قیمت فی جلد ۱۲ر

ملنے کا پتہ ۔ منیجر عصمت دہلی

اخبار الکلام بنگلور کی رائے۔ جمال ہمنشیں۔ جناب مولانا راشد الخیری صاحب دہلوی کی بہو جناب خاتون اکرم صاحبہ مرحومہ کے ادبی مضامین کا مجموعہ ہے جو مرحومہ کی زندگی میں "عصمت" اور دیگر اردو کے زنانہ رسایل میں شایع ہوئے تھے مضامین ہر لحاظ سے قابل قدر اور بیحد دلچسپ ہیں ابتدا میں مولانا راشد الخیری کا ایک دیباچہ بھی شامل ہے ہم اپنی تعلیم یافتہ خواتین سے مذکورۂ بالا رسالہ کے مطالعہ کی پُر زور سفارش کرتے ہیں۔ کتابت طباعت و تہذیب

رسالہ عصمت دہلی

جلد چالیس	بابت ماہ اپریل ۱۹۲۸ء عیسوی	نمبر چہار

تصویریں (۱) قطبند عورت (۲) ننھا بچہ جسے انعام ملا (۳) چھوٹی سی لڑکی (۴) لڑکیاں مدرسہ جاتی ہیں (۵) جڑواں بہنیں (۶) لیس کا نمونہ (۷) مسز اینی بسنٹ (۸ و ۹) ملکہ افغانستان۔

فہرست مضامین

شکریہ

جنوری سے عصمت کے مضامین کے ۱۶ صفحے اور بڑھا دیئے گئے ہیں، تصاویر کی تعداد دگنی کر دی گئی ہے، محصول ڈاک ڈبل ہو گیا ہے۔ ان جدید اضافوں سے ایک بہت بڑی رقم کا خرچ اور بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ معزز بہنوں اور محترم بھائیوں نے اسے پوری طرح محسوس فرمایا۔ اپنے رشتہ داروں اور سہیلیوں اور دوستوں کو عصمت کی خریداری کی ترغیب دی اور اس مہینہ میں اپنے رسالہ کو خریدار عطا فرمایا یا نادار و غریب بہنوں کے نام رسالہ جاری کرایا۔ ان کے نام دلی شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

فاطمہ بیگم صاحبہ چھابائی بمبئی	۵	حسینہ خاتون صاحبہ حیدر آباد دکن	۴
مسز فخر الدین صاحبہ مخدوم منگری	۳	بیگم محمد اسمٰعیل صاحب وکیل میرپور	۳
خدیجہ بائی صاحبہ بمبئی	۳	شمس الدین صاحب سنگارانچی	۳
کے اپچ بیگم صاحبہ سنڈی کرپہ بنگلور	۳	بیگم ابراہیم صاحبہ ہیڈ مسٹرس گرلز اسکول	۲
شیخ ضمیر احمد صاحب کلکتہ	۲	صفیہ خاتون صاحبہ پٹنہ	۲

ایک ایک خریدار دینے والوں کے نام :۔ بنت ضیاء العلوم مفتی انوار الحق صاحب بھوپال۔ عابدہ بیگم صاحبہ امراؤتی۔ ہمشیرہ احمد الدین صاحب ڈی الرباگر۔ جمیلہ بنت ڈاکٹر شاہ رشید الدین صاحب آرہ۔ ک صاحبہ خریدار نمبر ۱۲۰۵ الہ آباد۔ مسز خانصاحب عبد الغفور صاحب جہلم لاہور۔ مس فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلور۔ خریدار ۵۶۱۲۔ خانصاحب منا حسین صاحب اجمیر۔ محمد حسین جنابہ افروز بلغ مدارس۔ مسز شیخ عنایت اللہ صاحب لاہور۔ محمد شفیق صاحب رنگون۔ مہر النساء صاحبہ والیٹر پریانزان۔ باقی نام آئندہ مہینے میں شائع ہوں گے۔ منیجر

جوبلی نمبر

جوبلی نمبر کے لیے عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں کے علاوہ ملک کی دوسری مشہور لکھنے والی خواتین کے مضامین بھی حاصل کیے جا رہے ہیں نیز عصمت کی اُن ممتاز مضمون نگار بہنوں کے غیر مطبوعہ مضامین بھی جو دُنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ اور جو بہنیں تصاویر، کارٹونز سے، مختلف قسم کی دستکاریوں کے صاف اور صحیح نمونے اور ان کے متعلق مفصل ترکیبیں اور مفید موضوعات پر دلچسپ مضامین بھیجنا چاہیں وہ ۱۰ اپریل تک ضرور بھیج دیں ۱۰ اپریل کے بعد جوبلی نمبر میں کسی مضمون کے درج کرنے کی قطعی گنجائش نہ رہے گی۔

جوبلی نمبر جون اور جولائی دو ماہ کا پرچہ ہوگا کیونکہ عصمت پر جس قدر روپیہ اس وقت ہر ماہ صرف ہو رہا ہے جوبلی نمبر پر اس سے چوگنا بلکہ پچگنا صرف ہوگا، اس لیے ایک پرچہ کی قیمت ۱۲/ ہوگی اور تین پرچے اکٹھے ہی ملیں گے۔ لیکن عصمتی بہنوں سے کچھ قیمت زیادہ نہیں لی جائے گی البتہ ہر بہن سے توقع ہے کہ عصمت کی اشاعت بڑھانے کی اس وقت پوری کوشش کر کے اپنی خوشی کا ثبوت دیں۔

عصمت قسم خاص جنوری سے آرٹ کاغذ پر چھپ رہا ہے یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھپتی ہیں یا جمال ہمنشیں چھپی ہے۔ اسکا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک [illegible] ہے۔

عصمتی بہنیں جواب طلب امور کے لیے ہمیشہ ۱ر کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجا کریں نیز منی آرڈر کی کوپن پر اپنا پورا پتہ اور خریداری نمبر ضرور درج کیا کریں۔

پیکرِ وفا

جمالِ ہمنشیں کے شایع ہونے کی دیر تھی کہ خاتون اکرم مرحومہ نے اُردو کے بہترین مصنفین کی صف میں نمایاں جگہ حاصل کر لی۔ مشاہیر قوم اور اردو وانگریزی کے مشہور اخبارات نے ایسے شاندار الفاظ میں جمالِ ہمنشیں پر اظہار رائے کیا کہ زنانہ لٹریچر میں اس کی نظیر ملنی ناممکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی مسلمان خاتون کے اعلیٰ درجہ کے خالص ادبی مضامین کا ایسا شاندار مجموعہ آجتک اُردو زبان میں نہیں چھپا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تین مہینہ میں کتاب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی اور اب صرف سو ڈیڑھ سو جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔

جمالِ ہمنشیں کے بعد آج دوسری کتاب "پیکرِ وفا" کا اعلان کیا جاتا ہے جو خاتون مرحومہ کی کامیاب افسانہ نگاری کا بہترین نمونہ ہے، قصہ اگرچہ مختصر ہے لیکن بے انتہا دلچسپ، سبق آموز اور نتیجہ خیز، جس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک شریف بیوی اپنے شوہر کے لیے کیسی کیسی قربانیاں کر سکتی ہے، ہم اس بے مثل افسانہ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بطور نمونہ درج کرتے ہیں اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیکرِ وفا کس پایہ کا افسانہ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ سب چیزیں جمالِ ہمنشیں جیسی ہیں وسط اپریل تک طیار ہو جائے گی قیمت صرف ۱؎ر

ملنے کا پتہ:۔ منیجر عصمت دہلی — ایڈیٹر

ایک دن سعیدہ کی حالت کچھ زیادہ خراب ہو گئی۔ غش پر غش آرہا تھا۔ بخار خوب بڑھا ہوا تھا، تنفس تیز تھا اور نبض کمزور تھی!

سعیدہ نے سمجھا کہ بس آج میں نہیں بچونگی۔ اس نے بہت کوشش کے ساتھ

آہستہ آہستہ صفیہ سے کہنا شروع کیا۔ "میری پیاری آپلی! میری بچی ہمسدرد! میری تیماردار، دو غمگسار بہن! شاید آج میں تم سے اور دُنیا سے رخصت ہوجاؤں! مجھے مرنے کا کچھ افسوس نہیں، بلکہ خوشی ہے۔ میں ایسی زندگی سے موت کو ترجیح دیتی ہوں اور اپنی جان سے بیزار، مرنے پر تیار ہوں۔ مگر ہاں، مرتے وقت صرف ایک خواہش، ایک ارمان، ایک آرزو میرے دل میں ہے۔ اگر یہ پوری ہوجائے تو میں بڑی خوشی سے دُنیا چھوڑ دوں، مرتے وقت تمہارے بھائی کو دیکھ لیتی، اور گھربار، روپیہ پیسہ، انکے سپرد کردیتی۔ سُنتی ہوں وہ قرض لے کر خرچ کر رہے ہیں۔ مرنے کے بعد وارث نہ ہونے کی وجہ سے سب مال اسباب سرکار میں چلا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ وہی لے لیں"

صفیہ پیاری بہن! گھبراؤ نہیں۔ تم بہت جلد اچھی ہو جاؤگی۔ تمہاری حالت روز کی نسبت آج کچھ زیادہ خراب نہیں ہے میں بھائی ظفر کو بلوانے کی کوشش کرتی ہوں تم مطمئن رہو۔

صفیہ نے جلدی جلدی ایک خط گھسیٹا جس میں سعیدہ کی ساری کیفیت لکھ دی۔ اور بہت منت و خوشامد کی کہ تھوڑی دیر کے لیے ہو جائیں اور آکر سعیدہ کو دیکھ جائیں۔ یہ رقعہ لکھ کر اس نے ابراہیم کو دیا اور اس نے فوراً گاڑی پر جانے کے لیئے کہا، اور تاکید کردی کہ تم زبانی بھی انسے بہت کچھ کہنا، اور اپنے امکان بھر ساتھ لانے کی کوشش کرنا"

ابراہیم تو رقعہ لیکر گاڑی پر گیا اور صفیہ پھر سعیدہ کے پاس آ بیٹھی۔ گو اس نے رقعہ لکھ دیا تھا اور ابراہیم لے بھی گیا تھا مگر اسے ظفر کے آنے کی اُمید نہ تھی۔ وہ پہلے ہی اپنے شوہر مسٹر زاہد بیرسٹر کے ذریعہ ظفر کو سعیدہ کی حالت سے اطلاع دے چکی تھی مگر وہ سعیدہ کو دیکھنے نہ آیا، چنانچہ صفیہ نے سمجھ لیا کہ وہ اب بھی نہ آئیں گے۔ میرا خط لکھنا اور آدمی بھیجنا بالکل بیکار ثابت ہوگا، بہرکیف میں اپنے امکان بھر تو کوشش کر لوں پھر آنا نہ آنا انکے

اختیار میں ہے اس سے بیمار کی بھی کچھ تسلی ہو جائے گی۔

اسے رہ رہ کر ظفر کی سنگ دلی اور سعیدہ کی فرشتہ سیرتی پر تعجب ہوتا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد ابراہیم واپس آیا۔ صفیہ کا خیال سچ نکلا۔ ظفر نے سعیدہ کے پاس آنے سے قطعی انکار کر دیا۔ صفیہ اب بڑی پیچ میں پڑ گئی۔ کہ سعیدہ سے اب کیا کہے۔ صاف صاف کہتی ہے تو اسکا اثر مریضہ پر اچھا نہ پڑیگا۔ اگر نہیں کہتی تو وہ پوچھے گی پھر آخر کیا جواب دیگی۔ ادھر سعیدہ کے یہ وقت بڑے ہی اضطراب اور بے چینی میں گزر رہا تھا، جوں ہی اسے معلوم ہوا کہ ابراہیم واپس آ گئے، اسنے صفیہ سے پوچھنا شروع کر دیا۔ صفیہ نے بہانا کیا کہ "وہ گھر ہی پر تھے ہی نہیں کہیں گئے ہوئے ہیں۔ رقعہ ابراہیم چھوڑ آئے ہیں، جب انھیں ملیگا تو وہ ضرور آئیں گے"

سعیدہ سمجھ گئی کہ صفیہ بہانا کر رہی ہے۔ دوپہر کے وقت کہاں جاتے آخر اسنے جب صفیہ کو قسمیں دیکر پوچھنا شروع کیا۔ اور سچ سچ حال بتلانے پر مصر ہوئی تو مجبوراً صفیہ کو سب کچھ کہنا پڑا یہ حال سُنکر سعیدہ نے آہ بھری اور بیہوش ہو گئی۔ یکے بعد دیگرے اسکو غشی کے تین دورے پڑے۔ صفیہ اس دن شوہر کی اجازت حاصل کر کے رات کو بھی اسکے پاس رہی۔ اور لیڈی ڈاکٹر کو بھی بلا لیا۔ رات بھر دونوں جاگتی اور مریضہ کی تیمارداری میں لگی رہیں۔ صبح کو سعیدہ کی حالت رات کی بہ نسبت کسی قدر اچھی تھی۔ بخار بھی کم تھا۔ نبض بھی ٹھیک چل رہی تھی۔

رفتہ رفتہ سعیدہ کی حالت سنبھل گئی۔ مرض روز بروز کم ہوتا گیا۔ آہستہ آہستہ وہ پھر پہلے کی طرح تندرست ہو گئی۔ صفیہ اور ابراہیم کو بہت خوشی ہوئی! ان دونوں کی محبت ٹھکانے لگی۔

سعیدہ تندرست ہو گئی تھی۔ گو خاص مرض اب نہ تھا مگر، چہرہ پہ وہ تازگی اور بشاشت نہ آئی تھی جیسی شادی کے قبل یا شادی کے بعد بھی کچھ دنوں تک رہی تھی، طبیعت میں وہ خوشدلی اور چہرہ پر وہ رونق آتی کہاں سے؟ پہلے آزاد تھی، بیفکر تھی، ہر طرح خوش تھی!! اب رنج و غم یاس حرماں، حسرت، افسوس، ناکامی و نامرادی سب کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان سب نے اسکے نازک دل پر ایسا قبضہ کر لیا کہ اُس سے وہ کسی طرح آزاد نہ ہو سکتی تھی!! اب وہ تھی اور دن رات رونا!
وہ تھی اور شمع کی طرح جلنا!

مغموم کی عید

آمدِ عید الفطر سے شاد ہیں اہلِ زمن ہے گریزاں ظلمتِ غم تہنیت لعبۂ گگن
آج ہے صرفِ ترنم بلبلِ شیریں سخن اور ہیں محوِ تبسم غنچہ ہائے یاسمن

آمدِ عید الفطر سے کھلکھلا اٹھی نسیم
برگِ گل سے کر رہی ہے شوخیاں موجِ شمیم

گلشنِ ہستی ہوا ہے رشکِ صد فصلِ بہار ہے ہوائے دہر عشرت آفرین عیش بار
مخزنِ بہجت ہے قلبِ سلیمِ وحدت شعار گوشہ گوشہ بزمِ عالم کا ہے اشکبِ لالہ زار

ہوگئی سیماب پا ہر دل سے اب افسردگی
چپہ چپہ سے جہاں کے مٹ گئی پژمردگی

ہے مگر اک نوجواں لڑکی سراپا رنج و غم عید کی خوشیاں ہیں اس کے واسطے وجہ الم
قلبِ وقفِ حزن و حرماں چشمِ میگوں اشکِ بہم روئے پاکیزہ سراسر مظہرِ رنجِ اتم

ہے برنگِ قطرۂ سیماب کیسر اضطرار
اور مانندِ گلِ پژمردہ دامن تارتار

گیسوئے مشکیں ہیں دوشِ سیمگوں پر منتشر یا کہ ہے پیشِ نظر نظارۂ چاکِ سحر
نالۂ سوزاں زسینہ میکشد آں سیم بر اور بہ شکلِ اشکِ گلگوں ہے رواں خونِ جگر

ہر نفس انگر چکاں و ہر صدا شیون طلب
زیرِ لب آہستہ گوید پیکرِ رنج و تعب

عید آئی ہے۔ مگر غم کا میرے ساماں ہوا یہ دلِ شوریدہ پھر وقفِ غم و حرماں ہوا
داغ تازہ ہوگئے زخمِ جگر خنداں ہوا دل کے نامہ پر الم پھر زینتِ عنواں ہوا

پھر کسی کی یاد سے زخمِ جگر آسے ہوئے
پھر مرے داغِ جنوں آتش کے پرکالے ہوئے

ہائے انکی یاد میں دل ماہی بے آب ہے — جوششِ گریہ سے پرخوں دیدۂ بیخواب ہے
کاہشِ غم سے یہ زخمِ قلب لذت یاب ہے — چار سو اپنی نظر میں سوختن کا باب ہے

محفلِ عیش و مسرت بزمِ ماتم ہو گئی
آہ یہ عید الفطر روزِ محرم ہو گئی

عید آئی ہے مری سرسبزیِ غم کے لیے — ساتھ سیلِ اشک لیکر چشمِ پرنم کے لیے
درد پہلو میں اٹھا ہے اشکِ ماتم کے لیے — جل رہی ہے شمعِ سال میں اپنے ہمدم کے لیے

یاد میں ان کی یہ آنکھیں رودِ خیزاں ہو گئیں
دل میں خوشیاں جس قدر تھیں وقفِ حرماں ہو گئیں

آہ کیا ہو سلطنت اندوزِ مسرت قلبِ زار — قبل از وقت ہو گئی وقتِ خزاں جس کی بہار
چھن گیا ہے آہ جس سے اک عزیز جاں نثار — فرقتِ محبوب میں جو بن گیا یکسر شرار

کیا منائے عید وہ رنجور اے اہلِ شعور!
ہو گیا ویران جس کا خانۂ عیش و سرور

[illegible]

عید کی مبارکباد

گلشنِ سعادت کی پھر تم کو مبارکباد آج آئی ہوئی — کیا خبر لائی ہے تو کہ عید ہے آئی ہوئی؟
بے کسی میں ہو بھلا کیونکر خوشی مجکو نصیب — میرے دل پر ہے اداسی کی گھٹا چھائی ہوئی
میری بہنو دل ترستا ہے تمہاری دید کو — کیا کروں اس عید کو گر عید ہے آئی ہوئی
[illegible] ملنے سے تم ملو تو عید کا ہے کچھ مزا — اس جدائی سے بہت ہی میں ہوں گھبرائی ہوئی
ہو مبارک شاد رہنا یہی دیندار بہنوں کو سدا — اور خدا رکھے ہمیشہ یہ گھڑی آئی ہوئی

ش۔ ا۔ اختر بنت ڈاکٹر شرف الدین صاحب جالندھر

ہلالِ عید

اے ہلالِ عید اے وجہِ سرورِ انبساط
مژدۂ لطف و مسرت باعثِ عیش و نشاط

آگیا ہے دیکھ کر تجھکو مری آنکھوں میں نور
موجبِ تفریح و آسائش ہوا تیرا ظہور

اے ترے دیدار سے حاصل ہوئی مجھکو خوشی
اک مہینہ بعد پھر تو نے بدل دی زندگی

مجھکو تو نے کی عطا جو شادمانی بے حساب
نذر کرتی ہوں مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب

دستِ قدرت میں برہنہ تیغِ جوہر دار ہے
ابروئے حورِ جناں آمادۂ دیدار ہے

اے ہلالِ عید، تیری نعل ہے قسمت نشاں
سربلندی، برتری ہے تیری شانِ آسماں

زندگانی آگئی ہے مردہ حیات میں
پڑ گئی ہے جان ہی سارے دلی جذبات میں

تازگی آئی ہے اور پژمردگی جاتی رہی
کھل گئی دل کی کلی افسردگی جاتی رہی

تو نویدِ راحت و آرام ہے سب کے لئے
دوست ہو دشمن ہو عیش انجام ہو سب کیلیے

اے ہلالِ عید! ہے کتنا مبارک و سعید
دیکھ کر تجھکو غم و آلام ہوتے ہیں بعید

منبعِ خوش قسمتی ہے مرکزِ امید ہے
جان جاتے ہیں تجھی کو دیکھ کر سب عید ہے

کام میں لا کاوشیں تو، اب قوتِ اعجاز کو
روز تو، یوں ہی نظر آیا کرے ممتاز کو

ممتاز رفیع بیگم (بھوپال)

عید کی خوشی میں آپ نے عصمت کو بھی یاد رکھا؟ عصمت کے کثیر اخراجات کو بھی محسوس فرمایا؟ دوسری بیگمات کو بھی عصمت کی خریداری کی ترغیب دی؟ آپ نے عصمت کو عید کا کیا تحفہ دیا؟

عید کی خوشی

عید کی خوشی کیوں ہوتی ہے ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے مختلف جواب ہیں۔ بچوں کو تو ظاہر ہے کھانے۔ پینے۔ کھیلنے۔ کودنے اور اچھے کپڑوں کی ہوتی ہے کسی کو عیدیاں لینے کی کسی کو عید کارڈ جمع کرنے کی کسی کو عزیزوں دوستوں سے ملنے اور تحفے تحائف دینے کی۔ کوئی بچوں کو خوش دیکھکر خوش ہوتا ہے تو کوئی بزرگوں سے دُعائیں لیکر پھولا نہیں سماتا یہ خوشی حاصل کرنے لوگ منزلوں سے آتے ہیں اور اپنے گھر ہی کی عید مناتے ہیں۔ شاعروں کو اپنی نظموں۔ قصیدوں اور رباعیوں میں نئے نئے طرز سے اظہار مسرت کرنے کی خوشی ہوتی ہے تو مضمون نگاروں کو انوکھے انداز میں عید کی مبارکباد لکھنے اور اطمینان و خوشی کے منظر دکھانے میں لطف آتا ہے۔ غرض رمضان شریف کا آخری عشرہ سب لوگ اپنی اپنی دلچسپی کے مطابق کسی نہ کسی تیاری اور اہتمام میں گزارتے ہیں اور کوئی ایسا نہیں دکھائی دیتا جسے ایک نہ ایک دل خوش کن فکر نہ ہو۔ مردوں کو دیکھئے تو وہ باہر کے انتظام میں مصروف ہیں جوتی کپڑے بچوں کے کھلونے لا رہے ہیں اور انھیں خوش ہو ہو کر دکھا رہے ہیں۔ عورتیں ہیں تو وہ نفیس سے نفیس لباس تیار کر رہی ہیں اور پہننے والوں کو دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہوئی جاتی ہیں۔ کسی کی قمیص پر سلمے ستارے کا کام کیا تو کسی کی ٹوپی خوشنما پھولوں سے گلدستے کی طرح آراستہ کر دی۔ سمجھدار لڑکیاں اپنے اور چھوٹے بھائی بہنوں کے کپڑے طرح طرح کی خوبصورتی اور نفاست سے سیتی جاتی ہیں اور دوسروں پر ظاہر کرتی ہیں کہ انھوں نے کیا کیا۔ شرطیں لگی ہوئی ہیں کہ دیکھیں کس کا کام سب سے

اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لڑکے اپنے اپنے گھر کا کام سنبھالنے کے قابل ہیں انہیں دم لینے کی مُہلت نہیں ابھی ایک کی فرمایش پوری نہیں ہوئی کہ چار اور آگئیں سب اپنا اپنا سامان فخریہ لاکر دکھاتے ہیں اور بڑوں سے داد لیتے جاتے ہیں اگر کوئی چیز بچوں کو پسند آئی تو سب پیچھے پڑ گئے کہ ہم بھی ایسی ہی لیں گے کسی کو گھر کی آراستگی کی دُھن ہے کسی کو یہ فکر کہ عید کے دن کوئی ایسی چیز پکانی چاہیئے جو بالکل نئی ہو۔ گھر کے بزرگ کہیں روحانی مسرت حاصل کرنے کے لیئے اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہیں کہیں وہ بھی عیدیاں اور انعام اکرام دینے کا سامان کر رہے ہیں خاصکر اگر کہیں سمدھیانے میں بہو یا داماد کو عیدی بھیجنی ہوئی تو پھر تو ان کی خوشی کا کچھ پوچھنا ہی نہیں کہ انہیں یہ کام سب سے بڑھکر دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ناسمجھ بچوں کو ہر وقت دن گننے سے کام ہے ہر ایک سے یہی سوال ہے کہ بتایئے اب عید کو کے دن رہ گئے۔ خدا خدا کرکے ہزاروں آرزوؤں ارمانوں کے ساتھ عید کا دن آیا سب کی مرادیں پوری ہوئیں اور اپنی اپنی محنت ٹھکانے لگتی دیکھکر اور اس کی داد پاکر خوش ہوئے۔

بہت سے خدا کے خوش نصیب بندے اُس روحانی اور سچی خوشی کے مالک ہیں جو دُنیا کی سلطنت پاکر بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے ماہ رمضان کا درجہ پہچانا ہے انہوں نے پورے روزے رکھے اور اس طرح رکھے جس طرح خدا کا حُکم ہے ان کے دن قرآن شریف کی تلاوت میں گزرے ہیں اور راتیں شب بیداری میں۔ انہوں نے رمضان المبارک کا ایک ایک لحہ غنیمت جانا یتیموں پر شفقت کی غریبوں سے سلوک کیا کسی کو بُرا نہیں کہا کسی کا دل نہیں دُکھایا بدی غیبت اور جھوٹ کا سُننا تک گوارا نہیں کیا، سچ یہ ہے کہ عید دراصل انہیں کی ہے وہ دُنیا کے لیئے باعثِ برکت ہیں اور دُنیا والوں کے لیئے نمونہ

خدا سارے مسلمانوں کو ایسی ہی توفیق دے کہ اپنے فرائض سچے دل سے ادا کریں اور اس حقیقی خوشی کے مستحق ہوں۔ آمین

اسی عید میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر ہنس رہی ہیں لیکن ان کے دل رو رہے ہیں خوشی کا نام اُن کے دل پر چرکے لگاتا ہے انہیں ہر ہر موقع پر اپنے بچھڑے عزیز یاد آتے ہیں انہیں اپنی مصیبت ایک منٹ چین نہیں لینے دیتی لیکن وہ خدا کا حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سمجھ کر عید کی خوشی منانے پر مجبور ہیں انہوں نے کپڑے بھی بدلے ہیں عطر بھی لگایا ہے سب سے ہنس بول بھی رہے ہیں۔ لیکن اسی حالت میں کبھی کبھی ایک ٹھنڈی سانس یا ڈبڈبائے آنسوؤں سے انکی دلی کیفیت کا پتہ چل جاتا ہے۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ؎

در محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را
افسردہ دلِ افسردہ کند انجمنے را

مالکِ حقیقی! تجھی کو خبر ہے کہ دُنیا ان کے لیے کیوں قید خانے سے بدتر ہو گئی ہے اور اِس سے رہائی پاکر بھی انھیں چین نصیب ہوگا یا نہیں "

و - ا

صبح عید

فلک لالہ صنوبہ گردوں ہے صبحِ عید ہے
بحرِ نورِ شادمانی چشمۂ خورشید ہے

ۂ عشرت اُفق کے رخ پہ ہے چھایا ہوا
ہے وفورِ جوشِ شادی سے شفق رنگیں قبا

لملاہٹ ہے سپیدیٔ سحر کی خندہ با
ہے عروسِ صبح کی آنکھوں میں اک کیفِ خما

م روشن میں فلک کی نشہ سا چھایا ہوا
روئے گیتی پر ہے رنگ خرمی آیا ہوا

بتے تاروں کی آنکھیں ہیں پیامِ عیدِ ناز
کہکشاں کی جھلملاہٹ جلوۂ عشرت طراز

ں فضائیں گل بداماں لالہ گوں چرخِ سما
منظرِ رنگیں وفورِ شوق سے خندہ نما

م نظارہ میں کچھ رنگینیاں ہیں جلوہ زا
اُٹھ رہی ہے بادۂ کوثر سے اک خود گھٹا

رشیں مستانہ ہیں موجِ نسیمِ ناز کی
چھا رہی ہے جس کی مستی سے دلوں پر بیخودی

قطرۂ شبنم سیمیں کا کوثر آفریں
گوہر رخشاں لٹاتی ہے نگاہِ نازنیں

لبِ گل پہ تبسم کی جھلک تسنیم با
ہیں عذارِ سیم گوں رنگِ طرب سے لالہ زا

باگوں فرطِ خوشی سے ہیں عذارِ یاسمین
عارضِ غنچہ مسرت سے ہیں جنت آفریں

ں شہلا کی آنکھوں میں ہوا اک کیفِ خما
ہر ادا چمپا کی فرطِ شوق سے مستانہ وا

رگِ گل قطرۂ شبنم سے گوہر در گلو
چشمِ رنگیں میں خمار اندوز ہے جوشِ نمو

رنگیں ادا پیمانۂ خورشید ہے
عارضِ تاباں میں جلوہ ریز ذوقِ عید ہے

آسا مصفا ہے جبینِ آبجو
ہے روانی سیم گو موجوں کی حسن جستجو

ہے اٹھکھیلیاں ہر دل سے جب موجِ نسیم
دامنِ جو میں بکھر جاتے ہیں کچھ اوراقِ سیم

تم ریز فرطِ خرمی سے آبشار
ہو رہے ہیں دامنِ سبزہ پہ کچھ گوہر نثار

ہیں وفورِ شادمانی سے عنادل نغمہ زا — قمریاں فرطِ طرب سے بے خود و رنگیں نوا
دیدنی ہے عالمِ اسلام کا جوشِ نشاط — لب پہ ہے کیفِ تبسم رخ پہ رنگِ انبساط
شادمانی کا ہے نشہ ہر طرف چھایا ہوا — کامرانی کی مسرت پتلیوں میں جلوہ زا
صائمِ ناناں کی چشمِ ناز ہے خندہ چکاں — ہے جبیں جوشِ سرور و کیف سے تابش فشاں
عارضِ روشن پہ ہے رنگِ نشاط آیا ہوا — سرخ ہونٹوں پہ تبسم کا نشہ چھایا ہوا
شوق سے بیتاب ہیں طفلانِ نازک خوش ادا — ننھے ہونٹوں پر تبسم پیاری آنکھوں میں نشہ
عارضِ نازک ہیں فرطِ خرمی سے لالہ زار — والہانہ ہر ادا، رفتار ہے مستانہ وار
ہر طرب رنگینیاں ملبوسِ رنگیں زرنگار — پتلیوں میں کھیلتی ہے عید کی رنگیں بہار
نوعروسانِ حسین مسرور ہیں دلشاد ہیں — خانۂ دل جلوہ ہائے عید سے آباد ہیں
آج تو آرائشِ رنگیں کی ہے پوری بہار — وہ نگاہوں کا تبسم رنگِ رخ کا وہ نکھار
جگمگاہٹ دیدنی ہے زیور و ملبوس کی — یہ سماں آنکھوں میں پیدا کر رہا ہے خیرگی

بی بیاں خندہ نگاہی سے ہیں محوِ کار زار — دیکھ کر ہنس دیتی ہیں بچوں کا جوشِ اضطرار
ہیں نگاہیں پُر طرب چہروں پہ رنگِ خرمی — گفتگو مسرور ہے ہونٹوں پہ ہے لرزاں ہنسی
ہر طریق و طور سے رنگِ مسرت ہو عیاں — آج ہونٹوں پر نئے سر سے جا ہے نغمہ یہاں
آ رہے ہیں عید گاہ سے مرد واپس شادماں — ہو گئی بزمِ طرب احباب کی جلوہ چکاں
ہے سویوں کی لطافت سطحِ دسترخوان پر — ہے ادائے شکر جاری رحمتِ رحمان پر
لگ رہے ہیں قہقہے مسرور ہر اک بات پر — دیکھئے رمضان کے نخلِ ریاضت کا ثمر
عیدِ رمضاں تا ابد آئے یونہی اسلام میں — ہو یہی اندازِ چشمِ مسلمِ خوش کام میں
فضلِ خالق عالمِ اسلام پر یکساں رہے — خوش یہاں بندے رہیں شاداں یہاں یزداں کے

رابعہ پنہان

تمغۂ شیطانی

(از مصنوعہ حضرت علامہ راشد الخیری ظلہ)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

شیطنت حضور! میں اس ناکٹے والی بہری کے استقلال کا مداح ہوں۔ مجھے چونکہ اس سے دلی ہمدردی تھی اس لیے میں اس کی گرفتاری سے پریشان تھا مگر یہ مردوں سے چوکھی لڑ رہی تھی۔ برقع اُتر گیا۔ سینگ اُبھر گئے۔ دانت نکل گئے اور صاف صورت نکل آئی۔ مگر جو ایک کہتا تھا یہ اُسکو دس سُناتی تھی۔ ایک دعمر لڑکے نے جل کر اس کے ایسا تھپڑ دیا کہ چہرہ پھر گیا۔ مگر یہ بھی نہ چوکی۔ ایک مرد اسکا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اس نے وہیں کھڑے کھڑے اس نوعمر لڑکے کی کمر میں ایسی لات دی کہ چکرا کر گر پڑا۔ یہ یہ ہی کہتی رہی کہ تیں تو لڑکی بالیوں سے مذاق کر رہی تھی کیسی چوری اور کس کا ڈاکہ دنیا جانتی ہے کہ میں مذاقن ہوں ایسے ایسے کپڑے تو میرے ہاں خدا جانے کتنے بھرے پڑے ہو نگے"۔ اس کے ساتھ ہمدردی تو کسی کو نہ تھی مگر اس کے بڑھاپے کا بعض آدمی احترام کرتے تھے اس لیے تجویز یہ ہوئی کہ تنبیہ کے طور پر اسکو ایک آدہ روز حوالات میں رکھنا چاہئے تنبیہ ہو جائے گی۔ داروغہ جیل بھی اس کی زیارت کا مشتاق تھا ہنس ہنس کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور سب نے ملکر تنانہ حوالات میں داخل کر دیا۔ چونکہ اس کی گرفتاری باقاعدہ نہ تھی اس لیے کوئی اہتمام یا روک نہ تھی۔ دوسرا یا تیسرا روز تھا سہ پہر کے وقت ایک مجرم عورت جیل خانہ میں مر گئی۔ جیل خانہ والوں نے اسکو ایک چارپائی پر ڈالکر باقاعدہ اطلاع دی اور یہ معلوم کر کے کہ اسکا کوئی

وارث نہیں ملے کیا کر اسکو قبرستان میں دبا دینا چاہیئے۔

جنٹ پٹا ہوتے ہی ناکڑی والی بہری نے اپنا منہ کالا کیا اور اس کے کمرہ میں پہونچ مُردہ کر الگ پھینک آپ چارپائی پر کپڑا اوڑھ لیٹ گئی۔ دو قیدی چارپائی اُٹھا کر لے چلے۔ ان کے ساتھ ایک جمعدار تہا۔ ان دونو کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اوّل شام تھی قیدی چارپائی سر پر رکھے چلے جارہے تھے اور جمعدار سگریٹ پی رہا تہا کہ جنگل بیابان میں یہ بی ناکڑے والی بہری کسما کر اُٹھیں اور اُٹھتے ہی آگے والے قیدی کے سر پر تھپڑ دیا۔ وہ جو پلٹ کر دیکھتا ہے تو مُردہ اُٹھا بیٹھا ہے۔ دونو چیخ کر بھاگے۔ آگے آگے وہ انکے پیچھے جمعدار اور اس کے پیچھے مُردہ، عجیب پُر لطف نظارہ تہا قیدی گر رہے تھے اور اٹھ رہے تھے جمعدار بدنصیب کر اِدھر تو اسامیوں کی فکر تھی اودھر جان کے لالے تھے۔ جب تمینوں کے تینوں غایب ہو گئے تو یہ ٹہنگی اور اس نے اپنے گھر کا راستہ لیا +

شیطنت حضور! یہ خادم بھی اِن سرکار کے ساتھ دُنیا بھر کے تمام تعلقات چھوڑ چھاڑ خدمت میں حاضر تھا +

ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ شہر میں ایک درویش کابل تشریف لائے۔ ان حضرت کا نام پیر زُلفی تہا کیونکہ انکی زلفیں کمر سے بھی نیچی تھیں۔ لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہوئے۔ پیر جی کی کرامتیں بچہ بچہ کی زبان پر تھیں ایسا معلوم ہوتا تہا کہ خداوند کریم پیر بنکر تشریف لے آئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی ہر مُراد پوری کرتا تہا اور ہر وقت لوگ اس کے گرد ہاتھ باندھے کہڑے رہتے تھے۔

یہ وہ جماعت تھی جس کا کام زندہ اور مُردہ پیروں کی پرستش تہا اس پیر کو عورتوں میں کامیابی کے واسطے ایک ماہر عورت کی ضرورت تھی۔ ناکڑے والی

بہری نے ان کا شہرہ شناؔقدرہ بھی پہونچیں۔ دونو ایک دوسرے سے بڑھ کر تھی
پیر جی نے بہری کو اور بہری نے پیر جی کو پہلی ہی نگاہ میں تاڑ لیا۔ دس بارہ
لنگے ہاتھ باندھے اور حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ تانگے والی بہری ڈولی سے
اُتریں۔

اُچکوں کو بہری کے آنے کی خبر لگ چکی تھی کہ ایک آدمی نے آکر کہا۔
"بہری بیگم کی سواری آرہی ہے!"

پیر جی نے ہزارہ تسبیح سنبھالی مُریدوں نے مصنوعی مراقبہ شروع کیا۔ بہری
اُتریں تو پہاڑ کی بیگم بنی ہوئی ریشمی برقع، ڈاسن کا بوٹ، ایک مرید نے جلدی
سے اُٹھ، اندر کے دروازہ میں تھوڑا سا پانی ڈال، کیچڑ کر، خربوزے کے
چھلکے اِدھر اُدھر ڈال دیئے، پیر جی نے آنکھیں بند کر ہزارہ پھیرنا شروع کیا
اور کبھی کبھی کنکھیوں سے آسامی کو بھی دیکھ لیتے تھے اور پھر جھٹ سے یاحبیب
کی آواز بلند کر دیتے تھے۔ تانگے والی بیگم زرق برق گھبرا کر بڑھیں اور سٹ پٹا کر
چلیں تو چھلکے پر سے پاؤں رپٹا اور اس طرح گریں کہ ٹانگیں نیچی اور سر اوپر۔ برقع
کیچڑ میں لت پت مرید بسم اللہ بسم اللہ کہتے آئے اور پیر صاحب بھی آکر
فرمانے لگے۔ "گرا کون اور گرایا کس نے؟"

ایک مرید نے عرض کیا "حضور گرانے والے بھی آپ ہی اور گرنے والے بھی آپ ہی"
پیر جی۔ ہم تو فقط بیگم کو آزما رہے تھے۔

اِس فقرے پر لت پت بیگم نے برقعہ ہی سے آدھی آنکھ نکال کر حضور کو بھانپا اور حضور
نے بیگم کو، حضور نے جھٹ اپنی لوئی دی اور کہا "بیگم یہ اوڑھو" اور
بیگم صاحب سکڑ سکڑا پیر جی کے سامنے آکر بیٹھیں۔ (باقی آئندہ)

کبھی غور بھی کیا

کہ عصمت ہر ماہ کس قدر روپیہ خرچ کر رہا ہے، مضمون نگاروں کو کئی سو روپیہ کے انعامات اور نہایت معقول معاوضہ ہر سال دیتا ہے، کثیر بار اٹھا کر تین رنگین بلوکوں کا خوبصورت ٹائٹل چھاپتا ہے، اشاعت میں کبھی ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ لکھائی چھپائی کی خوبصورتی اور کاغذ کی عمدگی کا خیال رکھا جاتا ہے اور جنوری سے ضخامت میں اور بھی اضافہ کر دیا گیا ہے ہر ماہ قریباً سو صفحوں کے مضامین شایع ہوتے ہیں، تصاویر کم سے کم سات آٹھ ہوتی ہیں، اور محصول ڈاک دگنا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس جدید اضافے سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا خرچ بڑھ گیا ہے اور اب جون میں جوبلی نمبر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر شایع کرنے کی طیاری ہو رہی ہے جس پر پانچ ہزار روپیہ کے قریب صرف ہوگا!

کبھی غور بھی کیا کہ عصمت یہ کثیر اخراجات کیونکر برداشت کر رہا ہے۔ اگر آپ کو عصمت سے سچی محبت ہے تو کچھ تو ہمدردی کا ثبوت دیجے، کیا یہ ممکن ہے کہ آپ عصمت کی اشاعت بڑھانی چاہیں، اور نہ بڑھ سکے! عصمت بیس سال سے آپکی خدمت کر رہا ہے اپنی سہیلیوں اور خاندان کی تعلیم یافتہ خواتین کو سنہ ۲۸ء کا کوئی سا پرچہ دکھا دیجے اور جوبلی نمبر کی خبر کر دیجے۔ آپ کی کوشش رائگاں نہ جائے گی اور آپ اسی مہینہ میں عصمت کو کئی خریدار دے سکیں گی۔

آپ عصمت قسم خاص اپنے نام جاری کر کے بھی عصمت کی بہت بڑی مدد کر سکتی ہیں۔ قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کا کاغذ تصویروں کا سا چھپتی ہیں اسکا سالانہ چندہ [illegible] یا بہتر غریب نادار خواتین کے نام رسالہ اپنی طرف سے جاری کرائیے کہ یہ بھی نیک کام ہے اور عصمت کی امداد بھی۔ غور کیجئے کیا عصمت آپکی توجہ کا مستحق نہیں ہے۔

منیجر

منگیتر سے خط و کتابت

عصمت میں عنوان بالا پر ایک عرصہ سے مضامین شایع ہو رہے ہیں اس سلسلہ میں دو مثالیں میرے ذاتی مشاہدہ میں بھی آئی ہیں۔ پیش کرتی ہوں۔

ایک لڑکی نہایت پرانے خیالات کے خاندان کی تھی۔ والدین نے اسکو نہایت ذوق و شوق سے اعلیٰ تعلیم دلوائی اور تربیت بھی ہر ممکن طریقہ سے اچھی کی تھی۔ اسی خاندان کے ایک تعلیم یافتہ لڑکے سے اس کی منگنی قرار پائی۔ منگنی کے وقت مروجہ رسم و رواج کے مطابق لڑکی کی مرضی دریافت نہیں کی گئی۔ لیکن منگنی کے بعد دونوں نے پوشیدہ طور پر خط و کتابت شروع کی لڑکی کے والدین اگرچہ اسکو پسندیدہ نگاہ سے نہ دیکھتے تھے مگر ان سے اصرار کرکے اجازت لی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد شادی ہوئی۔ لڑکی اگرچہ شکل کی زیادہ خوبصورت نہ تھی۔ مزاج میں بھی چہیتی ہونے کی وجہ سے ضد اور غصہ تھا۔ مگر بفضلہ وہ اب نہایت خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور آپس میں اس قدر اخلاص و محبت ہے کہ کم دیکھنے میں آیا ہے +

دوسری لڑکی بھی اسی خاندان کی تھی۔ مگر اس کی تعلیم صرف اردو فارسی کی چند کتابوں تک محدود تھی۔ اپنے والد سے پوشیدہ طور پر اس نے چند بیکار و مضر ناول بھی پڑھے تھے۔ اس کی منگنی ایک معمولی پڑھے لکھے شخص سے قرار پائی جو مزاج کے بھی نہایت سنجیدہ تھے۔ بلکہ مولویت بھی کچھ اثر کر گئی تھی۔ بہن موصوفہ نے منگنی کے کچھ عرصہ بعد اپنی بہن کی تقلید میں منگیتر کو ایک خط لکھا۔ وہ ان باتوں کو پسند نہ کرتے تھے۔ دوسرے خط بھی ایسا ہی نامعقول اور "نا ولیت" کا پہلو لیے

ہوئے تھے مگر انہوں نے اسکا نہایت موزوں الفاظ میں جواب دیدیا۔ اور اسطرح والدین سے پوشیدہ یہ خط و کتابت جاری ہوگئی۔ سب کو اُمید تھی کہ شادی کے بعد دونوں کی زندگی نہایت خوشگوار طریقہ پر بسر ہوگی مگر افسوس کہ اس کے برعکس پیش آیا۔ شادی کے بعد کچھ دن تو اچھے گذرے۔ مگر بہن صاحبہ نے یہ شکایت شروع کی۔ کہ "تم مجھ سے محبت نہیں کرتے" "تم میری صورت سے گھبراتے ہو" "تم اس شادی سے خوش نہیں ہو" حالانکہ دونوں بہنوں کی شادی بغیر مرضی دریافت کیے ہوئی تھی۔ اور ظاہری صورت و سیرت میں آخرالذکر بہن اول الذکر سے کہیں بہتر تھیں۔ مگر دونوں کی ازدواجی زندگی بالکل برعکس ہوئی۔

اس سے ظاہر ہے کہ محض خط و کتابت پر ازدواجی خوشی منحصر نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اصل میں تعلیم و تربیت اور مزاج پر اسکا دارومدار ہے۔

خط لکھنے کی تو بہنیں ازحد شایق ہوتی ہیں مگر اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا کہ وہ خطوط کس قسم کے ہوں۔ جس لڑکی کے خیالات عامیانہ ہوں اسکو ہرگز خط و کتابت کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔ خط ایسے ہونے چاہئیں کہ اگر کوئی غیر انکو اتفاقیہ پڑھ بھی لے تو اسکو کوئی بات اعتراض کے قابل نظر نہ آئے۔ دوسرے، خط میں کسی قسم کا تصنع نہ ہو۔ اپنے آپ کو یا اپنے خاندان کو اصلیت سے بڑھکر ظاہر کرنا بڑی نادانی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ لڑکی کی تعریف پڑھ کر اسکا منگیتر وہی تعریف اس میں دیکھنی چاہیگا لیکن اگر اسے مایوسی ہوئی تو لڑکی کی شرمندگی ظاہر ہے۔

اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہر انسان کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے دوسرے کوئی شخص بے عیب نہیں۔ پس اگر منگیتر کی کوئی بات تمہیں ناپسند ہو تو اس پر ناراض ہونا بیکار اور اعتراض کرنا سخت بیوقوفی ہے۔ ہاں اگر کنایتہً کوئی اشارہ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ خط و کتابت کا اصل مقصد ہی

یہی ہے کہ ایک دوسرے کے عادات سے واقفیت حاصل ہو۔ اس لیے والدین کو چاہیئے کہ پہلے اس پر غور کرلیں کہ انکی لڑکی کی تربیت اور عادتیں کیسی ہیں؟ آیا اس میں ایسی خط وکتابت جاری رکھنے کی قابلیت بھی ہے یا نہیں پھر چند خطوط اپنی لڑکی کے ضرور دیکھ لیں۔ اور اگر کوئی نامناسب بات دیکھیں تو فوراً ٹوک دیں۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اُمید ہے ایسی خط وکتابت سے نقصان اُٹھانے کا احتمال نہ رہے گا +

ل۔ ب ممتاز

عصمت کا جوبلی نمبر

نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ماہ جون میں شائع ہوگا اس میں ہندوستان کی تمام مشہور لکھنے والی خواتین اور مُلک کے مایہ ناز حضرات کے بہترین مضامین عصمت سے بڑے سائز کے قریباً ڈھائی سو صفحوں پر ہونگے اور تصاویر قریباً پچاس جن میں کئی تصویروں کے بلاک یورپ میں تیار ہوئے ہیں +

جوبلی نمبر کے خرچ کا تخمینہ پانچ ہزار روپیہ کیا گیا ہے اس لیے ایک پرچہ کی قیمت عمر ہوگی اور تین پرچے ساتھ منگانے پر سوا چار روپے لیے جائیں گے۔ لیکن عصمت کے سالانہ خریداروں کو مُفت پڑے گا +

آپ کے خاندان میں جسقدر تعلیم یافتہ بیبیاں اور آپکے حلقہ اثر میں جسقدر پڑھی لکھی خواتین ہیں ان سب کو ابھی سے عصمت کے جوبلی نمبر کی اطلاع دیدیجے ورنہ بعد میں انھیں افسوس کرنا پڑیگا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے لکھنے والے مردوں اور عورتوں کے بہترین مضامین اور مشرق ومغرب کے نامور مصوروں، اور دُنیا کی قابل خواتین کی تصاویر کا ایسا شاندار مجموعہ اُردو زبان میں کبھی نہ دیکھا ہوگا +

منیجر

بَر کی تلاش

اکثر بہنوں کی رائے ہے کہ نکاح سے پہلے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ لیں +

بعض بہنیں اس طریقہ کو ناپسند کرکے رائے دیتی ہیں کہ تصویروں کی اُدل بدل ہو کر پسندیدگی کا اظہار کیا جائے +

بعض بہنیں صلاح دیتی ہیں کہ نکاح سے پہلے لڑکے لڑکی میں خط و کتابت کی جائے تاکہ تحریر کے ذریعے ایک دوسرے کی عادات و اطوار طرز معاشرت وغیرہ سے آگاہ ہوں +

مگر ابھی تک مندرجہ بالا اصلاح کا تحریری سلسلہ جاری ہے عملی طور پر ظہور میں نہیں آیا۔ ان اصلاحوں سے بہنوں کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف لڑکے بلکہ لڑکی کو بھی کھلم کھلا اپنے بَر کی تلاش کی آزادی دی جائے۔ مگر ان مشوروں سے بَر کی تلاش میں کوئی بہتری نہیں معلوم ہوتی +

فرض کیا کہ لڑکی نے اپنی صورت ایک نامحرم کو دکھا بھی دی۔ اس کے دلی جذبات کی تصویر تحریروں میں لڑکے کے پاس موجود ہوئی اگر لڑکا لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کردے۔ تو بتائیے لڑکی بیچاری کا کیا حشر ہوگا۔ اول تو اسکا معصوم دل دوسرے سے شادی کرنے پر راضی نہ ہوگا۔ دوسرے بے پردہ بھی ہوئی تیسرے اس کی تحریروں اور اظہار دل کا پلندہ ایک غیر شخص کے پاس جمع ہوگیا ہے۔ لڑکے کے دل کو قابو میں لاسکتی ہے نہ تحریروں کو واپس لے سکتی۔ دوسرا کوئی شریف لڑکا یہ کب پسند کریگا کہ ایسی لڑکی سے شادی کرے جو پہلے ایک غیر شخص کو اپنی صورت دکھا چکی اور وہ چندماہ اس کی آزمایش میں بھی رہ چکی ہو نہ لڑکے کے والدین پسند کرینگے

کہ ہماری بہو پہلے بے پردہ ہو کر کسی کے ناپسند ہو چکی ہے۔ وہ لڑکی بچاری بیگناہ ہر ایک محفل تقریب شادی بیاہ وغیرہ میں انگشت نما کی جاوے گی کہ یہ لڑکی فلاں لڑکے نے ناپسند کی ہے ایسی رسومات کے جاری کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ جب تک کہ سب مسلمان قوم یک دل ہو کر اس طرف توجہ نہ کریں اس وقت تک یہ رواج مضحکہ انگیز تصور کیا جاوے گا۔

تعلیم یافتہ ماؤں کو چاہیئے کہ سب سے پہلے لڑکی کی دینی و دنیاوی تعلیم کا خیال کریں اچھی تعلیم و تربیت دیں اُمور خانہ داری۔ دستکاری۔ روپیہ پیسہ کے اخراجات۔ کفایت شعاری کے طریقوں سے بخوبی آگاہ کریں۔ لڑکی سے خانہ داری کے تمام کام لیں۔ اخلاقی سبقوں سے اسکا دل معمور کریں۔ گاہے گاہے بچوں کی پرورش کا سبق بھی دیں۔ مگر سب سے پیشتر یہ خیال رکھیں کہ لڑکی کو ایسا ہنر سکھایا جاوے۔ جس سے وہ کسی مصیبت کے وقت اپنی بازوئے ہمت سے اپنے اخراجات کی خود کفیل ہو سکے۔

جب والدین کو پُورا یقین ہو جائے کہ ہماری لڑکی اس قابل ہو گئی ہے کہ اُمور خانہ داری و فرائض شوہر بخوبی انجام دے سکتی ہے پھر بَر کی تلاش کی طرف رجوع ہوں۔

بَر کی تلاش میں ماؤں کا فرض ہے۔ کہ ہر لڑکی کی شکل صورت۔ سیرت۔ علم و ہنر حیثیت مالی میں ہم پلہ ضرور ہو۔ عموماً والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہماری لڑکی کو امیر گھرانہ ملے سمدھیانہ مالی حیثیت میں ہم سے زیادہ ہو۔ لڑکا بھی خوبصورت علم و ہنر میں طاق۔ مجلس کا سنگار۔ لڑکے کی خوش مزاجی کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے اکثر والدین صرف لڑکے کی کمائی لیاقت وغیرہ کو ہی دیکھتے ہیں۔ اس کے والدین کی مالی حیثیت۔ طرز معاشرت۔ عادات و اطوار طریق خانہ داری کا خیال نہیں کرتے مگر لڑکے کے والدین کی عادات کا پرکھنا ضروری ہے اگر لڑکی دنیاوی تعلیم

میں ماہر فیشن پرست. فضول خرچ۔ بناؤ سنگار سجاوٹ وغیرہ کی دلدادہ ہے تو اس کے
واسطے بر بھی امیر فیشن پرست تلاش کرنا چاہیئے +

بعض لڑکیاں دینی کاموں میں دلچسپی لیتی ہیں۔ سادہ مزاج۔ خوبصورت لباس
زیور وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتیں خاموش طبیعت سہیلیوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔
چالاکی جھوٹ انکی فطرت میں قدرتی نہیں ہوتی۔ انکے لیئے میاں بھی سادہ مزاج۔
یاد خدا میں مصروف دینی کاموں میں حصہ لینے والا تلاش کریں۔

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

لڑکے لڑکی کے باہمی تعلقات، محبت آرام و آسایش کی گذران کا انحصار ہم پلہ
بر کیلیئے والدین کی تلاش پر منحصر ہے۔ لڑکی امیر گھرانے کی ہے اور لڑکے والوں کی مالی حیثیت
کم درجہ کی ہے اور لڑکی کے متفرق اخراجات کو برداشت نہیں کر سکتے تو میاں بیوی
میں رنجش پیدا ہو جاتی ہے۔ لڑکی غریب گھرانے کی۔ اور لڑکا امیر گھرانہ کا لاڈلا بیٹا ہو
تو ضروری ہے کہ بیوی کی قدر اُس کے دل میں نہ ہو گی وہ اپنے ہی عیش و عشرت
میں فضول خرچیاں کرتا رہیگا، ہر ایک بات میں اسکا خیال ہو گا کہ میری بیوی کو کسی چیز کے استعمال
یا کسی امیرانہ طریقہ کی تمیز نہیں +

اگر لڑکا حلیم طبع اور لڑکی بد مزاج غصہ کی تیز ہے تو لڑکے بیچارے کی ساری عمر برباد ہو گی۔
ہر وقت بیوی اسکے سر پر سوار رہیگی برعکس اس کے لڑکا بد مزاج غصیلا رہے گا تو لڑکی زندہ درگور ہو گی۔
اکثر عقلمند با علم لڑکیاں اپنی عادات طرز معاشرت خاوند کی مالی حیثیت کے بموجب بنا لیتی
ہیں پھر بھی جو عادتیں بچپن سے اُنکے دل و دماغ میں جاگزیں ہو چکی ہیں۔ گاہے گاہے حسرت
کی نظروں میں پھوٹ پڑتی ہیں اور اس میں رنجش کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اس لیے والدین
کو چاہیئے کہ ہمدرجانہ ہم پلہ ڈھونڈیں +

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

عائشہ بیگم

ایک تجویز

ان بالا سے ایک مضمون عصمت کے فروری نمبر میں دیکھا۔ فہرست میں
ے دیکھکر تو اس پر کچھ لکھنے کا میرا ارادہ نہ تھا یہ خیال کرکے کہ کسی کم سمجھ بچی
جو نہ ابھی کافی معلومات رکھتی ہوگی نہ احکامات پردہ شرعی سے واقفیت
نام تحریر پڑھ کر کے اڈیٹر رسالہ سہیلی" لکھا دیکھکر میں اپنے خیالات ظاہر کرنے
رہوگئی۔ گو میری اس تحریر کے بھی بہت سے ناظرین عصمت مخالف ہونگے
موافق مگر ہمیں تو اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کرنا ہے کسی کو پسند ہو یا ناپسند
یہ لحاظ رکھنا ضروری اور فرض خیال کیا جاتا ہے کہ ہمارے قلم و زبان سے
ایسی بات نہ نکلنے پائے جو ہمارے مذہب میں ناجائز ہو۔ مذہب" احکامات
" ہیں۔ نہ کہ شرع آئین ہند میں؟ ہماری سمجھدار اڈیٹر صاحبہ سہیلی نے لکھا ہے
ں نے سُنا ہے لاہور کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون نے پردہ کو چار سال تہہ
م کرکے پردہ حیی کا نہایت دریا دلی سے خیر مقدم کیا ہے" ایڈیٹر صاحبہ
ناہوں کہ افسوس ہے باوجود لاہور کے قرب میں رہنے کے آپ حال
الات سے اس قدر ناواقف ہیں کہ آپ کو آج صرف اسقدر معلوم ہوسکا
س کی ایک خاتون نے پردہ اُٹھایا ہے۔ آیئے، میں آپ کو سُناؤں اور
ر چلئے تو دکھاؤں کہ مدتوں سے بہت سی اعلیٰ خاندانی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین
ردے کی رسمی قید سے نجات حاصل کرلی ہے۔ اور جو ہر دن اسی گروہ میں
ی ہے۔ بلا مبالغہ کم سے کم دو درجن اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان خواتین وہاں
نہیں کرتیں اور نیم پردہ کرنے والیوں کی تعداد بیشمار ہے۔ آپ

ایک خاتون کی بابت مُنکر کانفرنسیں منعقد کرنے کی تجویزیں پیش کر رہی ہیں!

یہاں علیگڈھ تشریف لائیے آپ کو دکھائیں کہ کتنی بیگمات یو۔ پی کی جو پردۂ شدید کی قید سخت زنجیر میں بکڑی ہوئی تھی آج آزاد ہیں۔

مگر کانفرنس تو کیا ذراسی کیپیٹلِ کرکے بھی کوئی انکی روک تھام نہیں کرتا۔ انکے اپنے وارث باپ یا شوہر انکو پردے کی غلامی سے آزاد کر رہے ہیں دوسروں کو کیا؟ حامیانِ رسم قدیم تو درکنار رہا دیانِ دین بھی خاموش ہیں۔ کیونکہ زمانہ کے سیلِ رواں کو روکنا کسی کے بس کا کام نہیں اور پھر آزادی کی ہوا تو نہ صرف ہندوستان بلکہ کُل جہان میں چل رہی ہے ممالک اسلام ٹرکی، ایران، افغانستان، ہر ملک میں اس مظلوم و مقید فرقہ پر رحم کیا جا رہا ہے، پردہ کی شدت میں کمی کرکے تعلیم دینا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسی کا اثر یہاں ہے کہ چند گنے چنے مسلمان اپنی بے کس و بے بس بہنوں بیٹیوں کو اُس کنیزگی سے نکالکر ذرا ادھر لا رہے ہیں جس میں عرصہ سے انکی زندگیاں برباد ہو رہی تھیں۔ اڈیٹر صاحبہ بہلی! کیا یہاں مسلمان مستورات کی حالت گائے بھینسوں سے کچھ بہتر تھی جن کی ناکوں میں نتھ پہنا کر کھونٹے سے باندھ رکھتے ہیں؟ بلکہ ان سے بدتر تھی کیونکہ وہ بیچاری دن بھر میں ایک بار اپنے اپنے گندے و تنگ تھانوں سے نکلکر چرنے کے لیے باہر سر سبز میدانوں میں پہنچ جاتی ہیں مگر ہند میں مسلمان عورتیں تو جہاں پیدا ہوتی ہیں اسی تاریک کوٹھڑی میں زندگی کے دن بسر کرکے پیوند زمین ہو جاتی ہیں۔ اب کہیں خدا خدا کرکے اپنے دیگر اسلامی ممالک کی خواتین کی بیداری پر نظر کرتے ہوئے یہاں کے مسلمانوں نے بھی ہمیں قعرِ مذلت سے نکالنا چاہا تو آپ ہی انکی مخالف ہو گئیں؟

اُفّ بہن! ہمارے نیم ملّا نام نہاد پیشوایانِ دین اگر مخالفت کریں تو بجا ہے آپ جیسی بی بی کا جو ہماری رہنمائی کا دم بھرتی ہیں اتنا حوصلہ رکھنا قابلِ افسوس

امر ہے کہ کسی بی بی کا مثل ایک آزاد انسان کے، پنجرے کی قید سے باہر آنا، اتنا اہم ہو گیا کہ اُن کی روک تھام کے لیے ہمارے حقیقی خیر خواہ مولانا راشد الخیری صاحب کو کانفرنس کرنے کی زحمت دینے لگیں؟ آں قبلہ مدظلہٗ کو بہت سے ہماری بہتری کے کام کرنے ہیں اُن کے پاس ایسا خالی وقت نہیں ہے نہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ پردے سے باہر آنا حدودِ شرع سے باہر ہو جانا ہے!! یہ کام آپ سپرد کریں مسجد کے مُلاؤں کے، کسی عالم فاضل ہمدردِ نسواں کو یہ تکلیف دینی عبث ہے۔

حامیانِ پردہ و مخالفانِ پردہ۔ اپنی اپنی کوششیں کر لیں۔ مگر ہو گا وہی جو زمانہ کرائے گا اور یہ سمجھ لیں کہ نہ صرف مسلمانانِ ہند پر بلکہ مسلمانانِ عالم پر جو زبردست اثر جدید معاشرتِ ترکی کا پڑے گا اُس کے آگے مخالفینِ تہذیبِ جدید کو ہار ماننی ہو گی۔ ہم مسلمانانِ کفرستان (ہندوستان) ترکیا اُدھر اہلِ عرب اور اِدھر افغان نمایاں اثر پذیر ہیں۔ ہم اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ عرب عورتیں بھی اسی جدوجہد میں مصروف ہیں، وہ بھی برقعوں کے غلافوں سے نکل کر آزادانہ مردوں کے ساتھ ساتھ ترقی کی دوڑ میں گامزن ہونا چاہتی ہیں۔ اس طرف ہمارے پڑوسی اُجڈ افغان، زنانہ مدارس قایم کر رہے ہیں. شاہی خاندان کی بہت سی بیگمات عرصے سے پردہ اُٹھا چکیں، اس وقت ملکۂ افغانستان کا پردہ سب نے دیکھ لیا! سفرِ یورپ میں وہ اپنے تاجدار شوہر کے ساتھ ساتھ ہیں اور نہ صرف خود بلکہ اپنی اور اپنے بادشاہ کی بِن بیاہی بہنوں کو ساتھ لیکر۔ کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر اتنی آزادی ہمارے مذہب کے خلاف ہے تو آخر یہ سب لوگ جن میں عالم بھی ہیں جاہل بھی، نئے بھی ہیں پُرانے بھی۔ کیوں اسی طرف جھکے جا رہے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خاں کوئی نئے خیال کے، مذہب سے بے

نوجوان نہیں ہیں، بلکہ وہ تو ملک معظم کے بادشاہ ہیں، فرائض کے ایسے پابند کہ سفر میں بھی نماز قضا نہیں ہونے پاتی، مگر وہ بھی پردے کو جزو اسلام خیال نہیں کرتے اگر ایسا ہوتا تو آپکی ملکہ اور دوسری شہزادیاں انگریزی فیشن لباس میں یوں آزادانہ سفر نہ کرتیں۔

پیاری بہن کسی مذہبی عالم سے گفتگو کر کے یا خط و کتابت سے یہ مسئلہ پوچھکر کہ شرع میں پردہ کس حد تک جائز ہے شایع کر دیں اور پھر اُسکا پرچار کریں تاکہ آپکی بہنیں اس جاہلانہ قید سے نکلکر باب علم تک پہنچ سکیں۔ اس کی رکاوٹ سے مدرسوں میں جاکر پڑھنا مشکل ہے اسی کی وجہ سے بیوائیں غریب محتاج کی زندگی بسر کرتی ہیں روٹی کپڑے کے لیے حیران پریشان ہیں۔ مگر باوجود لکھی پڑھی ہونے کے مدرسوں میں، شفاخانوں میں جاکر ملازمت نہیں کر سکتیں۔

اڈیٹر صاحبہ۔ ہم نے تو جہاں تک اس مسئلہ کی تحقیق کی اور عالمان دین سے پوچھا یہی معلوم ہوا کہ ہندوستانی پردے کا اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے، یہ شدت کا پردہ محض ہندوستان کی اختراع ہے۔ عرب و ایران و ترکستان میں جس قدر پردہ تھا یا ہے وہ اس سے بہت ہی کم ہے۔ وہاں باہر نکلنا عیب نہیں، ممنوع نہیں، وہاں ڈولی کی ضرورت نہیں صرف نقاب سے پردہ پوشی ہوتی تھی جو اب ہٹادی گئی اور ہٹائی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہاتھ اور چہرہ کا کھلا رہنا گناہ نہیں۔ پردہ کیا ہے؟ عورت کا اپنی زینتوں یعنی سامان آرایش زیور، عمدہ لباس وغیرہ کو غیروں کی نظروں سے چھپانا یعنی بن ٹھنکر باہر نہ نکلنا، یا تو بالکل سادہ لباس ہو یا لباس کے اوپر کوئی اور چیز پہنی ہوئی ہو جس سے جگمگاتا ہوا جاذب نظر لباس اور زیور ڈھک جائے۔ ہاں راستہ دیکھنے، کاروبار کرنے کو، ہاتھ اور چہرہ آنکھیں سب کھلی رہنی چاہئیں۔ ان کا پردہ نہیں، بس یہ ہے شرعی پردہ۔ سو آن خاتون نے اگر برقعہ یا

نقاب ہٹا لیا تو کچھ بُرا نہیں کیا۔ وہ احکام اسلام سے باہر نہیں ہوئیں۔ یہی یہ بات کہ وہ اپنے کو آراستہ کرکے فیشنبل لباس اور زیورات میں باہر نکلتی ہیں تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ بعض بعض قدیم طرز کے گھرانوں میں بیبیاں باریک کپڑا کریب جالی وغیرہ پہنتی ہیں حالانکہ چاہیئے یہ کہ گھر کے اندر بھی جہاں رشتہ دار مرد آتے جاتے ہیں۔ باریک کپڑے نہ پہننے چاہئیں مگر بعض شوقین طبیعت بیبیاں اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتیں اور ایسے کپڑے پہنتی ہیں جن سے اُن کا جسم صاف جھلکتا ہے۔ آخر یہ بھی ازروئے شرع درست نہیں ہے خواہ رشتہ دار ہی ہوں مگر مردوں کے آگے اس طرح آنا کہ اونچی کرتی سے آدھا پیٹ کھلا نظر آتا ہو یا جالی کے کرتے میں سے جسم جھلکتا ہو شرعاً ناجائز ہے۔ اسی طرح جو فیشنبل بیبیاں مردوں کے روبرو آراستہ ہو کر آتی ہیں یقیناً ان کا فعل بھی نامناسب ہے۔ مگر پھر بھی اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ جسم کا کوئی حصہ کھلا ہو۔ اور ماموں زاد، چچا زاد بھائیوں سے غیر بہنوئیوں سے بے تکلفانہ ملا جائے۔ ہم اسکو پردہ نہ کہیں گے خواہ بیگم صاحب گھر کے اندر گھونٹ کر مرجائیں یا ریل کے سفر کرنا ناجائز خیال کریں کسی غیر کو آواز نہ سنائیں پنجہ نہ دکھائیں۔ مگر ایسے بے حجاب لباس میں رشتہ دار مردوں سے ملا کریں اور کہلائیں پردہ نشین یقیناً ان سے اچھی ہیں وہ خواتین جو بے نقاب پھریں اور لباس پردہ دار ہو۔

نذر سجاد حیدر

رفع افلاس

اس زمانہ میں مسلمان ہندوستان کی سب سے زیادہ غریب قوم ہیں اور باوجود
غربت و فلاکت کے ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتے۔ اور اپنی اسی حالت میں مگن ہیں۔
کوئی بری بات یا عادت ایسی نہ ہوگی جو افلاس و تنگی کی وجہ سے ہم مسلمانوں میں
موجود نہ ہو۔ اس میں شک نہیں ہندوستانی مسلمان خواتین۔ دوسری اقوام و
ممالک کی خواتین کی نسبت بعض معاملات میں مجبور و معذور ہیں۔ مگر حوصلہ و ہمت
بڑی چیز ہے۔ جس کے سامنے مجبوری و معذوری کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن
حوصلہ انسان میں اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب کوئی ہمت دلانے والا بھی ہو
لہذا مردوں کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو عورتوں اور لڑکیوں کو ہمت دلانے اور
حوصلہ بڑھانے کی کوشش کریں۔ مگر آجکل تو ایک دوسرے کو پست ہمت و بزدل
بنانے میں نہایت خوشی ہوتی ہے! حوصلہ مندوں کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو
ہر قسم کی لیاقت ہنر و دستکاری کے سیکھنے میں کوتاہی نہ کریں۔ جب دل میں
کسی کام کا سچا شوق پیدا ہو جاتا ہے تو کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوتی۔

اگر کرنے والوں کو دلی شوق ہو تو اس دنیا میں کام کاج کی کچھ کمی نہیں ہے
بہت سے کام ایسے ہیں جو مسلمان عورتیں و لڑکیاں بخوبی و اطمینان گھر میں
بیٹھ کر کر سکتی ہیں۔ مثلاً ریشم یا دھاگہ کھونٹنا۔ اونی کام۔ کروشیہ و ڈرائن متفرق۔
کشیدہ کاری۔ سلائی۔ ٹائپنگ۔ خوشخطی۔ زردوزی۔ بوریے بننا۔ ازاربند، مفلر
موزے بننا۔ فوٹوگرافی۔ دندان سازی۔ پینٹنگ۔ مصوری۔ وغیرہ وغیرہ مگر افسوس
مسلمان لڑکیاں ان مفید ہنروں سے قطعی ناواقف ہیں اور جو و بیچارگی کی نکل رہی

آئیں تو ان کے ہاں کے مرد ان عورتوں کو دستکاری کی چیزیں بازار سے انکی مرضی کے موافق لا دیتے۔ اور بنائی ہوئی چیزوں کو فروخت کرلانے تک کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور اگر کسی صاحب نے یہ تکلیف اٹھائی بھی تو اونے پونے دام لاکر حوالے کردئے۔ جس کی وجہ سے بیچاریوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ برخلاف اس کے دیہاتوں میں جہاں پردے کا رواج شہروں کی طرح سخت نہیں ہوتا۔ مسلمان عورتیں طرح طرح کی دستکاری و محنت کرکے روپیہ پیدا کرتی ہیں۔ گاؤں کی دستکاری شلا ریشم یا دھاگہ کھولنا (جس میں آٹھ سے بارہ آنے روزانہ تک کی آمد ہوسکتی ہے) چند سال پہلے جب ہم ضلع کولار میں تھے تو یہ خود دیکھتی تھی۔ کہ ہر ہندو جولاہی لڑکی اس سے کئی آنے روز پیدا کرلیتی تھی۔ اکثر لڑکیاں اپنے باپ بھائیوں کے ساتھ ساریاں بھی بُنا کرتی تھیں۔ روزانہ ایک چالاک اور محنتی عورت بآسانی ایک بوریہ بُن سکتی ہے۔ چنانچہ اس کام میں بھی روزانہ چھ آنے سے بارہ آنے تک آمدنی ہوسکتی ہے۔ ہمارے یہاں ایک عورت نوکر تھی۔ وہ بیان کرتی تھی کہ میں روزانہ گھر کے کام سے وقت بچاکر بوریہ بُن سکتی ہوں۔ اچھا بوریہ بنانے والیاں بآسانی روزانہ ڈیڑھ روپیہ تک کما سکتی ہیں۔ تمباکو کی بیڑیاں۔ برہمنوں کے کھانے کے پتے وغیرہ بھی کرکچھ نہ کچھ ضرور کما لیتی ہیں۔ مگر مشکل تو شہری عورتوں کی ہے۔ وہ بھی خصوصاً مسلمان عورتوں کو۔ اگر ان کو کچھ کام ہے تو صرف یہ کہ کھانا پکانا۔ گھر اور برتن صاف کرنا۔ اور کپڑے سینا، اور بس +

یہ بیکاری و مجبوری جو شہری مستورات میں پیدا ہوگئی ہے۔ دراصل مردوں کی بے پرواہی اور خود عورتوں کی کم حوصلگی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ شہروں میں عورتوں کے کرنے کے بہت سے ایسے کام ہیں۔ جن سے معقول نتائج

حاصل کرسکتی ہیں۔ مرد بہت سے ایسے پیشے کرتے ہیں جن میں عورتیں اپنے باپ بھائی شوہر بیٹوں وغیرہ کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ مثلاً درزی کا کام۔ زردوزی۔ رفوگری۔ قلعی گری۔ رنگ ریزی وغیرہ۔ یہاں ایک شخص ہاتھ پاؤں کا درد اور موچ وغیرہ نکالنے والا ہے اس کی بیوی شوہر سے سیکھ کر عورتوں کا علاج کرتی ہے۔ اور ایک فوٹوگرافر کی بیوی عورتوں کی مجلسوں میں فوٹو لیا کرتی ہے۔ اسی طرح دانتوں کا معمولی معمولی علاج بھی۔ متذکرہ بالا تمام قسم کے کام ایسے ہیں جن میں عورتیں اپنے مردوں کا ہاتھ بٹا کر آمدنی بڑھا سکتی ہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ اکثر غیر مسلم مستورات اُن تمام کاموں میں مردوں کے برابر کی شریک رہتی ہیں مگر یہاں رونا تو مسلم خواتین کا ہے۔ جو بیکار رہنے کی وجہ سے بالکل بے حس ہو گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ضروری کام بھی سرانجام نہیں دیتے۔ صرف ضروریات زندگی کو بھلی بُری طرح انجام دے لینا کافی سے زیادہ سمجھتی ہیں +

یہاں تک تو ہوا پیشہ ور فرقہ کا حال۔ اب ذرا نوکری پیشہ لوگوں کی مستورات کی حالت بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ یہ خیال کرتی ہونگی کہ پیشہ وروں اور زمینداروں کی بہو بیٹیاں اپنے باپ بھائی کے انکے کاموں میں مدد دے سکتی ہیں۔ بھلا ہم گھر میں رہکر کیا کریں۔ جس سے ہمیں بھی مالی منافع حاصل ہو۔ اور ہم بھی خوش گذران رہ سکیں۔ اس قسم کی مستورات کے لیے بھی کئی ہُنر ہیں۔ جو انکی بے پروائی سے انھیں سُجھائی نہیں دیتے۔ اگر سُجھائی دیں تو بھی نقصان اور پردے کا خیال کچھ کرنے نہیں دیتا۔ نقصان کا اس لیئے کہ بیچ والے قیمت برابر نہیں لا دیتے۔ پردے کا اس لیئے جیسی کہ چیزیں یہ چاہتی ہیں خود بازار یا دوکان سے خرید نہیں سکتیں۔ اور ذرا سے کام کے لیے دوسروں کا ممنون احسان ہونا پڑتا ہے۔ برخلاف اس کے میں بہت سی ہندو عورتوں لڑکیوں کو دیکھتی ہوں۔ جو خود دوکانوں پر جاکر اپنی

حسب پسند اون، بنیان مفلر موزوں وغیرہ کے لیے اور کشیدہ کاری سلائی وغیرہ کا سامان خود لاتی اور بننے بنانے کے بعد دوکانوں میں خود فروخت کر آتی ہیں اور دست خود وہاں خود کا پورا پورا لطف اٹھاتی ہیں۔ مگر افسوس کم عقلی و بے ترتیبی کی وجہ سے ہم لوگ ہاتھ پاؤں کے ہوتے معذور بنے بیٹھے ہیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک برہمن لڑکی تھی جو ہر روز ایک اونی ٹوپی بنایا کرتی تھی۔ اس حساب سے پورے ہفتہ بھر میں سات ٹوپیاں تیار کر کے خود اپنے بھائی کے ساتھ جا کر معقول منافع سے دکان دار کو دے آتی۔ افسوس مسلمان لڑکیوں کو یہ بات میسر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان لڑکیاں فی زمانہ دستکاری میں سب سے پیچھے رہ گئی ہیں۔ حالانکہ وہ ذہانت میں کسی سے کم نہیں۔

کیا اچھا ہو کہ ہر بڑے شہر اور گاؤں میں کوئی خدا کی نیک بندی یا کسی تاجر کی بیوی ایک اسٹور کھول دے جس میں ہر طرح کی دستکاری کی چیزیں مل سکیں۔ اس دکان میں ایسا انتظام ہو کہ لڑکیاں خود آ کر اپنے حسب پسند اشیا خرید سکیں۔ اور تیار کرنے کے بعد بخوبی فروخت کی جا سکیں۔ مثلاً بچوں کے موزے، ٹوپیاں۔ بنیان مفلر۔ زنانے بنیان۔ مفلر کشیدے کے رومال۔ چکن کے دوپٹے، خوان پوش وغیرہ۔ گذشتہ کرسمس کے دنوں میں والد بزرگوار چند کرسمس کارڈ لائے تھے جس کی قیمت فی کارڈ ایک روپیہ تھی۔ اتنی قیمت اس لیے کہ ان کارڈوں پر ایک خوبصورت گلاب کا پھول اور "برش بک" کڑھا ہوا تھا۔ یہ بھی خواتین ہی دستکاری تھی۔

غرض اس طرح کے بہت سے کام غور کرنے پر معلوم ہو سکتے ہیں۔ ہر شہر میں خاص خاص چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان خاص خاص چیزوں سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہر شہر کی عورتیں وہاں کے حالات کو دیکھ کر اپنے

مشاغل تلاش کر سکتی ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ شروع میں ضرور کچھ دقت ہوگی۔ مگر وہ حوصلہ ہی کیا۔ جو معمولی رکاوٹ سے جاتا رہے۔ کیا اچھا ہو کہ تاجروں کی بیویاں بیٹیاں۔ بہنیں۔ اس قسم کی چیزیں اپنے یہاں کے مسلمان مستورات سے بنوا کر فروخت کرایا کریں +

سب سے آخر اور عمدہ تجویز یہ ہے کہ۔ کم عمر بچوں کو گھروں میں پرائیویٹ طور پر پڑھایا کریں۔ بچے خواہ اسکول میں کتنا ہی پڑھیں۔ مگر اُن کو گھر پر بھی سبق وغیرہ یاد کرانا ضرور ہوتا ہے۔ جس کے لئے اکثر آدمی کم فرصتی کی وجہ سے پرائیویٹ اُستاد مقرر کیا کرتے ہیں۔ یہ کام بھی ہر تعلیم یافتہ عورت خود اپنے محلے میں اپنے گھر کے اندر بہ آسانی کر سکتی اور معقول منافع حاصل کر سکتی ہے

المختصر اس دُنیا میں کسی بات کی کمی نہیں۔ جو چارہ یا بندہ۔ کرنے والے ہوں اور شوق سچا ہو تو۔ سو طرح کے کام ہیں۔ اس قسم کے کاموں کی آمدنی غربا و متوسط طبقے کے آدمی خود اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ اور خوشحال و اُمرا قومی ضروریات اور غربا کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں۔ جس سے ہر قسم کے آدمی دین و دُنیا دونوں میں بھلے رہیں گے ۰

مس فاطمہ محمد حسین (از بنگلور سٹی)

تاریخی لطیفے

ایک عورت نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ " مجھکو سواری اور بار برداری کے لیئے ایک اونٹ عنایت فرمایئے۔ حضور نے ازراہ خوش طبعی فرمایا کہ میں تجھکو اونٹ کا بچہ دونگا۔ اس عورت نے کہا مجھکو تو سواری کے لیئے اونٹ چاہیئے بچہ لیکر کیا کرونگی۔ آپ نے دوبارہ وہی ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا بچہ ہی دونگا۔ سائلہ نے نہایت رنجیدہ ہوکر تیسری بار کہا مجھکو اونٹ عنایت کیجئے بچہ کی ضرورت نہیں۔ آپ نے سہ بار وہی فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہر بڑا اونٹ اپنی ماں اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے ؎

اندلس میں سلطنت بنو امیہ کے بعد جب طوائف الملوکی ہوگئی ہر نیا بادشاہ اپنے لیئے ایک لقب مثلاً مقتدر۔ معتضد۔ معتمد اختیار کرلیتا تھا لیکن اس کی مدت سلطنت صرف چند سالوں یا چند مہینوں یا چند ہفتوں یا چند دنوں حتی کہ چند گھنٹوں پر ہی ختم ہو جاتی تھی اس پر اندلس کے ایک شاعر نے نہایت ظریفانہ اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر کا مطلب یہ ہے ؎

سرزمین اندلس سے جو بات مجھکو نفرت کرنے اور اس کو ترک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر ہر طرف سے مقتدر اور معتضد کے الفاظ سنائی دیتے ہیں۔ یہ شاہی القاب بالکل ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی بلی اپنے آپ کو پھلا کر شیر کی صورت کا اظہار کرے ؎

خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے دربار کی قابل مغنیہ میتم ایک دن خلیفہ کی خدمت میں حاضر تھی خلیفہ نے کسی دلکش راگ کے چھیڑنے کی خواہش کی اس موقع پر بغداد کے مشہور مغنی موجود تھے جن میں ابراہیم بن مہدی بھی تھا۔ میتم نے ایک نہایت دلآویز راگ چھیڑا جسکو خلیفہ نے بہت پسند کیا ابراہیم بن مہدی بھی اس راگ پر محویت کے عالم میں سر ہلا دیتا تھا۔ میتم نے دیکھا کہ ابراہیم اس راگ کا بہت لطف اٹھا رہا ہے اس لیے اس نے جلد راگ بند کر دیا۔ خلیفہ نے دوبارہ اس راگ کے چھیڑنے کے لیے کہا تو میتم نے کہا کہ حضور ابراہیم اس راگ کے سیکھنے کا خواہشمند ہے اس لیے میں اسکو دوبارہ نہیں چھیڑ سکتی کیونکہ بغداد میں اس راگ کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ خلیفہ نے کہا تو پھر ہرگز نہ بجا۔ اس دن سے ابراہیم اس راگ کے سیکھنے کے خیال میں محو رہنے لگا ایک دن ابراہیم خلیفہ کے حضور میں آ رہا تھا راہ میں میتم شاہی محل میں کھڑکی میں بیٹھی ہوئی لڑکیوں کو وہی راگ سکھا رہی تھی جس کا اشتیاق ابراہیم کو تھا ابراہیم نہایت آہستہ اپنے گھوڑے کے ساتھ کھڑکی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا جب تک میتم راگ سکھاتی رہی خود بھی وہیں کھڑا راگ سیکھتا رہا جب وہ خاموش ہو گئی تو ابراہیم نے کھڑکی پر کوڑا مارا، گھوڑے کو ایڑ لگا ایک قہقہہ مار یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ "لو جی لو ہم نے تمہارا احسان اٹھائے بغیر ہی راگ سیکھ لیا، اب بتاؤ کس طرح ہمارے دماغ سے اس راگ کو محو کرو گی"

ابن حرمہ مدنی کثرت سے شراب پیتا تھا اور ہمیشہ سزایاب ہوتا تھا ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں حاضر ہو کر چند نہایت دلآویز و لطیف اشعار سنائے خلیفہ نے خوش ہو کر دریافت کیا کہ کیا چاہتا ہے؟ ابن حرمہ نے عرض کی کہ صرف

"یہ درخواست لیکر حاضر ہوا ہوں آپ عامل مدینہ کو حکم دیجئے کہ مجھے حالت نشہ میں گرفتار نہ کرے اور مے نوشی کی خطا معاف کردے۔" خلیفہ نے کہا کہ "میں کس طرح شرع کے خلاف حکم دے سکتا ہوں!" ابن حرمہ نے کہا "تو پھر کوئی تدبیر ہی کیجیے میں سزا پاتے پاتے تنگ گیا لیکن نشہ کی لت نہیں چھوٹتی۔" منصور نے عامل مدینہ کو فرمان صادر کیا کہ ابن حرمہ کو جو شخص نشہ کی حالت میں گرفتار کریگا۔ اسے سو درے اور ابن حرمہ کو اسی درے لگائے جائیں۔ اس حکم کے بعد جو ابن حرمہ کو نشہ کی حالت میں پاتا اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ کرتا یہاں تک کہ عامل مدینہ خود اسکو نشہ کی حالت میں دیکھتا اور کہتا کہ کس کی شامت آئی ہے کہ اس مردود کو گرفتار کرے اور سو درے کھانے کی سزا پائے۔

اصمعی شاعر کا بیان ہے کہ منصور کو ایک دفعہ شام کے سفر میں ایک بدوی ملا منصور نے اس سے کہا "صرف ہماری حکومت کی وجہ سے خدا نے تم پر سے طاعون کی بلا کو دفع کیا۔" بدوی نے کہا "تو دوسری بلا یعنے تیری حکومت نازل ہوگی ہمارے لیے بلائے طاعون اور تیری حکومت کی بلا دونوں برابر ہیں۔"

ملک عرب میں زرقا نامی ایک عورت کی تیز نظری بہت مشہور تھی ایک شخص نے بعیث بن علی سے جو موصل کے مشہور عالم تھے، تعجب سے پوچھا کہ زرقا کس طرح دو دن کی راہ پر رہتی ہوئی چیز دیکھ لیتی ہوگی۔ بعیث نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں تو دو ماہ کے راہ کے فاصلہ پر کی چیز بھی دیکھ لیتا ہوں۔ سائل نے نہایت متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے بعیث نے کہا کہ میں ہلال کو دو مہینے کی راہ سے دیکھ لیتا ہوں اگر تم کہو تو تمہیں بھی دکھا سکتا ہوں۔ کیونکہ ہر شخص دو مہینے بعد جو ہلال دیکھے گا وہی ہلال دو ماہ پہلے بھی نظر آئے گا۔

مہرالنساء ایڈیٹر

ادب

والدین کا فرض ہے کہ بچے بچیوں کو بچپن ہی سے ادب سکھائیں ورنہ جب عادتیں راسخ ہو جاتی ہیں تو غیر ممکن ہے۔ بعض جاہل مائیں تو بجائے ادب کے بے ادبی کی تعلیم دیتی ہیں۔ گویا شہد میں زہر ملاتی ہیں پیار سے بچے کو کہتی ہیں کہ آپا کی فلاں چیز چھین لو۔ بھیا کو منہ چڑھاؤ۔ وہ معصوم بچیاں کیا جانیں کہ بھلی بری چیز کیا ہے۔

بچوں کی تعلیم ماؤں کے ہاتھ میں ہے جیسے اٹھائیں گی ویسے ہی بچے ہونگے۔ کیونکہ پہلا مکتب بچوں کے لئے ماں کی گود ہے۔

بدنصیب ہیں وہ لڑکیاں جنہوں نے اپنا وقت لونڈیوں اور گھر کی ماما۔ انا۔ دوا۔ چھو چھو۔ کی بیٹوں کے ساتھ کھیلنے کودنے۔ بہناپا اور سہیلی بنانے میں صرف کیا اور ادب قاعدہ کو لات مار کر بھونڈی بے ہنگم۔ پھوہڑ فساد کی پوٹ بنکر میکے سے سسرال پہنچیں۔ ایسی ہی لڑکیاں ماؤں کے جی سے اتر جاتی اور ساس کی آنکھوں سے گر جاتی ہیں میاں بیوی میں آئے دن جوتیوں میں دال بٹا کرتی ہے جس سے پڑوسیوں کا بھی ناک میں دم رہتا ہے۔ بچیو!! ادب سیکھو بزرگوں کا دل خوش رکھو، چھوٹوں کے ساتھ پیار۔ گھر والوں کا کلیجہ ٹھنڈا رکھو اور دعائیں لو۔ تاکہ دعاؤں کا بھاری جہیز میکے سے سسرال لے کر جاؤ میاں کی چہیتی ساس نندوں کی آنکھوں کی تارا بنو۔ اور پھلنا پھولنا تمکو نصیب ہو +

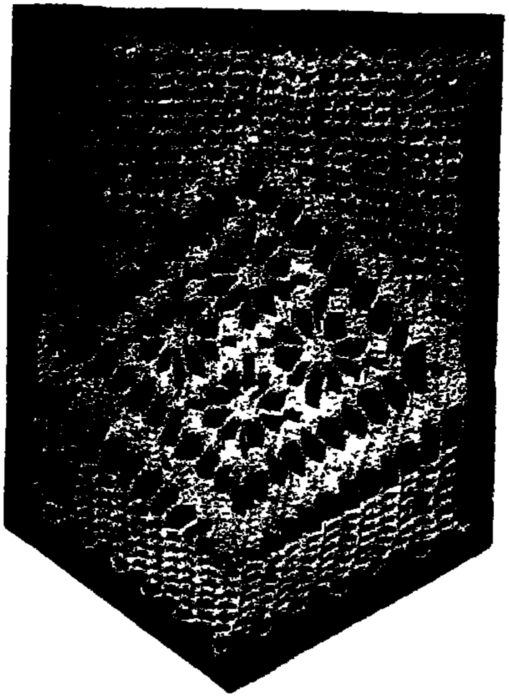
اُدب ہی سے اِنسان اِنسان ہے ۔۔۔ نہ سیکھے ادب جو وہ حیوان ہے

جہاں میں ہر پیارا نہ کیونکر ادب ۔۔۔ کہ ہے آدمیت کا زیور ادب

بٹھاتے نہیں بے ادب کو قریب

مثل سچ ہے یہ بے ادب بے نصیب"

[illegible]



لیس کا نمونہ صفحہ ۳۲۴



مغرب کا فیشن
دو خواتین چلتی دلکشی خوشی عین ن ۲ ازمی عین

مسز اینی بسنٹ

میں اس مضمون میں ایک ایسی نیک اور بزرگ خاتون کا کچھ حال بیان کرتی ہوں جن کی ساری زندگی ایسے ایسے نیک کام کرنے میں گزری ہے جن کو بہت کم مرد انجام دے سکتے ہیں۔ اس خاتون کا نام مسز اینی بسنٹ ہے۔ بہنوں نے ان کا ذکر اخباروں میں اکثر دیکھا ہوگا غالباً چھ سات سال کا زمانہ ہوا جب لکھنؤ میں عورتوں کی جانب سے مسز بسنٹ کو ایک پارٹی دی گئی تھی۔ اس میں خاتون مذکورہ کو دیکھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا تھا۔ سر کے بال روئی کی طرح سفید تھے۔ چہرہ پر بڑھاپے کے آثار تھے لیکن خاتون مذکورہ اس قدر ہنس مکھ تھیں کہ بات بات پر ہنستی تھیں۔ اور جسم میں ایسی چستی اور قوت تھی کہ منٹ منٹ پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی تھیں گو اردو سے بالکل ناواقف تھیں لیکن پھر بھی جلسہ کی ہر ایک خاتون سے ملیں اور چند انگریزی جاننے والی خواتین کی مدد سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ باتیں کیں۔ میں نے ان کی بات چیت اور پھرتیلی طبیعت سے یہ اندازہ کیا تھا کہ ان کی عمر چالیس اور پچاس کے درمیان ہوگی لیکن اس وقت ان کی عمر پچھتر سال تھی!

آپ ایک فرنگی خاتون ہیں۔ آپ کو شروع ہی سے غریبوں کی حالت سدھارنے اور ان کو مصیبت کے وقت مدد پہنچانے کا خیال تھا۔ پہلے آپ نے لندن کے غریبوں کو کھانے پینے، دوا علاج، اور کپڑے لتوں سے مدد پہنچانی شروع کی۔ کچھ عرصہ تک وہاں بڑی محنت اور قربانی کے ساتھ آپ کام کرتی رہیں۔ اس کے بعد اب سے تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزرا جب آپ ہندوستان میں چلی آئی ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے بنارس میں ایک ہندو کالج کی بنا ڈالی جو اب یونیورسٹی

بن گیا ہے۔ آپ نے ایک مذہبی تحریک بھی شروع کی ہے جس میں بہت سے مذہبوں کی اچھی اچھی باتیں چن لی ہیں۔ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں اس معاملہ میں ان کے ہم خیال پیدا ہو گئے ہیں۔ مسز بسنٹ کی اِس مذہبی تحریک کا خلاصہ یہ ہے۔

دُنیا ایک بڑی برادری ہے۔ تمام اِنسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
ایک مذہب والے کو دوسرے مذہب والے سے لڑنا نہیں چاہئے۔
تمام مذہب سچّے ہیں۔ ہر کام شروع کرنے سے پہلے یہ خیال کرلو کہ "محبت" کے اُصول کے خلاف تو وہ کام نہ ہوگا +

بہنیں دیکھیں گی کہ یہ سب اسلامی خیالات ہیں۔ ہم ان پر عملدرآمد نہیں کرتے اس لیے پستی میں پڑے ہیں۔ اور اِن پر عمل کرکے دوسرے ترقی کر رہے ہیں +

آپ تقریر کرنے میں خاص شہرت رکھتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی سی تقریر کرنے والے دنیا میں کم ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت اسّی سال کی ہے لیکن اس وقت بھی آپ ایسی سرگرمی کے ساتھ وہ تمام کام کر رہی ہیں جن میں ان کو دلچسپی ہے کہ نوجوان مرد بھی شرماتے ہیں۔ ہمارے ملک کو آزادی دلانے میں آپ نے گہری دلچسپی لی ہے۔ ہمارے ملک کی خاطر آپ بڑھاپے میں جیل بھی جا چکی ہیں۔ اکثر لوگ محبت میں ان کو "بسنت ماتا" کہتے ہیں آپ ہمارے ملک کی قومی کانگریس کی صدر بھی رہ چکی ہیں۔ غرض آپ کے حالات ایسے ہیں جن سے ہم سب کو کام کرنے کا سبق حاصل کرنا چاہیئے
خدا اِس ضعیف خاتون کی عمر میں برکت دے +

مسز یوسف الزماں، لکھنؤ

تاج محل آگرہ

روضۂ تاج محل دُنیا کی سب سے خوبصورت عمارت خیال کی جاتی ہے۔ اگرچہ مختلف کتابوں تاریخوں میں اور عصمت میں بھی اسکا ذکر ہر بہن نے ضرور پڑھا ہوگا۔ لیکن جو لُطف اس کے دیکھنے سے آتا ہے وہ صفحۂ کاغذ پر کہاں!

میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ تاجگنج میں گزارا ہے اور اس وجہ سے اکثر اوقات اس کی نظر فریب خوبصورتی اور دلچسپ سینری سے محظوظ ہوتی رہی ہوں۔ میں اس مضمون کے ساتھ تمام عصمتی بہنوں سے خواہش کرتی ہوں کہ وہ آگرہ آکر اسکا لُطف اُٹھائیں۔ اس عمارت کی بنیاد سنہ ۱۶۳۱ء میں رکھی گئی۔ بادشاہ شاہجہاں اپنی ملکہ ارجمند بانو بیگم عرف ممتاز محل یا تاج بی بی کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت رکھتا تھا اور اس کی ہر خواہش اس کے ادنیٰ اشارہ پر پوری ہوتی تھی۔ جبکہ شہنشاہ دکن میں بغاوت کو رفع کرنے اور باغیوں کو زد و کوب کرنے میں مشغول تھا اور عساکر شاہی برہانپور کے میدان میں خیمہ زن تھے ممتاز محل کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت قریب آیا اور درد شروع ہوئے۔ تین روز تک برابر اس جانکاہ مصیبت میں گرفتار رہی اور کوئی صورت آرام و تسکین کی نظر نہ آئی۔ تیسرے روز بڑی مصیبت کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جو شاہجہاں کی آٹھویں اولاد اور چوتھی لڑکی تھی۔ ملکہ کی حالت اور بھی زبوں ہوتی گئی اور وہ اپنے ہوش میں نہ آئی۔

صبح کاذب کا وقت تھا۔ طیور اپنے اپنے آشیانوں میں اُڑنے کے لیے اپنے بال و پر درست کر رہے تھے نسیم سحری کے جھونکے باغیچوں اور گلشنوں میں جا کر غنچہ و گل سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے اور تمام فضائے آسمان و زمین کو اپنی مست خوشبو سے معطر

کر دیا تھا۔ شاہی خیمہ میں سب اسباب راحت کے قرینے سے لگے ہوئے تھے اور ہر طرف صبح کا سکوت پھیلا ہوا تھا لیکن شمال کی جانب سے برابر درد و کرب کی ایک باریک آواز اس خاموشی کو توڑتی تھی۔ ممتاز محل اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی اور اس کے قریب اس کی لڑکی انجمن آرا بیگم معہ اپنی چھوٹی بہنوں کے کھڑی تھی اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری تھے ملکہ نے اپنی آنکھ کھولی اور انجم کو سینہ سے لگا کر کہا "بیٹی میں اچھی ہوں" جہاں پناہ اس وقت کہاں ہیں؟ شاہجہاں خیمہ کے اندر داخل ہوا اور ممتاز محل پاس ادب سے اٹھ کر بیٹھنا چاہتی تھی کہ شہنشاہ نے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔ سب خواصیں برابر کے خیمہ میں چلی گئیں اور ممتاز اپنے ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے خاوند سے یوں گویا ہوئی:۔

ایام وداع فراق است امروز — بادرد و فراق اتفاق است امروز
اے دیدہ جمال یار دیدی بچند — خونبار کہ نوبت فراق است امروز

میرے سرتاج میں عنقریب تم سے جدا ہونے والی ہوں اور تھوڑی دیر بعد میرا نام مردوں کی کتاب میں درج ہو جائیگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں ایک غیر محدود عرصہ کے لیے تم سے جدا ہوں میری چند وصیتیں ہیں جو میں اس وقت تم سے کہدینا مناسب خیال کرتی ہوں شاہجہاں اپنی ملکہ کے قریب بیٹھ گیا اور بغور سننے لگا۔

ملکہ:۔ جہاں تک میرے امکان میں تھا میں ہمیشہ تمہاری فرمانبردار بیگم ہو کر رہی اور خیال کرتی ہوں کہ کبھی موقع تمہاری ناراضگی کا نہ دیا۔ تمہاری فرمانبرداری میرا دین اور ایمان تھا اور تمہاری خوشی میری روح۔ اب میری ایک درخواست ہے اگر بادشاہ اقبال قبول فرمائیں تو یہ ہے عز و شرف۔ خداوند تعالیٰ نے تم کو چار لڑکے اور چار لڑکیاں عطا کی ہیں اور ہمارا نام قایم رکھنے کے لیے زندہ و سلامت ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ میرے بعد دوسری شادی نہ کرنا۔ کیا میری یہ درخواست قبول ہوگی؟ شاہجہاں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ممتاز محل نے پھر کہا کہ دوسری خواہش یہ ہے کہ میرے بعد میری ایک ایسی یادگار بنانا

کہ میرے مرنے کے بعد میرا نام زندہ رہے اور ہم دونوں کی محبت کی ایک مثال قایم رہے یہ بھی شاہجہاں نے قبول کیا۔ بلکہ نے کے بعد دیگرے اپنی وصیتوں کا اظہار کیا اور اپنے بچوں کو اپنے خاوند کے سپرد کر کے بیہوش ہوگئی۔

اس وقت مشرقی اُفق پر کچھ روشنی کے آثار نمودار ہوتے جاتے تھے۔ بیہوش دلیور جنگل کی ہوا کھانے کے لئے اپنے رات کے بسیرے چھوڑ کر باہر نکل آئے تھے۔ قریب کی مسجد سے اللہ و اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ناقوس و گھنٹوں کی آواز نے ایک شور برپا کر رکھا تھا۔ ممتاز محل نے پھر آنکھ کھولی اور کہا:۔ "اچھا رخصت۔" اپنا نازک اور کمزور ہاتھ اپنے ماتھے کی طرف اُٹھایا اور پھر گرادیا۔ ایک ہچکی آئی اور وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ تمام خیمہ میں کہرام مچ گیا شاہجہاں نے اپنے بال نوچ لیے اور کپڑے دریدہ کر ڈیے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ دریا کے دوسری طرف ایک قبرستان میں رکھدیا گیا۔ اب سے شاہجہاں کا یہ معمول ہوگیا کہ وہ علی الصباح اُٹھتا اور قبرستان کی طرف روانہ ہو جاتا اور اپنی محبوبہ کی تربت پر محبت کے آنسو بہا کر غمگین و اُداس واپس آتا۔ دربار میں آنا بند ہوگیا تھا اور تمام مشاغل ترک کر دیے گئے تھے۔ عید آئی اور حسب قاعدہ شاہی حرم کی تمام مستورات جمع ہو کر شاہجہاں کے پاس گئیں اور ہر ایک نے آداب بجالا کر اپنا اپنا تحفہ پیش کیا۔ شاہجہاں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس نے کہا:۔ "مگر میری ممتاز محل آج کہاں ہے۔" ابھی اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چکر آیا اور گر پڑا۔ تمام خوشی غم میں مبدل ہوگئی اور حکیم و اطبا کی دوڑ دھوپ شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا اور اس نے کہا کہ فوراً ایک نقشہ ایسا تیار کر کے میرے سامنے لایا جائے کہ دنیا میں اس سے بہتر اور خوبصورت کوئی عمارت نہ ہو۔ جب تک میں اپنے ملکہ کی خواہش پوری نہ کروں گا مجھے چین نہ آئے گا اور نہ راحت ہوگی۔"

دور دور سے ماہرینِ فن کا اجتماع دربارِ شاہی میں ہونے لگا۔ کوئی بغداد کی بہترین عمدہ عمارت کا نقشہ لایا۔ کوئی دمشق سے حاضر ہوا۔ کسی نے ایران کی طرز پیش کی۔ کسی نے توران کی۔ غرضیکہ مختلف مقامات سے مختلف نمونے کے نقشے لائے گئے۔ لیکن شاہجہاں کے دل نے کسی کو پسند نہ کیا۔ آخر کار ایک شخص مسمی عیسیٰ کا نقشہ پسند ہو کر منظور ہوا۔ چنانچہ اس نقشہ کے مطابق عمارت تاج محل بنائی گئی۔

یہ عمارت دریائے جمن کے داہنے کنارے پر شہر آگرہ کے مشرقی جانب واقع ہے یہاں سے تمام شہر کا منظر نہایت دلفریب معلوم ہوتا ہے دریا کی روانی نے اس کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے۔ عہد مغلیہ میں قلعہ معلیٰ سے لیکر موجودہ عمارت تک محلات و باغات کا ایک سلسلہ قایم تھا جو ویران ہو گیا اور اب چند منہدم آثار قدیمہ کے کوئی پتہ نہیں چلتا۔ جس جگہ تاج محل واقع ہے راجہ مان سنگھ اکبر بادشاہ کے ایک مشیر اور امیر کا شاندار محل تھا۔ شاہجہاں نے زر کثیر کا معاوضہ دیکر اسکو خرید لیا۔ قرب و جوار سے مشہور و معروف اساتذہ اہل فنِ نقش کے بلائے گئے۔ چنانچہ کئی ہزار آدمیوں نے دن رات کام کر کے بائیس سال میں اس عمارت کی تکمیل کو پہونچایا۔ انکی تنخواہیں حسب لیاقت اور قابلیت ایک ہزار روپیہ ماہوار سے لیکر دس روپیہ تک تھیں۔

(باقی آئندہ) ص بیگم قریشی از آگرہ

مایوس کی آواز

میری آہوں کے دھوئیں سے آسمان دھندلا ہو گیا ہے، آنسوؤں کے دریا بہہ بہہ کر جل تھل بھر گئے ہیں، سر بفلک پہاڑ میری مصیبت دیکھکر سکتے کے عالم میں حیران کھڑے ہیں، لق و دق بیابان میری بدنصیبی پر خاک اڑا رہے ہیں، مگر آہ کسی کو یہ خبر نہیں کہ یہ مصیبت کہاں تک پہونچ کر ختم ہوگی۔ کوئی نہیں بتاتا کہ اس فانی دنیا میں کبھی ختم بھی ہوگی یا نہیں؟ - نہیں یہ ختم ہونے کے لیئے نہیں ہے یہ وہی بار امانت ہے جسے دیکھکر زمین و آسمان ڈر گئے تھے اور ایک ...کی پتلے نے بڑھکر جرأت اور دلیری سے اسے اپنے سر آنکھوں پر لے لیا تھا۔ ہمت و حوصلہ بارگاہ احدیت میں پسند کیا گیا اور ظلوم و جہول کا وہ پیارا ...ب عطا ہوا جس نے اسے باقی تمام مخلوق سے اشرف اور ممتاز بنا دیا۔ اللہ ...را کیا شان کرم ہے کہ خود ہی یہ حوصلہ عطا فرمایا اور پھر خود ہی یہ اعزاز ...لا۔ الٰہی تیری رحمت کی کوئی حد نہیں تیرے لطف و کرم کا کوئی اندازہ نہیں فیض سب بندوں پر عام ہے کسی کو کوئی نعمت عطا کی ہے کسی کو کوئی ...ت بخشی ہے ؎

...کو نیک کرداری کی توفیق　　کسی کو نالہ و زاری کی توفیق
...کو خلعت شوق محبت　　کسی کو حسرت ذوق محبت
...کو سبیل اطاعت بخشتا ہے　　کسی کو رسلے کے محنت بخشتا ہے

...رحم الراحمین مجھ پر بھی رحم فرما اور وہ حوصلہ دے کہ میں کسی تکلیف سے ...ں ہر آزمائش میں ثابت قدم رہوں۔ مجھے وہ استقلال عطا فرما کہ کوئی

مصیبت میری نظر میں مصیبت ہی نہ رہے۔ ہر حال میں تیری مرضی پر صابر و شاکر رہوں۔ ہاں! ایک التجا بس صرف ایک آرزو اور ہے کہ جس وقت اس کٹھن راستے کو طے کر چکوں اس وقت اسے دو نو جہاں کے مالک اسے کریم کارساز مجھے تیری خوشنودی حاصل ہو اور یہ سارے مدرے بتول جا ئیں گو میں اس قابل نہیں مگر تیری قدرت کے آگے کوئی بڑی بات نہیں ؎

کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہیں ہے　　مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

۱۰۶

ناکام

صبح کا سہانا وقت ہے، سورج اپنے منور چہرے سے تمام دنیا کو روشن کرنے کیلئے نکل رہا ہے۔ اسکی سنہری کرنیں اُس شبنم کے قطرہ کو جو ہرے ہرے پودے پر موتی کی طرح چمک رہا ہے اور بھی زیادہ جگمگا رہی ہیں۔ لوگ اس دلفریب و دلکش وقت کا لطف اٹھا رہے ہیں، چڑیاں اپنے اپنے آشیانوں میں چہچہا رہی اور باہر نکل رہی ہیں، مگر آہ، وہ پژمردہ و ملول دختر ہے، اس کی رفتار سے اداسی و ناکامی نظر آرہی ہے ضعف اس پر غالب آگیا ہے اور نقاہت سے اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں۔ آخر وہ بیٹھ گئی اور آہستہ سے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا، تاکہ منتشر ہونے والے دماغ کو یکسو کرے اور ہوش و حواس کو ٹھیک، آنسوؤں کے سیلاب اس کی آنکھوں سے بہ رہے ہیں، پھوٹ پھوٹ کر وہ رو رہی ہے نہایت شدت سے اسکا دل دھڑک رہا، نہایت تیزی سے اس کی آہیں سینہ سے نکل رہی ہیں +

یا خدا! اسکا دلکش و دلپذیر خواب کیا ہمیشہ کے لیے نابود ہوگیا؟ کیا شادمانی و کامرانی اسے پھر نصیب ہوگی۔ آہ! اب اس کی آنکھوں کے سامنے دنیا کی گھڑ دوڑی میں بڑا اندھیرا چھا رہا ہے۔ رنج کی انتہا نے اسکا دل پارہ پارہ کر دیا!! بنت شمس الہدیٰ دہلی (گلپوری)

روپ متی

(۱)

ایک زمانہ تھا جب ملک مالوہ کا بادشاہ باز بہادر نام کا ایک شخص تھا۔ اس کو اپنی ایک رانی روپ متی سے بڑی محبت تھی۔ وہ رانی بھی باز بہادر کی محبت کا دم بھرتی تھی۔ بادشاہ بڑا نازک مزاج آدمی تھا۔ اس کو دن رات رانی روپ متی کے پاس بیٹھے گزر جاتا تھا۔ گانا بجانا ہوتا تھا۔ باغ کی سیر ہوتی تھی۔ باز بہادر پھولوں کے گجرے بنا بنا کر روپ متی کو پہناتا اور روپ متی گلاب کا تاج بنا کر باز بہادر کے سر پر رکھتی۔

سچی محبت کا یہ تماشا دُنیا زیادہ عرصہ تک نہ دیکھ سکی۔ جب باز بہادر اور روپ متی ایک دوسرے سے اقرارِ محبت کرتے "دُنیا" ایک کونہ میں کھڑی ہوئی ہنستی کہ دیکھو کیا ہونے والا ہے۔

وُہی ہوا۔ اکبر بادشاہ کسی بات پر باز بہادر سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے اپنے کوکا کو سالار بنا کر ایک لشکر بھیجا کہ باز بہادر کو قابو میں لائے۔ باز بہادر نے مقابلہ کیا لیکن مارا گیا۔ ہنسی رہ گئی۔ ہنس دُنیا سے چل بسا۔

روپ متی روئی دھوئی لیکن کیا کرتی صبر کرکے خاموش ہو گئی۔

(۲)

اکبر بادشاہ کے کوکا کو مخبروں نے روپ متی کی خبر کی۔ روپ متی اور باز بہادر کی محبت کی داستان اس سے [illegible] رانی روپ متی کے حسن کی ایسی تعریف کی کہ اکبر بادشاہ کے کوکا کو بن دیکھے روپ متی سے محبت ہو گئی۔

روپ متی ذات کی کنچنی تھی۔ کوکا نے اس کو اپنے سامنے بلایا۔ وہ آئی۔ اور کوکا اُسے دیکھ کر ہزار جان سے فریفتہ ہوگیا۔ کوکا نے محل میں داخل ہونے کا پیام کہلا بھیجا۔ روپ متی نے سر پیٹ لیا۔ کہنے لگی میں قربان بہادر کے محل میں داخل ہوئی ہوں۔ کوکا نے ایک نہ سُنی۔ آخر روپ متی کچھ سوچ کر راضی ہوگئی۔ باز بہادر کے قدیم نمک خوار روپ متی کی بیوفائی پر حیران رہ گئے۔ ایک آدھ نے ہمت کرکے روپ متی کو سمجھایا لیکن اس نے ایک نہ سُنی ۔

(۳)

سرِ شام سے روپ متی بناؤ سنگار میں لگی تھی۔ آخر کو جب کوکا کے آنے کا وقت ہوا اور وہ سنگار کرکے آئینہ کے سامنے کھڑی ہوئی تو وہ خود اپنے دلفریب حسن پر حیران تھی۔ اس کے چہرہ پر شوق کی سُرخی دوڑ گئی تھی اور اسکی آنکھوں میں محبت کی لہریں پھر اُٹھنے لگی تھیں۔ وہ بات بات پر مُسکراتی تھی، اور قدم قدم پر اٹھکیلیاں کرتی ہوئی چلتی تھی۔ بناؤ سنگار ختم کرکے وہ مسہری پر لیٹ گئی ۔

کوکا بھی بہت ٹھاٹھ سے آیا۔ کمرہ خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ خواص نے روپ متی کو جگانے کی کوشش کی لیکن وہ مُردہ تھی۔ باز بہادر کی تصویر اس کے سینہ پر تھی !

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

بزرگوں کی عظمت

میں آجکل بہت افسوس کے ساتھ دیکھتی ہوں کہ بعض گھروں میں گھر کے بزرگوں کی عزت و عظمت کی جگہ وہ لاپرواہی بلکہ بے وقری ہے کہ جس کو دیکھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کسی گھر میں بیوی کی اپنی ماں یا باپ ہیں کہیں شوہر کے والدین یعنی ساس خسر ہیں جن کی حالت یہ ہے کہ بڑھاپے نے بالکل بیکار کر دیا نہ اعضا کے جسم کام دیتے ہیں نہ دماغ ٹھیک ہے رہا سہا فالج نے اور زکام نے تمام کر دیا ہے ایسی حالت میں ضرور ہے کہ وہ بیچارے دوسروں کے محتاج اور دست نگر ہوتے ہیں اور انکی ضروریات زندگی دوسروں ہی کے ہاتھ سے پوری ہو سکتی ہیں ایسی حالت میں میں نے اکثر دیکھا ہے کہ گھر والوں کو اپنے شفیق بزرگوں کی زندگی ایک بار معلوم ہوتی ہے اور وہ خدا سے چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد موت کا فرشتہ ہمیں اس عذاب سے نجات دلا دے۔ میری پیاری بہنو! یہ ضرور ہے کہ ایسی حالت میں آپ کے فرائض میں تیمارداری کا اور اضافہ ہو جاتا ہے آپکو بال بچوں اور خانہ داری کے بکھیڑوں میں یہ دقت بہت سخت معلوم ہوتی ہو لیکن اگر آپ اپنی عقل اور خدا کے خوف سے کام لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کتنی بڑی سنگدلی اور محسن کشی کر رہی ہیں۔ جو بزرگ ہستیاں آج آپ کو وبال جان معلوم ہوتی ہیں اور جن کی خدمت سے آپ اکتا رہی ہیں۔ کسی وقت انہوں نے خود آپ کی یا آپ کے شوہر اور بچوں کی اس سے ہزار درجہ زیادہ خدمت کی ہے آپ کے خاندان کا پھولا پھلا باغ جس کی آج آپ بہاریں لوٹ رہی ہیں اسکو انھیں مجبور و معذور ہستیوں نے اپنے خون جگر سے سینچ کر اس حالت پر پہنچایا ہے ولادو انہیں

اپنے دل پر رکھکر دیکھو آج جو زحمتیں تکو اپنے ننھے بچوں کی پرورش میں پہنچ رہی
ہیں اسی طرح تمہارے بزرگوں نے بھی تمہاری پرورش میں مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ اور ایک دن
وہ بھی آنا ممکن ہے کہ تم بھی اسی طرح بڑھاپے سے شکست کھا کر بے دست و پا اور دوسروں
کی محتاج بن جاؤ۔ ایمان سے کہنا کیا اگر اس وقت تمہارے چھوٹے بھی تم سے بھی
برتاؤ کریں جو آج تم اپنے بزرگوں سے کر رہی ہو تو تمہارا دل کیا کہے گا؟ پھر جو بات
تم اپنے لیے جائز نہیں رکھتیں وہ دوسروں کے لیے کیوں روا رکھتی ہو آنچہ بر خود
پسندی بر دیگراں مپسند۔ آج ان کی جو حالت ہے وہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے
نہیں بنائی بلکہ یہ آپ سے بھی زیادہ اپنی اس حالت سے عاجز اور پریشان ہیں۔
پھر یہ کونسی انسانیت ہے کہ آپ بجائے ہمدردی کے ان کے ساتھ بیزاری کا
برتاؤ کیجئے۔ جس وقت انہیں خدا نے آپ کی طرح طاقت اور ہمت دے رکھی
تھی انہوں نے آپ کی خاطر اپنی جان کو جان نہیں سمجھا اور اپنی جوانی قربان کر کے
آپ کو یا آپ کے سرتاج کو پروان چڑھایا۔ سوچئے تو سہی کیا اسکا بدلہ ہے کہ آج
آپ کو انکی زندگی کا ایک ایک دن وبال معلوم ہو آپ ان کا مضحکہ اڑائیں آپکے
بچے ان کا منہ چڑائیں اور آپ ہنسکر خاموش ہو جائیں۔ آج اگرچہ یہ کسی قابل
نہیں لیکن ان کے برابر آپ کا سچا خیر خواہ آپ کو خوشیوں سے خوش اور برائی
سے اذیت پانے والا دل زمانہ ہزاروں کروٹیں بدلے جب بھی پیدا نہیں کر سکتا
اس وقت بھی جبکہ جسم کے تمام اعضاء ایک ایک کر کے جواب دے چکے ہیں اور
یہ مجبور و معذور ہستیاں اپنا ہاتھ پھر بھی خود نہیں ہلا سکتیں انکی دلی دعائیں ہر وقت
آپ کے ساتھ ہیں اور جب تک ان کے جسم میں آخری سانس باقی ہے اسی وقت
یہ اپنی دلسوزی کا حق ادا کرتی رہیں گی۔ پیاری بہنو وہ وقت دور نہیں جبکہ موت
کے آغوش میں جا کر یہ تمہارے شفیق بزرگ نہیں اور تمہارے بچوں کو بھول جائیں گے

اور آنکھ بند ہوتے ہی انکی خلوص ماٹر میں ڈوبی ہوئی دُعائیں بھی بند ہو جائیں گی خدا کے لیئے ان کا دم غنیمت سمجھو اور کر لو انکی خدمت جہاں تک کر سکتی ہو۔ دُنیا میں خدمت گذاری اور سعادت مندی کی مثال قایم کر جاؤ اور اپنے دامن مراد کو انکی دُعائوں سے بھر لو جو دونوں جہان میں قدم قدم پر تمہارے کام آئیں گی۔ اگر غفلت کی تو عمر بھر پچھتاؤ گی مگر یہ موقع نصیب نہ ہو گا۔

ظفر جہاں

غریب الوطن

سفر سخت ہے اور منزل کڑی ہے — مصیبت بچارے کے سر پر پڑی ہے
لوئیں چل رہی ہیں طپش کی بلا کی — دُہائی خدا کی دُہائی خدا کی

ہیں لب خشک اور کانٹے زباں پر — غرض بن رہی ہے بچارے کی جاں پر
قدم ضعف سے ڈگمگانے لگا ہے — وہ چلنے میں اب لڑکھڑانے لگا ہے

وہ بے بس ہے بیکس ہے بے بال و پر ہے — غریب الوطن ہے بیابان میں گمرہے
سفر کی مصیبت لبوں پر ہیں نالے — پڑے ہیں بچارے کے تلووں میں چھالے
وہ بیٹھا ہے تھک کر ندی کے کنارے — نکلتے ہیں، منہ سے یہی اس کے نعرے

عزیزوں سے اللہ مجھکو ملا دے
وطن کا تماشا مجھے پھر دکھا دے

کلثوم سعید خانم
بنت محمد سعید صاحب وبانگر

نیرنگِ زمانہ

چوتھا باب

اختر محل

بیگم صاحب اور نواب صفدر جنگ کی تجویز کے موافق چھ ماہ سے وہ تعلیم یافتہ نوجوان جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے محل میں آنے جانے لگے۔ اتنے خاصے رشتہ دار عزیز معلوم ہوتے تھے انکی اچھی طبیعتیں، نیک اطوار، دلکش طرز ادا، مہذب وشائستہ مذاق کا نواب فیملی پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ ان صاحبزادوں کی مجوزہ نسبت اور دوسرے اُمیدواروں کی ناپسندیدگی کا شہر میں چرچا تھا اور وہ لوگ جلتے تھے۔ اس طرح صاحبزادی مہر نگار و جوہر نگار بھی اپنے کنبہ اور اُن نوجوانوں کے گھروں کی لڑکیوں میں یکتا تھیں بلحاظ حسن وسیرت وخیالات وعادات آپ ہی اپنی نظیر تھیں۔ یہ نوجوان تو مرد تھے انکا کیا ذکر ان بہنوں کی بےمثال خوبصورتی وذہانت ودلفریب اداؤں پر نہ صرف انکی ہم عمر سہیلیاں ہی فدا ہوتی تھیں بلکہ بڑی بوڑھیاں بھی منہ تکا کرتی تھیں اور نظریں اتروا تی رہتی تھیں تھوڑے ہی عرصہ میں یہ تینوں جنٹلمین ان کے مداح ہو گئے۔ مگر نواب زادہ ظفر بیگ بیرسٹر اور فیض آباد کا آئی۔سی۔ایس محبوب الزماں خاں تو گویا مسحور ہو چکے تھے۔ اور انھیں دونوں کو گھر والوں نے بھی انتخاب کی نظر سے دیکھا۔ تیسرے نوجوان انجنیر رفیق احمد صاحب بھی پسندیدہ ثابت ہوئے اور اُن پر بھی ایسی قابل رشک لڑکیوں کا بہت اثر تھا مگر نہ تو گھر والوں نے انکو ہماری

کے لیئے انتخاب کیا اور نہ خود اُن کو کچھ اس کی خواہش ہوئی۔ ویسے آنا جانا سب کا یکساں تھا۔ باوجود چھ ماہ کا لمبا وقت گذر چکنے کے بھی ابھی تک طرفین سے بالکل ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ والدین لڑکیوں کی پسندیدگی کا اندازہ کر رہے تھے۔ اور لڑکیاں لڑکوں کی گرویدگی کا۔ ہر روز کی ملاقاتیں کھانا، چاء، ٹینس، بیڈمنٹن، سیریں سب کچھ دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہوتا تھا اگر والدین نہ ہوتے تو مسٹر اختر یا انکی بیوی سلطانہ بیگم ضرور انکی شریک رہتی تھیں۔ اتفاق کہ اسی سال فیض آباد کے جینٹ صاحب کا وہاں سے بھی تبادلہ ہو گیا ورنہ وہ ہر ہفتہ اتوار کے لیے آ جاتے رہتے تھے۔ اب دُور جانا پڑا تو انہوں نے چاہا کہ کچھ قسمت کا فیصلہ کر کے جانا چاہیئے کہ ہمیں منتخب کیا گیا ہے یا رفیق صاحب انجنیر کو ترجیح دی جائے گی۔

ایک اتوار کو وہ یہی معلوم کرنے کی غرض سے لکھنؤ آئے دو دن ٹھیرے تبادلہ کا حال بیان کیا، اور تنہائی میں بیگم اختر سلطانہ سے یوں ذکر کرنے لگے۔ جبکہ دونوں بیڈمنٹن کھیلکر بینچ پر بیٹھ گئے تھے اور جواہر نگار چھوٹی صاحبزادی بھی موجود تھیں۔

مسٹر محبوب۔ بھابی صاحبہ اب تو ہم بہت دُور چلے۔ ہفتہ وار کیا ماہوار بھی آنا نہ ملے گا۔

اختر سلطانہ۔ ہاں بھئی اسکا ہم سب کو بھی افسوس ہے سال بھر سے آپ فیض آباد میں تھے اور ہم سے ملاقات ہوتی تھی اب دُور چلدیئے۔

مسٹر محبوب۔ لیکن اگر آپ صاحبان نے دل سے دُور نہ کرایا تو کوئی دُوری نہیں۔

اختر سلطانہ۔ اِس عرصہ میں آپنے اندازہ کیا ہوگا کہ ہمارے ہاں کا بچہ بچہ ادنیٰ اعلیٰ سب کے دلوں میں آپ کی مثل عزیزوں کے قدر و محبت ہو گئی ہے۔

مسٹر محبوب۔ اسکا تہِ دل سے شکر گزار ہوں زنگاہیں نیچی کر کے) اگر میری

تمنا تھی کہ آیندہ کے لیے اس سے بھی زیادہ تعلقاتِ یگانگت کی اگر کوئی صورت پیدا ہو سکے تو میرے لیے دُنیا کی سب سے بڑی خوشی و نعمت ہوگی مگر میں اپنی حیثیت پر نظر کرتے ہوئے کسی عرضِ مدعا کی جرأت نہیں پاتا ۔

اختر سلطانہ (مسکرا کر) آخر کیوں ؟

مسٹر محبوب ۔ اسی خیال سے کہ میں بہت ہی ادنیٰ حیثیت و معمولی قابلیت کا انسان ہوں ۔

اختر سلطانہ ۔ یہ تو آپ کا انکسار ہے اور فرض کیجئے ایسا ہو بھی تو ہر ایک فی ہی عزت شریف شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے خیال یا خواہش کا اظہار کرے ۔

مسٹر محبوب ۔ یہ درست لیکن جبکہ مجھکو اس وقت اپنے سے زیادہ بہتر لوگ اپنے مقابلہ میں نظر آ رہے ہیں تو پھر کس طرح جسارت ہو ؟

اختر سلطانہ ۔ ان معاملات میں ایسا بھی ہوا کرتا ہے مگر ہر ایک خواستگار اپنی درخواست کو نا کامیابی کے خیال کو مدِ نظر رکھکر اپنی حقارت نہیں سمجھتا ۔

مسٹر محبوب ۔ استغفر اللہ حقارت کیسی ؟ سعادت ہے ۔ مگر یوں ہی ہمت نہیں پڑتی کہ میں سب سے کم تر ہوں ۔

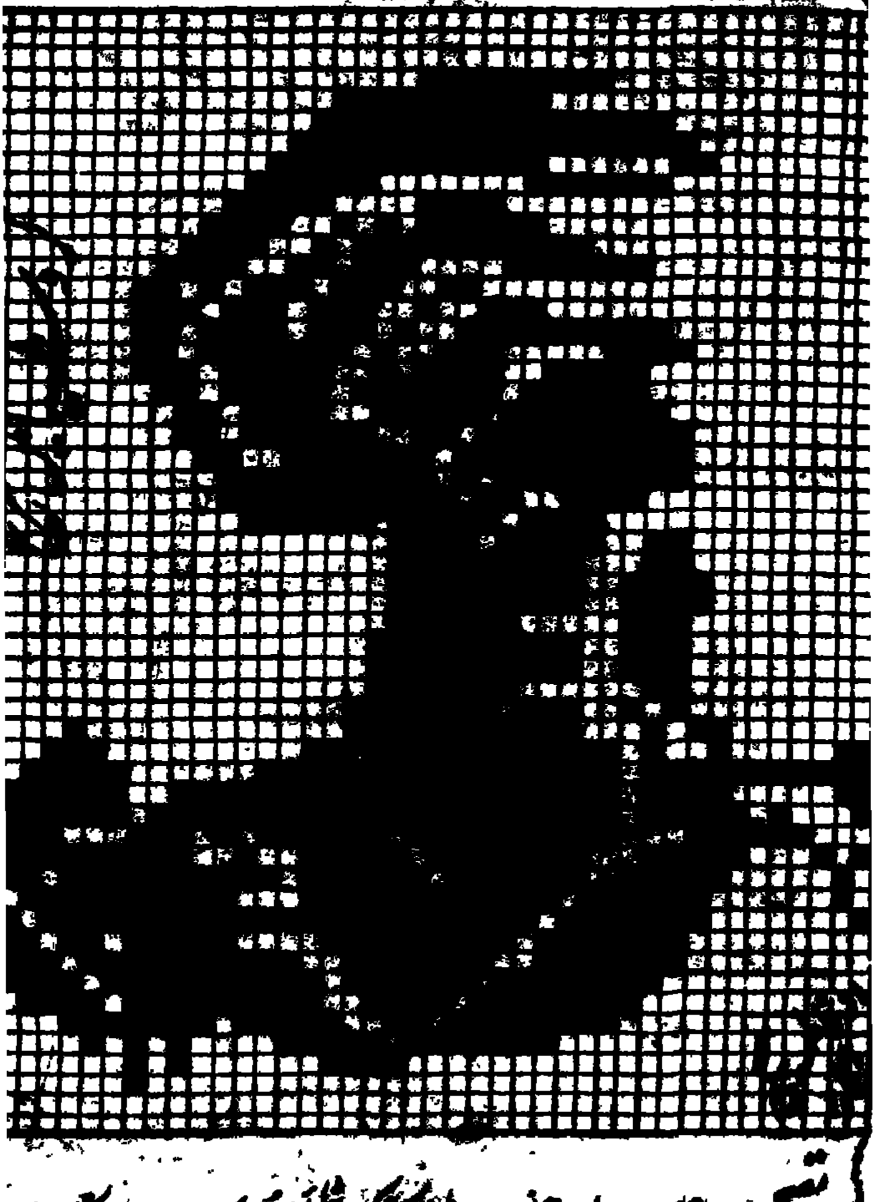
جواہر نگار (جو اب تک خاموش سن رہی تھیں) کیوں بھابی جان آخر یہ کسر نفسی کیسی ؟ انکسار کی کوئی حد بھی ؟

مسٹر محبوب ۔ بد قسمتی ۔

اختر سلطانہ ۔ آپ کا وہم ہے ورنہ ہمارے خیال میں سب یکساں ہیں ۔

مسٹر محبوب ۔ یہ نہ کہیئے نوابوں کے ہم پلہ نواب ہی ہو سکتا ہے کوئی غریب ملازمت پیشہ کہاں ؟

اختر سلطانہ ۔ لیکن انجنیر صاحب بھی تو ملازم ہی ہیں وہ تو اپنے کو اس قدر



تصحیح: عصمت اپریل نمبر میں مطبوعہ کہانی ... شائع ہوئی ہے اس کہانی کا صفحہ
کی غلطی سے صفحہ ۲۲۳ سطر ۱۵ کے بعد ذیل کی عبارت چھوٹ گئی ہے:
"تیسری منزل کے وہ بڑے بیں آخری بیس ۱۰ اور بیس قطار نہ بھی جا سکے"
لطیف بیگم

کیوشن [illegible]



پھر اسے کرشیل، تختہ یا کسی ہموار چیز [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]

کروشیا کی لیس

اس کے عصمت میں محترمہ بہن شہرہ خاتون صاحبہ دربار پور رہی ہے کروشیا کی [illegible] ایسی لیس کی ترکیب فرمائی ہے جو قریباً بالشت بھر چوڑی ہو۔ چنانچہ میں اس مرتبہ ایک ایسی لیس کا نمونہ عصمت رسالہ ہونے کیلئے بھیج رہی ہوں۔ چونکہ [illegible] مفصل ترکیب کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ لیس ایسی آسان ہے کہ صرف [illegible] دیکھ کر بھی بنی جا سکتی ہے۔ اس لیس کو کروشیا کا نمبر ۲۲ [illegible] اور [illegible] نمبر کے دھاگے [illegible] سے بنایا جائے۔

لطیف بیگم۔ لاہور



ہونے والے داماد (جنہیں اپنی کامیابی کا یقین ہے) میں آجکل فری کا کام کر رہا ہوں ۔



تازہ ہوا

تم نے دیکھا ہوگا کہ جاڑوں میں اکثر ایک مکان کے اندر کئی آدمی سوتے ہیں اور آمد و رفت کے دروازے اور کھڑکیوں کو بند کر لیتے ہیں، اگر اس طرح تم خود سوئی ہو تو خیال کیا ہوگا کہ صبح کو جب کسی کام سے باہر نکل آتی ہو اور فوراً مکان کے اندر پھر لوٹ جاتی ہو تو تم کو ایک ناگوار بو اور حبس سا معلوم ہوتا ہے یا اگر تم کو کسی شادی کی تقریب، یا کسی محفل یا مجلس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے جہاں بہت سے آدمی ایک تنگ مکان یا چھوٹی جگہ میں اکٹھے ہوتے ہیں تو تم کو خیال ہوگا کہ وہاں بھی اسی طرح کی ناگوار بو، کثافت اور حبس محسوس ہوتا ہے اور تم گھبرا کر بول اٹھتی ہو کہ معاذ اللہ کس طرح کی غلاظت اور حبس ہے کہ دم گھٹا جاتا ہے۔

ہوا کی یہ ناگوار غلاظت جس کی تم شکایت کرتی ہو تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے ایک نہایت خراب اور ضرر رساں چیز ہے۔ کشادہ، ہوا دار مکان میں شب بھر سونے کے بعد صبح کو تم تازہ دم اور خوش اٹھو گی، طبیعت چاق چوبند رہے گی، لیکن چھوٹے اور بند مکان میں جہاں تمہارے ساتھ شب کو اور لوگ بھی سوتے ہیں حالت دگرگوں نظر آئے گی صبح کو سونے کے بعد طبیعت کو کسل مند پاؤ گی کوئی کام کرنے کو جی نہ چاہے گا جمائیاں آئیں گی اور نیند کا ایک خمار سا معلوم ہوگا، اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہر صبح کو اس طرح کا کسل اور طبیعت کی افسردگی کوئی اچھی بات نہیں ہے اگر اس طرح مدتوں سالہا سال تم ایک چھوٹے تاریک اور تنگ مکان میں سویا کرو تو کچھ زمانے کے بعد اس کا اثر تمہاری صحت پر بہت برا پڑے گا۔ اس میں شک نہیں کہ روزانہ اس طرح سونے سے تم کو ایک عادت سی ہو جائے گی اور اس کی خرابیوں کو

تم محسوس ذکر سکو گی لیکن دیکھا گیا ہے کہ جو لڑکے یا لڑکیاں بند اور تاریک مکان میں سویا کرتے ہیں اُن کے چہرے زرد پڑ جاتے ہیں اور رشد و نشو و نما اِسقدر ہلکا لاغر اور ناتواں ہوتی جاتی ہیں۔ ذرا سی بے اعتدالی سے بار بار بیمار پڑ جاتی ہیں۔ ان کی بیماری جلد اچھی نہیں ہوتی۔ مرض بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مر جاتی ہیں۔ ہاں جو لوگ رات کو بند اور تاریک مکان میں سوتے ہیں لیکن دن کو کھلی ہوئی ہوا میں کام کرتے ہیں اور کھانے کو کافی غذا ملتی ہے تو اُن کی صحت پر زیادہ خراب اثر نہیں پڑتا اُن کی تندرستی کی روزانہ اصلاح ہوتی رہتی ہے لیکن جو لوگ شب کو بند اور تاریک مکانوں میں سوتے ہیں اور پھر دن کو اسی طرح کی بند جگہ میں کام کرنا یا لکھنا پڑھنا پڑتا ہے اور اس پر غضب یہ کہ کھانے کو اچھی اور کافی غذا نہیں ملتی تو اس وقت نہایت خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں اور اُن کی صحت کچھ اس طرح خراب ہو جاتی ہے کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔

ملک کے بیرونی حصہ اور دیہات کے باشندے، لڑکے، لڑکیاں، مرد اور عورتیں موٹے تازے قوی اور توانا پائے جاتے ہیں۔ ان کے چہروں کا سرخ رنگ ہاتھ پاؤں کی تیاریاں، جسم کی طاقت اور توانائی کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ تم جانتی ہو کہ اِن میں زیادہ تر ایسے غریب لوگ ہیں جنہیں کھانے کو کافی غذا نہیں ملتی تاہم محض کھلی ہوئی ہوا میں رہنے اور کام کاج کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ شہر کے مالدار اور بڑے بڑے اُمراء اور رؤسا سے جنہیں کھانے کو عمدہ سے عمدہ غذائیں ملتی ہیں کہیں زیادہ اچھے ہیں غرض تنگ و تاریک مکانات، بند تعلیم گاہیں یا کارگاہیں جہاں تازہ ہوا نہیں مل سکتی نہایت خراب جگہ ہے۔ یہاں کی بند ہوا میں رہنے یا کام کرنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تازہ ہوا کیوں اچھی ہے۔ اور بند ہوا جس کی ناگوار بُو سے دم بند ہوا جاتا ہے کیوں بری ہے؟ اچھا

اب اس کو بیان کرتا ہوں، لو سنو،

تم کو سنکر حیرت ہوگی کہ تمہارا جسم ایک قدرتی شمع ہے جو ہر وقت خاموش جل رہا ہے اور اس سے کوئی شعلہ یا روشنی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اس طرح کے مرطوب جلنے کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن یہ مثالیں ہر طرح صادق نہیں آتی۔ ایک ذرا فرق ہے۔ اس لیے کہ وہ چیزیں جلتی نہیں ہیں، لیکن تمہارا جسم تو ہمیشہ جل رہا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جس وقت تازہ چونہ اور پانی کو ساتھ ملاتے ہیں تو بغیر آگ کے پانی کھولنا شروع ہوتا ہے۔ کوئی شعلہ یا روشنی پیدا نہیں ہوتی ہے لیکن حرارت اس شدت کی ہوتی ہے کہ اگر چھو لو تو تمہارا ہاتھ جل جائے گا، پان بنانے میں دیکھا ہوگا کہ چونا اور کتھے کے ایک ساتھ مل جانے سے حرارت پیدا ہوتی ہے لیکن وہ روشنی یا شعلہ نہیں دیتا ہے بس سمجھ لو کہ یہ اسی طرح تمہارا جسم ہر وقت ہر ساعت جل رہا ہے جس کی وجہ سے بدن گرم رہتا ہے اور تم حرارت کو محسوس کرتی ہو لیکن کوئی شعلہ نظر نہیں آتا ہے، جس وقت انسان مر جاتا ہے تو جسم کی یہ حرارت زائل ہو جاتی ہے اور مردہ سرد پڑ جاتا ہے۔ ان باتوں کو شدہ شدہ تم سمجھ جاؤ گی۔ یہاں بس اتنا یاد کر لو کہ تم میں سے ہر ایک لڑکی ایک جلتی ہوئی شمع ہے جو بے شعلہ یا روشنی کے مرطوب دتر جل رہی ہے۔

اچھا اب اس کو سمجھ لو کہ شمع کس طرح اور کیونکر جلتی ہے۔ لو یہاں پر ایک تجربہ دکھاتا ہوں پہلے اس پر نگاہ کرو۔ تمہارے روبرو میز پر بلور کا ایک بوتل نما جام رکھا ہوا ہے۔ اس کے اندر کی چیزوں کو تم دیکھ سکتی ہو۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی کافوری شمع نہایت آب و تاب سے تیز جل رہی ہے، شمع کو جام سے ڈھکے دیتا ہوں، دیکھو کیا ہوتا ہے؟ روشنی ماند پڑ گئی، زردی چھا گئی، اب اور زیادہ ماند ہوئی، دیکھو شمع کانپ اٹھی، تھرتھراتی ہوئی لو نے دھواں دے دیا سلے لو شمع خود

بجھ گئی!! دوسرا تجربہ دیکھو۔ جلتی ہوئی شمع کو پھر اسی طرح بوتل نما جام سے ڈھک دینا ہوں۔ کانپتی ہوئی لَو بجھی جاتی ہے۔ جام بلوریں کو ہٹا لیا اور ہٹا لیتا ہوں دیکھو شمع پھر روشن ہوگئی اور اسی آب و تاب سے جل رہی ہے اس کی وجہ بس اتنی ہے کہ جام کے اوٹھا لینے سے تازہ ہوا آگئی۔ اس نے بجھتی ہوئی لَو میں ایک جان ڈال دی اور شمع کو پھر اسی طرح تاباں اور روشن کر دیا۔ تم نے دیکھا کہ جلنے کے لیے تازہ ہوا کا ہونا ایک قانون قدرت ہے۔ بغیر ہوا کے کوئی چیز جل نہیں سکتی۔ اور اور نہ کوئی ذی روح زندہ رہ سکتا ہے ؞

ایک تجربہ اور کرلو، شمع جل رہی، اس کو جام بلوریں سے چھپا دو۔ تمہاری کافوری شمع بجھ جاتی ہے۔ اب ایک دوسری شمع جلا کر لاؤ۔ بوتل نما جام کو ایک ذرا سرکا کر اس کے اندر رکھ دو دیکھو یہ شمع فوراً بجھ جاتی ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک لمحہ جل سکے۔ اگر شمع کی جگہ تم اسی طرح اپنی مینا کو بوتل نما جام کے اندر بند کر دو تو اس کا دم رک جائے گا۔ وہ گھٹنے کے اندر وہ دم توڑتی نظر آئے گی اور پھر کر پھڑک کر مر جائے گی۔ اس کے بعد اگر دوسری مینا کو اس جام کے اندر بند کر دو تو وہ ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ اوہ مر تم نے بند کیا نہیں کہ وہ مری۔ لیکن خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ محض تمہارے سمجھانے کے لیے یہ تجربہ بیان کیا گیا۔ بس سمجھ لو کہ شمع کا جلنا یا کسی ذی روح کا زندہ رہنا ایک ہی سی باتیں ہیں ؞

تجربہ کر کے تم نے خود دیکھ لیا کہ شمع کے جلنے سے بوتل نما جام کی اندرونی ہوا کچھ ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ شمع بجھ جاتی ہے اور پھر دوسری شمع اس کے اندر ایک لمحہ نہیں جل سکتی، یہ کیوں؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے دو باتیں ہیں ان کو خوب اچھی طرح یاد کرلو۔ اول تو یہ کہ ہوا کا جزو اعظم جس کا نام کچھ عجیب طرح کا ہے جل جاتا ہے۔ اصطلاح میں اس کو تیزابیہ یا آکسیجن کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک قسم کا اُجلا

زہریلا دھواں جو شمع کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے اور جس کو تم دیکھ نہیں سکتیں تمام کمرے کے اندر بھر جاتا ہے۔ دھواں دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو وہی کالا کالا دھواں ہے جس کو تم صبح شام دیکھا کرتی ہو دوسرا اُجلا دھواں ہے جو نظر نہیں آتا ہے یہ اُجلا دھواں جس کو میں یہاں بتانا چاہتا ہوں نہایت زہریلا ہے اس کا ایک خاص نام ہے، یاد کر لو۔ اس کو تیزابی دھواں یا کاربونک ایسڈ گیس کہا کرتے ہیں۔ تمہاری آسانی کے لئے جا بجا میں اس کو اُجلا دھواں جو نظر نہیں آتا ہے کہہ جاؤں گا۔ لیکن تم اس کا نام جو ایک ذرا ٹیڑھا ہے خوب یاد رکھنا۔

تم پوچھ سکتی ہو کہ اُجلا دھواں تو نظر نہیں آتا ہے، پھر کیونکر مان لو کہ وہ جام کے اندر بھر جاتا ہے اس کو تجربہ کر کے دیکھ لو۔ چونہ تو تم جانتی ہو، اس کا نتھرا ہوا پانی ایک پیالے میں بھر کر لاؤ۔ اگرچہ یہ پانی بالکل صاف اور شفاف ہے تاہم اس میں چونے کے چھوٹے چھوٹے ذرات گھلے ملے ہوئے ہیں۔ دیکھو یہ ربڑ کی بنی ہوئی پتلی نلی ہے۔ اس کا ایک سرا چونے کے پانی میں ڈبو دیتا ہوں اور دوسرے سے تازہ ہوا کو جس طرح حقہ پیتے ہیں چوستا جاتا ہوں۔ کوئی نئی بات دکھائی نہیں دیتی چونے کا پانی صرف بلبلا دیتا ہے اور تم اس کا تماشا دیکھتی ہو۔ اچھا اب چونے کا پانی جام بلوریں کے اندر رکھ دیتا ہوں جس میں تیزابی اُجلا دھواں بھرا ہوا ہے اور پھر اسی طرح جام کے اندر والی ہوا کا دم لگاتا ہوں۔ دیکھو تو سہی اب کیا ہوتا ہے! دو چار کش میں چونے کا پانی جو نتھرا ہوا صاف تھا بالکل گاڑھا اور غبار آلود ہو گیا، اور اس کی شکل دودھ کی سی ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شمع کے جلنے سے تیزابی دھواں جو جام کے اندر ملا تھا چونے کے ذرات کے ساتھ مل گیا اور اب وہ تم کو نظر آنے لگا۔

اب بیان کر چکا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک لڑکی ایک شمع کی طرح جل رہی ہے

اس لیے تمہارا سانس جو جسم کے اندر سے باہر آتا ہے ہر لحظہ اس زہریلے اُجلے دھوئیں کو خارج کرتا رہتا ہے جو شمع کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جام بلوریں کے اندر تو دیکھ لیا اب اُسکو تم اپنے سانس میں دیکھو۔ چونے کا پانی اُٹھا لاؤ۔ دیکھو میں اس پر دو چار پھونکیں مارتی ہوں، شفاف، ستھرا پانی دودھ کا سا ہو گیا، اب اس تجربے کو تم خود آزماؤ دیکھو چونے کا شفاف پانی دودھ کا سا اُجلا اور گاڑھا ہو جاتا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ تمہارا سانس کا تیزابی دھواں چونے کے ذروں میں مل گیا اور اب تم اس کو دیکھ رہی ہو تمہارے پاندان کا چونا ایک ذرا سی غفلت سے مُردہ ہو جاتا ہے اور چونے سے کھریا بن جاتا ہے۔ تمہارے چونے کے دو قاتل ہیں۔ ایک تو یہی اُجلا تیزابی دھواں ہے جو ہوا میں ملا ہوا ہے۔ لیکن نظر نہیں آتا ہے۔ دوسرے کا نام آگے بتاؤں گا۔

غرض اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ایک تنگ مکان میں جب دروازے اور کھڑکیاں کو بند کرکے بہت سے آدمی سوتے ہیں تو اس کی ہوا کی غلاظت اور ناگواری کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہر شخص کے سانس سے تیزابی اُجلا دھواں خارج ہوتا ہے جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے اسیقدر زیادہ تیزابی دھواں پیدا ہوگا اور مکان کی اندرونی ہوا کو گاڑھا اور زہریلا کرے گا۔ جس کے اثر سے تمہارا دم گھٹا جاتا ہے اور گھبرا کر تم شکایت کرتی ہو لیکن سانس لینے میں جو تم کو دشواریاں محسوس ہوتی ہیں اس کی ایک بالکل جداگانہ وجہ ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سید راحت حسین

صبح اُمید یا تعلیم کی بسم اللہ۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے ایک نہایت مفید چھوٹا سا رسالہ جس میں قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں دینداری، عمدہ اخلاق اور اچھی عادتیں پیدا کرنیکے اصول نہایت قابلیت سے آسان زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ انجمن حمایت الاسلام گڑگانوہ نے مفت تقسیم کرنیکے لیے یہ مفید رسالہ شایع کیا ہے۔ جو صاحب بذریعہ درخواست اور ٹکٹ محصول ڈاک کے لیے بھیجکر مولوی محمد ظفر حسن صاحب ایم اے وکیل گڑگانوہ سے منگا لیں۔

دانتوں کی حفاظت

جن بیبیوں کو انگریز خاتونوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا ان کے دانت موتی کی مانند آبدار اور دودھ کی طرح سفید ہوتے ہیں. اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے دانتوں کی پوری حفاظت کرتی ہیں. ہمارے ہاں پان کا دستور اس کثرت سے ہے کہ بغیر اس کے بہت کم بیبیاں اپنے سنگار کو پورا سمجھتی ہیں. صرف پان کھانا از روئے طب مفید ہے مگر اس کے ساتھ جو لوازمات ہوتے ہیں وہ زبان اور دانتوں پر بہت برا اثر ڈالتے ہیں پان کے عادیوں کے دانت کبھی سفید نہیں رہتے. ان پر ہمیشہ سُرخ رطوبت جمی رہتی ہے. جس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے اور پان سپاری وغیرہ کے ریزے دانتوں کی درازوں میں جمع ہو کر انکی پامالی میں مدد دیتے ہیں +

یوں تو اکثر لوگ خلال وغیرہ کر لیتے ہیں مگر یہ طریقہ چنداں مفید نہیں. دانتوں کے صاف کرنے کے لیے منجن کی ضرورت ہے اور صرف ایک وقت منہ صاف کر لینے سے دانتوں کی آب قایم نہیں رہتی بلکہ انہیں دن میں دو تین مرتبہ صاف کر لینا افضل ہے پہلے تو صبح اُٹھتے ہی دوسرے رات کو سونے سے پیشتر. کھانے سے فارغ ہونے پر دو تین کُلّیاں اچھی طرح کر لو تا کہ غذا کے ریزے دانتوں میں رہنے نہ پائیں. اس کے واسطے ایک طریقہ اور بھی مستعمل ہے. تاگے پر موم چڑھا لیتے ہیں اور ایسے دانتوں کے درازوں میں سے کھینچتے ہیں مگر اس میں احتیاط کی ضرورت ہے.

منجن جو تم استعمال کرو اس میں کوئی چیز ایسی بھی ہو جو دانتوں کی رطوبت فوراً صاف کر دے، عام طور پر گھروں میں کوئلوں کا منجن تیار کیا جاتا ہے اس میں کاربن

تو ہوتا ہے مگر کافی مقدار میں نہیں ہوتا۔ میں خود کوئی منجن یا پوڈر استعمال نہیں کرتا بلکہ شہد سے دونوں وقت اپنے دانت صاف کرتا ہوں ۔

ایک قدیم نسخہ ہے جسے میرے بھائی استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہے :-
ناگرمتا ۔ دھنیا اور کوڑی یا لاعود۔ سفید کتھا پھٹکری یہ دانتوں کو بہت سود اس کی ترکیب یوں ہے۔ ناگرموتے کو باریک کوٹ کر چھان لو۔ سفید کتھا باریک پیس لو۔ دھنیا اور پھٹکری ان دونوں کو نیم بریاں کر کے اچھی طرح باریک کر لو۔ جب یہ سب تیار ہو جائے اسکا خیال رکھو کہ سفید کتھا۔ پھٹکری۔ اور دھنیا یہ سب ہموزن ہوں اور ناگرموتہ مجموعے سے چند سب کو ملا کر ایکجان کر لو۔ اور خوشی سے صبح سویرے منہ دھوتے وقت اس خوشبودار منجن کو دانتوں پر ملو۔ اس کے دو تین فوائد ہیں۔ اول تو یہ کہ دانتوں کو مستحکم کرتا ہے۔ دوم دہن سے بدبو دور کرتا ہے اور سوم دانتوں کو آبدار بناتا ہے ۔

یوں تو منجن تین قسم کے ہوتے ہیں۔ سفوف۔ عرقیات۔ اور مٹی کی صورت میں۔ اول الذکر کا نسخہ بالا سطور میں درج ہو چکا ہے۔ عرقیات کا بھی ایک نسخہ تحریر کیا جاتا ہے تاکہ من مانے تیار کر کے استعمال میں لا سکو۔

کفدار عرق - مرٹا سفوف سوپ بارک (نصف اونس)۔ سفوف کوشنیل (۱۶ گرین)۔ گلیسرین (نصف اونس)۔ رکٹیفائڈ اسپرٹ (۳ ½ اونس)۔ گلاب (۲ ½ اونس)۔ روغن پیپرمنٹ (۲ قطرے)۔ روغن ونٹر گرین (۵ قطرے)۔ ان تمام اجزا کو چوڑے منہ کی بوتل میں رکھو اور چھ سات روز تک برابر ہلاتی رہو بعد میں کاغذ کے فلٹر میں چھان لو اور آئندہ استعمال کے لیے بوتل میں بھر رکھو دانت صاف کرتے وقت چند قطرے دانتوں کے برش پر چھڑک لیا کریں۔

برش سے دانت صاف کرنے میں یہ نقصان ہے کہ اس کے سخت بال دانتوں کی درازوں کو کھول دیتے ہیں اور نرم مسوڑے اسکی رگڑ سے بعض وقت زخمی ہو جاتے ہیں ۔

(منقول رسالہ ورداد اورنگ آباد دکن)

کپڑے دھونے کی مشین

بمبئی کی بنی ہوئی کپڑے دھونے کی مشین کی بابت پروفیسر محمد عبدالستار خیری صاحب کا مضمون جولائی ۱۹۳۳ء کے پرچہ میں دیکھکر مجھکو بھی شوق ہوا کہ اس مشین کو منگائیں۔ لہٰذا میں نے ایک کمپنی اور سنز کامرس لمیٹڈ نمبر ۱ کلائیو سٹریٹ کلکتہ کی معرفت ایک مشین نمبر ۳ منگائی ہے۔ اس مشین پر حسب ذیل خرچ آیا۔ قیمت مشین ۸۰ روپیہ۔ محصول ۱۱ روپیہ۔ جہاز سے ڈیلیوری لیکر ریل سے روانہ کرنے کا خرچ ۱۱ روپیہ۔ محصول ریل بائیس ۲۲ روپیہ۔ ریل سے مکان تک ۴/ کل خرچ ایک سو چھبیس ۱۲۶ روپیہ چار آنہ۔ یہ خرچ صرف ایک مشین جرمنی سے منگانے میں آیا۔ اگر تین مشینیں ایک ساتھ منگائی جائیں تو فی مشین قیمت میں کمی ہو جاتی ہے میرے پاس چونکہ کمپنی نے پسنجر ٹرین سے مشین بھیجدی اس لیے ریل کا محصول بھی زیادہ ہوگیا۔ ریل سے مکان تک کا خرچ بھی اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ میں ریلوے اسٹیشن سے بہت فاصلہ پر مقیم ہوں۔ چونکہ ہم لوگوں کے گھروں میں ویسے چولہے مستعمل نہیں ہیں جن کا تذکرہ ستار خیری صاحب نے فرمایا ہے اس لیے میں نے یہ مشین مع چولہے کے منگائی ہے جس میں کوئلہ جلتا ہے۔

اب میں چند باتیں صرف بہنوں کی معلومات کی غرض سے لکھتا ہوں تاکہ مشین منگانے وقت اسکا خیال رکھیں۔ ہندوستان کے مسلمان گھروں کی عورتیں اکثر کچے رنگوں میں رنگ کر کپڑے پہنتی ہیں۔ ایسے کپڑے اس مشین میں دھونا حقیقتاً بہت مشکل ہے رنگے ہوئے کپڑے دوسرے تمام کپڑوں کو بھی رنگین کر دیتے ہیں اور خود ایسے صاف بھی نہیں ہوتے جیسے کہ دھوبی کے یہاں سے ہو کر

آسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں سفید کپڑے بھی جو اس مشین میں دھوئے جائیں زیادہ میلے
ہونے چاہئیں ورنہ چند مرتبہ دھونا پڑتے ہیں اور پھر بھی ویسے صاف نہیں ہوتے
جیسے کہ دھوبی کے دھوئے ہوئے۔ ہندوستانی گھروں میں عموماً اتنے اُجلے
کپڑے نہیں اتارے جاتے جتنا اس مشین میں صرف ایک مرتبہ ہی دھونا کافی ہو
جہاں کپڑے ذرات کو بگاڑ دیتا ہے تو آسان کام ہے لیکن کم از کم بچوں کے کپڑے جو کہ
بہت احتیاط کرنے پر بھی اُجلے صاف نہیں رہتے جیسے کہ اس مشین میں دھونے
کے لیے ضروری ہیں اس لیے مشین میں ڈالنے سے پہلے ہاتھ سے دھونے پڑتے
ہیں پھر انکو مشین میں ڈالکر چلایا جاتا ہے اور اس کے بعد انکو پھر گرم پانی میں
خوب ہاتھ سے دھویا جاتا ہے تاکہ ان میں جو صابن اور کچھ میل رہ جاتا ہے صاف
ہو جائے اور پھر ٹھنڈے پانی میں دھوئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کپڑوں کو
نچوڑا جاتا جو کہ آسان کام نہیں ہے۔ سوکھنے کے بعد کپڑوں کو استری کرنے میں
بھی بڑا وقت صرف ہوتا لہٰذا میری رائے میں تاوقتیکہ کپڑے نچوڑنے اور استری
کرنے کی مشین بھی ساتھ نہ منگائی جائے صرف کپڑے دھونے کی مشین صرف اسی جگہ
زیادہ مفید ہو سکتی ہے جہاں دھوبی کمیاب ہوں اور گھر میں پانی کا نل بھی ہو اور
گھر کی عورتیں اس محنت کو برداشت کرنے کے قابل بھی ہوں۔ کپڑے نچوڑنے
کی مشین تقریباً ڈھائی یا تین سو روپیہ کی آتی ہے۔ استری کرنے کی مشین کی بابت
معلوم نہیں وہ بھی دو تین سو روپیہ کے قریب آتی ہوگی اور یہی سبب ہے کہ ان
مشینوں کی قیمتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی گھروں میں انکا رواج
نہیں ہے کیا اچھا ہوتا اگر ایسی ہی مشینیں ہندوستان میں بنائی جائیں کیونکہ جو مشین
میں نے منگائی ہے وہ زیادہ سے زیادہ پچیس تیس روپیہ میں بن سکتی ہے
میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ مشین ہندوستان کے لیے پیٹنٹ ہے یا نہیں۔

ہے جیسے ہم تجربہ پر مضمون رسالے کے ساتھ دیکھیں تو ہر دالان سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ پانی گرم کرنے کی نلکی بھی جو کہ چمنی کے نیچے نظر آتی ہے شیشی کا ایک حصہ ہے اور شیشی کے ساتھ اسی قیمت میں آجائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے بہری شیشی کے ساتھ یہ نلکی نہیں آتی اسے علیحدہ منگانا چاہیے جس کی قیمت مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوگی لہٰذا اگر شیشی منگائی جائے تو اسی کے ساتھ یہ نلکی بھی منگانی چاہیے ورنہ گرم پانی کی جو مقدار کپڑے دھونے کے لیے ضروری ہے وہ علیحدہ معمولی برتنوں میں کرنا پڑتا ہے جس میں بڑا خرچ آتا ہے۔

محمد عیاض اللہ (بچھرملی)

نوائے تہنیت!

(بہ تقریب کتخدائی عزیزہ ہمشیرہ محترمہ رضیہ صغریٰ خاتون طال عمرہا)

امیدِ دل میں اُمنگ اور آرزو بن کے ہو
حریمِ صبح میں، صبحِ سرو بن کے رہنا
بہشت زارِ محبت میں حور بن کے رہنا

تمہیں نصیب ہوں کُل عظمتیں خدائی کی
خدا کی رحمتیں اور راحتیں خدائی کی!
نگاہ و دہر میں رنگِ غرور بن کے رہو!

عزیزہ! ماں کی جو دعا کو قبول ہوتا تھا!
تم اِک کلی تھیں جیسے کنول کے پھول ہوتا تھا!
جہاں میں ہو اگلِ نور و سرور بن کے رہنا

حیاتِ نو کی یہ زریں فضا مبارک ہو
عروجِ منزل کی ابتدا مبارک ہو
ہمیشہ آرزوئے شمعِ طور بن کے رہو!

حریمِ زندگی بہ دیکھنا ہو سر بسر تم سے!
سوادِ محفلِ عصمت ہو جلوہ گر تم سے!
جہاں میں زہرہ صفت اہلِ نور بن کے رہنا!

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

تمہارے ذہن سے سرشار اختر کی ہے تمنا — زمیں پہ عرش نشاں بن کے [illegible]
تم اک فرشتۂ نور و سرور بن کے رہو!

تمہاری ذات سے اپنوں کا غم دور ہو — نہ صرف اپنوں کو اغیار کو بھی مسرت ہو
پریدہ نکہتِ تزئین و دین بن کے رہو!

تمہارے سر پہ سدا رحمتوں کی چھاؤں رہے — تمہارے گھر پہ سدا نکہتوں کی چھاؤں رہے
شمیمِ غالیۂ زلفِ حور بن کے رہو!

چمن میں مثلِ بلبلِ بیدل ترانہ افشاں ہے — کہ ہو عزیز وطن رحمت خدا نگہبان ہو!
نشانِ رحمتِ ربِ غفور بن کے رہو!

نظامِ اختری جب تک شگفتہ بار رہے — تمہارے باغ میں شادابیٔ بہار رہے!
دعا ہے سب کے دلوں میں سرور بن کے رہو!!

اختر شیرانی الافغانی

ویڈیا کی سرگذشت

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کا یہ مختصر افسانہ حال میں چھپا ہے جس میں اور جدت کی دلدادہ ایک انگریزی خاتون کی زندگی کے عبرتناک، سبق آموز حالات، خود اسی کی زبانی۔ مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین خاوند بیوی کے تعلقات کا موثر نقشہ بہت دلچسپ حالات ہیں قیمت صرف ۳؍ منیجر عصمت دہلی

بزم عصمت

پیارے عصمت کے جوبلی نمبر کے شائع ہونے کی خبر سے بہت خوشی ہوئی خدا اسے ہمیشہ قائم رکھے اور تمام بہنوں کو اس کی جوبلی مبارک کرے۔ اس خوشی میں میں نے تین بہنوں کو خریدار بنایا ہے ان سے چندہ وصول کر کے منی آرڈر بھیجتی ہوں، آپ مجھے جوبلی نمبر کے پانچ پرچے بھیجئے گا جن کی قیمت ... کا منی آرڈر روانہ کر دی ہوں۔ امید ہے خیال میں تمام عصمتی بہنوں کا ہے بیس سال سے جو ہر ... رسالہ کی جوبلی کی خوشی میں خریدار بنا کر اس کی خدمات کا عملی اعتراف کرنا چاہیے۔

مریم بی بی حبشی منبرہ

جن بہن صاحبہ نے بادام گلانے کی ترکیب پوچھی ہے وہ بھی کے پانی میں بادام ڈال کر تھوڑی دیر چولہے پر رکھ کر اس کے بعد اتار کر چھیل ڈالیں۔ میں نے تجربہ کیا ہے اچھا نہیں بادام گلا ہو جائے گا۔

جن بہن صاحبہ نے چھائیوں کی دوا پوچھی ہے وہ سفید تل اور کھٹے انار کا چھلکا ایک ساتھ پیس کر روزانہ ابٹنے کی طرح ملا کریں اگر افاقہ نہ ہو تو سفید سرسوں ... ملا کر رات کو سوتے وقت مل لیا کریں خدا چاہے گا تو آٹھ دن میں آرام ہو جائے گا۔

اشفاق جہاں بیگم مرادپور

مجھے ایک عمل جانئے نماز کی ضرورت ہے کوئی بہن مطلع کریں کہ کہاں سے منگائی جائے۔ نیز میری والدہ ماجدہ کو عرصہ گیارہ سال سے درد شکم کی شکایت ہے درد سینے تک ہوتا ہے جب دورہ ہوتا ہے جان پر بن جاتی ہے یہ عارضہ ... کا ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی بہن کو اس کی دوا معلوم ہو تو از راہ مہربانی رسالہ عصمت میں شائع ...

فرمادیں۔ بہت احسان ہوگا۔ عایشہ خاتون سربیا سمنڈیگا کراچی

"میری ایک چھوٹی بہن ہے۔ جس کی گردن میں تقریباً آٹھ نو سال سے گلٹیاں نکلی ہیں۔ بہت علاج کیا۔ آپریشن بھی کیے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کہ اگر کسی کو کوئی مجرب علاج معلوم ہو۔ تو عصمت کے ذریعہ خاکسار کو بتا دیں۔ عین نوازش ہوگی۔ س۔ ب ہمشیرہ واحد علی صاحبہ از پشاور

بہن لطیف بیگم صاحبہ ہمارے دلی شکریہ کی مستحق ہیں کہ انہوں نے ہر عمر کے بچوں کے واسطے اونی بنیان فراک بنانے کی ترکیبیں ایسی واضح طور پر لکھی ہیں کہ ایسی عمدہ چیزیں بہت آسانی سے تیار ہو سکتی ہیں چنانچہ میں نے بھی بہن صاحبہ کی بتائی ہوئی ترکیب سے فراک نا قیمص تیار کرلی ہے۔ مجھکو ہر قسم کے مردانے زنانے اور بچوں کے اونی موزے بنانے کی خواہش ہے۔ اگر بہن صاحبہ تکلیف گوارہ کرکے ان چیزوں کے بنانے کی ترکیبیں بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

(۲) میں نے اپنا سوئٹر گرم پانی اور صابن سے دھویا تھا لیکن وہ سکڑ کر بہت تنگ ہوگیا ہے کوئی بہن براۓ مہربانی کوئی ترکیب بتائیں کہ اون پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے بہت مشکور رہونگی۔

خریدار عصمت نمبر ۳۶۹

مجھے ایسی دوکانوں کے پتے مطلوب ہیں جہاں کینوس کے کام کی کتابیں، اور ولایتی اور دیسی اون مل سکے۔ کوئی عصمتی بہن اطلاع دیں، شکر گزار ہونگی۔ بنت واجد حسین از دہلی

سہیلیوں کے سٹور دہلی سے جسکا اشتہار عصمت میں نکلا ہے کسی بہن نے ڈوپٹے یا ساڑھی منگائی ہو تو عصمت کے ذریعہ تحریر کریں کہ کیسا کام ہوتا ہے۔ امۃ الغلام ہوجڑ

معمہ

مندرجہ ذیل بے ترتیب حروف کو صحیح ترتیب دینے سے دہلی کے ایک مشہور حکیم کا نام بنتا ہے۔

م م م م س ی ی ح ح ج خ ا ا ا ل ل ک س ن

(مرسلہ عبدالرحیم قادیان)

اس معمہ کا جواب ۱۰ اپریل تک خریداری نمبر لکھ کر بھیجنا چاہیے۔ ۳ انعام (تین تین روپیہ کی کتابیں) دیے جائیں گے۔

تربیت گاہِ بنات دہلی

حاجی شیخ مقبول احمد صاحب خلف اکبر حاجی محمد اسمٰعیل صاحب پٹہ والے دہلی کے پنجابیوں میں ایک نہایت مخلص اور سچے مسلمان ہیں۔ اسلام کا درد ان کے سینہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ذوق ادب رکھنے کے علاوہ تعلیم نسواں سے بھی انہیں گہری دلچسپی ہے۔ شیخ صاحب موصوف تربیت گاہ کے دیرینہ کرم فرما ہیں اور صدقات خیرات زکوٰات کا بڑا حصہ ہمیشہ تربیت گاہ کی یتیم و نادار بچیوں کو پہنچاتے رہتے ہیں، اس سال شیخ صاحب نے اپنے خاندان کی ایک بچی کو بھی تربیت گاہ کے بورڈنگ میں داخل کیا ہے۔

بہار کے منیر الدین احمد صاحب سٹیشن ماسٹر بھیا (ضلع آرہ) جن کی بچی عزیزہ حسب النساء دو سال سے تربیت گاہ میں تعلیم پا رہی ہے۔ پچھلے ہفتہ میں تشریف لائے اور بچی کی تعلیمی ترقی اور سلائی کروشیا وغیرہ کا کام دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

بیگم صاحبہ مولوی رفیع احمد صاحب ایم ایل اے رئیس لکھنؤ۔ بیگم صاحبہ

اعجاز علی صاحب تحصیلدار۔ اور انیس فاطمہ صاحبہ اور بلقیس شوکت صاحبہ حسن بیوقت دبلیچ ... ہمشیرہ صاحبہ میاں ضمیر احمد صاحب تاجر کلکتہ۔ بیگم مقبول احمد صاحب بھی ہفتہ گذشتہ میں تشریف لائیں اور شعبہ کی اپنی بورڈنگ کی بچیوں کی تعلیم و تربیت و دستکاری ملاحظہ فرما کر اظہار مسرت کیا۔ ہم ان تمام معزز بیگمات کی تشریف آوری کا ممنون ہوں۔ ایس عبد الحق صاحب تاجر کشمیری بازار دہلی بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اپنی بچی کو بورڈنگ میں داخل کیا۔

جن دردمند مسلمانوں نے اس مہینہ میں نادار و یتیم بچیوں کے لیے روپیہ بھیجا ہے ان کے نام آیندہ مہینے میں شایع ہونگے۔ ذیل میں ان محترم بہنوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے عید کے لیے کپڑوں کے پارسل بھیجے ہیں۔

حافظ بی بی صاحبہ ڈیرہ غازی خاں۔ مسز چودھری حبیب اللہ صاحب وکیل ملتان۔ مسز شیخ عبد القادر صاحب عارف مال منٹگمری۔ ہمشیرہ مہدی حسن صاحب رئیس پروالہ سیداں ضلع حصار۔ اہلیہ حکیم محمد علی صاحب پختہ باغ جالندھر۔ مسز محمد شفیع صاحب محمود کوٹھی رائے بریلی۔ برمکان محمد صادق صاحب سب انسپکٹر سراصوالہ آباد۔ بیگم رسالدار فرزند علی خاں او بی ای قایم گنج۔ خدیجہ بی بی صاحبہ حیدرآباد دکن۔

راشد الخیری

عصمت کا جوبلی نمبر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر طیار ہو رہا ہے اسکی قیمت عہ ہوگی۔ مضامین، تصاویر وغیرہ ۱۰ اپریل تک آجانے چاہییں۔

ساڑھی نمبر ۵ - کامدانی قسم دوم، کپڑا ساڑھی نمبر ۳ جیسا کم قیمت مگر خوب مضبوط اور خوبصورت رنگین - قیمت صرف ۔ ساڑھی نمبر ۶ نفیس ململ قیمت ۔ ان سب ساڑھیوں کا طول ساڑھے پانچ گز ہے۔

ڈوپٹہ نمبر ۷ ، کپڑا ساڑھی نمبر ۳ کا ۔ کامدانی قسم اول قیمت ۔ ڈوپٹہ نمبر ۸ - کپڑا وہی کامدانی قسم دوم قیمت ۱۰ روپیہ - ڈوپٹہ نمبر ۹ کپڑا ساڑھی نمبر ۵ کا مدانی قسم دوم قیمت ۔ ڈوپٹہ نمبر ۱۰ نفیس ململ کامدانی قسم دوم قیمت ۔ ان سب ڈوپٹوں کا عرض ۲ گز کا ہے۔

فرمائش کے ساتھ ایک چوتھائی رقم اور اپنی پسند کا رنگ لکھنا نہایت ضروری ہے۔

ناپسند ہو دام واپس - شکایت ہو تو بزم عصمت میں لکھیے

سہیلیوں کا سٹور دہلی

شادی کی ضرورت

ایک نامور اور معزز مسلمان خاندان کے نیک چلن اور خوش مزاج لڑکے کے لیے جو گریجویٹ ، ادیب اور حقوق نسواں کا حامی ہے - اور جس کی ماہوار آمدنی کا اوسط فی الحال تین سو روپیہ ہے کسی شریف اور معزز خاندان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ مقبول صورت ، مذہبی لڑکی کی تلاش ہے خط و کتابت صیغہ راز میں رہیگی۔

(پتہ) ر ح - معرفت جناب ایڈیٹر صاحب عصمت دہلی

ننھے بچوں کیلئے

ربڑ کے کلوٹ اور ببا !!

یہ نفیس اور خوبصورت ربڑ کے جانگیہ نما کلوٹ اور رنگین بب ہم نے بہنوں کے خاص اصرار پر منگوا لیے ہیں ۔ چھوٹے بچوں والی خواتین اپنے بچوں کیلئے اور اپنی سہیلیوں کے بچوں کو تحفہ دینے کے لئے ایک ایک سٹ منگوا کر ملاحظہ فرمائیں ۔ قیمت نہایت معمولی ہے ۔ یعنی فی سٹ جس میں دو بب اور ایک کلوٹ ہوگا ۔ صرف دو روپے ۔ محصول ڈاک چار آنے اخبار کا حوالہ دینے سے پیکنگ کا خرچ نہیں لگے گا ۔

ایس احمد اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۱۴۵ لاہور

آپ یہ کتابیں ضرور منگائیں

روح القرآن معزز ہمعصر شباب اُردو رقمطراز ہے کہ جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایک جلیل القدر مصنف اور روشن دماغ ادیب ہیں ۔ زبان اردو پر آپ نے وہ احسان عظیم کیا ہے اور کر رہے ہیں جو اظہر من الشمس ہے ۔ آپ کی تازہ تالیف اسوقت ہمارے سامنے ہے یہ کتاب جناب مؤلف کی سالہا سال کی عرق ریزی اور محنت شاقہ کا نتیجہ ہے آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے ایک قلزم زخار کو کوزے میں بند کر دیا ہے ۔ اس کتاب کا پہلا حصہ واعظین و مبلغین کیلئے ایک بیش بہا مخزن ہے ۔ دوسرا حصہ قرآن پاک کی مکمل اور جامع لغات ہے اور تیسرا حصہ خواص و مطالب شان نزول کا عظیم الشان خزانہ ہے طرز بیان نہایت صاف اور آسان یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے مسلمان شادی کے وقت جہیز میں قرآن شریف کیساتھ اپنی لڑکیوں کو خیر و برکت کیلئے دیں ۔ قیمت عہ **ماں بچے کی نگہداشت** خانہ داری کیلئے بے نظیر کتاب ہے قیمت ۱؎

پتہ ۔ مولوی محمد عمر پبلشر سلسلہ سرمایہ اطفال گڑگانوہ پنجاب

ضرورت نکاح

ایک نوجوان تعلیم یافتہ خوش حال کو رشتہ کی ضرورت ہے
لڑکی خوبصورت و سیرت ہو۔ مناسب تعلیم کے ساتھ امور خانہ
داری سے بھی واقف ہو جوابات برادری تفصیل کے ساتھ آنا
چاہئیں۔ تمام خط و کتابت مخفی رہیگی۔

پتہ... معرفت مینجر صاحب رسالہ عصمت دہلی

مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کا

پسندیدہ

تندرست رہنے کا بہترین اصول

یونانی طب اور ڈاکٹری کا اتفاق ہو کہ انسانی تندرستی کا دارومدار معدہ پر موقوف ہو مگر ساتھ ہی ساتھ غذا کو بھی اسمیں بہت بڑا دخل ہے اگر غذا لطیف اور پاک نہیں تو معدہ اسکے نقص کو کسیطرح دور نہیں کرسکتا غذا کی صفائی موبنہ اور دانتوں کی صفائی پر موقوف ہے اس لیے لازم ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے دانتوں کی حفاظت کریں۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین طبی اصول
عشرت منجن تیار کیا ہے جو دانتوں کے تمام مہلک نقصانات کو دور کرکے انکو موتی کی طرح بنا دیتا ہے
ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت فی ڈبیہ ۸/- (نوٹ) ایک روپیہ سے کم کے آرڈر کی تعمیل ناممکن ہے

پتہ ہم موجو ایس جمال اینڈ سنز چاندنی چوک ۱۸۲ دہلی

دلچسپ و مفید کتابیں

قرآن مجید کے تیر بہدف مجرب اعمال

حصول رزق، روزگار، صحت، تندرستی و حل مشکلات، فتحمندی وغیرہ کے نہایت مجرب و مستند اعمال کی مندرجہ ذیل کتابیں کو ڑیوں کے مول ہوتی ہیں۔

اعمال سورۂ فاتحہ ۴ر سورہ مزمل ۶ر
سورہ یٰسین شریف ۶ر سورہ قل ہو اللہ ۴ر
آیۃ الکرسی ۴ر مفید کونین ۹ر

خلافت راشدہ

کے مفصل حالات اگر آپ نے نہیں پڑھے ہے تو یہ چاروں کتابیں فوراً منگا لیجئے ان میں خاص مستورات کی زبان میں تمام مشہور حالات لکھے گئے ہیں اس سے بہت کافی معلومات حاصل ہو جائیگی۔ یہ کتابیں بہت مقبول ہوئی ہیں۔

خلافت صدیقی ۵ر خلافت فاروقی ۵ر
خلافت عثمانی ۵ر خلافت حیدری ۵ر

حلیمہ

عصمت کے نامہ نگار خصوصی جناب مولوی عبد الغفار صاحب ظفری دہلوی کی نہایت سلیس اور آسان زبان میں ایک نیک اور سمجھدار لڑکی کی زندگی کے حالات جس نے اچھی تربیت کی بدولت بگڑے ہوئے گھر کو بنا دیا اور سیاہ کاری کے تعلقات بچوں کی تربیت میاں و بیوی مذہبی اصول وغیرہ پر عالمانہ بحث کی گئی ہے اور ایسے پیرایہ میں کہ بچیاں ہی سمجھ لیں۔ قیمت ۶ر خریداران عصمت سے ۴ر

ہیروں کا بادشاہ یعنی الماس مزاجی

ہمدردی مستقل مزاجی خودداری۔ نیکی عالی ہمتی دور اندیشی وفیاضی جیسی بہت سی عمدہ خصلتیں اخلاقی سبق نہایت دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں۔ انداز بیان کا انتخاب طرز تحریر پر اثیر اور دلچسپ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے۔

زمانہ حال کی الف لیلیٰ

اس میں پرانے قصے نہیں بلکہ زمانہ حال کے واقعات نہایت دلچسپ سبق آموز عبرتناک ہیں پانچ جلدوں میں ہے۔ درس عبرت (۱۱ کہانیاں) ۱۲ر تصویر معاشرت (کہانیاں) ۱۲ر زندگی کی صبح و شام کہانیاں ۱۲ر طوفان زندگی (کہانیاں) ۱۲ر عروج زندگی ۱۲ر پانچوں جلدوں کی قیمت ۱۲ر

منیجر "عصمت" دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی تازہ تصانیف

جن کے پہلے ایڈیشن قریب الختم ہیں

ستونتی ایک ملا ویز مختصر افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان بیوی اگر مذہب مقدس سے واقف اور صحیح معنوں میں مسلمان ہے تو شوہر کیلئے موجب فخر و نعمت ہے جسکا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کرسکتی لڑکیوں کا مستقبل خوشگوار بنانے، عورتوں کی زندگی کامیاب بسر کرنے اور مردوں کے لیے حقیقی محبت سے متمتع ہونے کا راز ستونتی میں اس خوبی سے ملیگا کہ پڑھنے والے محو حیرت ہو جائیں گے علاوہ ازیں نہایت زور دار اور پورا قصہ بے حد دلچسپ ہے قیمت ۸ر بہت تھوڑی جلدیں باقی ہیں جلدی کیجے۔

ویڈیا کی سرگذشت فیشن اور جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی زندگی کے حالات خود اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب فوٹو یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا بہترین نمونہ نہایت دلچسپ اور پرلطف قصہ ۸ر

امین کا دم واپسیں شہنشاہ مامون الرشید کے لخت جگر اور اس کی شہرۂ آفاق ملکہ زبیدہ خاتون کے لعل شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا بڑا ہی ایک غم انگیز واقعہ ہے اس پر مصورِ غم کے قلم نے قیامت توڑ دی ہے قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں مامون الرشید اور زبیدہ کے حالات اس خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ ناممکن ہے کہ پڑھکر طبیعت متاثر نہ ہو ۸ر

بچہ کا کرتہ ایک عاشق نامراد بدنصیب ماں کی لگی کے کارن جوان بچہ کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھاتی ہے اور اس کی اس محبت کا دنیا نہایت عبرت انگیز جواب دیتی ہے بہوؤں اور بہو بننے والی لڑکیوں کے لیے اس مختصر درد انگیز افسانہ کا درد و اثر اور سوز و گداز سے بھرا ہوا ہر باب نہایت مفید اور ضروری ہے قیمت صرف ۸ر

منازلِ ترقی اس مختصر افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی ذہن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں مسلمات انسانیت اور مذہب کو ترک کرکے غریب لاوارثوں پر کیسے کیسے ظلم کرتا ہے اور شیخ جی مع اپنے میاں بیوی کے کیونکر نہایت دلچسپ ہیں پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ختم ہوا اور ٹکا اب دوسرا چھپا ہے قیمت صرف ۸ر

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ: مینیجر عصمت دہلی

[illegible]

مؤلفہ نسواں ہند خاتون اکرم مرحومہ
کے بیش بہا ادبی مضامین کا
نہایت خوبصورت مجموعہ

جمال ہمنشین

جسکا عالم نسواں کئی سال سے منتظر تھا

[illegible]

فانی زندگی، عبرت گاہ دنیا، تغیرات زندگی
عالم نزع، نیرنگی زمانہ، بہار، ساون، پھول،
وغیرہ وغیرہ اس مجموعے کے وہ بے نظیر مضامین
ہیں جو قبولیت عام کا خلعت حاصل کرچکے ہیں
زنانہ لٹریچر ان پر جس قدر فخر کرے کم ہے
ملک کے متعدد رسائل اور اخبارات
نے نہایت شاندار ریویو کیے ہیں تمام
کتاب آرٹ کاغذ پر چھپی ہے
ہر پڑھی لکھی بی بی کو خود خریدنی اور
سہیلیوں میں تحفۃً تقسیم کرنی چاہیے ۔

قیمت صرف ۱۲ر

مصنوعات حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی بے مثل تصانیف

سلسلہ عصمت

وداع ظفر ۱۲ر مستوفی ۸ر
شب زندگی مکمل ۱۲ر نانی عشو ۱۰ر
جوہر عصمت مکمل ۱۲ر امین کا دم واپسیں ۶ر
سیلاب اشک یا تصویر غم ۱۲ر بچہ کا کرتہ ۴ر
طوفان اشک ۱۲ر منازل ترقی ۴ر
روداد قفس مکمل ۱۲ر ونیا کی سرگزشت ۴ر
گلدستہ عید ۱۲ر

زنانہ لٹریچر کی مشہور کتابیں

صبح زندگی ۱۲ر جوہر قدامت ۱۲ر
شام زندگی ۱۲ر موؤدہ ۸ر
منازل السائرہ مکمل ۱۲ر فسانہ سعید ۸ر
الزہرا ۱۲ر نوحہ زندگی ۱۲ر
اُمت کی مائیں ۱۲ر سراب مغرب ۸ر
بنت الوقت ۸ر اعمالنامے ۸ر
باقی نصف کتابوں کا اشتہار اسی رسالہ میں دیکھیے
محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

[illegible] میں ہوتا اور اعلیٰ پڑھانا۔ یا بحث کرنا یا شرعی فتویٰ کرنا یا [illegible] کرنا۔ یہ سب عہدوں کا کام تھا
کے بالکل مخالف ہیں۔ [illegible] بالکل ظاہر ہو گئے ہیں۔ آج کل کی مغربی خواتین [illegible] خدمت گزار ہیں یہ سب
کے حقوقِ نسواں کی ممنونِ احسان ہیں۔ ماسوائے اس کے اگر ہم حضرت عائشہؓ اور بی بی فاطمہؓ کے علم و شعور پر ایک نظر
ڈالیں یہی بات ثابت ہو گی۔ ہمیں انکے ہاتھوں ہزارہا احادیث اور روائتیں میسر ہوتی ہیں۔ جن میں پردہ کے متعلق صاف صاف
ہوئے ہیں۔ اس زمانہ میں مسجدوں کو جانا۔ خصوصاً عیدین کی نمازوں پر جمع ہونا۔ جنگوں میں شریک ہونا۔ اپنے سردار یا خلیفہ کو پسند
کرنا وغیرہ۔ ان تمام امور میں عورت کا بالکل وہی حصہ تھا جو مرد کا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پردہ محض چہرے، ہاتھ یا
باقی جسم کو چھپانے کا نام تھا۔ [illegible] موجودہ رواج خصوصاً ہندوستانی پردہ کے رواج جیسا نہ تھا۔

تاریخ سے ظاہر ہے۔ کہ حجاب یا پردہ اسلام سے مدتوں پہلے بھی تقریباً ہر قوم کے اعلیٰ طبقوں میں موجود تھا۔ ہمیں تورات سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانے میں بھی پردہ موجود تھا۔ ایران اور مصر کے بادشاہوں نے بھی اسکی بڑی سختی
سے تقلید کی تھی۔ ایک دفعہ کچھ ایرانی قیدی حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تھے۔ جن میں سے یزدگرد سوم کی لڑکیوں شاہ بانو
وغیرہ کے سوائے باقی سب بے نقاب تھیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرفا اور امرا عوام سے فوقیت رکھنے کی غرض
سے کچھ اسی قسم کا رواج عمل میں لاتے تھے۔ چین اور جاپان کی ملکہ اور شہزادیاں موجودہ تہذیب سے پہلے تک ہمیشہ
اپنے آپ کو چاند سورج کی اولاد دیکھ کر نظر غیر سے بچائے رکھتی تھیں۔

موجودہ پردہ کا رواج اسلام میں خلفائے عباسیہ کے زمانہ سے ایرانی رسوم کے ماتحت جو کہ انکے درباروں میں رائج تھیں
شروع ہوا۔ برخلاف اس کے اسی زمانے میں مغربی خلفائے ہسپانیہ میں اس قسم کا کوئی رواج نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے
خواتین مدرسوں میں جاتیں اور عام جلسوں میں پورا حصہ لیا کرتی تھیں۔ اگر پردہ ایک مذہبی اصول ہوتا۔ تو اسکی تقلید نہ
کرنے والوں پر کسی نہ کسی قسم کی سزا ضرور عاید ہوتی۔ جیسا کہ اسلام میں ہر قاعدہ کی خلاف ورزی پر سزا ملتی ہے۔ آج تک کسی
مسلم یا غیر مسلم نے یہ بات نہ سنی ہو گی۔ کہ آنحضرت کے زمانے میں یا خلفائے راشدین کے زمانے میں کسی وقت پردہ کی بے پردگی کی
نسبت کوئی اعتراض ہوا ہو۔ آج کل بھی سخت پردہ صرف چند جماعتوں تک محدود ہے۔ اور وہ بھی اپنے نوکروں
سے نہیں۔ شرفا صرف اپنے ہمسروں یا شناساؤں سے پردہ کرتے ہیں۔

اگر پردہ کی نسبت موجودہ خیالات نہ بدلے گئے۔ تو مشرقی ممالک میں خصوصاً مسلمانوں میں ترقی و کامیابی کا کوئی امکان
نہیں۔ چونکہ قوم اور ملک کی ترقی میں عورت کا کافی حصہ ہے۔ اس لیے جب تک مشرقی خواتین اعلیٰ تعلیم سے بہرہ یاب نہ ہوں گی
دنیا و علم میں بالکل کارآمد ثابت نہ ہو سکیں گی۔ اور وہ لوگ جو اپنی تنگ نظری کے باعث یہ کہتے ہیں۔ کہ تعلیم پردہ میں بھی دی جا سکتی ہے
تعلیم کے حقیقی معنی سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ تعلیم کے معنے لکھنا پڑھنا ہرگز نہیں۔ اسکا میدان طویل اور جولانگاہ وسیع ہے۔ تعلیم کے معنے
[illegible] کئی تجربات کے ذریعہ کامیاب بنانا ہے۔ جو صرف ایک یونیورسٹی کی امداد سے ہو سکتا ہے۔ اور میرے خیال میں یہ پردہ ناممکن
ہے۔ [illegible] مشرقی لوگ اسکے فائدہ کیلئے اتنا ضرور کریں گے۔ کہ وہ پردہ کی نسبت اپنے دقیانوسی خیالات کو ترک کریں۔ اور اسلام نے
[illegible] ہے۔ اسکو بھی اسی حد تک مد نظر رکھیں۔

(منقول)

پردہ کے متعلق ملکہ ثریا کے خیالات

جملہ حکماے مشرق و مغرب نے اپنی اپنی قوم کی اخلاقی و روحانی ترقی کے لیے اسلام کے بے نقود کی تقلید کی ہے۔ مگر چونکہ ان اصولوں کی عملی صورت خود مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس لیے لوگوں نے عورتوں کے حقوق کے متعلق بھی عجیب و غریب تصورات قائم کر رکھے ہیں۔ حقیقت بالکل برعکس ہے۔ دنیا کے مختلف مذہبوں کے اصولوں پر ایک نظر ڈالیں، تو حقیقت روشن ہو جائے گی کہ عرب کی اس جہالت میں کسی مذہب میں عورتوں کو وہ رعایت اور آزادی نہ ملی تھی۔ جو اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی نصیب ہوئی۔ اسلام کے عورت کے حقوق ہر شعبہ زندگی میں بالکل مرد کے مساوی ہیں۔ مغربی عورتوں نے اپنی علمی تعلیم اور مساوات میں جو ترقی آج کل حاصل کی ہے۔ وہ بھی مسلم خواتین کی گزشتہ ترقی سے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ یہ اسلام ہی ہے کہ آزادی خیال۔ آزادی زبان اور آزادی عمل عطا کی۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے عورت کو مرد کے ہم رتبہ بنایا ہے۔ جس نے عورت کو سیاسی اور سرکاری معاملات میں مردوں کے برابر رکھا۔ تقریباً ۱۳۴۶ سال پہلے آج کرنے میں اصول نیابت کے لحاظ سے مسلم خواتین کو ووٹ دینے کا حق دیا تھا۔ وہ حق ہے، جس کے لیے مغربی عورتیں اب تک کوشش کر رہی ہیں۔ میں نے ایک کتاب "اسلام اور عورت" لکھی ہے۔ اور میں قوی امید کرتی ہوں کہ مسلم عورتوں کی نسبت جو غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں انہیں یہ کتاب دور کر دے گی۔ میں اسے فارسی سے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے دے چکی ہوں۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ عام رسم رواج کچھ مدت کے بعد مذہبی اصول بن جاتے ہیں۔ تقریباً ہر مذہب اور ہر قوم میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ پردے کی بھی یہی سرگزشت ہے۔ پہلے صرف ایک قومی رواج تھا۔ گر وقت کے گزرنے سے عوام الناس کی رائے سے یہ ایک مذہبی اصول بن گیا۔ قرآن شریف میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف اخلاقی و تہذیبی لحاظ سے ہے۔ نہ کہ بطور فرض کے۔ جس کی خلاف ورزی ایک جرم ہو۔ اور جو کچھ قرآن شریف میں اس کی نسبت احکام ہیں۔ وہ مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ عورتوں کے لیے سوائے چہرے ہاتھ اور پیر کے باقی جسم چھپانا ضروری ہے۔ یہ کوئی اسلام کی جدت نہیں۔ بلکہ ہر مذہب کی مقدس کتب میں یہی حکم پایا جاتا ہے۔ اسلام کے شروع زمانے میں عورت اور مرد ہر شعبہ زندگی میں ساتھ ساتھ کام کیا کرتے تھے۔ مثلاً مردوں کے ساتھ

نمبر ۲۸

شریف ہندوستانی بیبیوں

اردو میں

پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین [illegible]

جو

مصور غم علامہ راشد [illegible]

کی

سرپرستی میں ہر انگریزی مہینے میں ایک [illegible]

[illegible]

[illegible]

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
اُردو کا بہترین ماہوار رسالہ

جوبلی نمبر

مرتبہ

رازق الخیری

قیمت ۳؍

تعداد اشاعت ....

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک
قسم خاص عہ روالیان ریاست سے سو روپیہ بسلسلہ قسم
قسم اوّل
پانچ روپے

(۴)

فہرست مضامین

مذہب، اخلاق، معاشرت وتمدن

تاریخ وسیر، سیر وسیاحت

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے دو افسانے

بزم رفتگان

نظمیں

حفظانِ صحت پرورشِ اطفال خانہ داری دستکاری

دلچسپ معلومات

بلاک کی تصویریں

رنگین تصویریں ۶

(۱) عصمت (۲) بی اماں مرحومہ (۳) معصومیت (۴) کیفیت انتظار (۵) شہزادی سدش آرا کا جہلا
(۶) شہزادی زیب النسا پھلجڑی چھوڑ رہی ہے

ایک رنگ کی تصویریں ۵۴

بجلی کے کرشمے۔ دس تصویریں جن کے بلاک جرمنی میں بنے ہیں۔ (۷) غسلخانہ (۸) بال سکھانا
(۹) ناشتہ کی میز پر (۱۰) فرش صاف کرنے کا آلہ (۱۱) بجلی کا چولہا (۱۲) بادرچیخانہ کی موٹر (۱۳) بجلی کا تنور
(۱۴) سینے کی موٹر (۱۵) بجلی کی استری (۱۶) خاطر مدارات (۱۷) فاطمہ خیری صاحبہ
ہندو دیویاں (۱۸) شریمتی پراتما دیوی (۱۹) شریمتی ہیرپیارا داس گپتا (۲۰) مسز سروجنی نائڈو
(۲۱) لیلیٰ بوس (۲۲) شریمتی سنا کماری دیوی (۲۳) ڈاکٹر مسز تیابای ام اے بیرسٹرایٹ لا (۲۴) مسز جانان کی در
مسلم بیبیاں (۲۵) عطیہ بیگم صاحبہ (۲۶) مسز شفیع طیب جی جے پی (۲۷) مس فضیلت النسا ام اے (۲۸) ہزخانم خراسانی
(۲۹) ہزایکسلنسی بیگم ثریا پاشا ملکہ افغانستان کی چار تصویریں۔ (۳۰) انگریزی لباس میں (۳۱) لندن کی رسم تاجپوشی میں
(۳۲) جرمنی میں (۳۳) لباس کی نمایش میں۔ ترکی دور جدید (۳۴) طالب علم لڑکیاں (۳۵)
مغربی لباس میں (۳۶) بازار کی سیر (۳۷) مسز فارشیلڈرک مبلغ اسلام۔ اپنے ننھے بچے کے ساتھ۔
(۳۸ و ۳۹) غار ہائے الوراکی ۲ تصویریں (۴۰) ڈومو (۴۱) تاج محل آگرہ۔ خواتین مغرب کے شوق۔
(۴۲) شیر کا شوق (۴۳) ہاتھی کا شوق (۴۴) خرگوش کا شوق (۴۵) بندر کا شوق (۴۶) خواتین مغرب کا
جدید فیشن (۴۷) اردلی (۴۸) مغربی شہزور خاتون مس جین ڈی ریلی (۴۹) جدید ٹائپ رائٹر (۵۰)
ہوا باز خاتون (۵۱) دنیا کا مرقع سفر (۵۲) انگریز گھوڑا سوار لڑکی (۵۳) ہندو گھوڑا سوار لڑکی۔
(۵۴) ہندوستان کی ایک خوبصورت خاتون (۵۵) جزیرہ نیلاسنہ کی ایک خوبصورت عورت (۵۶) مس کلیم
(۵۷) مسز چندرا دیا (۵۸) امر تمل کا کنش (۵۹) تماشا بچہ انعام ملا (۶۰) مصری صنعت کا ایک

۲۵ عدد دیستو کی تصویریں کارٹونز وغیرہ انکے علاوہ ہیں



دلہن مرحومہ کے نام

اُس محبت اور خلوص کے تعلق سے جو جنت مکانی کو عصمت سے بڑی کے ساتھ تھا۔ اُن بیش بہا اور گراں قدر خدمات کے اعتراف میں جو مرحومہ محترمہ نے اپنی جنس کی ترقی اور اصلاح کے لئے متواتر آٹھ سال تک بے مثل تحریروں کے ذریعہ انجام دی تھیں۔

عصمت کے جوبلی نمبر کو

محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔ وہ بزم نسواں کی شمع منور تھیں اور فلکِ عصمت کی قمر چہار دہم، بزم عصمت اس سج دھج اور اس آب و تاب کے باوجود ان کے بغیر سونی پڑی ہے لیکن انکی روح جوبلی نمبر کو دیکھ کر خوش ہو رہی ہوگی۔

"راشد الخیری"

عصمت کی لاج

عصمت کی [illegible] بہنوں نے جوبلی کی خوشی میں اپنے پرچہ کو ۱۰ جون تک خریدار دیئے ہیں ان کے نام [illegible] شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں

مسز عبد [illegible] صاحب بیلر	لاہور	۴	صادقہ بیگم صاحبہ	الہ آباد	۴
[illegible] بیگم اے جی خلیفہ منی کرسی	بنگلور	۴	مسز اشفاق علی صاحب (پولیس)	امرتسر	۴
بیگم پروفیسر مظفر علی صاحب	ہوشیارپور	۲	ہمشیرہ مقبول احمد صاحب ام اے	امرتسر	۳
و۔ا۔ صاحبہ	شاہجہاں آباد بھوپال	۳	محترمہ سکینہ بنت وہاب صاحب	چتوڑ	۲
اہلیہ [illegible] تاج الدین صاحب	[illegible] پور	۲	مسز مقصود احمد صاحب	آگرہ	۲
حشمت جہاں آرا بیگم صاحبہ	پٹنہ	۲	مسز فضل محمد خاں صاحب	لاہور	۲
عابدہ بیگم صاحبہ	امراوتی	۲	مسز محمد عبد الرحیم صاحب بندوبست	حیدرآباد دکن	۲
صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ	کلکتہ	۲	زہرہ فیضی صاحبہ	بمبئی	۲

ایک ایک خریدار جن محترم بہنوں اور بھائیوں نے عنایت فرمائے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

محمودہ خاتون بنت عبد الرزاق صاحب عدالتہائے مرزاپور۔ فاضل محمد سیٹھ صاحب بنگلور چھاؤنی حاجی محمد خدا بخش صاحب تلوانہ ملتان۔ مسز حسین صاحبہ بھوپال۔ مسز میر نعمت اللہ صاحب مرحوم امرتسر بنت خورشید حاجی محمد یونس صاحب دتاولی علیگڈھ۔ پروفیسر محمد شریف صاحب بیرسٹر ہوشیارپور۔ خورشید اشفاق صاحبہ فتح گڈھ۔ مولوی اقبال احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر مکھیری۔ مسز ضیاء الدین احمد برنی۔ بی اے بمبئی۔ غلام مرتضی شاہ صاحب موگا۔ اہلیہ عبد المجید صاحب لاہور۔ ہمشیرہ عبد الباقی صاحب پھری تا بلیا۔ بنت خان بہادر سید تاج الدین احمد صاحب شملہ بنت عبد اللہ کچلو صاحبہ امرتسر۔ نواب صمصام الدین صاحب خان بہادر میرٹھ۔ بیگم محمد زماں خاں صاحب لاہور۔ محمودہ بیگم بنت عبد الرشید صاحب آگرہ

باقی نام آئندہ مہینے میں شائع ہونگے

منیجر

چند باتیں

عصمت کا جوبلی نمبر جس کا انتظار عالم نسواں کو کئی مہینے سے ہو رہا تھا آج ملک کے سامنے پیش کیا جا
خاص نمبر نکالنا اردو پرچوں کے لئے اب بہت معمولی بات ہوگئی ہے۔ شاید ہی کوئی پرچہ ہو گا جس نے
تین سال میں عید نمبر، شہید نمبر، محرم نمبر، خلیل نمبر، رسول نمبر، میلاد نمبر، حبیب نمبر، امام نمبر، ہولی نمبر
نمبر، کرشن نمبر، عرس نمبر، سالگرہ نمبر، اور اگر کچھ نہیں تو خاص نمبر، غرض کسی نہ کسی نام سے کوئی خصو
نہ شائع کیا ہو۔ لیکن عصمت بیس سال کے عرصہ میں دوسرے پرچوں کی طرح شد و مد کے اعلانات کے
بد قسمتی سے کوئی ایسا پرچہ جسے حقیقتاً خاص نمبر کہا جاسکے شائع نہ کر سکا ورنہ کہنے کو تو اسی سال جولائی کا پرچہ
سالگرہ نمبر۔ نومبر کا پرچہ خاتون اکرم نمبر، جنوری کا پرچہ نوروز نمبر۔ مارچ کا پرچہ کانفرنس نمبر یا رمضان نمبر اور
اپریل کا پرچہ عید نمبر کہا جا سکتا ہے۔ عصمت جس نام سے خاص نمبر آج شائع کر رہا ہے ابھی ہندوستانی
کے لئے عام نہیں ہوا۔ عصمت ہندوستانی بیبیوں کا پہلا ماہوار رسالہ ہے جو جوبلی نمبر شائع کر رہا ہے
اور سوائے معزز معاصر زمانہ کے اردو کے کسی ادبی رسالہ نے اس سے پہلے جوبلی نمبر شائع نہیں کیا
عصمت کی جوبلی نمبر کی یہی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ پرچہ بھی ایسا شائع ہو رہا ہے کہ اردو زبان میں ا
شاندار خاص نمبر مشکل سے نکلیگا۔ تصاویر اشتہارات اور ٹائیٹل کے صفحوں کے علاوہ صرف مضامین
صفحوں کے ہیں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کے چار مضامین ہیں اور اس پایہ کے کہ اردو
ہمیشہ ناز کرے گا۔ محفل ادب میں اہل قلم خواتین کا اتنا زبردست اجتماع چشم بینا کو اس سے پہلے کبھی
آیا ہوگا۔ عصمت کی قریب قریب تمام نئی اور پرانی ممتاز لکھنے والی بیبیوں نے اس پرچہ میں مضامین لکھے
چند نام نئی بیبیوں کے بھی نظر آئیں گے جن کی تحریر سے ہونہاری ٹپک رہی ہے۔ جوبلی نمبر کے مضامین کی
ان ہی موضوعات کے لحاظ سے کی گئی ہے جن پر خاتون اکرم عصمتی انعامات دیئے جاتے ہیں۔ اسی
فن نقاشی اور دستکاری میں آبادی جیسے بے مثل علمی مضامین جو زنانہ رسالوں میں بھی اتنے دلچسپ پیرا
میں بہت ہی کم چھپے ہوں گے۔ آخر میں درج کئے گئے ہیں۔ مضامین کے متعلق ہم اور کچھ نہیں کہنا چاہتے
عصمتی بہنیں خود ہی ملاحظہ فرمائیں گی کہ کس پایہ کے ہیں۔

تصاویر تعداد میں ساٹھ ہیں۔ ۲ رنگین اور ۵۸ سادی رنگین تصویروں میں۔ بی اماں، شہزادی زیب النسا۔ اور جولا کن نے ڈالا کے متعلق مضامین ہیں اور باقی تین تصویریں فن کی حیثیت سے شائع ہوئی ہیں جن میں سب سے پہلی تصویر "عصمت" ہمارے مشہور مصور مسٹر سمیع نے صرف ایک دن میں طیار کی ہے۔ ۲ رنگین تصویروں کے علاوہ سادہ تصویروں میں ۱۰ تصویروں کے بلاک جرمنی میں طیار ہوئے ہیں اور یہ وہ فخر ہے جو آج تک کسی اردو رسالہ کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ ملکہ افغانستان کی چار تصویریں کے علاوہ ۹ تصویریں مسلمان خواتین کی ہیں۔ اور ایک درجن ہندو دیویوں کی اور یہ سب تصویریں قریب قریب ان بیبیوں کی ہیں جنہوں نے علمی ترقی میں امتیاز حاصل کیا ہے۔ پانچ تصویریں خوبصورت عمارتوں کی ہیں۔ اور باقی تصویریں ان مغربی خواتین کی جن کی دنیا شریف ہندوستانی بیبیوں کی زندگی سے بہت مختلف ہے۔

جوبلی نمبر کو دیکھکر جہاں تمام بہنوں کو خوشی ہوگی وہاں بعض حضرات ایسے بھی ہونگے جنہیں اپنے مضامین نہ دیکھ کر ہم سے شکایت ہوگی۔ لیکن جن مردوں کے مضامین جوبلی میں نہ شائع ہوسکے انہیں اس لئے شکایت نہیں کرنی چاہیے کہ عصمت میں یوں بھی ہر ماہ مردوں کے مضامین بہت کم چھاپے جاتے ہیں۔ پھر جوبلی نمبر پر خواتین سے زیادہ ان کا حق کس طرح ہوسکتا تھا۔ جن بیبیوں نے ۱۰ اپریل کے بعد مضامین بھیجے ہیں انہیں بھی اپنے مضامین نہ چھپنے کی شکایت نہ کرنی چاہئے۔ جن شہرت پسند بیبیوں نے وہی مضمون جو خاص طور پر "عصمت جوبلی نمبر کے لئے" ہمیں بھیجا تھا اور دوسرے کسی پرچہ میں شائع ہوچکا ہے انہیں بھی قطعاً شکایت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جوبلی نمبر کے لئے اس کثرت سے مضامین آئے تھے کہ اتنا ہی ضخیم ایک پرچہ اور مرتب ہوسکتا تھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض بہت اچھے اچھے مضامین جوبلی نمبر میں درج ہونے سے رہ گئے لیکن صفحات آخر کہاں تک بڑھائے جاتے۔ اس سے زیادہ ایثار ہمارے لئے قطعی ناممکن تھا۔ اب یہ باقی مضامین ستمبر اکتوبر کے پرچوں میں شائع کئے جائیں گے۔"

اس پرچہ سے مستقل طور پر عصمت کا سائز تبدیل کردیا گیا ہے اور آئندہ اس تقطیع کے کم سے کم ۶۲ صفحوں پر ہر ماہ شائع ہوگا۔ جن پر پہلے سائز کے تقریباً سوا سو صفحوں کی لاگت آتی ہے۔ تصویریں مئی تک

ہر ماہ آٹھ تو شائع کیجاتی تھیں۔ اب کم سے کم بارہ ضرور شائع ہوا کریں گی اور دوسرے تیسرے مہینے رنگین تصویر بھی۔ ان تبدیلیوں سے اخراجات ڈیوڑھے گنے سے بھی زیادہ ہوجاتے ہیں۔ اسلئے عصمت قسم اول کے چندہ میں دس آنہ کا نہایت معمولی اضافہ کیا جاتا ہے یعنی سالانہ چندہ بجائے چار روپے چھ آنہ کے اب پانچ روپے ہوگا لیکن جو بیبیاں ۳۰ جولائی تک خریدار ہوں گی ان سے وہی چار روپے چھ آنے لئے جائیں گے۔ کم استطاعت بیبیوں کے لئے قسم دوم بدستور شائع ہوگا اس کا چندہ وہی سوا تین روپے رہیگا۔ البتہ اس میں تصویریں نہ ہونگی۔ ٹائیٹل سادہ ایک رنگ کا ہوگا۔ اور مضامین کا کاغذ معمولی سفید۔

❖

جوبلی نمبر کا اعلان کرتے وقت ہمارا خیال تھا کہ دو سوا دو ہزار روپے میں پرچہ شائع ہوسکیگا۔ لیکن جرمنی سے بلاک بنوانے اور تصاویر اور ضخامت کے اس قدر بڑھجانے کی وجہ سے جوبلی نمبر پر ساڑھے پانچ پرچوں کے برابر لاگت آئی ہے۔ اس لئے عصمتی بہنیں اگست کا پرچہ بھی اسی جوبلی نمبر میں سمجھیں۔ اور اگست میں رسالہ کا انتظار نہ فرمائیں۔ اب ستمبر کا رسالہ ۳۰ اگست کو غیر معمولی آب وتاب سے اسی سائز پر شائع ہوگا۔

❖

جوبلی نمبر کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم اور کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ برا بھلا جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔ یہی پرچہ کسی دوسری زبان میں یا کسی دوسری قوم کے لئے شائع کیا جاتا تو نہ معلوم کس قدر قدردانی اور ہمت افزائی کیجاتی۔ ہماری بدنصیب قوم میں نہ تعلیم ہے نہ احساس۔ یہاں زبانی واہ واہ کرنے میں ہم سب سے آگے ہیں۔ اگر ہماری قوم میں قوت عمل ہوتی تو عصمت کا جوبلی نمبر بجائے چار ہزار کے چالیس ہزار شائع ہوتا۔ پھر بھی ہم یہ توقع کرتے کہ جوبلی نمبر دیکھکر تمام بہنیں ایک ایک دو دو نہیں پانچ پانچ اور دس دس خریدار پیدا کرکے عصمت کی اور عصمت کی بہنیں اپنی مدد کرینگی۔

حسن اور خوبصورتی کا آلہ جناب پروفیسر ستار خیری کا ایک ادر معرکہ کا مضمون ہے جو جوبلی نمبر ہی کے لئے پروفیسر صاحب نے جرمنی سے بھیجا ہے اس کے ساتھ نہایت خوبصورت تصویریں بھی ہیں۔ یہ مضمون بحد دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ ستمبر کے پرچہ کا انتظار کیجئے۔

بیس سال

لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم اس دور ترقی میں بھی کہ زمانہ کہیں سے کہیں پہنچ چکا۔ ہندوستانی قوموں میں بالخصوص مسلمانوں میں ابھی تک عام نہیں ہوئی آج سے بیس سال پہلے تو گویا ابتدائی حالت تھی اور بڑے بڑے شہروں میں دس پانچ خاندان ہی ایسے تھے جن کی خواتین صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ کہی جاسکتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ڈپٹی نذیر احمد مرحوم مولوی سید احمد مؤلف فرہنگ آصفیہ اور حضرت علامہ راشد الخیری کی کتابیں شائع ہو رہی تھیں۔ اور دو تین زنانہ پرچے بھی جاری ہو چکے تھے۔ جن سے خواتین میں اخبار بینی کا بھی خاصا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن عام طور پر لڑکیوں کو زیادہ تعلیم دینی اس وقت معیوب سمجھی جاتی تھی۔ اور جو ہمدرد نسواں مرد لڑکیوں کی تعلیم و ترقی کے لئے کوششیں کر رہے تھے۔ انہیں نصف عورت کا خطاب دیا جا رہا تھا۔ اس زمانہ میں زنانہ رسالوں کی کامیابی آسان بات نہ تھی۔ لیکن عصمت کے ساتھ خدائی اعانت شامل ہوئی [illegible] میں پہلا پرچہ شائع ہوتے ہی تمام ملک میں دھوم مچ گئی۔ اور [illegible] کے آخر تک عصمت اس معیار پر پہنچ گیا جو اس وقت کے زنانہ رسائل کے لئے معراج کمال کہا جاسکتا ہے۔ حضرت علامہ راشد الخیری کے ساتھ اردو کے چوٹی کے انشا پرداز حضرت کے بڑے بڑے کالنٹے کے مضامین اس زمانہ میں شائع ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد۔ منشی ذکاء اللہ۔ مولانا حالی۔ مولوی سید احمد۔ شیخ عبدالقادر۔ پروفیسر زاہدی۔ حکیم اجمل خاں بسمل حیدرآبادی۔ مولوی اشرف حسین۔ خواجہ حسن نظامی۔ حکیم ناصر نذیر فراق۔ سید راحت حسین۔ سید رؤف علی بیرسٹر۔ مرزا سعید۔ اور میر جالب کے مضامین۔ حضرت عزیز لکھنوی۔ تلوک چند محروم۔ سرور جہاں آبادی۔ نانک رام شاد بجوڑیہ۔ شاد عظیم آبادی عشرت لکھنوی۔ شوق قدوائی۔ دل محمد اور عرشی دہلوی۔ کی نظموں سے عصمت کا دور اول [illegible] ہے۔ اس زمانہ میں اچھے مضمون لکھنے والی خواتین کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ پھر بھی تمام مشہور لکھنے والیاں عصمت میں برابر لکھ رہی تھیں

مرحومہ خجستہ اختر سہروردیہ مرحومہ۔ رضیہ مسعود الحسن مرحومہ۔ سیدہ بیٹنہ۔ مرحومہ ر۔ ب۔ امداد حسین مرحومہ اے۔ پی۔ فیضی۔ ہرہائنس بیگم جنیرہ۔ بیگم بیچین۔ بیگم جسٹان۔ بیگم میاں محمد شفیع۔ بیگم میاں شاہ دین۔ بیگم عبداللہ عباسی بیگم۔ مسز عزیز الدین۔ مسز علی اکبر۔ زہرہ فیضی۔ عطیہ فیضی۔ نذر سجاد حیدر۔ صغرا ہمایوں مرزا۔ مسز خدیو جنگ ز۔ خ۔ ش۔ حامدہ خیری۔ والدہ الیاس۔ برج کماری اور فیروزہ سراج الدین کے مضامین عصمتی بہنوں کو اب بھی یاد ہوں گے۔ عصمت اس زمانہ میں بڑی آب و تاب سے نکلا ہے۔ اس کی مقبولیت کا ایک ثبوت یہ ہے۔ [illegible] کے تمام پرچوں میں عصمت کو پندرہ روزہ کرنے پر اصرار کیا گیا تھا۔ عصمت کا سب سے بڑا مقصد حقوق نسواں کی حفاظت اور حمایت ہے۔ لیکن عورتوں کے حقوق پر ہی زنانہ پرچوں میں مضامین شائع کرنا عورتوں کو بھڑکانا۔ اور گویا شہ دے کر کمزور کر پڑتا ہے۔ ان کے حقوق پر مردوں کو متوجہ کرنے کے لئے مرد اخبار رسائل زیادہ

[illegible] عصمت کو چند سال بعد [illegible] کی حالت [illegible]
سال [illegible] گیا۔ [illegible] مضامین کے اعتبار سے اب تک وہ عصمت سے شائع ہوا۔ بعد [illegible]
پرچہ تھا اسکو اپنے مقاصد میں بھی بڑی حد تک کامیابی ہوئی اور عصمت کے ساتھ ملک اس نے قوم میں ایک
ایسا طبقہ پیدا کر لیا جو عورتوں کا احترام انسانیت کا فرض اور مذہب کا جزو یقین کرنے لگا۔ لیکن مالی اعتبار
سے تمدن کو بڑا سخت نقصان اٹھانا پڑا جس کے اثر سے عصمت کا محفوظ رہنا ناممکن تہا۔ علامہ راشد الخیری کی
قبلہ کی پوری توجہ تمدن پر تھی جس کی وجہ سے عصمت کی شان میں فرق آنے لگا اور بے قاعدگی اشاعت معمولی
سی بات ہو گئی۔ آخر سنہ میں تمدن ایک دوسرے صاحب کو دینا پڑا۔ اور ایک ہفتہ وار اخبار سہیلی جاری
کیا گیا۔ لیکن عصمت و تمدن کو اس قدر مالی نقصان ہو چکا تھا کہ ہفتہ وار پرچہ کا چلانا آسان نہ تھا۔ سہیلی چند
ماہ بعد بند ہو گیا۔ ان نقصانات پر قیامت سنہ کی آتش زدگی تھی جس نے عصمت کا تمام سرمایہ جلا کر خاک سیاہ
کر دیا۔ یہاں تک کہ خریداروں کے رجسٹر تک نذر آتش ہو گئے۔ عصمت کی شان قائم رہنی اب قطعی ناممکن تھی لیکن
جس طرح بھی بنا پرچہ شائع ہوتا رہا اور اس کی ترقی کے لئے سوائے اس کے اب اور کوئی صورت نہ تھی کہ حضرت
علامہ راشد الخیری تصانیف کا سلسلہ شروع کر دیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ میں انٹرنس میں پڑھ رہا تھا۔ اتنی قابلیت
بھلا کہاں ہو سکتی تھی کہ عصمت جیسے رسالہ کا کام کر سکتا۔ تاہم طالب علمی سے جو وقت بچتا عصمت کی خدمت
میں صرف کرنے لگا۔ سنہ میں عصمت کی حالت پھر بہتر ہونی شروع ہوئی۔ مگر سنہ میں دوبارہ آگ لگی
جس نے پریس کا قریب قریب خاتمہ کر دیا۔ یہ غنیمت ہوا کہ رسالہ کو بہت زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ لیکن یہ وہ
زمانہ تھا کہ جب جنگ عظیم نے ہر چیز گراں کر دی تھی۔ بڑے بڑے اخبارات چیخ اٹھے تھے۔ طباعت کا ہر
سامان تگنی چوگنی قیمت کا ہو گیا تھا۔

پھر سنہ ہی میں عصمت کو ایک اور نقصان اٹھانا پڑا جو مسلم لیڈیز کانفرنس کی ایک تجویز کی مخالفت
میں اس طرح تھا کہ عصمت کو دس سال سے ایک اسلامی ریاست سے جو امداد مل رہی تھی وہ بند ہو گئی
لیکن عصمت نے ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا شاید اسی لئے پرچہ پھر ابھرنا شروع ہوا۔ اور سنہ ۱۹ اور سنہ ۲۰ میں پرچہ
کی حالت بہت بہتر ہو گئی۔

یہ عصمت کا دوسرا دور تھا جس میں خاتون اکرم مرحومہ۔ منجھو بیگم مرحومہ۔ مرحومہ نجمہ امتیاز جہاں بیگم لطیف
بیگم زبیدہ بانو۔ صغرا بیگم حیدر آباد دکن۔ رضیہ بیگم امرتسر۔ مسز کاظم۔ زہرہ بیگم اختر۔ زہرہ سلطانہ اور زاہدہ خاتون
مراد آباد جیسی خواتین کے مضامین شائع ہو رہے تھے۔ سنہ ۲۲ میں علامہ راشد الخیری نے تربیت گاہ بنات
قائم کی اور ہمہ تن اس میں منہمک ہو گئے۔ میرے لئے عصمت سے زیادہ کالج کی پرلطف زندگی میں دلچسپی
کا سامان تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عصمت کا انتظام ایک اور صاحب کے سپرد ہوا اور عزیزہ واجدہ سلطانہ نے ہفتہ
وار اخبار سہیلی جاری کیا۔ جو تھوڑے سے فرق سے عصمت ہی کا ہفتہ وار ایڈیشن تھا۔ فروری سنہ ۲۳ میں
میری شادی ہوئی تو خاتون اکرم مرحومہ کی ذات سے عصمتی بہنوں کو بہت بڑی بڑی توقعات قائم ہو گئیں
اخبار سہیلی کی اشاعت میں دو ماہ کا التوا ہو گیا تھا کہ اسی نام سے ایک اور رسالہ پنجاب سے نکل آیا۔

ان کے ... کو بند کرنا پڑا۔ اور ستمبر ... میں ... حیثیت سے میرا نام عصمت کی ... عصمت کی حالت اس زمانہ میں ... سے ... تک جیسی تھی۔ اس لئے "خاتون اکرم جیسی" ... قابلیت کی خاتون کا نام اس زمانہ کے عصمت کی اڈیٹری میں ڈالنا میں نے پسند کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی تعلیمی مصروفیتوں کی وجہ سے پرچہ پر زیادہ توجہ نہ کرسکا۔ آخر اکتوبر ... میں عصمت کو سیاہ سفید کا مالک خاتون مرحومہ کو کیا گیا۔ اور جنوری ... سے ان کی ادارت میں عصمت کو بہت بڑے پیمانہ پر شائع کرنے کا خاکہ طیار کیا گیا۔ خاتون اکرم مرحومہ نے اپنی سہیلیوں کو اس کی اطلاع دے کر مضامین فراہم کرنے شروع کردئے۔ اور میں رسالہ کو وقت پر لانے کے لئے پچھلے تین چار ماہ کے پرچے طیار کرنے میں منہمک ہوگیا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ خاتون اکرم مرحومہ کے نصیب میں عصمت کی بہار دیکھنی نہ تھی۔ ۱۵ اکتوبر ... کو ان کا انتقال ہوا اور عصمت کو وہ نقصان پہنچا جس نے بالکل ہی نیم جان کردیا۔ میں کئی مہینے تک مطلق کام نہ کرسکا اور رسالہ کی حالت بد سے بدترین ہوگئی۔ مجھے عصمت کی زندگی کی اب امید نہ رہی تھی۔ مگر ہمدرد بہنوں کے مخلصانہ خطوط نے پھر کام کرنے کی ہمت دلائی۔ اور پچھلے تمام پرچے شائع کرکے فائل پورا کیا۔ اور خدا خدا کرکے دسمبر ... میں اشاعت وقت پر آئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ دو دو تین تین سال سے خریداروں کا چندہ وصول نہیں ہوا تھا۔ اور اب جو وی پی گئے تو آدھے سے زیادہ واپس آئے۔ غرض ساڑھے سترہ سال میں تقریباً پچیس ہزار روپیہ کا نقصان اٹھانے کے بعد جنوری ... سے عصمت کا ایک اور دور شروع ہوا۔ جواب ... میں آن کر نہ صرف عصمت کے شاندار ابتدائی زمانہ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ بلکہ ہندوستان کے تمام زنانہ رسائل پر بعض معاصرین کے الفاظ میں "اکثر اعتبار سے فوقیت رکھتا ہے۔"

یہ ہے عصمت کے بیس سال کی نہایت مختصر سی سرگذشت جو اس لئے بیان کی گئی ہے کہ جو بیبیاں تین چار سال سے خریدار ہوئی ہیں انہیں معلوم ہوجائے کہ عصمت نے کیسی کیسی کڑی منزلیں طے کرنے کے بعد اکیسویں سال میں قدم رکھا ہے۔ اور یہ جوبلی نمبر کیسی کیسی قربانیوں کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔

عصمت نے اس بیس سال کے طویل عرصہ میں طبقہ نسواں اور اردو زبان کی کیا خدمات انجام دی ہیں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اگر عصمت کی ناچیز کوشش حقیقتاً قوم کے لئے کچھ بھی مفید ہوئی ہیں۔ تو بس یہ دعا کیجئے کہ حضرت علامہ راشد الخیری کے زیر سایہ عصمت کو خوب ترقی کرنی نصیب ہو۔ اور خاتون اکرم جیسی نیک لڑکیاں اور مایۂ ناز خواتین عصمت کی ناچیز کوششوں سے ملک کے ہر حصہ میں پیدا ہوجائیں اور ہماری مردہ قوم بھی دنیا کی زندہ قوموں میں شمار ہونے لگے۔

رازق الخیری

عصمت کا جوبلی نمبر

از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی

خواتین عصمت! یہ ہے عیدِ عصمت — خدا کی طرف سے ہے تائیدِ عصمت
سجی کیسے کیسے ادیبوں کی محفل — ہوئے اسکو پچیس سال آج کامل
اضافہ کیا ہے بیانِ ادب میں — مسرت کا دن ہے جہانِ ادب میں
الٰہی مبارک ہو یہ جشنِ عشرت! — رہیں شاد و خرم بہی خواہِ عصمت!
مبارک ہو بزمِ ادب کا یہ ساماں — مبارک شبستاں میں سیرِ چراغاں
مشامِ زمانہ معطر ہوا ہے — دلِ اہلِ عصمت منور ہوا ہے
دل افروز ہے کس قدر منظر اسکا — مبارک ہیں جوبلی نمبر اسکا
لڑی موتیوں کی مضامیں سراسر — ہر اک نظم عقدِ ثریا سے بہتر
ترقی زباں کی ہوئی اس کے دم سے — ہے ممتاز اپنے ثباتِ قدم سے
بہت کم ہیں اُردو کے ایسے رسائل — حوادث سے پیہم رہے ہے جو مقابل
ہر اک نثر ہے اس کی اعجازِ اُردو — مدیر اسکا سرمایۂ نازِ اُردو
معالج، معلم، مؤرخ، مجدد — خواتین میں ذوقِ علمی کا موجد

عزیز اسکا قابل نہ ہو کیوں زمانہ
یہ ہے بے بہا موتیوں کا خزانہ

تہنیتِ جشنِ جوبلی عصمت

آرہی ہے دامنِ مشرق سے صبحِ دلکشا
نور کا منظر سہانا دلکش و فرحت فزا

ڈوبتے تاروں کی آنکھیں نور برسانی ہوئی
کہکشاں کی منتشر امواج بل کھاتی ہوئی

سیم گوں انوار میں انگڑائیاں لیتی سحر
بے خودی سے نیند کی دھندلا رہی ہے چشمِ تر

ہے اُفق کے نیل گوں دامن میں اک دریائے در
نازنیں موجیں ہیں اُس میں جیسے چاندی کی سطور

ہے ردائے آسمانی ایک کشتِ زرنگار
ہیں شفق کی سُرخ بیلیں جس کے دامن کی بہار

ہلکا ہلکا سا تبسم لب پہ صبحِ ناز کے
ہے برستا کیفِ بے خود چشمِ پُر انوار سے

سیم گوں کلیوں کا کھلنا مستیٔ جادو اثر
جیسے چشمِ حور جنت میں کھلے وقتِ سحر

کس قدر پُرکیف منظر ہے طلوعِ مہر
نازنیں کرنوں کا پانی میں تموج جانفزا

سبز بھیگی ڈالیوں پر بلبلیں نغمہ زنان
ہیں ترنم ریز فرطِ خُرمی سے قمریاں

گلشنِ اُمید میں فصلِ بہاری آگئی
بزمِ عصمت میں ہوئی قایم نشاطِ جوبلی

نازنیں غنچے چمن زارِ مسرت میں کھلے
پھر ریاضِ آرزو میں گُل شگفتہ ہوگئے

نور کی شمعیں ہوئیں روشن دلِ اُمید میں
ظلمتیں شب کی مٹیں پھر دامنِ خورشید میں

صنفِ نسواں میں ہوئی بزمِ طرب آراستہ
ہوگئی جوشِ مسرت سے نظر جنت نما

لب پہ ہے موجِ تبسم دل میں کیفِ انبساط
جنبشیں مژگاں کی برساتی ہیں اِک نورِ نشاط

بار آور ہوگئی مشاخِ تمنائے سرور
کیوں نہ ہو دنیائے نسواں میں مسرت کا وفور

یا الٰہی یہ گھڑی رنگِ طرب آباد ہو!
ہر مسرت شادماں ہو ہر تمنا شاد ہو!

ہو مبارک ما شد رازق کو جشنِ جوبلی
اس چمن میں ہر گھڑی لائے بہارِ خرمی

گلشنِ عصمت ہو رنگیں اے خدائے ذوالجلال
اُف نہ آئے اس خورشید پر ابرِ زوال

پھول اِس کی شاخِ ادب میں ہوں شگفتہ نازنیں
سیم گوں کلیاں کھلیں رنگِ مسرت آفریں

ہے دُعا پنہاںؔ کی رنگیں ہو بہارِ جوبلی
ہر نظر عشرت نشاں ہو ہر ادا موجِ خوشی

رابعہ پنہاںؔ

عصمت کی جوبلی

عصمت کا باغ آج ہے رشکِ بہار پھر　　ہے رنگ زار، رو کشِ صد مرغزار پھر
پہنچا کب انبساط بہ بدمستا خمار پھر　　اور جوش پر ہے رحمتِ پروردگار پھر

پر تو فگن۔ مسرت وشادی و خرمی
وقتِ سرورِ غارسِ گلزارِ عصمتی

شکرِ خدا کہ روح فزا یہ نوید ہے　　اب دورِ انبساط ہے۔ جشنِ سعید ہے
روشن بہ بزمِ عیش۔ سراجِ اُمید ہے　　خوشتر یہ روزِ جوبلی از روزِ عید ہے

بہجت فروز مغبچہ روزگار ہے
اور دامنِ سیاہیٔ غم تار تار ہے

وقت آگیا کہ گلشنِ عصمت پہ ہو نکھار　　وقت آگیا کہ زمزمہ ساماں ہو پھر ہزار
وقت آگیا کہ اس پہ ہوں شہرت کے دُرنثار　　وقت آگیا مدد کو بڑھے دستِ کردگار

وقت آگیا کہ بامِ ترقی ہو زیر پا
ہو مہر ساں۔ یہ چرخِ صحافت پہ جلوہ زا

بہنو یہی خجستہ ہے دن۔ جسکا انتظار　　رکھتا تھا روز و شب ہمیں مصروفِ اضطرار
کرتے تھے دل سے سب یہ دُعا حق سے بار بار　　دیکھیں ریاضِ عصمتِ بے مثل کی بہار

عصمت ہے صنفِ بیکس و بے یار کا ظہیر
کی جس نے بزمِ تیرہ میں روشن شمعِ منیر

عصمت کی ذات جملہ صحیفوں کا ناز ہے　　عصمت عروسِ علم کا سرمایۂ ساز ہے
عصمت پہ در ترقی و شہرت کا باز ہے　　عصمت صحیفہ بھی ہے صحیفہ طراز ہے

عصمت ہے بیس سال سے خدمت میں قوم کی
عصمت سے چشمِ غفلت عورات کھل گئی

خورشید آرا بیگم

صبح جوبلی

ہیں نور سحر سے گل روشن ، گلشن کی ہوا ہے نورانی
غنچوں کے رنگ چہلے ہیں دامن ، کلیوں کی فضا ہے مستانی
نرگس کی نگاہیں جادو فن ، پتوں کے کنارے ہیں دھانی
ہیں سرخ گلوں کے پیراہن ، سبزہ کی لطافت لاثانی

لالہ کے کٹوروں میں کوثر یوں کس نے یارب بھردی ہے
شبنم نے چمن میں کیوں آکر دھرتی کی جرأت یوں کردی ہے

ہیں نرم چنبیلی کی کلیاں ، چاندی کا رواں ہے اک دریا
رنگین رسہانے ہیں ریحاں ، ہے محوِ ترنم ہر پتہ
ہیں سرخ گلوں کی پنکھڑیاں ، ہے مست شگوفوں کی دنیا
موجوں کا سیلاب رواں ، ہے گنگا جمنی آئینہ

شبنم نے بچھائے ہیں موتی گلزار پہ لالہ زاروں پر
ٹانکے ہیں نگینے لا لاکر غنچوں کے سنہرے تاروں پر

چلتی ہے ہوا خوشبو میں بسی ، ہر پتہ ساز بجاتا ہے
جب گیت ہوائیں ہیں گاتی ، دل پہلو میں تھراتا ہے
جب بادِ صبا ہے ٹکراتی ، ہر قطرہ تان لگاتا ہے

مخمور ہوا ہو جاتی ہے کلیوں کی فضائے رنگیں میں
کچھ موجیں راگ اٹھاتی ہیں چشمہ کی روائے سیمیں میں

شبنم نے لٹائے ہیں گوہر ، حوروں نے پروئی ہیں لڑیاں
بھیگا ہے چمن کا ہر منظر ، چشمے سے [illegible]

... کلیوں کا ہر ساغر ، لبریز ہے شہد میں
... ہیں ، چھلکتے ہیں ، اختر ، ہے صبح چمن پیغام بجا ...

ہر بلبل نغمے گاتا ہے ہر ہر پل راگ سُناتا ہے
پیغام مسرت آتا ہے ہر ذرّہ کو چمکاتا ہے

یہ صبح بہارِ عصمت ہے ، ہے غرق تبسم میں گلشن
یہ رنگِ عذارِ جنت ہے ، غنچے ہیں مسرت سے روشن
یہ لطفِ پیامِ عشرت ہے ، ہے نور میں ڈوبا رنگِ سمن
یہ کیفِ صبحِ مسرت ہے ، ہے گنگا جمنی صحنِ چمن

گوندے ہیں مسرت کے موتی عصمت کے سنہرے ذرروں میں
گونجے ہیں مسرت کے نغمے ان موجوں کے ہلکوروں میں

آؤ بہنو! مل جل کے ، ہم گیت مسرت کے گائیں
چمکائیں دلوں کے آئینے ، عصمت کا ہم جشن منائیں
پہنیں پھولوں کے گہنے ، عصمت کے شگوفے چن لائیں
گوندھیں الفت کے غنچے ، موتی عشرت کے برسائیں

یہ صبح عیش مبارک ہو یہ رنگِ چمن دل افزا ہو
یہ کیف تازہ مبارک ہو یہ صبح، "سرورِ فردا" ہو

راشد کو مبارک ہو یعنی ، یہ حسنِ عصمت کا منظر
گلشن میں رچائیں ہم شادی ، عصمت کے لگائیں ہم جھومر
لائیں پھولوں کی ڈالی ، رازق کے لیے اک تحفۂ تر
ڈالی ڈالی پتی پتی ، خالق سے دعا گو ہوں مل کر

یارب یہ چمن کی رنگینی الفت سے معطر دایم ہو
یہ رنگِ جمالِ صد عصمت "گلزارِ رعنا" میں قایم ہو

منجانب جلال خالہ ... ملیح ...

جوبلی عصمت اور خاتونِ اکرم مرحومہ کی یاد

مژدۂ موسمِ گل لایا ہے یہ ابرِ کرم
بیسویں سال میں عصمت نے جو رکھا ہے قدم

دور ہے دورِ خزاں ہوگیا سرسبز چمن
لب پہ ہے بلبلِ شیدا کے ترانہ ہر دم

خوش و مسرور رسالہ کا ہے ہر قدر شناس
ناظرات آج نظر آتی ہیں شاد و خرم

یک بیک ہائے تصور جو گیا سوئے عدم
ہوگیا فرطِ مسرت میں عیاں تازہ غم

آگئی یاد وہ رہتی جو تھی عصمت پہ فدا
جس کے آغوشِ محبت میں لیا اس نے جنم

اس کی تقریبِ گرہ پر جو لٹاتیں گوہر
حیف زندہ نہیں اب دہر میں خاتونِ اکرم

کردیا اس کی طرف سے ہی اجل نے بیفکر
نہ ترقی کی خوشی اور نہ تنزل کا الم

خوب نثار تھیں بے مثل تھیں انشا پرداز
کرگئیں علم و ادب کے جو مضامین رقم

یادگار انکی ہیں یہ صفحۂ ہستی پر سدا
نہ بھلایا ہے نہ بھولیں گے کبھی اہلِ قلم

گو دبیر فلکِ پیر کرے مشقِ ستم
نقش بر آب نہیں ہے جو مٹا دے ظالم

ہے یہ عصمت اسی خاتون کی محنت کا ثمر
قدرداں اس پہ رکھیں ہاتھ پڑھیں دستِ کرم

گو بظاہر یہ رسالہ تو ہے علمی ادبی
صنفِ نسواں کا ہوا خواہ بھی ہے بیش و کم

دھیان عصمت کی اشاعت کا رہے خاتونوں
سال میں ایک خریدار تو دو کم از کم

رہے عصمت کی بقا اور ترقی کی فکر
اسے امداد دو از شعر و سخن دام و قلم

یہ نیا سال رسالہ کا ہے دورِ جدید
ہو خوش آئندہ قمر کی یہ دعا ہے ہر دم

قمر جہاں (لکھنؤ)

اسکو بہارِ دائمی پروردگار دے

وقت آگیا کہ بادِ سحر پیکِ خوش خبر
بلبل کو اک اداسے نوید بہار دے

وقت آگیا کہ گلشنِ عالم ہو پُر بہار
گُل اسکی تہنیت دے بصد افتخار دے

وقت آگیا کہ جوشِ مسرت سے باغباں
تحفے میں عندلیب کو پھولوں کا ہار دے

وقت آگیا کہ طبقہ نسواں کو ہو عروج
ہر فرد اب لباسِ جہالت اُتار دے

ہو اپنی صنف راہِ ترقی پہ گام زن
ہر کام میں مدد اِسے پروردگار دے

سیماب پا ہو تیرگیٔ بختِ نارسا
اور بیقرار دِل کو خدا پھر قرار دے

وقت آگیا کہ رازقِ عالی وقار کو
اب ارمغانِ تہنیت یہ خاکسار دے

مسعود اڈیٹر کو ہو عصمت کی جوبلی
نخلِ اُمید گلشنِ ہستی میں بار دے

پھولا پھلا سدا رہے عصمت کا بوستاں
اِسکو بہارِ دائمی پروردگار دے

عصمت بڑے رسائلِ ہندوستان میں
شہرت ہو اِس کے نام کی سارے جہان میں

عابد بیگم

عصمت

عصمت کروں تعریف میں جتنی بھی بجا ہے — تو، قابلِ توصیف، تری مدح روا ہے
یہ عظمت، یہ شان، آن، تری نام خدا ہے — ہر ایک رسالہ سے ترا رنگ جُدا ہے
تو رشکِ مسیحا ہے تو، دارو ئے شفا ہے
اکسیر ہے دردِ دلِ مضطر کی دَوا ہے

ہر نظم تری درس ہے اخلاقِ حَسَن کا — ہر شعر میں جذبہ ہے نہاں حبّ وطن کا
گلدستۂ معطّر ہے تو، گلزار عدن کا — پژمردہ نہیں تو، وہ شگوفہ ہے چمن کا
دانائی و حکمت کے ہیں ہر لفظ میں اسرار
ہر صفحہ سے ہے فلسفۂ و علم کا اظہار

مشہور ہے معروف ہے تو سب کو ہے مرغوب — ہر طالبِ تہذیب و تمدن کو ہے مطلوب
تو سب کا محب ہے تو، ہے ہر ایک کو محبوب — لاریب نہ پڑھنا بھی ترا امر ہے معیوب
تو حق کی حمایت میں ہے تو حق کا ہے حامی
مقصد ہے ترا دُور ہو پستی و غلامی

اُردوئے معلّٰی کو ہے خدمت پہ تری ناز — تو، مبداء تہذیب ترقی کا ہے آغاز
دُنیائے صحافت میں ہے گلدستۂ اعجاز — ہے قوم کے کانوں میں پہونچتی تری آواز
تو، قوم کا خادم ہے تری قوم ہے خادم
کیونکر کرے خدمت تری ممتاز ہے نادم

م۔ ب۔ ممتاز مارہروی رہبر

بلا کی خوشی میں آپ نے اپنے پرچہ کو کیا تحفہ دیا؟ — منیجر

بیسویں سال کے مضمون نگار

۸۔ ام الحلیمہ مریم صاحبہ (کلکتہ) عصمت کی بنگالی مضمون نگار بہنوں میں کو ممتاز درجہ رکھتی ہیں لیکن اب کئی کئی سال سے ان کے مضامین تعداد میں بہت کم شائع ہو رہے ہیں۔ مختصر افسانے اور اصلاحی مضامین ام الحلیمہ مریم صاحبہ خاصے اچھے لکھ لیتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ سال ان کے کافی مضامین شائع ہوں گے۔

۹۔ انیس فاطمہ صاحبہ (ضلع بارہ بنکی) اسی سال کی لکھنے والی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین خوب لکھتی ہیں۔ ان بہن کا طرز تحریر بے انتہا دلاویز ہے۔ اگر برابر لکھتی رہیں تو چند سال میں ملک کی بہترین انشاپرداز خواتین میں ان کا شمار ہونے لگیگا۔ اخلاقی اور معاشرتی مسائل کو خالص ادبی رنگ میں خوبصورتی سے لکھتی ہیں "مسرت کی تلاش" اور "چار آنسو" مختصر مضامین ہیں۔ مگر خوب ہیں۔ "انقلاب کا حشر" دلکش نتیجہ خیز کہانی ہے۔ ان بہن نے عصمت کی امداد کے لئے ایک دلچسپ سبق آموز اخلاقی ناول بھی لکھا ہے جس کے لئے ہم محترمہ موصوفہ کے ممنون ہیں اور عنقریب شائع کرینگے۔

۱۳۔ ایس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ (کلکتہ) بھی نئے مضمون نگاروں میں سے ہیں۔ انہیں دستکاری کا بہت شوق ہے صنعت و حرفت کے کئی مضمون ان کے شائع ہوئے ہیں۔ یہ بہن کوشش کریں تو معاشرتی مضامین بھی خاصے لکھ سکتی ہیں۔

۱۵۔ بلقیس جمال خاتون صاحبہ بریلوی نے اسی سال سے عصمت میں لکھنا شروع کیا ہے اور اس سال سب سے زیادہ نظمیں انہی کی شائع ہوئی ہیں۔ ان کی طبیعت میں خوب روانی ہے بہت جلد نظم لکھ لیتی ہیں۔ ان کی نظموں میں موسیقی کا لطف آتا ہے۔ کائنات کی مصوری خوب کرتی ہیں۔ برسات کی شام (ستمبر) گلہ بان لڑکی (اکتوبر) دریا کے کنارے (فروری) مرغ آبی (اپریل) سنگم کے راستہ میں (مئی) اس لحاظ سے قابل تعریف نظمیں ہیں کہ ان میں قدرتی مناظر کے نقشے نہایت خوبصورتی کے ساتھ کھینچے گئے ہیں بلقیس جمال صاحبہ کی نظمیں اور افسانے تین چار سال سے مردانہ رسائل میں بھی شائع ہو رہے ہیں۔ جو شائع ہوتے تو اچھا تھا لیکن اس قسم کے مضامین چھپنے کی ذمہ داری ان پرچوں کے ایڈیٹروں پر ہے جنہوں نے ملک کا مذاق بگاڑ رکھا ہے۔ اور جو عریاں تصاویر، ادق اور مہمل مضامین۔ اور جذبات بھڑکانے والے بیہودہ خیالات کی اشاعت سے زبان کا ... دینے کے علاوہ نوجوانوں کو آوارگی پر مائل کر رہے ہیں۔ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی جس قدر نظمیں عصمت میں شائع ہوئی ہیں سب کی سب خیالات کی اعتبار سے نہایت پاکیزہ ہیں اور زبان بھی بہت سی نظموں کی نسبتاً آسان ہے۔ محترمہ بلقیس جمال نے عصمت کی اس سال نہایت قیمتی قلمی اعانت کی ہے جس کے لئے ہم محترمہ موصوفہ کے شکر گذار ہیں۔

۱۹۔ بلقیس صمد بیگم صاحبہ (پشاور) عصمت کی قدیمی کرمفرما اور جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی نہایت عزیز سہیلیوں میں سے ہیں۔ اور ایک زمانہ میں عصمت کی گراں قدر قلمی اعانت کرچکی ہیں۔ افسوس ہے پچھلے تین چار سال میں ان کا کوئی مضمون عصمت میں شائع نہ ہوسکا بہن بلقیس "خاتون جنت مکانی کے الفاظ میں دستکاری سے مالا مال ہیں" چنانچہ ان کی ایک کتاب کروشیا شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ اگر یہ بہن توجہ فرمائیں تو نہایت اچھی اچھی ترکیبیں کروشیا کے کام کی عصمتی بہنوں کے لئے درج رسالہ کرا سکتی ہیں۔

۲۰۔ بنت شمس النساء صاحبہ (بھاگلپور) نے اسی سال لکھنا شروع کیا ہے۔ مشق کرتی رہیں تو جلد ترقی کریں گی ...

چھوٹے ادبی مضامین خاصے لکھ لیتی ہیں۔

۴۲۔ حامدہ بیگم صاحبہ خیری (دہلی) عصمت کے ابتدائی دور کی اُن مضمون نگار خواتین میں سے ہیں جن کے تاریخی و معاشرتی مضامین طبقہ نسواں میں خوب مقبول ہو چکے ہیں۔ محترمہ موصوفہ کا دلچسپ سفرنامہ حج اس سال بھی مسلسل شائع ہوا۔ اور طرزِ تحریر کی خوبی کی وجہ سے عام طور پر پسند کیا گیا۔ بہت سی بہنوں نے ہم سے خواہش کی ہے کہ حامدہ خیری صاحبہ کے مضامین شمرو کی بیگم اور تذکرہ خواتین وغیرہ جو سنہ ۹ ء کے پرچوں میں شائع ہوئے ہیں۔ کتابی صورت میں شائع کئے جائیں۔ بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ دونوں کتابیں اسی سال شائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حامدہ خیری صاحبہ امید ہے سفرنامہ حج کو جلد ختم کر کے دوسرے موضوعات پر بھی آیندہ سال اپنے گرانبہا خیالات کا اظہار فرمائیں گی

۴۳۔ خورشید آرا بیگم صاحبہ (امراؤتی) عصمت کی مشہور و نامور شاعرہ ہیں اور مسلسل کئی سال سے نہایت گراں قدر قلمی امانت کر رہی ہیں۔ ان کی شاعرانہ قابلیت نہ صرف خواتین برابر بلکہ تمام ہندوستانی بہنوں کے لئے قابلِ فخر ہے۔ ان کی نظمیں نہایت اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں۔ قدرتی مناظر کی مصوری اور نسوانی جذبات کی ترجمانی خوب کرتی ہیں۔ ان کی نظموں میں موسیقی بھی ہے اور درد و اثر بھی۔ ہماری فرمائش پر خورشید آرا صاحبہ نے "عورتوں کی اپیل مردوں سے" (مارچ) نہایت اعلیٰ درجہ کی موثر نظم لکھی ہے۔ مسلمان عورت کو شارع علیہ السلام نے جو حقوق عطا فرمائے تھے ہندوستانی مسلمانوں نے پیٹ بھر کر اور جی کھول کر غصب کئے۔ مردوں کو انہیں حقوق پر اس دردانگیز نظم میں متوجہ کیا گیا ہے۔ کونسا درد مند دل ہے جو اس نظم کو پڑھے اور مسلمان عورت کی حالتِ زار پر آنسو نہ بہائے۔ احکامِ اسلام کو اس قدر تاثیر میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں ادا کرنا خورشید آرا صاحبہ ہی کا کام ہے۔ یہ نظم انھوں نے بڑی محنت سے لکھی ہے اور عصمت کی بہترین نظموں میں سے ہے۔

خورشید آرا صاحبہ نہایت مخلص بی بی ہیں خاتون اکرم مرحومہ کی بے مثل قابلیت کی وجہ سے جنت مکانی کی جو محبت ان کی زندگی میں خورشید آرا صاحبہ کے دل میں تھی اب بھی اتنی ہی ہے اور ہماری درخواست پر ہر سال جنت مکانی کی یاد میں ہمیشہ یاد رہنے والی نظمیں لکھ رہی ہیں۔ خاتون اکرم کی جوان موت ہندوستانی مسلمان بہنوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچا گئی۔ تمام عصمتی بہنوں نے مرحومہ کا رنج کیا مگر خورشید آرا صاحبہ سے زیادہ صدمہ بہت کم بہنوں کو ہوا ہوگا۔ کس خلوص اور محبت سے کہتی ہیں:۔

اے عزیز ذی وقار اے خواہر یکتائے ما   در فراقت اشک ریزاں چشمِ غم پالائے ما
ماہ لمعہ ریز بودی در شبِ یلدائے ما   ذاتِ تو نغزانات و شمعِ محفل ہائے ما

بود زیب بزمِ عصمت ہستیٔ والائے تو
ثبت بر لوحِ دلِ گو شد یادِ وصفت ہائے تو

خورشید آرا صاحبہ کی یہ نظم (دسمبر) اور سالگرہ عصمت (جولائی) اپنے رنگ کی لاجواب چیزیں ہیں۔ سال نو (جنوری) خیالات کے اعتبار سے ضرور قابلِ تعریف ہے۔ مگر افسوس بالکل فارسی ہے۔ شاعرہ محترمہ عام طور پر فارسی میں شعر کہتی ہیں۔ اور فارسی نظمیں اردو رسالوں میں ہمیں کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خورشید آرا صاحبہ جیسی عصمت سے سچی محبت رکھنے والی بہن کی نظموں کی تعداد جتنی ہونی چاہئے اس سے کم ہوتی ہے۔

۴۴۔ رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں (مظفر نگر) کی نظمیں اسی سال سے عصمت میں چھپنی شروع ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے

[illegible]

کی خوبیاں [illegible] کا مظہر غالب ہوتا ہے۔ لیکن آسان [illegible] میں بھی [illegible] نظمیں [illegible]

کی طرف اس قدر کیوں مائل ہیں۔ جبکہ یہ بھی سمجھ سکتی ہیں کہ غیر مسلم بچیاں اس قسم کی تعلیم قطعی نہیں پا سکتیں اور مسلمان لڑکیوں

میں بھی بہت کم ہیں جو ان نظموں کو خوب اچھی طرح سمجھ سکیں اور ان کی خوبیوں کی داد دے سکتی ہیں۔ ماجدہ بیگم صاحبہ کی

نظموں میں شاعری ہوتی ہے مگر افسوس مشکل زبان کی وجہ سے سب بہنیں ان کا لطف نہیں اٹھا سکتیں۔ عروس سحر (اکتوبر)

ساز شب (جنوری) اور آدینہ بجھر (ل) نظمیں ہیں۔ "صنف نازک سے" (ستمبر) رابعہ پنہاں صاحبہ کی سب سے اچھی نظم ہے۔ عورت

کی خوبیوں اور نیکیوں کو خوبصورت الفاظ آسان زبان اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ "یا دخاتون" (نومبر) جنت مکانی

خاتون اکرم کی یاد میں آسان فارسی نظم ہے جو درد میں ڈوبی ہوئی ہے۔ محترمہ پنہاں نے عصمت کی مستقل قلمی امداد کا وعدہ

فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے بے حد ممنون ہیں۔

۴۳۔ **رضیہ ریاض صاحبہ** گوگانوہ) نئی مضمون نگار ہیں۔ "دو چڑیل یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا" اچھی کہانی ہے جس کا مطالعہ

ضعیف الاعتقاد بیبیوں کے لئے یقیناً بہت مفید ہے۔ رضیہ ریاض صاحبہ مستقل طور پر عصمت کی مضمون نگاری کا وعدہ کرتی ہیں

اس لئے امید ہے کہ سال آئندہ ان کے مضامین بہت اچھی تعداد میں شائع ہوسکیں گے۔

۴۴۔ **رضیہ ناصرہ صاحبہ** (لاہور) کے مضامین اس سال بہت ہی کم شائع ہوئے ہیں۔ یہ بہن افسانے خاصے اچھے

لکھ لیتی ہیں۔ "سودائے خیام" ہے تو پرانے زمانے کے خلاف قیاس کہانیوں کی طرز کا قصہ لیکن بہت کچھ سبق آموز ہے۔

۴۶۔ **زہرہ بیگم صاحبہ فیضی** عصمت کے دور اول کی اس ناز مضمون نگار اور بمبئی کے اس معزز خاندان کی فرد ہیں

جس کی تعلیم یافتہ خواتین کی علمی قابلیت سے طبقہ نسواں اچھی طرح واقف ہے۔ زہرہ فیضی صاحبہ اور ان کی محترم بہنوں ہما فیضی

نازلی بیگم صاحبہ جنجیرہ اور محترمہ عطیہ فیضی صاحبہ کے مسلسل مضامین تندرستی، صحت، سیر یورپ اور قوم پارسی کے

حالات سے اوراق عصمت برسوں مزین ہوئے ہیں۔ زہرہ فیضی صاحبہ بہت قابل بی بی ہیں۔ اور فرقہ نسواں کی ترقی و اصلاح

کے لئے گراں بہا کوششیں سالہاسال سے کر رہی ہیں۔ محترمہ موصوفہ نے اس سال عصمت میں نہایت قیمتی مفید

مضامین صحت کے متعلق اپنے ذاتی تجربوں کی بنا پر لکھے ہیں جو اس قدر کار آمد ہیں کہ بار بار ان کا مطالعہ کیا جائے۔

ہدایت من اللہ (جنوری) اپنے رنگ میں بے نظیر چیز ہے۔ ملکہ افغانستان کی سیاحت بمبئی کے حالات امید ہے تمام بہنوں نے

دلچسپی سے پڑھے ہونگے۔ ہم محترمہ زہرہ فیضی صاحبہ کے بے حد ممنون ہیں کہ نہ صرف خود ہی عصمت کی گراں بہا قلمی اعانت کرتی

ہیں بلکہ اپنے حلقہ اثر کی دوسری لکھنے والی بیبیوں کو بھی عصمت کی مضمون نگاری کی ترغیب دے رہی ہیں۔

۴۰۔ **سردار محمدی بیگم** آف لونی بنت مرحوم نواب صاحب وائی کے اسم گرامی سے عصمتی بہنیں واقف ہونگی مشہور

مضمون نگار ہیں۔ معاشرتی مضامین مذہبی رنگ میں خوب لکھتی ہیں۔ "مقصد حیات" نہایت اچھا مضمون ہے۔ امید ہے محترمہ سردار

محمدی بیگم صاحبہ کے مضامین اب وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔

۴۵۔ **صادقہ خاتون صاحبہ** مونگیر (بہار) نئی مضمون نگار ہیں۔ حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں لکھنے کی کوشش

کرتی ہیں مشق کرتی رہیں تو جلد ترقی کرلیں گی۔

۴۴۔ **صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ** ایم۔ آر۔ اے۔ ایس حیدرآباد دکن ان عصمتی بہنوں میں ہیں جن کی علمی قابلیت

... ہی [illegible] ... [illegible] ...
[illegible] پیرایہ میں لکھنے کی خاص مہارت رکھتی ہیں۔ ہندوستانی بیبیوں کی ترقی کے لئے [illegible] کرتی رہی ہیں۔ [illegible]
[illegible] ہیں۔ حیدرآباد دکن کے علاوہ ہندوستان کے چند اور شہروں میں بھی زنانہ انجمنیں قائم کرنے میں تحریک [illegible]
[illegible] کی ہیں۔ عصمت کو ابتداء ہی سے صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی مضمون نگاری کی عزت حاصل ہے اس سال ان کے مضامین
[illegible] مضامین شائع ہوئے ہیں۔ "فلسفہ مسرت" (جولائی) خالص ادبی رنگ میں بہترین اخلاقی مضمون ہے۔ [illegible]
[illegible] " [illegible] کا مضمون اس سلسلہ کے تمام مضامین میں بہترین کہا جا سکتا ہے۔ جو تمام حالات پر غور [illegible]
[illegible] نہایت قابلیت سے لکھا گیا ہے۔

۴۹۔ ظفر جہاں بیگم صاحبہ (بریلی) نے پچھلے سال سے لکھنا شروع کیا ہے لیکن ان کی تحریر اتنی پختہ ہے کہ بعض پرانی [illegible] سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ ان کا طرز تحریر بے انتہا سادہ ہونے کے ساتھ موثر بھی ہے معاشرتی مسائل پر خوب رائے زنی [illegible] کرتی ہیں۔ اخلاقی اور ادبی مضامین بھی اچھے لکھتی ہیں۔ ارمان (اکتوبر) تین آرزوئیں (جنوری) دنیا کے مہمان (فروری) [illegible] [illegible] ہیں! پریوں کی کہانیاں (مارچ) بچوں کے لئے کتابیں منتخب کرنے والے والدین کے علاوہ مصنفین کے لئے بھی [illegible] مضمون ہے۔ رشتہ کے وقت احتیاط (ستمبر) بزرگوں کی عظمت (اپریل) ہنرمندی اور سلیقہ (مئی) یہ تینوں مضمون [illegible] [illegible] بہت اچھے ہیں۔

۵۰۔ عائشہ بیگم صاحبہ (لاہور) نے بھی سال گذشتہ سے لکھنا شروع کیا ہے۔ اور بچوں کی تربیت اور پرورش پر [illegible] سال بھی ان کے دو تین قیمتی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ خصوصاً "بچوں کی بری عادتیں" اسی قابل ہے کہ وہ عصمتی بہنیں [illegible] جنہیں خدا نے ننھے ننھے بچوں کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ غور و فکر سے اس مضمون کا مطالعہ کریں "ہماری حالت" (مئی) ہندوستانی [illegible] مسلمان عورتوں کی حالت زار کا بالکل صحیح نقشہ ہے۔ "بر کی تلاش" (اپریل) اپنے موضوع پر اچھا مضمون ہے اور امید ہے [illegible] [illegible] پسند کیا ہوگا۔

۵۱۔ عظمت النساء صاحبہ (حیدرآباد دکن) نے اس سال کے شروع میں خالدہ ادیب کی زندگی جیسا دلچسپ مضمون اور "پاؤں میں زنجیر" جیسا دلآویز افسانہ لکھ کر امید دلائی تھی کہ تمام سال ایسے دلچسپ مضامین سے عصمت کی امانت کرتی رہیں لیکن شادی کے بعد محترمہ موصوفہ کو اتنا وقت نہ ملا کہ عصمت پر توجہ فرماتیں۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر عظمت النساء صاحبہ اپنے [illegible] [illegible] کو وقتاً فوقتاً یاد کرتی رہیں گی۔

۵۲۔ فاطمہ بیگم صاحبہ (بنگلور) نے جیسی کہ ان سے توقع تھی اس سال کافی مضامین لکھے ہیں۔ ان بہن کو [illegible] [illegible] میں مضمون لکھنے کا اچھا ملکہ حاصل ہو گیا ہے اور یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ان کے مضامین اس خوبی سے مذہبی رنگ [illegible] ہوتے ہیں کہ غیر مسلم بیبیاں بھی دلچسپی کے ساتھ ان کا مطالعہ کر سکتی ہیں۔ "پابندی نماز" (ستمبر) [illegible] (اکتوبر) [illegible] [illegible] اس لحاظ سے قابل تعریف مضامین ہیں۔ "گرگٹ" (جولائی) اور "ہماری ملکہ" (دسمبر) کا میاب ترجمے ہیں [illegible] مضمون ہے۔ قابلیت و محنت سے لکھا گیا ہے۔ "درخت افلاس" (اپریل) اس [illegible] ...



ملکہ افغانستان برلن کے دریس شو (لباس کی نمائش) میں - تصویر میں ملکہ کی همشیرہ اور ترکی
سفیر متعینہ برلن کی بیوی بھی ہیں-



اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ مسز ما, شیلڈاک جو اپنے خاوند ڈاکٹر خالد شیلڈاک کے ساتھ یورپ میں
تبلیغ اسلام میں مشغول ہیں -

THE ISMAT DELHI

Jubilee Number.



۵۵۔ فاطمہ ستاغیری صاحبہ (برلن) ایک جرمن خاتون ہیں جن کے مضامین اکثر عصمت میں چھپتے رہتے ہیں۔ محترمہ موصوفہ جیسا کہ خود اپنے پہلے مضمون بابت اکتوبر میں لکھ چکی ہیں اچھی طرح اردو نہیں جانتیں مگر انھوں نے عصمت کو نہایت قیمتی مدد دینے کا بیڑا سات سمندر پار سے اٹھایا ہے۔ ان کو ہندوستان سے بہت دلچسپی ہے۔ اور اپنے قابل شوہر پروفیسر ستاغیری کی مدد سے عصمت کا مطالعہ ان کی دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ اکتوبر میں جو ان کا مضمون زچہ خانہ کے متعلق چھپا ہے اس قابل ہے کہ وہ بیبیاں نہایت توجہ اور غور سے اس کا مطالعہ کریں۔ ہندوستانی زنانہ رسائل میں اس قدر قیمتی مضامین بہت کم چھپتے ہیں "بے بی کا پلنگ" ابھی ابھی ان بیبیوں کے لئے مفید مضمون ہے جنہیں خدا نے ننھے ننھے بچے عطا فرمائے ہیں۔ محترمہ فاطمہ غیری کے گراں بہا مشوروں سے بھی عصمت وقتاً فوقتاً فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ محترمہ موصوفہ تصاویر سے بھی عصمت کی مدد کرتی ہیں۔ محترمہ فاطمہ غیری کی تصویر نے جوبلی نمبر کی زینت بہت کچھ بڑھا دی ہے — عصمتی بہنوں کو یہ دیکھ کر خوشی ہوگی کہ عصمت کی قابل جرمن مضمون نگار ہندوستانی لباس میں آئی ہیں۔

۵۶۔ نواب قمر جہاں بیگم صاحبہ (لکھنؤ) اودھ کی مشہور شاعرہ ہیں۔ لیکن رسالوں میں بہت کم لکھتی ہیں اس سال ان کی ایک دو ہی نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ ان کی نظمیں بہت آسان زبان میں ہوتی ہیں۔ اور ان کا اثر موثر ہوتا ہے۔ نواب صاحبہ محترمہ خاتون اکرم صاحبہ کی بھی قدر دانوں میں سے ہیں۔ اور ترقی عصمت کی خواہاں ہیں۔

۵۷۔ کلثوم سعید خانم صاحبہ (دینا نگر) اسی سال کی مضمون نگار ہیں اور پہلے ہی سال ان کے کئی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ بیماریاں اور ان کے علاج وغیرہ بہت محنت اور توجہ سے کارآمد مضامین لکھے ہیں جن سے عصمتی بہنوں کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔

۵۹۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کے مضامین گو اس سال تعداد میں بہت کم شائع ہوئے ہیں لیکن وہ لکھنے والیوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ محترمہ موصوفہ کی سیر کشمیر کے دلچسپ حالات اس سال حلقۂ عصمت میں خوب مقبول ہوئے۔ "فطرت پروانہ" (جولائی) الفاظ دلآویز چھوٹا سا ادبی مضمون ہے الفاظ کیسے پرشکوہ ہیں اور مطالعہ فطرت کس قدر صحیح ہے۔ کنیز بیگم صاحبہ نے انشا پردازی اس مضمون میں دکھائی ہے۔ محترمہ موصوفہ کو تعلیمی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ دلچسپی ہے اور اس موضوع پر گذشتہ سالوں میں کئی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ "زنانہ نصاب" (مئی) میں لڑکیوں کی تعلیم کی کتابوں وغیرہ پر ان کی رائے پسندیدہ ہوگی۔ زنانہ نصاب کے سلسلہ میں کنیز بیگم صاحبہ کا یہ مضمون بہت قیمتی ہے اور اس قابل ہے کہ کتابیں لکھنے والے حضرات بھی اس کا مطالعہ کریں۔

۶۰۔ لطیف بیگم صاحبہ (لاہور) ان عصمتی بہنوں میں سے ہیں۔ جو عصمت کو سالہا سال سے ...

[illegible] بہنوں میں ساہوں میں [illegible] کے کلام [illegible] بہت [illegible]
[illegible] مضامین لکھتی ہیں کہ متوسط [illegible] کام جاننے والی لڑکیاں بھی آسانی سے سمجھ سکتی ہیں۔ [illegible] بیگم صاحب کے مضامین [illegible] سال
میں سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ اس سال افسوس ہے ان کے مضامین کی تعداد کم ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ سال
اس کی تلافی ہو جائے گی۔

۶۶۔ م۔ ب۔ جھانسی۔ یعنی جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی چھوٹی بہن محترمہ بیگم سلیا۔ محترمہ خاتون اکرم پیدائشی انشا پرداز تھیں۔ [illegible] بیگم کوشش کرنے سے اچھے مضامین لکھ سکتی تھیں مگر ان کے مزاج میں حد سے زیادہ انکساری ہے۔ بڑے اصرار [illegible] دو مضمون اس سال لکھے ہیں۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور معلومات بہت اچھی۔ لکھنے کی مشق کریں تو جلد کامیاب مضمون نگار ہو سکتی ہیں۔

۶۷۔ **مسز یوسف الزماں صاحبہ لکھنؤ** نے سال گذشتہ کی نئی مضمون نگار بہنوں میں اس سال سب سے زیادہ مضامین لکھے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز قصے خوب لکھتی ہیں۔ طرز تحریر ان کا تمام بہنوں سے جدا ہے ان کے افسانوں میں بعض فقرے بہت ہی اچھے ہوتے ہیں۔ پلاٹ کامیاب ہوتا ہے۔ اور نتیجہ افسانہ سبق آموز۔ چونکہ کامیاب افسانہ نگار ہیں۔ ڈرامہ بھی اچھا لکھ سکتی ہیں۔ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ مذاقیہ مضامین بھی خوب لکھتی ہیں اور داستان غم بھی۔ ان کے تاریخی مضامین میں بھی افسانہ کا لطف آتا ہے یہ بڑی خصوصیت ہے۔ معاشرتی اور تعلیمی امور پر جب قلم اٹھاتی ہیں تو جو کچھ لکھتی ہیں خوب سوچ سمجھ کر اسی لئے ان کے مضامین وزنی ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس سال مسز یوسف الزماں صاحبہ کی تحریروں نے قابل تعریف ترقی کی ہے۔

۶۸۔ **ممتاز رفیع بیگم صاحبہ بھوپال** (جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی سہیلیوں میں سے ہیں اور اس سال پہلی دفعہ بزم عصمت میں آئی ہیں۔ انھیں بچپن سے شعر کہنے کا شوق ہے۔ خاتون جنت مکانی کے نام اکثر منظوم خط بھیجتی تھیں۔ ان کی نظمیں سیدھی سادی ہوتی ہیں۔ آسان زبان میں مگر تخیل بلند ہوتا ہے۔ "زندگانی کیا ہے" (مارچ) اپنے رنگ میں ایک فلسفیانہ نظم ہے اور خوب ہے۔ ہم ممنون ہیں کہ بہن ممتاز بانو صاحبہ نثر بھی عصمت کے لئے بھیجتی رہتی ہیں۔ اور یقین دلاتی ہیں کہ مستقل طور پر عصمت کی مضمون نگاری کرتی رہیں گی۔

۶۹۔ **مہرالنساء صاحبہ (نیلور)** نے پچھلے سال سے ہی لکھنا شروع کیا ہے اور ایک دو سال میں ہی اچھی ترقی کر لی ہے تاریخ سے انھیں خاص طور پر دلچسپی ہے۔ چنانچہ مدینۃ الزہرا (ستمبر اکتوبر) وغیرہ دو تین قیمتی تاریخی مضمون محنت سے لکھے ہیں۔ خاتون اکرم مرحومہ کے رنگ میں ادبی و اخلاقی مضامین کامیابی کے ساتھ لکھ لیتی ہیں۔ عورت کی قوت ارادی (اکتوبر) اتفاقات زندگی بوئے مہر تجسس (مارچ) مہرالنساء صاحبہ نے اچھے مضامین لکھے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اسی طرح لکھتی رہیں تو اور بھی ترقی کریں گی۔

۷۰۔ **نذر سجاد حیدر صاحبہ (علی گڈھ)** عصمت کے ابتدائی زمانہ کی مشہور مضمون نگار اور ہندوستان کی ان چند بہنوں میں سے ہیں جو کامیاب افسانے لکھنے میں خاص شہرت رکھتی ہیں۔ عصمت محترمہ موصوفہ کا شکر گذار ہے کہ آپ نے دلچسپ مضامین سے گرانقدر اعانت فرما رہی ہیں۔ نذر سجاد حیدر صاحبہ کو اپنے مظلوم فرقہ کی حالت زار کا جس قدر احساس ہے بہت کم بہنوں کو ہوگا۔ اپنی تصانیف اور مضامین میں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی خستہ و خراب حالت پر وہ برسوں سے آنسو بہا رہی ہیں ان کے دل میں اپنی بہنوں کا بچا درد ہے اور وہ مسلمان عورتوں کو ان حقوق سے جو شارع علیہ السلام نے عورت کو عطا

زنانہ میں چند ہی ایسا لکھنے والا ہے جسے دیکھنا چاہتی ہیں اور جو نگاروں کی حیثیت میں خلوص سے ان کے مضامین اعلیٰ قابلیت کے تعلیمیافتہ مسلمان قدر و وقعت کی نظر سے ان کا مطالعہ کریں۔ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی تحریریں بے انتہا مقبول ہیں۔ اور ان کے قصہ کا پلاٹ اس قدر دلچسپ و دلآویز کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر طبیعت نہیں مانتی۔ "بی مغلانی" (جولائی) جذبات نگاری کے اعتبار سے اسی سال کے افسانوں میں بہترین قصہ ہے۔

۸۳۔ و۔ ا۔ صاحبہ بھوپال اپنی طرز تحریر کی بہت سی خوبیوں کی وجہ سے نامہ نگاران عصمت سے بہت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے مضامین میں بے تکلفی اور سادگی حد درجہ کی ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ کسی مفید اور دلچسپ موضوع پر قلم اٹھاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے قریب قریب تمام مضامین رسالہ میں درج ہوتے ہیں۔ ان کی تحریریں درد و اثر اور سوز و گداز سے خلوص میں ڈوبے ہوئے چھوٹے چھوٹے فقروں سے جو بے ساختگی سے وہ جوش میں لکھ جاتی ہیں طبیعت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ "سوتیلی ماں" (جولائی) امید و بیم (اگست) اصلاح رسوم (نومبر) درد مند دل (مارچ) عید کی خوشی اور مایوسی کی آواز (اپریل) کیسے مؤثر معاشرتی اور ادبی مضامین ہیں۔ و۔ ا۔ صاحبہ کے مذہبی مضامین میں بھی انشا پردازی کی پوری شان ہوتی ہے "عید کی خوشی" ادبی اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کا مضمون ہے۔

(ب) مرد

۸۴ **لالہ تلوک چند صاحب محروم بی۔ اے** جو عصمت کے ابتدائی زمانہ کے نامور اہل قلم حضرات میں سے ہیں دورِ حاضرہ کے بہترین اردو شعرا میں نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی نظمیں سادگی اور بے تکلفی کی جان ہیں اس لئے طبقہ نسواں میں بھی خوب پسند کی جاتی ہیں۔ "نومبر کی ایک صبح" (نومبر) ایک نہایت درد انگیز نظم ہے۔ جس کا ہر شعر تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے۔ افسوس ہے اس سال جناب محروم کی نظمیں بہت ہی کم شائع ہوئیں حالانکہ ان جیسے عصمت کے قدیمی کرم فرما بزرگ کو خصوصیت سے عصمت میں لکھنا چاہئے

۸۵۔ **سید راحت حسین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ال** ملک کے ان مایہ ناز اہل قلم حضرات میں سے ہیں۔ جو علمی مضامین دلچسپ انداز بیان اور سلیس و عام فہم زبان میں لکھنے کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نیرنگ ارض (جس کے مضامین عصمت کے ابتدائی زمانہ میں ہر ماہ شائع ہو کر عصمتی بہنوں میں خوب مقبول ہوئے ہیں) اور انجل جیسی علمی کتابیں جو ادبی حیثیت کی بھی بلند مرتبہ کی ہیں سید صاحب کے مشہور طرز تحریر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ سید صاحب ممدوح شروع سے ہی عصمت کی بیش بہا قلمی اعانت فرما رہے ہیں۔ اس سال حفظان صحت پر سید صاحب نے ایک اور قیمتی مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے جو اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھا گیا ہے کہ معمولی اردو پڑھی لکھی۔ بیبیاں بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ علمی مضامین کو اتنے آسان اور دلچسپ پیرایہ میں لکھنا بڑی قابلیت کی بات ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ مضامین تمام بہنیں وقعت کی نظر سے دیکھتی رہیں گی۔

۸۶۔ **پروفیسر مولانا ستار خیری ام۔ اے** جو اپنے بڑے بھائی مولانا جبار خیری ایم۔ اے کے ساتھ یورپ میں نہایت گراں بہا اسلامی خدمات قریباً بیس سال سے انجام دے رہے ہیں اور جن کی قابلیت تمام ہندوستانی مسلمانوں کے لئے باعث صد افتخار ہے ہزاروں کوس دور جرمنی سے نہایت دلچسپ کارآمد مضمونوں خوبصورت تصویروں اور مفید مشوروں سے عصمت کی اس قدر بیش بہا اعانت فرما رہے ہیں۔ کہ کسی طرح ان کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے مضامین ابھی ... سال ...

پہلے شروع ہوئے ہیں اور عصمتی بہنوں میں اسی قدر مقبول ہو سکے ہیں کہ گذشتہ تین چار برسوں میں ان کا مضمون شائع نہیں ہوا تو بہت سی بہنوں نے اپنے خطوط میں تقاضہ کیا کہ پروفیسر صاحب کے مضامین ہر ماہ شائع کئے جائیں۔ ان کے اسلامی رنگ میں ڈوبے ہوئے تیقی مضامین جن میں مغربی تہذیب و معاشرت کی خوبیاں اور برائیوں کو دلنشین پیرایہ میں بتایا جا رہا ہے آزاد خیال اور قدامت پسند دونوں طبقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جا رہے ہیں اور عصمت ان کی اشاعت پر بجا طور پر ناز کر سکتا ہے۔

۸۸۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی نے جو ایک مشہور شاعر اور ایک کامیاب انشا پرداز ہیں اسی سال سے عصمت میں لکھنا شروع کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نیچرل شاعر ہیں۔ ان کا طرز بیان عصمت کے تمام شاعروں سے بالکل جدا ہے۔ نہایت آسان زبان میں جذبات نگاری کا وہ ایسا کمال دکھاتے ہیں کہ بے ساختہ مرحبا کہنا پڑتا ہے۔ اردو کے بہت کم شعرا اس خوبی کے ساتھ جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکتے ہیں۔ آدھا گھنٹہ میں ایک شریف بیوی کی کیفیت شوہر کے انتظار میں کیا دکھائی گئی ہے۔ گویا ایک واقعہ کا ہو بہو نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے اور اتنے دلکش الفاظ میں کہ بار بار پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے۔

۸۹ مسٹر سمیع۔ جی۔ ڈی آرٹ جن کی مصوری کے اچھے اچھے نمونے تین چار سال سے عصمت میں شایع ہو رہے ہیں۔ بمبئی کے مشہور مصوروں میں سے ہیں۔ مسٹر سمیع کے دعجیب کارٹون اس سال معقول تعداد میں شائع ہوئے اور پسند کئے گئے ہیں۔ موسم گرما (جولائی) امن کے محافظ بے نظیر تصویر ہے عصمت کا سالنامہ اجولائی تمام بہنوں نے دلچسپی کے ساتھ دیکھی ہوگی اصل تصویر ہم نے رنگین بنوائی تھی۔ مگر سالنامہ کے شائع ہونے میں چونکہ وقت بہت کم رہ گیا تھا اس لئے صرف ایک رنگ کا بلاک بنوانا پڑا اس میں وہ خوبصورتی نہیں آسکتی تھی جو اصل تصویر میں ہے تاہم مصوری کی خوبی سادہ تصویر سے ہی ٹپک رہی ہے عصمت کا رنگین ٹائیٹل بھی مسٹر سمیع ہی نے بنایا ہے اور تمام بہنوں نے پسند کیا ہے۔

۹۰۔ مسٹر ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے کے تاریخی مضامین اور ترجمے عصمتی بہنوں نے سات سال پہلے بھی دیکھے ہونگے بہت اچھا ادبی مذاق رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم اور بچوں کی تربیت سے انھیں بے حد دلچسپی ہے۔ "بچوں کو سزا" (اگست) ان کا ایک مفید مضمون ہے جو تمام ماؤں کو نہایت غور سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ مسٹر برنی عصمت کے قدیمی کرم فرماہیں اور ہر ممکن طریقہ سے عصمت کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔ اس سال ان کے مضامین بہت کم چھپے ہیں لیکن وہ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ سال آیندہ اس کی تلافی ہو جائے گی۔

۹۱۔ منشی عبدالخالق صاحب خلیق دہلی کے مشہور شاعر ہیں جن کی نظمیں دس پندرہ سال سے عصمت میں چھپ رہی ہیں۔ خلیق صاحب کی نظموں میں سادگی اور بے ساختگی ہوتی ہے اور زبان بے انتہا آسان اور دلاویز۔ "جام فنا" خاتون اکرم مرحومہ کی یاد میں ایک نہایت مؤثر نظم ہے۔

۹۲۔ حضرت عزیز لکھنوی ہندوستان کے ان چند نامور شعرا میں سے ہیں جن کی نظموں میں خداداد تاثیر ہوتی ہے۔ مولانائے محترم کی سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظمیں اردو لٹریچر میں بیش بہا اضافہ کر رہی ہیں۔ عصمت کو حضرت عزیز کی مؤثر نظمیں شائع کرنے کا فخر ابتدائی زمانہ سے ہی حاصل ہے اور حلقہ عصمت میں یہ نظمیں نہایت قدر و وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں "خاتون اکرم" (دسمبر) معمولی نظم نہیں لسان الہند کا ماسٹر پیس ہے جس کا ایک ایک شعر کلیجہ کے پار ہوتا ہے فخر نسوان ہند خاتون اکرم مرحومہ کی بے مثل قابلیت کے اعتراف اور ان کی جواں مرگی کے ماتم میں شعر کی زمین میں خلوص کے جو پھول حضرت عزیز نے کھلائے ہیں چمن عصمت ان سے ہمیشہ مہکتا رہے گا۔ اور تعلیم یافتہ خواتین اس نظم سے حضرت عزیز کا نام عزت و احترام کیساتھ ہمیشہ یاد رکھیں گی۔

۹۹۔ مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی مسلسل دس بارہ سال سے عصمت میں نہایت قیمتی مضامین لکھ رہے ہیں۔ اور عصمت کے نامہ نگار مردوں میں شاید سب سے زیادہ مضامین ان ہی کے شائع ہوئے ہیں مولوی صاحب موصوف ملک کے ان اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات میں سے ہیں جنہوں نے عصمت کی ناچیز خدمات کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ اور جو عصمت کی سچی محبت اپنے خلوص بھرے دل میں رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب محترم سیر بین کے نوٹ ہر ماہ بڑی محنت سے جمع کرتے اور عصمتی بہنوں کی دلچسپی کو پیش نظر رکھکر دلچسپ جدید معلومات کے مختصر حالات نہایت خوبی سے تحریر فرماتے ہیں۔ ہم مولوی محمد ظفر صاحب کی گراں بہا مسلسل قلمی اعانت کے بے حد ممنون ہیں۔

۱۰۱۔ مسٹر محمود الحسن صدیقی بی اے۔ علیگ کے مضامین بھی کئی سال سے عصمت میں شائع ہو رہے ہیں۔ صدیقی صاحب کو حقوق نسواں سے خاص طور پر دلچسپی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کے بعض معاشرتی مضامین قابل قدر ہوتے ہیں۔ اس سال انہوں نے اپنے پرانے پرچہ پر کم توجہ فرمائی ہے اور اس لئے ہم ان سے شکایت کرنے میں حق بجانب ہیں

۱۰۲۔ صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب بی اے۔ کے مضامین کئی سال سے عصمت میں شائع ہو رہے ہیں۔ ترجمہ خوب کرتے ہیں۔ "مختصر دنیا" نہایت پرلطف کہانی ہے جسے عصمتی بہنوں کے لئے صاحبزادہ صاحب نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اب ستمبر یا اکتوبر سے یہ کہانی باقاعدہ مسلسل چھپتی رہیں گی۔

راز ق الخیری

غیر مسلم خواتین

جو ہندوستانی بیبیوں کی ترقی کا درد دل میں رکھتی ہیں۔ عصمت کے لئے مضامین بھیجیں۔ دلچسپ اور مفید مضامین پر انعام دیا جائیگا۔ جو بیبیاں معاوضہ پر لکھنا چاہیں انہیں معاوضہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کو عصمت کی نامہ نگاری کی ترغیب دینے والی مسلمان بیبیاں گویا قوم و زبان کی ایک قابل قدر خدمت انجام دینگی۔

"اڈیٹر"

خاتون اکرم عصمتی انعامات

اس پرچے سے شروع تیا بیبیوں سال کے مضمون نگاروں کی فہرست شائع کی گئی ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ۹۷ بیبیوں نے عصمت میں مضامین لکھے ہیں۔ گویا پچھلے سال کے مضمون نگار خواتین کی تعداد میں ۲۲ بیبیوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اور ہر سال کی طرح اس سال بھی بہت سی ہونہار لکھنے والیاں عصمت نے پیدا کی ہیں۔

ہندوستانی خواتین میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم صاحبہ کی یادگار میں عصمت سال کے بہترین مضامین پر ہر سال انعامات تقسیم کرتا ہے اور سوائے کسی خاص صورت کے عام طور پر کم سے کم چار مضمون لکھنے والی بیبیوں کو یہ انعامات دئے جاتے ہیں۔ سال بھر بعد آج تقسیم انعامات کا دن آیا ہے۔ اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے دلی مبارکباد کی مستحق ہیں وہ محترم خواتین جو اس علمی مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتی ہیں۔

خانہ داری کے متعلق اس سال ہر پرچہ میں ایک دو مضمون شائع ہوئے ہیں اور یہ موضوع ہے بھی اسقدر ضروری کہ ہر ماہ اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ زچہ خانہ کے متعلق ہماری قابل جرمن مضمون نگار محترمہ فاطمہ خیری (برلن) کا گراں قدر مضمون (اکتوبر) نہایت قیمتی معلومات سے پُر ہے۔ محترمہ موصوفہ کے مضامین کی تعداد گو پوری چار نہ ہوسکی لیکن وہ سات سمندر پار سے اس قدر قیمتی امداد عصمت کو پہونچا رہی ہیں کہ تعداد مضامین بھی نظرانداز کرنی پڑتی ہے اور اس مضمون پر ۱۵ روپیہ کا انعام ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور ۱۰ روپیہ کا ایک اور انعام کلثوم سیدہ خانم صاحبہ کو ان کے مفید سلسلہ مضامین نرس کے فرائض، بیماریوں کا علاج وغیرہ پر۔

دستکاری (صنعت وحرفت) کے مضامین اس سال پچھلے سال سے اچھے شائع ہوئے ہیں محترمہ لطیف بیگم کے مفید مضامین کے علاوہ اور کئی قابل بہنوں کی دستکاری کے اچھے اچھے نمونوں سے رسالہ کی زینت بڑھی ہے۔ دستکاری کا انعام ۱۵ روپیہ، اس مرتبہ بھی محترمہ لطیف بیگم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ یہ انعام برابر چار سال سے محترمہ موصوفہ لے رہی ہیں۔ ایک اور انعام ۵ روپیہ کی مستحق مسز فاطمہ محمد حسین صاحبہ ہیں۔

صحت وتندرستی کے مضامین کے اعتبار سے یہ سال خاص طور پر بہت اچھا رہا۔ ہماری مایہ ناز نامہ نگار محترمہ زہرہ فیضی کا مفید مضمون "صحت" اس موضوع کا بہترین مضمون ہے۔ جو مسلسل کئی مہینے شائع ہوا ہے۔ اسپر دس روپے کی حقیر رقم محترمہ موصوفہ کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔

پرورش و تربیت اطفال پر اس سال تعداد میں گو مضامین زیادہ نہیں چھپے لیکن جتنے بھی شائع ہوئے کار آمد ہیں محترمہ حافظہ بیگم کے دو مضمون بچوں کی بری عادتیں (ستمبر) اور بچوں کی تعلیم و تربیت خصوصیت سے قابل تعریف مضامین ہیں اور ان پر قابل مضمون نگار صاحبہ دس روپے کے انعام کی مستحق ہیں۔ اور بھی دو تین بہنوں کے قابل انعام مضامین اس موضوع پر شائع ہوئے ہیں مگر ان بہنوں کے مضامین کی تعداد افسوس ہے بہت کم ہے۔

تمدنی و معاشرتی مسائل پر عصمت کی سنجیدہ بحثیں بہت کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں چنانچہ اس سال بھی بعض مضامین غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ پڑھے گئے ۱۰؎ کا انعام محترمہ مظفر جہاں کی خدمت میں اس موضوع پر ان کے مضامین بہترین ہونے کی وجہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ محترمہ و۔ ا کے دو مضمون سوتیلی ماں (جولائی) اور اصلاح رسوم (نومبر) اور محترمہ نذر سجاد حیدر کے مضمون ایک تجویز (اپریل) کا آخری حصہ یہ تین مضمون بھی قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں محترم بیبیوں کی خدمت میں پانچ پانچ روپیہ کی حقیر رقم بطور انعام دی جاتی ہے۔

اخلاقی مضامین بھی اس سال برے نہیں رہے۔ جولائی میں فلسفہ مسرت (از محترمہ صغرا ہمایوں مرزا) نومبر میں اتفاقات زندگی (از مہر النسا صاحبہ جنوری میں "تین آرزوئیں" (از محترمہ مظفر جہاں بیگم) مارچ میں "درد مند دل" از محترمہ و۔ ا) نہایت موثر اور سبق آموز مضامین ہیں۔ اور پانچ پانچ روپے کے انعام کی مستحق ہیں۔

مذہبی مضامین کی کمی پر سال گذشتہ نامہ نگار بہنوں کو متوجہ کیا گیا تھا۔ اور گو تعداد میں اس مرتبہ بھی کچھ بہت زیادہ مذہبی مضامین شائع نہیں ہوئے لیکن بعض بیبیوں نے دو چار مضامین اچھے خاصے لکھے ہیں۔ اول درجہ کا انعام محترمہ و۔ ا۔ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان کا مضمون برکت کا مہینہ (مارچ) اکثر اعتبار سے قابل تعریف ہے رسول اللہ کی تشریف آوری (ستمبر) اور پابندی نماز (اکتوبر) بھی خاصے مضامین ہیں۔ ان پر مہر النسا صاحبہ اور مس فاطمہ محمد حسین کو پانچ پانچ روپیہ کے انعامات دیے جاتے ہیں

تاریخی مضامین پچھلے سال سے بہتر شائع ہوئے ہیں۔ مہر النسا صاحبہ نے مدینۃ الزہرا بہت محنت سے لکھا ہے۔ اور اس مضمون پر وہ پانچ روپے کے انعام کی مستحق ہیں اور بھی کئی تاریخی مضمون شائع ہوئے مگر یا تو مضمون نگاروں کے مضامین کی تعداد بہت کم ہے۔ یا اسی عنوان پر اس سے پہلے کافی مضامین شائع ہو چکے ہیں

سیر و سیاحت محترمہ حامدہ بیگم صاحبہ خیری کے دلچسپ سفر نامہ حج پر اس سال دئے جاتے ہیں اور پانچ روپے محترمہ زہرہ فیضی کو ملک افغانستان کی سیاحت بمبئی کے دلچسپ حالات۔

افسوس ہے کہ اس سال اور کسی بہن نے سیر و سفر کے حالات اس قابل نہیں بھیجے کہ شائع کئے جاتے۔

تعلیمی مضامین کی تعداد اس سال کچھ زیادہ نہیں ہے۔ تاہم نصاب تعلیم پر محترمہ کنیز محمد بیگم کا مضمون خاص طور پر قابل تعریف ہے۔ اور پانچ روپے کے انعام کا مستحق ہے۔

مختصر ادبی مضامین اس سال اچھے شائع ہوئے ہیں۔ محترمہ و۔ا کے دو مضمون امید و بیم (اگست) اور مایوس کی آواز (اپریل) محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل کا "فطرت پرواز" (جولائی) اور ایس فاطمہ کے چار آنسو (مارچ) اور مسرت کی تلاش (اپریل) یہ مضامین خالص ادبی ہیں۔ اور نہایت دلچسپ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ ان پر پانچ پانچ روپے کے انعامات تینوں محترم بیبیوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

تفریحی مضامین حضرت علامہ راشد الخیری کے بے مثل افسانوں نانی عشو اور تمغۂ شیطانی سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو تفریحی مضامین عصمت میں اس سال بھی بہت کم چھپے ہیں۔ سنجیدگی کے ساتھ ہنسی کے مضامین لکھنا بہت مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ قابل اشاعت مضامین بہت کم وصول ہوتے ہیں سب سے اچھا تفریحی مضمون اس سال محترمہ مسز یوسف الزماں کا ریل کا پہلا سفر (جنوری) ہے محترمہ مہر النسا کے تاریخی لطیفوں کا سلسلہ بھی خاصا دلچسپ ہے۔ یہ دونوں بہنیں پانچ پانچ روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں۔

تنقیدی مضامین خاتون اکرم مرحومہ خوب لکھتی تھیں۔ اب بہت کم بیبیاں ہیں جو تنقیدی یا تفریظی مضامین اچھے لکھ سکتی ہیں۔ عصمت کے متعلق (مئی) محترمہ د۔ا۔ کا مضمون ہمارے دلی شکریہ کا مستحق ہے۔ محترمہ موصوفہ نے یہ مضمون عصمت کی تاریخ کو پیش نظر رکھ کرکے قابلیت سے لکھا ہے۔ اور اس کے لئے دس روپے کا حقیر انعام ان کی نذر کیا جاتا ہے۔ اور پانچ روپے محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ کو ان کے مضمون۔ پریوں کی کہانیوں (مارچ) پر جو بیبیاں اس قسم کے مضامین لکھنے کا شوق رکھتی ہوں۔ انہیں مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے دونوں مضمون "ترقی عصمت" فروری "اور رجال ہمنشیں" مارچ غور سے پڑھنے چاہئیں۔

افسانے۔ اس سال بھی بہت اچھے شائع ہوئے ہیں۔ محترمہ نذر سجاد حیدر کا افسانہ "بی فلانی" جولائی اول درجہ کے انعام ؏ کا مستحق ہے اور محترمہ مسز یوسف الزماں کے چھوٹے چھوٹے دلاویز افسانے دوم درجہ کے انعام ؏ کے

تقریر بہت کم مسلمان بیبیاں ہیں جو اچھی تقریر کر سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم خواتین کی اچھی تقریریں بہت کم چھپتی ہیں۔ اس سال کی بہترین تقریر محترمہ صغرا ہمایوں مرزا۔ ام آر اے۔ ایس کی ہے۔ تقریر کا دس روپے کا انعام اُن کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ڈرامے عصمت میں اس سے زیادہ نہیں چھپ سکتے، لکھنے والیاں بہت کم ہیں۔ اس سال "تیم کے نام خط" نہایت دلچسپ ڈراما چھپا ہے اور مسز یوسف الزماں صاحبہ نے قابلیت کے ساتھ اردو کا جامہ پہنایا ہے اس پر انہیں سات روپے کا انعام دیا جاتا ہے۔

نظموں کے اعتبار سے یہ سال پچھلے سال سے بھی بڑھ گیا اور بہت کامیاب رہا۔ اس لئے اس دفعہ نظموں کا انعام اس طرح دیا جاتا ہے۔

محترمہ خورشید آرا بیگم کو ۱۰؎ روپے ان کی بے انتہا قابل تعریف نظم "عورتوں کی اپیل" پر دئے جاتے ہیں جو ہماری خواہش پر لکھی گئی ہے۔ اور دس روپے اس بات کے کہ محترمہ موصوفہ کی تین چار نظمیں "سالگرہ عصمت" (جولائی) "خاتون اکرم مرحومہ" (نومبر) "سال نو" (جنوری) "مغموم کی عید" (اپریل) عین موقع و محل کا لحاظ رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ گویا ان موضوعات کے مضامین سے چاروں پرچے خاص نمبر کہے جا سکتے ہیں۔ اور محترمہ خورشید آرا نے سب سے زیادہ اس بات کو سمجھا ہے۔

محترمہ بلقیس جمال کو ۸؎ روپے ان کی تاریخی نظموں "ام آبان" (جنوری) اور "دختر اسلام" (فروری) پر دئے جاتے ہیں۔ خواتین کو بے ہودہ غزلیں اور لغو نظمیں چھوڑ کر اس قسم کے تاریخی واقعات نظم کرنے چاہئیں بلقیس جمال صاحبہ کو پانچ روپے کا انعام اس بات کا بھی ملتا ہے کہ انہوں نے ایک نظم "دریا کے کنارے" بہت آسان زبان میں لکھی ہے۔ اور ۵؎ روپے اس بات کے کہ قدرتی مناظر کے نقشے اپنی نظموں میں خوب کھینچتی ہیں

محترمہ رابعہ پنہاں کو آٹھ روپے ان کی موثر نظم "صنف نازک سے خطاب" پر دئے جاتے ہیں اور سات روپے اس بات کے کہ خورشید آرا بیگم صاحبہ کی طرح انہوں نے بھی مناسب موقع پر "یاد خاتون" "قصیدہ سال نو" وغیرہ نظمیں لکھی ہیں

اور بھی کئی قابل بہنوں کی نظمیں اس سال شائع ہوئے ہیں لیکن افسوس ان کے مضامین کی تعداد بہت کم ہے۔

تعداد مضامین سب سے زیادہ مضامین اس سال محترمہ و۔ ا۔ کے شائع ہوئے ہیں اس لئے اول درجہ کے انعام ۲۰؎ کی اس سال وہ مستحق ہیں۔ ان کے قریب قریب مضامین محترمات [illegible] اور مس فاطمہ محمد حسین کے شائع ہوئے ہیں۔ اور چونکہ ان دونوں بیبیوں نے اس سال عصمت کی خاص طور پر قابل شکریہ قلمی اعانت کی ہے۔ اس لئے درجہ دوم کا انعام دس روپے دو حصوں میں تقسیم کر کے تین تین روپے کا اضافہ اور کیا جاتا ہے۔ گویا دونوں بہنوں کی خدمت میں آٹھ آٹھ روپے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان بہنوں کے

مضامین سے صرف ایک ایک مضمون محترمات مہرالنسا اور بلقیس جمال کا کہہ پانچ روپے سوم درجہ کا انعام بھی اور پانچ روپے بڑھا کر ان دونوں بہنوں میں برابر کا دیا جاتا ہے۔ یعنی پانچ پانچ روپے دونوں قابل بہنوں کو۔

متفرق انعامات تعداد مضامین کے انعامات کے علاوہ یہ تمام انعامات پر موضوع کے بہترین مضامین پر دیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ چند اور خاص انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں۔

محترمہ فاطمہ خیری (برلن) کو دس روپے کا ایک حقیر انعام اس بات کا دیا جاتا ہے کہ سات سمندر پار سے وہ عصمت کی نہایت بیش بہا اعانت تصاویر سے کر رہی ہیں۔ بارہ بے نظیر تصویروں کے بلاک جن سے جرمنی میں چار رنگ کے ہیں محترمہ موصوفہ اور ان کے قابل شوہر پروفیسر ستارخیری کی مخلصانہ کوشش سے طیار ہوئے ہیں۔ بلاکوں کے علاوہ عصمتی بہنوں کے مذاق کی تصاویر بھی محترمہ موصوفہ وقتاً فوقتاً بھیجتی رہتی ہیں۔ اور ان کی یہ اعانت اس قدر قیمتی ہے کہ ہم کسی طرح بھی ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

سات روپے **مس فاطمہ محمد حسین صاحبہ** کو ان کے بیحد مفید مضمون "رفع افلاس" (اپریل) پر دئے جاتے ہیں۔ جو بڑی محنت سے لکھا گیا ہے۔

• محترمہ **زہرہ فیضی** صوبہ بمبئی کی تعلیم یافتہ بیبیوں کو اردو مضمون نگاری کی ترغیب دینے کی قابل قدر کوشش کر رہی ہیں محترمہ موصوفہ ہی کی کوشش سے صوبہ بمبئی میں عصمت کی دو تین قابل مضمون نگار بہنیں اس سال پیدا ہوئی ہیں

محترمہ فاطمہ خیری (برلن) عصمت کی ترقی کے لئے وقتاً فوقتاً نہایت قیمتی مشورے دیتی رہتی ہیں اس خصوصیت سے ان دونوں بہنوں کی خدمت میں پانچ پانچ روپے کے حقیر انعامات پیش کئے جاتے ہیں اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات حاصل کرنیوالی محترم بیبیاں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ، خاکسار ایڈیٹر اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ انہوں نے عصمت کی جو قیمتی اعانت کی ہے وہ بہت گراں بہا ہے اور اسکے مقابلہ میں یہ انعامات مالیت کے اعتبار سے کچھ شک نہیں نہایت حقیر ہیں اور عصمت کو اس کا پورا پورا احساس ہے لیکن اس خیال کہ یہ خاتون اکرم مرحومہ کی یادگار میں پیش کئے جاتے ہیں، امید ہے کہ قدر وقعت سے دیکھے جائیں گے مدیر "**رازق الخیری**"

پس اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں ہیں

۱	محترمہ و۔ا۔	بھوپال	۵، ۵، ۱۰، ۵، ۱۰، ۱۵	۵۰ روپیہ
۲	محترمہ مسز یوسف الزماں	لکھنؤ	۵، ۱۰، ۷، ۸	۳۰ ״
۳	مہرالنسا صاحبہ	وائیسر مدراس	۵، ۵، ۵، ۵، ۵	۲۵ ״
۴	مس فاطمہ محمد حسین صاحبہ	بنگلور	۵، ۵، ۸، ۷	۲۵ ״
۵	محترمہ فاطمہ خیری	برلن جرمنی	۱۰، ۱۰، ۵	۲۵ ״
۶	محترمہ بلقیس جمال خاتون	بریلی	۱۰، ۵، ۵، ۵	۲۵ ״
۷	محترمہ نذر سجاد حیدر	علی گڑھ	۱۵، ۵	۲۰ ״
۸	محترمہ زہرہ فیضی	بمبئی	۱۰، ۵، ۵	۲۰ ״
۹	خورشید آرا بیگم صاحبہ	امراؤتی	۱۰، ۱۰	۲۰ ״
۱۰	محترمہ ظفر جہاں بیگم	بریلی	۱۰، ۵، ۵	۲۰ ״
۱۱	لطیف بیگم صاحبہ	لاہور	۱۵	۱۵ ״
۱۲	محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام آر اے ایس	حیدرآباد	۵، ۱۰	۱۵ ״
۱۳	محترمہ رابعہ پنہاں	مظفر نگر	۸، ۷	۱۵ ״
۱۴	محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل	کشمیر	۵، ۵	۱۰ ״
۱۵	محترمہ عائشہ بیگم	لاہور		۱۰ ״
۱۶	کلثوم سعید خانم صاحبہ	ضلع گورداسپور		۱۰ ״
۱۷	محترمہ حامدہ خیری	دہلی		۵ ״
۱۸	محترمہ انیس فاطمہ	بارہ بنکی		۵ ״

عصمت کی قابل مضمون نگار خواتین کی تعداد خدا کا شکر ہے ہر سال بہت اچھی ترقی کر رہی ہے
اور اس وقت ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے جہاں عصمت کی مضمون نگار خواتین موجود
نہوں. لیکن انعامات حاصل کرنے والی بیبیوں کی فہرست میں افسوس ہے کہ اس سال بھی بہار
بنگال. برما کی کسی خاتون کا نام نہیں ہے. اور ہوتا کہاں سے جب ان صوبوں سے کسی
بہن کے بھی چار مضمون شائع نہیں ہوئے. ہمیں امید ہے کہ مشرقی ہندوستان کی
وہ بیبیاں جو مضامین لکھ سکتی ہیں. ابھی سے اس طرف توجہ فرمائیںگی اور سال
آئیندہ کے انعامات پانے والی خواتین میں ان صوبوں کی بھی کئی بیبیاں ہوں گی
ہمیں یہ محسوس کرکے بے انتہا افسوس ہوتا ہے کہ اب کئی کئی سال سے غیر مسلم خواتین
کے مضامین عصمت میں شائع نہیں ہوتے. حالانکہ عصمت ہندوستانی بیبیوں کا پرچہ ہے
اور ہم کوئی ایسا مذہبی مضمون شائع نہیں کرتے جس سے کسی مذہب کی بہنوں کی دل آزاری
ہو. ہم شکرگذار ہوں گے اگر عصمتی بہنیں غیر مسلم خواتین کو عصمت کی مضمون نگاری کی ترغیب
دینگی. غیر مسلم خواتین کے اچھے مضامین پر عصمت خوشی کے ساتھ معاوضہ پیش کرے گا.

تصویروں سے بھی آپ عصمت کی بڑی مدد کرسکتی ہیں. ایسے فوٹو بھیجئے
جو شریف ہندوستانی بیبیوں کی دلچسپی کا باعث ہوں. اگر آپ نے اچھی تصویریں بھیجیں
تو نہ صرف شائع ہوں گی بلکہ عمدہ تصویروں پر انعام بھی دیا جائے گا. پروفیسر ستار
خیری اور محترمہ فاطمہ خیری، مسٹر ضیاء الدین احمد برنی. اور محترمہ رضیہ ریاض نے
اس پرچہ کی تصویروں میں بڑی مدد دی ہے. جزیرہ مالٹے کی عورت کی تصویر خیر النساء
صاحبہ حیدرآباد دکن نے. اور قاہرہ کی مسجد کا فوٹو محمد یوسف صاحب سوارڈی کو بکری نے
بھیجا ہے. ہم ان کے شکرگذار ہیں.

"اڈیٹر"

عصمت پر ایک نظر

میں گذشتہ ماہ میں لکھ چکی ہوں کہ عصمت کا ہمارے اوپر کتنا حق ہے اور وہ ہمیں کیسے ادا کرنا چاہیے۔ آج میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ عصمت کس کس اعتبار سے مستورات کے لئے سب سے بہتر پرچہ ہے۔

عصمت کی ایک سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کبھی کوئی ناگوار بحث نہیں چھڑتی اس کے مضامین ہمیشہ کسی نہ کسی اصلاحی موضوع پر ہوتے ہیں اور اگر بعض مضمون نگاروں میں اختلاف رائے بھی ہو تو نہایت شایستہ طریقے سے دوسرے کی رائے کی تردید کی جاتی ہے اور کسی فریق کو کبھی شکایت یا ملال کا موقع نہیں دیا جاتا۔

افسانے زیادہ تر مولانا راشد الخیری مدظلہٗ کے ہوتے ہیں جن کی عمدگی پچیس! تیس برس سے متفقہ طور پر تمام ملک میں تسلیم کرلی گئی ہے ان کے علاوہ بعض بہنیں بھی اچھے افسانے لکھتی ہیں مثلاً مسز یوسف الزماں صاحبہ اور رضیہ ناصرہ صاحبہ — جن میں پہلی بہن کا تو اندازِ بیان اسقدر دلکش ودلچسپ ہوتا ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی سیری نہیں ہوتی۔

نظمیں تو خاص کر عصمت میں اتنی لاجواب چھپتی ہیں کہ یہ بات اور کسی رسالے میں نظر ہی نہیں آتی اور جہاں تک میرا علم ہے محترمہ ح۔ب کرم آبادی صاحبہ کے سوا اور باقی تمام شاعر بہنیں جو ہماری صنف کے لیے مایۂ ناز ہیں سب کی سب بزم عصمت میں جمع ہوگئی ہیں۔ جن کی مضمون آفرینیاں اور خیال آرائیاں دیکھ دیکھ کر بے اختیار منہ سے ماشاءاللہ اور چشم بددور کے کلمے نکلتے ہیں۔ ان کے علاوہ اکثر حضرت عزیز لکھنوی کا پُرتاثیر کلام بھی عصمت کی رونق بڑھاتا ہے

دستکاری کے موضوع پر ہماری قابل و دستکار بہن لطیف بیگم صاحبہ کے مضامین کا مفید

کا سادہ سلسلہ برابر جاری ہے اور تمام عصمتی بہنیں ان سے مستفید ہو رہی ہیں۔
معاشرتی اور ادبی مضامین بھی خوب ہوتے ہیں معاشرتی خاص کر فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلور اور عزیزہ ظفر جہاں بیگم کے اور ادبی ہمشیرہ غلام دستگیر صاحبہ کے اور اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ مختلف اضلاع کی خواتین کے مضمون ہوتے ہیں لیکن زبان سب کی اچھی اور قریب قریب اتنی یکساں معلوم ہوتی ہے گویا سب بہنیں پاس پاس کے شہروں کی مثلاً دہلی لکھنؤ آگرہ علیگڈھ فیض آباد وغیرہ کی ہیں اور ان کی بات چیت میں ذرا بھی اجنبیت نہیں یہ خصوصیت بھی عصمت اور صرف عصمت میں ہے اور کس پرچے کو لیجئے مشکل سے دو چار مضمون ایسے ملیں گے جن میں زبان کی غلطیاں نہ ہوں۔ یہ اُردو زبان کی بہت بڑی خدمت ہے جو عصمت انجام دے رہا ہے۔
مضامین پر انعامات دینے کا طریقہ بھی عصمت میں اور سب رسالوں سے علیحدہ ہے کہ مضامین کی زیادتی پر نہیں بلکہ عمدگی پر انعام دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نامہ نگار بہنیں برابر ترقی کر رہی ہیں اور دن بدن انکی استعداد بڑھتی جاتی ہے۔
عصمت میں تصویریں بھی اب بہت اچھی تعداد میں چھپ رہی ہیں۔ اور اس میں اسکی شان سب رسالوں سے الگ ہے کہ خاص طور پر بنوائی جاتی ہیں۔ کارٹون بھی اچھے نصیحت اور ظرافت آمیز ہوتے ہیں۔ سرورق بھی نہایت خوبصورت ہے۔ کاش ہم اس کی پوری قدر کرتے تو اس سے کہیں زیادہ نظر فریب ہوتا غرض اب تک جتنی ترقی ہوئی وہ بے حد مبارکباد کے قابل ہے، اب سے بیس سال پہلے جب یہ جاری کیا گیا ہے۔ مستورات کے دو تین ہی رسالے تھے اور سب میں زنانہ مضامین کی کمی کی شکایت تھی اب خدا کے فضل سے روز نئے پرچے جاری ہو رہے ہیں لیکن آج بھی مضمون کی کمی نہیں پڑتی بلکہ چند مضمون شائع کیے جاتے ہیں۔ باقی جمع رہتے ہیں اور برابر رسالے کو پندرہ روزہ کرنے اور صفحے بڑھانے کی تجویزیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت عصمت قریب قریب پہلے سے دوگنا ہے کیونکہ خط مہین کر دیا گیا ہے اور صفحے بھی بڑھا دیے گئے ہیں۔

پابندی وقت کا بھی بہت اچھا انتظام ہے کہ پہلی دوسری تک پرچہ ضرور مل جاتا ہے یہ بھی عصمت کی بہت بڑی خوبی ہے جو دوسرے کسی زنانہ رسالہ میں نہیں ہے۔

اب میں مولانا راشدالخیری مدظلہٗ ایڈیٹر صاحب اور تمام عصمتی بہنوں کو عصمت کی جلیبی سالگرہ کی مبارکباد دیتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ خدا ہمیشہ اسے یونہیں کامیابی اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس وقت اس شاندار جلسے میں سب عصمتی بہنیں یا کم از کم مضمون نگار بہنیں ہی جمع ہو جاتیں اور آپس میں ملکر خوش ہوتیں۔ جیساکہ ایڈیٹر صاحب نے گذشتہ سالگرہ پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر یہ باتیں ترقی اشاعت ہی پر منحصر ہیں اگر اس وقت عصمت کی اشاعت سات آٹھ ہزار ہوتی تو یہ ارادہ خاصی طرح پورا ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہمت سے کام لیکر ایک مستقل کوشش شروع کرنی چاہیئے جس خدا نے آج ہمیں یہ خوشی کا دن دکھایا ہے وہ ہماری سب امیدیں اور آرزوئیں بر لانے پر قادر ہے۔ فقط

خاکسار

و۔ا۔ ازبھوپال

جوبلی نمبر

بُرا بھلا جو کچھ ہے آپکے سامنے ہے۔ اگر آپ اندازہ کر سکیں کہ اس کی طیاری پر بے دریغ روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا ہے تو کیا اس وقت بھی آپ اپنی سہیلیوں، اور عزیز بہنوں کو یہ پرچہ دکھا کر اور انہیں خریدار بناکر عصمت کی سچی محبت کا ثبوت نہ دینگی؟

اس پرچہ کی قیمت سالانہ خریداروں سے کچھ نہیں لی گئی۔ لیکن علیحدہ خریدا جائیگا تو عمر ہے۔ آپ ذرا بھی توجہ فرمائیں تو دو چار خریدار نہایت آسانی سے دے سکتی ہیں

"منیجر"

تقریر حقوقِ نسواں

[۱۵ مارچ میں مولانا شوکت علی حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تھے تو تھنو سوشیل سوسائٹی نے ایک جلسہ کیا تھا جسکی صدارت محترمہ صغرا ہمایون مرزا۔ ام۔ آر۔ ایس۔ اے۔ ایس۔ نے کی تھی ہم محترمہ موصوفہ کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنی تقریر صدارت اشاعت کی غرض سے ہمیں روانہ فرمائی ہے۔ ایڈیٹر]

پہلے میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آج کے جلسہ کی صدارت مجھکو عطا کی۔ جلسہ بھی وہ جسمیں مولانا شوکت علی صاحب تقریر کریں۔ میں آج کے جلسہ میں اس لئے شریک ہوئی کہ مولانا کے خیالات جو ہندی عورت کے متعلق ہیں سنوں اور اپنے خیالات مولانا پر ظاہر کروں اب یہ امر مسلمہ ہوگیا ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اسکی عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں ہندی عورتیں جاہل چھوڑ دی گئی ہیں اور مرد ہوم رول چاہتے ہیں یہ یقین رکھئے کہ جب تک ہندی عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں گی ہماری قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ ہماری ایسی حالت ہوگئی ہے کہ مہذب اقوام کی عورتیں تک ہم پر ہنستی ہیں۔ اخباروں میں مضامین لکھتی ہیں۔ کتابیں تصنیف کرتی ہیں مس میو کی مدر انڈیا اسکی شاہد ہے ایک عورت نے ہماری بُرائیاں ہم کو بتادیں۔ افسوس کہ کہ ہماری رہبری اور ہماری دستگیری کرنے والا کوئی نہیں۔

میری دوست مسز سروجنی نائڈو بھی مردوں کے لیے لڑتی ہیں عورتوں کے لئے نہیں لڑتیں مردوں کے لئے لیڈری کرنے والے بہت ہیں۔ لیکن بچاری عورتوں کے لئے صرف ممتاز علی صاحب اور جناب علامہ راشد الخیری کچھ کر رہے ہیں۔ میں مولانا سے دریافت کرتی ہوں کہ وہ سالہا سال سے قومی خدمت کر رہے ہیں مستورات کے لئے کیا کیا؟ مولانا محمد علی صاحب نے کامریڈ نکالا۔ ہمدرد نکالا انجمن خدام کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ مسلم لیگ قائم کی۔ غرض جو کچھ کیا مردوں

کے لئے۔ قومی لیڈر اول تو ہیں بہت کم اور جو ہیں وہ سب کے سب پالی ٹیکس میں حصہ لیتے ہیں کسی قومی لیڈر نے ناقص العقل کو کامل العقل بنانے کی فکر نہیں کی۔ میں یہ ضرور کہوں گی ہمارے قومی لیڈر چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان انکو عورتوں کی ترقی کی بالکل فکر نہیں۔ مسلمان لیڈر خلافت کے پیچھے پڑے ہیں ہندو شدھی کو لیکر بیٹھے ہیں۔ اگر ایک ہندو لیڈر اور ایک مسلمان لیڈر اپنے اپنے فرقہ کی عورتوں کی آزادی اور تعلیم دلانے کی فکر میں ہمہ تن غرق ہو جائے اور اسی فکر میں رہے کہ عورتوں کو پنڈت اور مولویوں کے ہاتھوں سے آزادی دلائیں رسم و رواج کی زنجیریں کاٹ دیں عورتوں کی تعلیم عام ہو مردوں کے برابر ہوں۔ اور عورتوں کو آزادی ملے تو مردوں کے دوش بدوش کام کر سکیں۔

حاضرین! اب یہ سوال ہوگا کہ آزادی کس چیز کی چاہیئے۔ تعلیم بھی عورتوں کو اب دی جارہی ہے پھر تعلیم کس قسم کی چاہیئے۔

۱- مسلمان عورتوں کی آزادی یہ ہو کہ اسلامی طریقہ کا پردہ اختیار کیا جائے برقعہ اوڑھکر ہم ہر ایک کام میں مردوں کے برابر شریک ہوں اور مسجد میں نماز کو عورتیں بھی مرد کے پیچھے کھڑی ہو سکیں۔

بی اماں مرحومہ جب برقعہ اوڑھکر باہر نکلیں تو انہوں نے بہت سے قومی کام کیے انہی کی تعلیم و ہمت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے لئے دو شیر چھوڑ گئیں۔

۲- ہندو اور مسلمان لڑکیوں کی کم سنی کی شادی موقوف کردی جائے۔

۳- لڑکیوں سے شادی کے قبل دریافت کرلیا جائے کہ جو نسبت ہم نے مقرر کی ہے تمکو منظور ہے یا نہیں۔ کیونکہ اندھوں کی طرح والدین لڑکی کو ایک شخص کے حوالہ کردیتے ہیں کیا یہ ظلم جائز ہے؟

۴- ہندو عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں ان پر طرح طرح کا ظلم ہوتا ہے غذا خراب دیجاتی ہے سر منڈا دیا جاتا ہے۔ ان کو آزادی دی جائے کہ جس طرح ان کا دل چاہے زندگی بسر کریں اور دوسری شادی کرسکیں۔

۵- مرد [illegible] نہایت [illegible] ہے کہ جو چیز دنیا میں بہترین ہے وہ مردوں

بڑے بڑے کالج مردوں کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ عورتوں کے لئے قید ذلت۔ مرد
ایم اے کی ڈگریاں لیتے ہیں اور عورتوں کو ناقص العقل کی ڈگری دیجاتی ہے۔ مردوں کے
لئے یورپ وامریکہ کا سفر، عورتوں کے لے چار دیواری کی قید۔ مردوں کے لئے
عیش و طرب کے جلسے، عورتوں کے لئے فراق کی گھڑیاں۔ مردوں کے لئے عمدہ سے
عمدہ غذائیں عورتوں کے لئے چولہا پھونکنا، یہ تو روزمرہ کا حساب ہے۔ اب مذہب
کو لیجئے حکم خدا ہے کہ ایک شادی کرو دو کرو چار کرو۔ گر عدل کرو اگر عدل نہ ہو سکے
تو ایک کرو۔ اگر عورت سے نہ بنے تو طلاق دے دو۔ لیکن مرد محض اپنی خود غرضی سے
تین چار عقد کر لیتے ہیں اور عدل نہیں کرتے اور نہ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق تو عیب
میں داخل ہے اور انصاف بالائے طاق۔ بیوہ عورتوں کا عقد ثانی کرنا رواج کے سبب
ناجائز کر دیا گیا یہ رواج ہندو مسلمان دونوں کو ترک کرنا چاہیئے۔
پردہ کے بارہ میں بھی مرد عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے کہ اپنی اپنی نظریں نیچی
رکھیں۔ کیا قرآن میں یہ حکم ہے کہ ہم چار دیواری میں بند رکھی جائیں؟ قرآن میں یہ ہے کہ
ہم مسجد میں نماز کو نہ جائیں؟ کیا قرآن میں یہ حکم ہے کہ ہم منہ پر نقاب ڈالیں۔ میں کوئی چیز مذہب کے خلاف
طلب کرنا نہیں چاہتی۔ کیا ہماری عصمت صرف پردہ کے پیچھے چھپی ہے۔ مردوں کا یہ
خیال غلط ہے بالکل غلط ہے۔ سراسر غلط ہے۔
سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا ہے کہ پردہ کم کیا جائے
اس سے کیا فائدہ سرکار عالیہ کو شہزادی میمونہ سلطان بیگم صاحبہ کو چاہیئے اپنے شہر میں
اسلامی پردہ عام طور سے جاری فرمادیں۔ سرکار عالیہ نے جب ۱۹۱۸ء میں بھوپال میں
کانفرنس کی تھی تو میں نے تقریر کی تھی کہ پردہ اسلامی ہو۔ سرکار عالیہ نے میری تائید میں
تقریر کی مگر اب تک کچھ نہ ہوا۔
ہندو عورتوں پر پنڈتوں نے اس طرح کا ظلم جائز رکھا ہے کہ ان کے مذہب سے
بہت زیادہ سختی کی جاتی ہے۔
حاضرین! ذرا خیال تو فرمائیں۔ ہندوستانی عورت پر کیسا شدید ظلم ہے جس کو کوئی تعلیم یافتہ

قوم اپنے جانوروں تک پر جائز نہیں رکھتی۔ یورپ کے کسی دیسی جانور خانہ میں جا کر دیکھو جیسے چڑیا مینا تک آزاد ہے وہ بھی پنجرے میں بند نہیں کی جاتی ان کے لئے بڑے بڑے درخت تالاب وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اسپر جالی ڈالدی جاتی ہے نہایت آزادی سے چڑیا اڑتی ہے اپنا گھر بناتی ہے۔ انڈے دیتی ہے اس طرح سے پھر بھی آزاد ہیں۔

افسوس کا مقام ہے جو قوم اپنے نازک و کمزور فرقہ پر یہ ظلم کرے اور پھر اس کو صنفِ نازک کہا جائے پھر کیا ایسی قوم ترقی کرسکتی ہے ہرگز نہیں۔ ہم کو آزادی دو اس کے بعد دیکھو ہم آپکو آزادی دلاتے ہیں۔ دیکھو جب روس نے ایران پر ظلم کیا وہاں کی عورتوں نے وہ کام کیئے ہیں جو مرد نہیں کرسکتے۔ ڈاکٹر اینی بیسنٹ کو لیجئے کہ انھوں نے بھی بہت کچھ کیا۔ اور بھی ایشیائی اور یورپین عورتیں گزری ہیں اور موجود ہیں جو مردوں پر سبقت لے گئی ہیں مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی امور میں جون آف ارک ایک عورت نے فرانس کو آزادی دلوائی کیسے کیسے آڑے وقتوں میں عورتیں کام آتی ہیں۔ انبیاء و اولیاء منی اور رشی وغیرہ سبنے عورتوں ہی کے گود میں پرورش پائی۔ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے کوئی بغیر ماں کا بچہ دنیا میں آجتک نہیں پیدا ہوا۔ جب خدا میں قدرت بغیر باپ کے پیدا کرنے کی ہے تو بغیر ماں کے بھی بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ شرف عورت کو ملا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ ؎

زیرِ قدمِ والدہ فردوس برین است

کسی مرد کے قدم کے نیچے بہشت نہیں بتاتے بہت سے مردوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہی لیکن کسی عورت نے بھی کیا؟

حاضرین! کیا اچھا تھا کہ پہلے زمانہ میں جو لڑکی پیدا ہوتی تھی اسکو مار ڈالتے تھے اگر وہی رواج جاری رہتا تو ہمارے لئے اس قید سے بہت بہتر ہوتا کہ ہم دنیا میں رہیں اور مجرموں کی طرح زندگی بسر کریں۔

ہمارے قومی لیڈر چند روز قید خانے میں رہے تو ان کے لئے ہر شخص ہلنے

بہاتا تھا۔ مگر ذرا خیال کرو کہ ہندوستان کی عورت کے لئے جیسے ہمیشہ قید فرنگ ہے کوئی آنسو بہانے والا نہیں! ہائے اگر کسی نے کبھی آواز بلند کی تو پنڈتوں اور مولویوں نے ان کا گلا دبا دیا۔ رواج کی زنجیر لاکر گلے میں پہنادی۔ دہلی میں میں نے حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم سے یہی کہا تھا کہ آپ قومی لیڈر ہیں مگر اپنی عورتوں کو بیکار چھوڑ دیا۔ جب تک آپ اپنی عورتوں کو تعلیم نہ دلائیں گے کچھ نہ ہوگا۔ میرے دینی بھائی آپ میری آواز بڑے بڑے مولوی۔ اور پنڈت اور مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر انصاری۔ مدن موہن مالوی۔ لاجپت رائے وغیرہ تک پہونچا دیجئے اور آپ وعدہ کیجئے کہ آیندہ زندگی آپ پالٹکس میں نہیں گزاریں گے۔ بلکہ صرف ہماری ترقی تعلیم و آزادی نسواں پر صرف کریں گے۔ آپ ہم کو آزادی دلوا دیجئے پھر دیکھئے ہم آپ کو آزاد کراتے ہیں یا نہیں! خیر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے میری تقریر غور سے سنی +

صغرا ہمایوں میرزا

مصلحت تعدد ازدواج

محترمہ بہن تہمینہ فیضی صاحبہ نے جو ہندوستان میں نسوانی عروج اور آزادی نسواں کی حامی مانی جاتی ہیں۔ مجھے ایک خط لکھا ہے جس میں عصمت کے جوبلی نمبر کے لئے مضمون لکھنے کی تحریک کرنے کے علاوہ مجھے اور میرے شوہر محترم کو چند معاشرتی نصائح لکھیں ہیں جو ہم دونوں کے لیے ایک خاص راہیں مشعل ہدایت ہیں کہ میں اپنے شوہر محترم کے لئے اولاد کے خیال سے اس اثنار میں اپنے ایک رشتہ کی عزیز لڑکی کو بیاہ لائی ہوں۔ ہم تینوں کو اپنے حقوق و فرائض کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کے لیے ہم تینوں محترمہ بہن صاحبہ موصوفہ کے دلی ممنون ہیں۔ عصمت کے جوبلی نمبر کے لئے میں اسی مضمون پر قلم اٹھاتی ہوں۔ اور امید کرتی ہوں دوسری بہنیں بھی اسپر تنقید کریں گی۔

تعدد ازدواج کی اجازت میں بمضمون نِسَاءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ الخ مصلحت خداوندی "بقائے نسل" ہے جو لوازمے زندگی قرار دی جاسکتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی حقوقِ نسواں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِس جوازی حکم میں فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا کی بھی ایک شرط لگا رکھی ہے کہ اگر تم سے ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ ان کے حقوق کی آدائگی میں انصاف نہ ہوسکے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔ پس اسی شرط کے ساتھ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ الخ تعدد ازدواج کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ ادائگی حقوق میں انصاف ہونا چاہیئے اِس کے سوا اس قسم کے ازدواجی اتحاد میں ایک طبع اسلامی کی نظر میں کوئی دوسری بات خرابی پیدا کرنے والی نہیں ہوسکتی۔ یہ روئے سخن میرا مردوں کی طرف ہے کہ وہ متعدد عورتیں رکھنے کی حالت میں ہر ایک آدائگی حقوق میں انصاف کو ملحوظ رکھیں یعنے نہ ہو کہ ایک کو تو اس کا حق پورا دیں اور دوسری کو نہ دیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ادائے حقوق کے بعد اگر کوئی ضروری سلوک کسی ایک سے کیا جائے اور دوسری سے نہیں تو دوسری کے

حق میں ناانصافی کسی جا سکے۔ مثلاً ایک کو بوجہ کمزوری معقول غذا دوا دی جائے یا گرم لباس پہنایا جائے جو دوسری کو بلا ضرورت نہ دیا جاتے تو یہ خلاف انصاف نہیں کہا جا سکتا۔ یا ایک سے بوجہ اصابت رائے کسی معاملہ میں مشورہ کرنا اور دوسری سے نہ کرنا ظلم میں داخل نہیں ہو سکتا مطلب یہ کہ انصاف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک سے جس قسم کا سلوک ہو اسی قسم کا دوسری کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ بلکہ انصاف کے معنے یہ ہونے چاہئیں کہ ہر ایک کو اپنے اپنے موقعہ پر اپنے جائز حقوق سے محروم کرنے کی کوشش نہ ہو۔ ورنہ اگر انصاف کے معنے یہ لئے جائیں کہ ایک سے جو سلوک برتا جائے وہی سلوک ضرورت بلا ضرورت فائدہ نقصان کا خیال نہ کرتے ہوئے دوسری سے بھی برتنا چاہیئے تکلیف ما لا یطاق اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کے بالکل خلاف ہوگا۔

ایک میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب جن کے نام کی ضرورت نہیں جب ان کی دوسری شادی ہوئی تو رخصتی کے وقت نئی دلہن کے والدین نے اپنی بچی کا بچپنا بیان کرکے بہتر سلوک کی استدعا کی تو داماد صاحب گویا ہُوئے کہ "آپ مطمئن رہیں۔ میری نزدیک سب برابر ہیں۔ میں ایک کو زیادہ تو دوسری کو کم نہیں دیکھونگا۔ اگر پہلی کو ماروں گا تو دوسری کو بھی پیٹوں گا۔"

فرمائیے اس جہالت کی بھی کوئی انتہا ہے۔ کیا خدائی حکم "انصاف کرو" کے یہ معنی ہیں کہ ایک پر ظلم کرو تو دوسری پر بھی بلحاظ انصاف ویسا ہی ظلم کرو۔ عوام میں انصاف کے معنے کچھ ایسے خاص اِس معاملہ میں مخلوط ہوگئے ہیں کہ بھلی بُری۔ فائدہ نقصان۔ ضرورت۔ بلاضرورت کا خیال نہ کرتے ہُوئے ایک ہی قسم کا برتاؤ ہر ایک سے انصاف پر مبنی خیال کیا جاتا ہے۔

خیر یہاں تک تعدد ازدواج کا وہ پہلو ہوا جو بقائے نسل کی مصلحت اور عورتوں کے ساتھ انصاف برتنے پر مبنی تھا اور یہ مردوں سے متعلق ہے۔ لیکن اس مسئلہ کا دوسرا رُخ جو عورتوں سے تعلق رکھتا ہے اور وہی فی زمانہ اِس اتحاد مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ کے حق میں اکثر باعث خانہ بربادی ثابت ہوتا ہے اور وہ حسد ہے جو شرکت فی الزوج

کے سبب عورتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ عورتیں شوہر کی ذات میں دوسرے کو شریک دیکھنا پسند نہیں کرتیں حالانکہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت میں سوا شرط انصاف کے جس کا تعلق خاص مردوں کے برتاؤ کے ساتھ ہے اور کوئی اس قسم کی شرط نہیں لگائی جس سے عورتوں کے اس حسد کو بجا کہا جا سکے۔ بلکہ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ سے جو تفوق مردوں کو عورتوں پر عطا ہوا ہے اس سے عورتوں کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ اس قسم کی شرکت کو عدم رواداری سے دیکھیں۔ ہاں وہ صرف اپنے حق کی حفاظت کرسکتی ہیں بشرطیکہ خود اپنے فرائض پر بھی نظر ہو۔ لیکن انسانی معاشرت میں آجکل جہاں لاتعداد خرابیاں وقوع پذیر ہونے سے زندگی دوبھر ہورہی ہے وہاں انسانی طبائع کی بعض فطری اوصاف جیسے حسد و غیبت وغیرہ سے زندگی وبال بن رہی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ فی زمانہ تعدد ازدواج باعث خانہ بربادی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کا زیادہ تر سبب وہی حسد ہے جو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں حضرت یوسف علیہ السلام کو موت کے مونہ میں لے گیا۔ چنانچہ بھائیوں کے حسد کا ذکر قرآن پاک نے اس طرح کیا ہے۔ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ (ترجمہ) جب انہوں نے آپس میں کہا کہ تم جانتے ہو کہ یوسف اور اس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم جماعت کے جماعت ہیں کچھ شک نہیں کہ ابا خطائے فاش میں مبتلا ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ یوسف کو مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک آؤ۔ پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف ہو جائے گی۔

غرض عورتیں اپنے شوہر کے دوسری بیوی کے نام سے ہی قبل از وقوع چیخ اٹھتی ہیں۔ کیا اس کا سبب مردوں کی عدم انصافی ہے؟ نہیں بلکہ شرکت غیر کا حسد پہلے سے بے چین کئے دیتا ہے حالانکہ قرآن مجید اس قسم کی تنگ دلی اور غمگینی کا سخت مخالف ہے۔ بلکہ اس کے خلاف اہل ایمان کی صفت یوں بیان فرماتا ہے وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا۔ یعنے وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی طرف سے تنگی نہیں پاتے جو ان کو دی گئی ہے اور ایک جگہ قرآن میں حسد کے خلاف انکاری لہجہ میں یوں آیا ہے کہ اَمْ يَحْسُدُوْنَ

النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنے کیا وہ اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو خدا نے نے اپنے فضل سے لوگوں کو دی۔

خلاصہ یہ کہ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ کے اتحاد میں زندگی کا جو لطف حاصل ہونا چاہیے تھا وہ اس ناجائز حسد کے سبب بیکار ہو جاتا ہے۔ اور بجائے لطف کے وبال بن جاتا ہے حالانکہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ الخ حکم خداوندی موجب وبال نہیں بن سکتا۔ بلکہ ہمارے فریق کا طرز عمل موجب وبال ہو جاتا ہے۔ فتامل وفتدبر۔

خاکسار

سردار محمدی بیگم۔ بنت مرحوم نواب آف ...

خاموش بہادر

ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ عورت کمزور جنس ہے اور مرد بہادر، دنیا کی بڑی بڑی لڑائیوں میں مردوں کے کارنامے سُنے ہیں، اُن کی شجاعت کا شہرہ ہے اُن کی سپہگری کا ڈنکا ہے، عورت غریب (امرد کہتے ہیں) کمزور ہے، گھروں میں بیٹھکر نزاکت سے زندگی گذارنا جانتی ہے، بچے سنبھالنا اور گھر کی دیکھ بھال اُس کا کام ہے۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو شاہراہ زندگی پر سب سے زیادہ بہادری سے عورت ہی کام لیتی ہے، وہ ایک خاموش بہادر کی طرح مصیبتوں کا مقابلہ کرتی ہے، آفتیں جھیلتی ہے، تکلیفیں اُٹھاتی ہے اور خاموشی کے ساتھ ایک سپاہی کی طرح لڑتی لڑتی ختم ہوجاتی ہے،

وہ تلوار سے نہیں لڑتی، اُس کے پاس بچاؤ کے لیے ڈھال یا تیر نہیں ہوتا، مگر اُس کے پاس صبر ہوتا ہے، شکر ہوتا ہے اور حلم و بُردباری، اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کس بہادری کے ساتھ وہ پالتی ہے اُن کی دکھ بیماری کا کس صبر سے مقابلہ کرتی ہے، مردوں کے مظالم کا سامنا کرتی ہے اور وفاداری کے ساتھ زندگی مسکراتے ہوئے گزارتی ہے،

میں ایک بیوی کو جانتی ہوں جن کے شوہر ایک اعلیٰ عہدہ پر تھے۔ یکایک اُن بی بی کے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا کچھ روز بعد شوہر بھی چل بسے، اور صرف دو بیٹیاں رہ گئیں وہ بھی ۲۵ اور ۳۰ برس کی ہو کے چند سال بعد مرگئیں۔ اب یہ بی بی جنکی عمر ۷۰ سے متجاوز ہوگی، اپنے دن ایسے صبر و شکر سے کاٹ رہی ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، ان کے چہرہ پر حلم و بردباری ہے نہ زمانے کی شکایت نہ قسمت کا گلہ —— جیسے کہ ایک خاموش بہادر شکست پر شکست کھا کے زندگی کا مقابلہ کر رہا ہو،

ایک بی بی کی شادی کے چار برس بعد اُن کے شوہر نے کسی بازاری عورت سے نکاح کرلیا، ان بی بی کی باقی تمام عمر تنہائی اور خاموشی سے کٹی، انہوں نے نہایت بہادری سے یہ زمانہ کاٹا، اس قدر مصیبتوں کے بعد جب اُن کا بیٹا ۲۷ برس کا ہوا۔ اور اچھی نوکری اس لڑکے کو ملی، تو ماں کی خوشی کا کنول ۲۵ برس کے بعد ابھی کھلا ہی تھا کہ یکایک اُس نوجوان لڑکے کا انتقال ہوگیا، [illegible]

پھر خاموشی سے زندگی کاٹنے لگیں، روتے روتے اُن کی آنکھیں ختم ہوگئیں، میں نے جب اُن کو دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ یہ عورت کس بہادری کے ساتھ عمر گذار رہی ہے کیا یہ آفتیں جھیلنے کے لئے ایک سپاہی کا دل نہیں چاہیئے؟

ایک بی بی کے سات بچے ہوئے، تو خاوند کا انتقال ہوگیا، اُنہوں نے خدا جانے کس دُکھ مصیبت سے اُن بچوں کو پالا، جب وہ بچے پڑھ لکھ کر جوان ہوئے تو یکے بعد دیگرے سب چل بسے اور ماں کو ایسا داغ دے گئے جو کبھی نہ بھرا جائے گا، اُن کی آنکھیں روتے روتے خشک ہوگئیں جن سے اب بمشکل آنسو نکلتے ہیں۔ اب وہ خاموشی اور بہادری سے صبر و شکر کے ساتھ زندگی کا مقابلہ کر رہی ہیں،

اللہ، اللہ خدا جانے کتنے ایسے گھر ہوں گے جہاں نہ معلوم کتنی خاموش ہستیاں دُنیا کی بادِ حوادث کا مقابلہ کر رہی ہیں اور اپنی مختصر سی زندگی صبر و شکر سے کاٹ رہی ہیں مگر اُن کی خاموش بہادری کی داد کون دیتا ہے؟ —

سلطانہ آصف (بمبئی)

بیٹیوں کا بھرنا

اہلِ ہنود چونکہ لڑکیوں کو ترکہ پدری سے محروم رکھتے ہیں اس کی کسر اس طرح پوری کیجاتی ہے کہ میکے والوں پر لڑکیوں کے بڑے زبردست حقوق ہمیشہ کے لئے قایم کر دیے جاتے ہیں جو عمر بھر ادا کرنے کے بعد بھی ادا نہیں ہو سکتے۔ باپ کے بعد بھائی بہن کے ان گرن پورے کرتے ہیں اور بہن بھی نہ رہے تو اس کے بچوں کو اسکی جگہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں چونکہ لڑکی بھی باپ کی وراثت میں حصہ دار ہوتی ہے اسلئے ہمیں اپنے ہندو ہمسایوں کی تقلید کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ جس گھر میں لڑکی نے بچپن سے پرورش پائی ہے وہاں اسکی محبت و شفقت ہمیشہ اسی طرح قایم رہتی ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے کہ باپ کے بعد بھائی بھی اپنی بہنوں کی محبت کو فراموش نہ کریں اور خاصکر اپنے یہاں کی تقریبات کے موقع پر اپنی اس ماں جائی کو جو کبھی انکے گھر کی رونق تھی اور آج پرایا دھن ہے ہرگز نہ بھولیں والدین کے بعد بہن بھائی ان کی نشانی ہوتے ہیں اسلئے خوشی اور غمی کے تمام موقعوں پر ان کی یاد ضروری ہے خاصکر لڑکیوں کے دل پر والدین کا جو صدمہ ہوتا ہے۔ بھائیوں کی محبت و شفقت ایک بڑی حد تک اسپر مرہم کا کام دے سکتی ہے اور خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جو شادی کے بعد بھی اپنے بچپن کے ساتھیوں کے لطف و کرم سے مستفید ہوتی رہتی ہیں۔ (اگرچہ ایسی بدنصیبوں کی بھی اس زمانہ میں کمی نہیں جن کے لئے "میکہ" ایک بے معنی چیز ہے اور یہ نام سنکر وہ حسرت سے اپنا دل تھام کر رہ جاتی ہیں) لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنے ہمسایوں کی تقلید میں خواہ مخواہ انکا اس قدر بھرنا بھریں کہ آخر کار یہ ہماری برداشت سے باہر ہو جائے اور میں مجبور ہو کر بیٹی کی بے جا آؤ بھگت کے ساتھ اس کی محبت اور ہمدردی سے بھی ہاتھ اُٹھانا پڑے میرے خیال میں انہیں بیہودہ رسوم کی وجہ سے ہندوستان میں لڑکی اپنے والدین کے لئے وبالِ جان بن گئی ہے۔ پیدائش کی خبر مشہور ہوئی نہیں کہ لوگوں نے بجائے تہنیت کے تعزیت شروع کر دی۔ ابا جان سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ آج میرے اوپر پانچ ہزار کی ڈگری ہو گئی۔ وہ تو کہئے خدا نے لڑکیوں کو کچھ ایسی موہنی صورت دی ہے کہ بچپن میں وہ اپنی بھولی بھالی پیاری پیاری اداؤں سے

سو اور بڑی ہو کر اپنی معصومیت، بے ہمالی، خدمت گزاری، اور ایثار کی بدولت، باپ بھائی کے دلوں میں گھر کرتی ہیں۔ مسئلہ سچ تو یہ ہے کہ جنم لیتے وقت ان کی حیثیت ایک بلغوالا بھائی سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ لیکن میرے عزیزو اگر انصاف کی نظر سے دیکھو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ معصوم ہستیاں بالکل بےگناہ ہیں اور جن خرابیوں اور رسوائیوں کو ان کی ذات سے منسوب کیا جاتا ہے ان کے ذمہ دار دراصل ہم خود ہیں۔ ہم نے اِن بیچاریوں کو تو تعلیم و تربیت سے عاری رکھکر محض مشینوں کی طرح کم سے کم خرچ کرکے پرورش کیا لیکن شادی کے وقت اپنے نام و نمود کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھکر خرچ کیا اور فریق ثانی نے آپ کی بیٹی سے نہیں بلکہ آپ کی دولت سے شادی کی اس صورت میں اس کی ہوس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی اور اگر وہ آپ کے حیثیت سے بڑھکر جہیز دینے پر بھی آپ کی بےزبان لڑکی کو کمی کا طعنہ دیکر اس کا دِل دکھاتا اور آپ کو کنجوس ٹھیراتا ہے تو اس میں اِس غریب لڑکی کا کیا قصور ہے؟ آپ کے طرزِ عمل نے تو خود لڑکے والوں کی عادتیں بگاڑ دیں ہیں۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں اتنا دوں جو میری حیثیت کے کسی اور شخص نے نہ دیا ہو جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر شادی ایک سے ایک زیادہ پیمانے پر ہوتی ہے۔ اور نئی شادیاں دیکھکر پہلی شادیوں کی قدر و قیمت لوگوں کے دلوں سے کم ہوتی جاتی ہے اور وہ طرح طرح سے اپنی بےزبان بیٹیوں کی دل آزاری اور ان کے والدین کی رسوائی کے درپے ہوتے ہیں +

اِسی رسمِ بد کی بدولت بہت سے بےحمیتوں نے شادی کو ایک تجارت سمجھ لیا ہے۔ اور اپنی بیکار زندگی اِس تجارت سے عیش و عشرت کے ساتھ گذارنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں۔ ایسے خیالات اول درجہ کی کمینگی کی دلیل ہیں اور جو شخص ایسا ہو اس سے جو کچھ بھی ظہور میں آئے اِس پر تعجب نہ ہونا چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ لوگوں کو ایسا کمینہ خصلت۔ اور بےحمیت بنانے کا ذمہ دار کون ہے۔ مجھ سے پوچھئے تو میں یہی کہوں گی کہ خود لڑکیوں کے والدین دنیا کی فضا میں یہ زہریلے بیج بوتے ہیں۔ خدا نے آپ کو روپیہ دیا ہے تو دل کھولکر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر خرچ کیجئے۔ اپنی لڑکیوں میں وہ اوصاف ذاتی پیدا کیجئے کہ خود اِن کے قدرشناس ان کی تمنا کریں تاکہ آپ کی دولت کے لالچ آپ کی دولت حاصل کرنے کے لئے اُن بےزبانوں کو ذریعہ بنائیں۔ لڑکوں کو اس قابل بنایئے کہ وہ اپنے پیروں پر آپ

گھرانے بھی بکیں۔ اور جوان ہو کر بجائے اسکے کہ کسی آنکھوں کے اندھے گانٹھ کے پورے امیر کی لڑکی سے شادی کرکے مزے اڑانے کی فکر کریں اپنی قوت بازو کے سہارے اس بے کھیتی پر محنت سیکھیں۔ لڑکیوں کو جہیز دیجئے تو اعتدال کے ساتھ اور ان کی ضروریات کا خیال کرکے یہ نہیں کہ بیاہ تو ہو رہا ہے بیٹی کا اور جوڑے حاصل کر رہے ہیں داماد صاحب کے تمام رشتہ دار نہ پچاس کی گنتی ہے نہ سو کی۔ پھر اس پر اگر جوڑے ناپسند ہوئے تو سیکڑوں نصیحتے ہو رہے ہیں وہی مثل ہوئی کہ مرغی اپنی جان سے گئی کھانے والوں کو مزہ نہ آیا۔ آپنے سیکڑوں روپیہ خرچ کرکے کیا حاصل کیا صرف لعنت ملامت اور کنجوسی کا خطاب اور یہ چرچے ابھی ختم نہ ہوئے تھے کہ پھر چھوچک پھر نئے سرے سے وہی واقعات پیش آئے۔ بقول شخصے کہ زر دادن اور درد سر خریدن۔ نہ آپ حیثیت سے زیادہ دے کر لڑکے والوں کے دماغ کو بگاڑتے نہ آپکو آئے دن ان رسوائیوں اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا۔ جس کا سبب اپنی غلطی سے آپ اپنی نور دیدہ کو قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کو اس بے گناہ سے مفت خدا نفرت ہو گئی ہے آپ اپنے خیال میں جو کچھ اسے دیتے ہیں ذرا غور کیجئے اس میں سے کتنا اس غریب کو پہنچتا ہے عید بقرعید اور شب برات وغیرہ تہواروں کے موقعوں پر آپنے نقد و جنس کے چھکڑے بھر بھر کر بیٹی کی سسرال بھیجدیئے اور بزعم خود بیٹی کی گردن پر چھکڑوں احسان کا بار لاد دیا۔ مگر ذرا انصاف سے کہئے کہ اِس غریب کو اس میں سے کتنا پہنچا؟ نقدی جو کچھ تھی وہ ساس خسر یا شوہر کے ہاتھ لگی۔ جنس تمام کنبے بلکہ برادری تک میں تقسیم ہوئی۔ ہاں انہیں سے دو چار لقمے جو آپ کی لڑکی کے پیٹ میں گئے اسکے لئے ضرور وہ آپکی شرمندہ احسان ہو سکتی ہے باقی جو کچھ آپنے کیا وہ محض اپنے نام نمود کی خاطر لڑکی بد نصیب کو آخر اس سے کیا فیض پہنچا سوائے اس کے کہ جس رشتہ دار کو کوئی چیز کم پہنچی یا پسند نہ آئی اسنے مفت میں دو چار طعنے سنا دیئے۔ اگر آپ کی لڑکی یا بہن ضرورت مند ہے اور واقعی آپ کو اسکی مدد کرنی منظور ہے تو نام و نمود کا خیال بالائے طاق رکھکر اس طریقہ سے اسکی مدد کیجئے کہ کبھی کو کان و کان خبر نہ ہو یہاں تک کہ اِس کے شوہر کو بھی آپ کی دولت کی چاٹ نہ لگے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے بھروسے پر اپنے ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ یا اپنی جورو ہی کے اخراجات سے آپ کے بھروسے پر سبکدوش ہو جائے۔

لڑکیوں کو خدا نے شروع سے ماں باپ کی اطاعت، فرمانبرداری، محبت، خدمت گزاری، استقلال، منکسر المزاجی، شرم و حیا، بے زبانی، اور ایثار کے جو جوہر عطا فرمائے ہیں ان کے اعتبار سے وہ والدین کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں مگر افسوس کہ والدین نے اپنی نادانی سے اپنے لئے بھی ان کو بار گراں بنا لیا ہے اور خود ان بے زبانوں کے لئے بھی ہزارہا مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ جب تک رسوم بد کا انسداد نہ ہوگا لڑکے والوں کی حرص و آز کم نہیں ہو سکتی اور بغیر اس کے وہ بیوی یا بہو کی سچی قدردانی سے معذور ہیں۔ اور جبتک یہ نہ ہو نہ لڑکی چین سے رہ سکتی ہے نہ اس کے والدین کو اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔

ظفر جہاں

کلنک کا ٹیکہ

پہلے زمانہ کی جاہلانہ رسمات، فضول قصے کہانیاں، لغو تربیت و تعلیم اب اس زمانہ میں اصلاح معاشرت اور مہذبانہ تعلیم و تربیت میں تبدیلی ہورہی ہیں۔ بچوں کی کتابیں بہتر ہوتی جاتی ہیں مستورات کی تعلیم کا ستارہ عروج پر ہے۔ مہذب خاندان نمودار ہورہے ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمات میں سادگی اور کفایت شعاری برتی جارہی ہے۔ غرض اب میں اور صدیوں پہلے کی باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، بہت کچھ ہوا اور بہت کچھ ہوگا مگر سوتیلی ماں کے ماتھے سے ظلم کرنے کا سیاہ دھبا نہ مٹنا تھا نہ مٹا۔ جوجو ظالمانہ الزامات۔ بے رحمی کے بہتان پہلے اس کے سر پر قصے کہانیوں میں یا زبانی تھوپے جاتے تھے اب بھی اسپر رکھے جاتے ہیں اور ہر طرف سوتیلی ماں اب بھی ظالم کہی جاتی ہے حالانکہ اس زمانہ میں پہلے کی نسبت مستورات زیادہ رحمدل اور سمجھدار ہوتی ہیں۔

بات یہ ہے کہ دیکھنے والے انصاف کی کمی کی وجہ سے سوتیلی ماؤں کو بدنام کرتے ہیں اور اسکی مشکلات وزمانہ کی بےجا انگشت نمائی کو مدنظر نہیں رکھتے اور نہ کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بچاریاں دن رات کیسی کیسی سوچ بچار میں زندگی کے دن گذارتی ہیں لڑکی نوعمری میں جب بیاہی آتی ہے اور گھر میں ایسے بچے موجود ہوتے ہیں جن کے حقوق پرورش وغیرہ اس کے ذمہ ہیں تو اس ناتجربہ کار لڑکی کے دل کی کیفیت اولاد کے فرائض معلوم کرنے پر کیا ہوتی ہوگی۔ ہر شخص اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ جس لڑکی نے کوارپنہ کا زمانہ بےفکری سے گذارا ہو جسے پرورش اطفال کا کچھ تجربہ پہلے سے نہ ہو وہ اگر کچھ غلطی کر بیٹھے تو وہ بجائے قصوروار ٹھیرائے جانے کے قابل رحم ہے۔ جب نئی نئی دلہن بیاہی آتی ہے تو شرم لحاظ کیوجہ سے کسی سے بات چیت نہیں کرسکتی اور نہ اس گھرانہ کے رشتہ داروں سے

وقت ہوتا ہے اگر ان چند یوم میں پہلے بچوں سے بول چال نہ کی یا گود میں نہ لیا۔ اور ان کا کام خود نہ کیا تو دیکھنے والی مستورات جھٹ ملزم ٹھیرا دیتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ اسے بچے اچھے ہی نہیں لگتے ان کی ایسی گفتگو بیجا شکوک بچوں کے دلوں میں پیدا کر دیتی ہیں۔ رشتہ دار عورتوں کا سوتیلی ماں سوتیلی ماں تکیہ کلام ہوتا ہے۔ بچپن میں سب بچوں کو اصلاحی باتوں سے نفرت ہوتی ہے اور بُرے کاموں کی طرف جلد جھک جاتے ہیں۔ بچوں کو اصلاحی باتیں، سوتیلی ماں کی کیا حقیقی ماں کی اچھی نہیں معلوم ہوتیں بُری معلوم ہوتی ہیں پھر جس شخص کیطرف سے پہلے ہی کدورت بھر دی ہو وہ تو پھر برا معلوم ہی ہوگا۔ اسپر رشتہ داروں کی بیجا کوشش گذاریاں بچوں کو کیا ان کے والد کو بھی اس کی علیحدگی کروانے میں فرق نہیں رکھتیں ہر وقت کے آنے جانے والے رشتہ دار بچوں کو بہکاتے ہیں۔ ماں کے سلوک کی پوچھتی کرنے سے بچے شکوہ و شکایت کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ شکوک آپس میں رنجش کا باعث ہو جاتے ہیں۔ سوتیلی ماں اور بچوں میں کبھی بدسلوکی نہ ہو اگر رشتہ دار و غیر مستورات بچوں کے دل میں یہ بٹھا دیں کہ یہ تمہاری والدہ ہیں

سگی ماں اپنے بچے کو بُری عادتوں مثلاً جھوٹ۔ چوری۔ جوا۔ تاش وغیرہ سکول نہ جانے پر سزا دیتی ہے، مارتی ہے اور بعض دفعہ چند گھنٹے کے لئے گھر سے بھی نکال دیتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ بچوں کو بُرے کاموں یا بُری باتوں سے روکنے کے لئے سوتیلی ماں سزا دینے کی مستحق نہ ہو جبکہ انکی پرورش کی بُرائی بھلائی کی تمام ذمہ داری اسپر آتی ہے۔ بعض مائیں اپنی حسب حیثیت بچوں پر خرچ کرتی ہیں ان کے اخراجات سے دیدہ و دانستہ کمی کر کے روپیہ جمع کرتی ہیں کہ دوسرے وقت کام آئے۔ بعض ایسی بھی مائیں ہیں جو خود اچھا پہنتی ہیں لیکن بچوں کو بہت اچھا نہیں پہناتیں۔ اگر سوتیلی ماں ایسی ایسی مثالوں کی مرتکب ہو تو بچوں کی دشمن قرار دی جاتی ہے۔ اگر وہ بچوں کو کسی قسم کے بُرے فعل سے نہ روکے تو بھی وہ ملزم ہے کہ اس نے بچوں کی پرواہ نہ کی۔ غرض سوتیلی ماں بچاری کی جان ہر طرح مصیبت میں ہے۔ اوسپر کہنے سننے والے طرح طرح کے بہتان گھڑ کر سونے پر سہاگے کا کام کرتے ہیں۔

عائشہ بیگم۔ لاہور

ملکہ افغانستان (لندن) کے ایک زچہ خانہ میں



ملکہ افغانستان ۳ اپریل کو ایک زچہ خانہ دیکھنے گئی تھیں جہاں آپ نے ایک نومولود کو اپنی گود میں اٹھا لیا

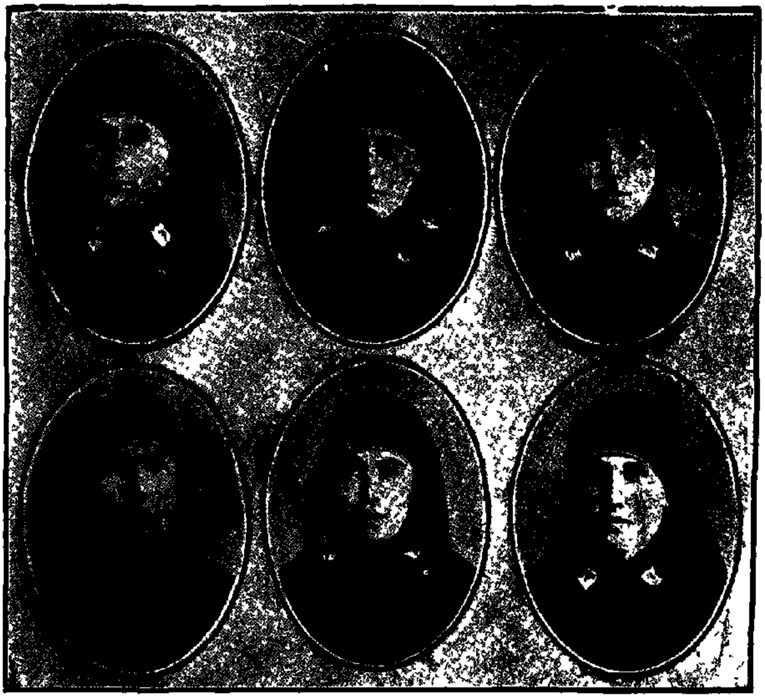
THE ISMAT, DELHI.

Jubilee Number.



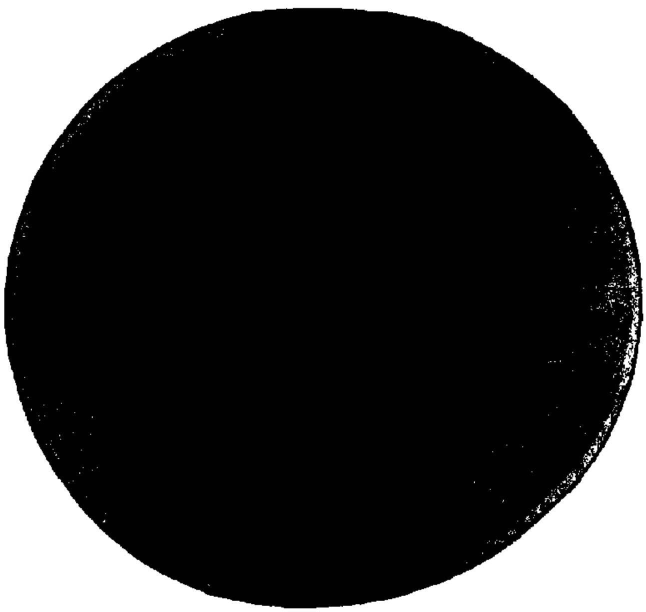
حضور ملکہ افغانستان انگریزی لباس میں

ترکی طالب علم لڑکیاں



جو ڈاکٹری حاصل کرچکی ہین اور اپنے فن سے ملک کی خدمت کررہی ہین

ترکی کا دور جدید



بازار مین ترکی عورتین پولش کرارہی ہین

بے اصول زندگی

آجکل چپ و راست وگردوپیش سن اور دیکھ رہی ہوں کہ مسلمانوں کو فرصت نہیں سے بھلا اور مصروفیت کیا ہے؟ مختلف سوسائیٹوں میں شامل ہوتے ہیں۔ گلیوں کی ہوا کھاتے ہیں اور اپنے فعل و عمل سے قطعًا بے خبر رہتے ہیں۔ یہاں کچھ کہا وہاں کچھ سنا۔ ایک مہمل زندگی بن کر رہ گئی۔ فیشن ایبل عورتوں کے لباس مضحکہ خیز ہورہے ہیں۔ ہر اعتبار سے خودنمائی نمایاں ہے اور یہ خود نمائی اتنی بڑھ گئی ہے کہ عورتیں خود فراموشی کے سمندر میں غوطے کھا رہی ہیں اسکی روک تھام خاص طور سے مسلمانوں میں ہونی چاہیئے کیونکہ ہمارا پاک مذہب جو اصول بتا رہا ہے وہ اِن بے اعتدالیوں سے باز رکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مذہب کے اصولوں کی تعلیم حقیقی معنوں میں کب دی جاتی ہے۔ اگر کسینکو تعلیم دی بھی جاتی ہے تو وہی دقیانوسی وضع کی۔ نتیجہ یہ ہوا اور ہوگا کہ مغربی رنگ آمیزی ہمارا انجام نہایت خطرناک کردے گی۔ حکومت کا اثر مسلمانوں پر پڑ رہا ہے۔ اور پردہ مسلمانوں سے روز بروز کم ہورہا ہے زمانے کے اثر کا روکنا محال ہے۔ اگر کسیکو آج اعتراض ہے تو کل اعتراف ہوجائے گا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب سے ناجائز تباہ کن پردہ کا جال ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا اور اب بھی مٹ نہیں گیا ہے ویسے ہی عورتیں بالکل کندہ نا تراش ہوگئیں۔ ورنہ یہ ہستیاں ایسی بے نظیر جواہرات سے بھری ہوئی ہیں جس کا جواب دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ملتا۔ یہ سب مردوں کی خودپسندی کی بادِ رفتار کا نتیجہ ہے افسوس!! انہوں نے مال اندیشی سے کام نہ لیا۔ اور ملزم یہی ہستیاں ٹھیرائی گئیں۔

ہم کو اسوقت سب سے اول لباس کو نہایت مہذب ستر پوش بناکر اپنی خودداری کو قایم کرنا چاہیئے جس طرح ہماری آنکھوں کے سامنے اور قوموں کے ناگوار

گزرے ہیں۔ اسی طرح بعض شہروں میں ہماری قومی تباہی کے آثار شروع ہونے کو ہیں۔ بلکہ شروع ہو چکے ہیں۔ جہالتی مذہبی تعلیم بے سود ہے اِس سے گریز کرنا ہی اچھا ہے۔ مذہبی تعلیم ایسی مہذب پیرایے میں دلوائی جائے جس سے دنیا و دین دونوں قایم رہیں۔ صرف دین ہی دین سے ہم زندگی نہیں سنوار سکتے۔ تعلیم عامتہ۔ آدابِ مجلس۔ اخلاقی پابندی۔ اِن سب کا حوصلہ پیدا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ جس پیمانہ پر ہماری قوم آج مرتب ہو رہی ہے وہ بھی چشم زدن میں نیست و نابود ہو جائے گی۔ عورتیں اپنے واسطے اپنی زندگی مرتب نہیں کر سکتی ہیں۔ مردوں کی عنایت شاملِ حال رہے تو کچھ کام بنجائے۔ جیسے اُنہوں نے بگاڑا ہے ویسے ہی اِس کا تدارک کر سکتے ہیں۔ بیچاری بے بس ہندوستانی عورت اسکی ہستی ہی کیا ہے جو وہ اپنی فکر آپ کر سکے۔ روشن خیال مردوں کو اِن ناچار ہستیوں کے لیے راہِ نیک نکالنی چاہیئے۔ تاکہ ان کے گھر بہشت کے نمونہ بنیں اور تمدن کا مقصد پورا ہو۔

ساس بہوؤں کے جھگڑے۔ یا ماں بیٹیوں کی کاوش مقصدِ زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ یہ سب تنگ نظری اور جہالت کے راستہ ہیں اس سے بسے گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ دل و دماغ کی تربیت ایسی خوش اسلوبی سے ہونی چاہیئے کہ یہ قصے ہی مٹ جائیں۔ نہ یہ کہ ہر دن تک اُلجھی ہوئی داستان بیان ہوتی رہے۔ وہ بھی ایرے غیرے نتھو خیروں کے سامنے صرف اسلئے کہ آپس کا جھگڑا عرشِ معلیٰ تک پہونچ جائے۔ جب رات دن اِن ہی مقدموں میں بسر ہوتی رہے گی تو حقیقی مسرت کا مونہہ کالا ہوگا اور لگی لپٹی کہنے والوں کا بول بالا ہو کر حسرت آمیز معاشرت ہو جائیگی اسلئے موجودہ زمانے کی تکلیفوں کو دیکھکر اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم و تربیت کا ایک ساتھ انتظام ہونا فرض ہے۔ جو کچھ کہ ہم میں خوبیاں ہمارے پاک مذہب کی بدولت تھیں وہ سب رفتہ رفتہ معدوم ہو رہی ہیں۔ اور ہم غلط زندگی کے شکار ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی اصول ہے نہ معیار دماغ کی صفائی قلب کی صفائی جسم کی صفائی اور مکان کی صفائی۔ ان تمام صفائیوں اور بے لوث پاکیزگی سے جب ہم تیار ہوں تب ہی ہماری زندگی آسائش اور طمانیت سے بسر ہوگی۔ ورنہ ع

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار + کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

زہرہ بیگم فیضی

فضائل سورہ فاتحہ

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ پاک نے سابقہ کتابوں کے علوم قرآن مجید میں ودیعت کر رکھے ہیں اور پھر قرآن کے علوم کو سورۂ فاتحہ میں بھر دیا ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اسی لئے واجب قرار دیا گیا ہے کہ اس میں تمام کلام مجید کا خلاصہ آجاتا ہے اسی لئے اس کا نام اُم القرآن بھی ہے۔

قرآن شریف میں چھ باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اول خدا کی ذات صفات اور اسکے احسانات کا ذکر کرکے اس کی رضا جوئی کی ہدایت کرتا ہے اور دوسرے یہ بتاتا ہے کہ وہ کون سا راستہ ہے جس پر چل کر خدا کی رضا جوئی حاصل ہو سکتی ہے۔ تیسرے اس راستے پر چلنے کے لئے کن امور کی ضرورت ہے۔ چوتھے جو لوگ اس راستے پر چلے ان کی پیروی کی ترغیب دیتا ہے اور پانچویں جن لوگوں نے انحراف کیا انکی سزا کا ذکر کرکے ان سے نفرت دلاتا ہے۔ چھٹے رضائے الٰہی میں کیا فایدے ہیں اور وہ فوائد کس عالم میں حاصل ہوں گے۔

اب دیکھئے کہ (۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (تمام تعریف خدا کے لئے سزاوار ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور مہربان اور رحم والا ہے) میں خدا کی ذات و صفات اور احسانات کا ذکر کیا گیا ہے (۲) صراط المستقیم (سیدھا راستہ) اس میں اسی راستے کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس پر چل کر قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے (۳) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں) اس میں وہ طریقے بتلائے گئے ہیں جن سے یہ راہ سہولت سے طے ہو سکتی ہے یعنی خدا کی عبادت کرنا اور اس سے مدد چاہنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا۔ (۴) صراط الذین انعمت علیہم (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے) اس میں ان لوگوں کے اجر کا ذکر ہے جو اس سیدھے راستے پر چلے ہیں (۵) غیر المغضوب علیہم (نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے غضب نازل فرمایا) اس میں مت کے ملی کی سزا کا ذکر کرکے ان کی پیروی سے نفرت دلائی ہے [illegible]

یوم الدین ○ (مالک ہے قیامت کے دن کا) اس میں اس دن کا ذکر کیا گیا ہے جہاں نیکوں کو ان کے اچھے اعمال کا اجر اور بدوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔

یہی چھ مقصد ہیں جن کی تعلیم قرآن مجید میں جا بجا کی گئی ہے اور اس سورۂ شریفہ میں اختصار کے ساتھ ان چھوں مقصدوں کی تعلیم دی گئی ہے اس لیے سورہ فاتحہ کو ام القرآن کا لقب حاصل ہوا ہے اس سورۃ کے معنوں پر غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیسی عاجزی و انکساری اس میں بھری ہوئی ہے انسان بالکل بے بس ہے وہ بغیر خدا کی مدد کے اپنے لیے نجات کا راستہ بھی تلاش نہیں کرسکتا اپنی تمام باتوں کو اسی کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے اسی سے منت کرتے ہیں کہ اسی راہ پر لگانا جو تیری پسندیدہ ہے ان تینوں آخرالذکر فقروں میں عبادت و بندگی کا لب لباب ہے اور ان میں اس قدر جامعیت ہے کہ انسان کی کوئی ضرورت خواہ وہ اس کے جسم، اخلاق، تمدن، خاندان و شہر یا روح کے متعلق ہو ایسی نہیں جس پر یہ دعا محیط نہ ہو دعا کے ذریعے سے اس فضل و نعمت کے طالب ہوتے ہیں جو خدا نے مختلف انسانوں پر نازل فرمایا ہے لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہم نے نعمت طلب نہیں کی بلکہ صراط مستقیم کی ہدایت مانگی ہے جس کو طے کرکے انسان نعمت حاصل کرتا ہے۔

اس سورۃ میں ایک اور خاص نکتہ ہے جس کو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کرلی ہے اور میرا بندہ جو مانگے اس کے لیے وہی موجود ہے۔ چنانچہ جب بندہ الحمدللہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میرے بندے نے میری تعریف کی"۔ اور جب بندہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالے جواب میں فرماتا ہے کہ "میرے بندے نے میری ثنا و صفت کی" اور جب بندہ مالک یوم الدین کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ "میرے بندے نے میری عظمت و جلال کا اظہار کیا"۔ جب بندہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو جواب میں فرماتا ہے کہ "یہ تو میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک باتیں ہیں اور میرا بندہ جو مانگے وہ اس کے لئے موجود ہے

اور جب بندہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتا ہے تو جواب میں فرماتا ہے کہ "یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو طلب کرے وہ اس کے لیے موجود ہے" اس سورہ کو ختم کرکے وہ بڑی خوشی سے آمین کہتا ہے۔ یعنی اے رب تو میری التجاؤں اور میری عبادت کو قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے خدا ہم سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ اپنے مذہبی علوم میں دل لگائیں جس وقت اس طرح سمجھ بوجھ کر نماز پڑھی جائے گی وہ لطف و سکون اور راحت و حلاوت قلب کو نصیب ہوگی جس کا اظہار الفاظ میں کسی طرح ممکن ہی نہیں فقط

خاکسار

(ماخوذ از رسول الجنان) و-ا- (از بھوپال)

مقصدِ حیات

خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے ہر جاندار مخلوق پر برتری اور فوقیت عطا فرما کر عقل و دانش کی گراں بہا نعمت سے مستفید فرمایا اور ساتھ ہی چند ذمہ داریاں عاید کر کے اسکی زندگی کا مقصد مقرر کیا۔ مگر افسوس انسان اپنے مقصدِ حیات کو نہ سمجھ سکا کہ مالکِ دو جہان نے ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں اور کتنے فرایض عاید فرمائے ہیں۔ بہت ہی کم انسان ایسے ہوں گے جنکی زندگی حقیقی معنوں میں کامیاب زندگی کہلائے جانے کی مستحق ہوتی ہو۔ کسی نے مقصدِ زندگی یہ سمجھا کہ عمدہ کھایا، عمدہ پیا، تمام عمر لہو لعب میں بسر کی، لاکھوں کا نا جائز مال دولت جمع کیا مگر کارِ خیر میں ایک حبہ بھی صرف نہ کر سکے۔ آخر کو چند گز کپڑے لیئے دائمی نیند جا سوئے۔ بعضوں نے اعلیٰ اعلیٰ عمارتیں تعمیر کرائیں خوشنما باغات لگوائے۔ تاکہ آنے والی نسلیں ان کا نام عزت اور احترام سے لیں مگر آخر انجام کیا ہوا؟ وہی موت! جس نے انبیا اولیا کو نہ چھوڑا جس سے جلیل القدر شاہان ذو الجلال بھی نہ بچ سکے۔ اگر نیک کام کر گئے تو دائمی زندگی کے حقدار ہو گئے۔ خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جنہوں نے اپنی زندگی کے فرایض کو بخوبی ادا کر کے بارگاہ خداوندی میں سرخروئی پائی۔

زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے؟ خدائے برتر کی عبادت اور خوشنودی۔ خوشنودی الٰہی کیا ہے۔ یہی وہ راز ہے جسکو انسان نہ سمجھ سکا۔ پروردگار کا ارشاد ہے "بروز حشر میں کہونگا اے میرے بندہ فلاں روز میں تجھ سے مدد کا طالب ہوا تھا مگر تو نے مجھ سے منہ موڑا۔" بندہ عرض کرے گا پروردگار عالم کس دن میں نے تجھ سے منہ موڑا۔ ارشاد ہوگا میرا فلاں بندہ طالبِ امداد تھا مگر باوجودیکہ تو ہر طرح قابل تھا اسکی دستگیری نہ کی۔" اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاجتمندوں کی اعانت ہم پر لازم ہے۔ ایک بیکس غریب کی حاجت پوری کر کے کسقدر قلب مسرور ہوتا ہے اور کسقدر راحت ہوتی ہے۔ اس کا احساس

وہی کر سکتا ہے جو اس نعمت سے مستفیض ہو۔ ہماری دونوں جہان کی شہزادی خاتونِ جنت بنت رسول اللہ صلعم کی ایثار نفسی پر نظر کرو۔ باوجودیکہ دونوں شہزادے تین شبانہ روز کے فاقہ سے تھے مگر سامنے سے کھانا اُٹھا کر سائل کو عطا فرمایا۔ سبحان اللہ کیا مقدس ہستیاں تھیں ہم گنہگاروں کو اِن کا پیرو کار ہونا چاہئے تاکہ دربار ذوالجلال میں خوشنودی کی سند ملے اور زندگی کے مقصد کو پورا کر کے دائمی رحمت کے حق دار ہوں۔ آخر میں دعا کرتی ہوں کہ خدایا ہم سب بہنوں پر ان کی اعلیٰ صفات کا کچھ پرتو پڑ کر نیکیوں کی جھلک نمودار ہو جائے۔

راقمہ

ا۔ ص۔ بنت سید نقی الحسن صاحب کھام گاؤں (برار)

جواھر پارے

(۱) اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو اپنے نفس کی وجہ سے مجھ پر غصہ کرتا ہے مگر میری خاطر اپنے نفس پر کبھی خفا نہیں ہوتا (مطلب یہ ہے کہ تیری شوخیٔ نفس کی وجہ سے تجھ پر کوئی آفت نازل ہوتی ہے تو تو مجھ پر غصہ کرتا ہے اور جب تیرا نفس امارہ میری عبادت گذاری و ادائے فرائض میں مانع ہوتا ہے تو تو اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔)

(۲) رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ ایک گھنٹہ کا عدل ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے

(۳) نیز حضور سرورِ کائنات علیہ التحیات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو۔

(۴) ادریس (علیہ السلام) ارشاد کرتے ہیں کہ عقل بے ادب۔ درخت بے میوہ ہے۔

(۵) فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ اے مردِ ہوشیار خیال رکھ! کہ تیرا حال و استقبال زمانۂ ماضی سے ضرور بہتر ہونا چاہیے۔

شیخ سعدیؒ۔ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے عیوب دیکھتا ہے اور چھپاتا ہے اور ہمسایہ نہیں دیکھتا اور چلاتا ہے (یعنی جھوٹی تہمت لگا کر شور مچاتا ہے)

فیثاغورس۔ کہتا ہے کہ جو شخص دوستی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس سے دشمنی کی لیاقت بھی معدوم سمجھنی چاہیئے۔

بقراط نے کہا کہ دنیا بھر سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جو ایسے آدمی کو چاہے جو اسکو نہیں چاہتا

ابو یزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ فقر و فاقہ سے مقابلہ کرو اس لئے کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعوے نہ کرتا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ غمزدہ آدمی کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ شخص جو سب سے زیادہ "بدخو" ہو۔

سلمان فارسیؓ کا ارشاد ہے وہ گناہ! جس کے ساتھ کسی قسم کی عبادت و طاعت کام نہیں دیتی غرور ہے۔

شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ تین چیزیں بلا تین چیزوں کے پائیدار نہیں رہ سکتیں۔ مال بے تجارت۔ علم بے بحث۔ و ملک بے سیاست۔

سقراط سے کسی نے پوچھا کہ تم اپنے شاگرد کو کس وقت پوری پوری طرح پر باکمال سمجھ سکتے ہو تو انہوں نے کہا کہ جس وقت وہ اپنی تعریف سے خوش اور اپنی ملامت سے غمگین نہ ہو۔

افلاطون کا قول ہے کہ جو شخص دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا اس شخص کی مثال اس اندھے کی سی ہے جو دوسروں کی رہنمائی کے لیے چراغ ہاتھ میں لے لیتا ہے اور خود اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشگی کی طاعت کو پسند کرتا ہے خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔

نکہت شرافیہ

ایک ایک دو دو بار اس وقت تمام بہنوں کو اپنے پرچہ کو دینے چاہئیں۔ منیجر

بی اماںؒ

(فخرِ نسوانِ ہند جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی سیرت نگاری کا ایک بہترین نمونہ)

"بی اماں" کا اصل نام آبادی بانو ہے، ان کی پیدائش غدر سے کچھ دنوں پہلے کی ہے۔ اُس وقت لڑکیوں کی تعلیم جیسی ہوتی تھی۔ وہ ظاہر ہے اِس زمانے کی رسم کے بموجب انہیں صرف قرآن مجید پڑھا کر مسئلے مسائل کی باتیں بتا دی گئی تھیں۔ شادی کے بعد انہوں نے اردو پڑھنا شروع کیا۔ اور بہت جلد ترقی کر کے نوشت و خواند کے قابل ہوگئیں۔

انہیں نہایت کم عمری میں کہ اس وقت وہ صرف ۲۶۔ یا ۲۷ برس کی تھیں۔ بیوگی کا صدمۂ جانکاہ اُٹھانا پڑا۔ اس کم سنی۔ ناتجربہ کاری پور رنج و غم میں چھ خوردسال بچوں کی پرورش۔ جائداد کی نگرانی خانہ داری کا انتظام غرض سب بار اس اکیلی متنفس کے سر آپڑا۔ اب ان کے چھ بچے تھے۔ پانچ لڑکے اور ایک لڑکی۔ جن میں محمد علی تو گود میں صرف دو برس کے بچے تھے، انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم عمدہ طور پر اور امیرانہ طریق پر کی۔ خود ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں اور سختیاں اُٹھائیں۔ مگر ان کا دل نہ میلا ہونے دیا۔ اس وقت انگریزی تعلیم معیوب سمجھی جاتی تھی۔ لیکن انہوں نے بے انتہا اخلاقی جرأت سے کام لیا۔ اور خاندان کے لعن و طعن کی کچھ پروا نہ کی۔ اور ان سب کو انگریزی تعلیم دلائی۔ انہوں نے انگریزی تعلیم کی ضرورت کو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ اپنے عزیز بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کی غرض سے اپنے نمائشی زیوروں کو کچھ رہن رکھ کر اور کچھ فروخت کر کے ان پر صدقے کیا۔ اس لائق خاتون نے اپنے بچوں کی تربیت ایسے عمدہ طور پر کی۔ جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ انہوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ ایک قابل ماں کی اعلیٰ تربیت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی پیاری اولاد میں صبر و رضا۔ دین الٰہی قومی محبت سب کچھ پیدا کر دیا۔ آج جو یہ دونوں اسلام کے فدائی اور فخرِ قوم ہیں تو اسی کا وعظ تربیت کی بدولت

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ان کی ہر اولاد برسرکار تھی۔ شوکت علی محکمۂ افیون کے افسر تھے۔ محمد علی نے دو اخبار ایک کامریڈ انگریزی دوسرا روزنامہ ہمدرد اردو جاری کیا تھا۔ روزنامہ ہمدرد نے جس قدر ہردلعزیزی پیدا کرلی تھی۔ وہ عوام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں وہ ہندوستان کے ہر گوشے میں جاتا۔ اور سب خاص و عام اس میں بے حد دلچسپی لیتے تھے۔ ایام جنگ کے شروع ۱۹۱۵ء میں ان دونوں بھائیوں کو گورنمنٹ نے سرکاری مصلحت سے نظربند کردیا۔ تو ہمدرد بھی کچھ دنوں بعد بند ہوگیا۔ اس زمانے میں بی اماں برابر اپنے بچوں کو بیش بہا نصیحتیں کرنے کے لیے ملتی رہتی تھیں۔ دونوں بچوں کے یوں نظربند ہوجانے سے انہیں وہ جائداد جوان کے خسر کو غدر کے زمانے میں انگریزوں کو مدد دینے کی وجہ سے ملی تھی۔ اور جسے انہوں نے شوہر کی وفات کے بعد اپنی کوشش و ہمت سے سنبھالے رکھا تھا اب خرچ کی دقتوں سے مجبور ہوکر فروخت کرنی پڑی۔

ایام نظربندی میں جب ایک افسر محمد علی و شوکت علی کے پاس آیا۔ اور یہ کہا۔ کہ اگر وہ چند شرائط منظور کرلیں تو انہیں آزادی مل جائے گی۔ دونوں بھائی لکھنے پر آمادہ تھے اتفاق سے بی اماں وہاں موجود تھیں۔ انہیں جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اس پولیس افسر سے صاف کہہ دیا کہ "میں ان کی ماں ہوں۔ اور بالطبع ان کی رہائی سے کس قدر خوش ہوں گی۔ اسے بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن اگر میرے بچوں نے کوئی ایسا طمانیت نامہ تحریر کردیا جو ملک و مذہب کے لیے باعث تذلیل و توہین ہو۔ تو میرے ان ضعیف اور جھریاں پڑے ہوئے سوکھے ہاتھوں میں خدا ایسی طاقت دے گا۔ جو باوجود ان لڑکوں کی قوت اور تنومندی کے ان کے گلے گھونٹ دیں گے"۔ اس پر دونوں بھائیوں نے لکھ دیا کہ ہم سب باتیں قبول کریں گے۔ مگر کوئی ایسی بات نہیں منظور کرسکتے۔ جو اسلام کے خلاف ہو۔ لہٰذا رہائی روک دی گئی۔

پانچ برس نظربند رہ کر جنگ ختم ہونے کے بعد دسمبر ۱۹۱۹ء میں یہ دونوں بھائی بھی اور لوگوں کے ساتھ آزاد کئے گئے۔ اور لوگوں کے دل خوشی اور جوشِ مسرت سے بھر گئے۔ سب نے دہلی۔ لاہور بمبئی وغیرہ میں نہایت شان و شوکت سے ان کا استقبال کیا۔ اور جلوس نکالے۔ بی اماں فطرتی خواہش کے مطابق چاہتی تھیں کہ اب دونوں بچے کچھ دنوں میرے پاس رہیں لیکن لوگ محمد علی کو صدر وفد خلافت بناکر انگلستان بھیجنے کی تجویز کر رہے تھے۔ اور کئی مہینوں کے لئے گھر ہی سے

نہیں۔ بلکہ وطن سے ان کا علیحدہ رہنا ضرور تھا۔ بی اماں سے کہا گیا۔ کہ آپ انہیں ملک و قوم کی خدمت کرنے دیں۔ تو اپنی دلی اور دیرینہ آرزو پر انہوں نے اسباب کو ترجیح دی۔ چنانچہ اس بارے میں جو پیغام انہوں نے اخباروں میں بھیجا۔ اس کے ایک حصے میں وہ لکھتی ہیں "میں قدرتاً یہ چاہتی تھی۔ کہ اب جو میرے لڑکے میرے پاس آ گئے ہیں۔ تو کچھ عرصہ پاس رہتے۔ لیکن مجھ سے کہا گیا ہے۔ کہ جس کام کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے۔ اس میں ان کا مصروف رہنا میرے پاس یا اپنے خاندان میں رہنے کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے۔ اور چند مہینوں کے لیے ان میں سے ایک کو یا دونوں کو باہر رہنا پڑے گا۔ اس لیے ہم بہت خوشی کے ساتھ ملک و قوم کے مطالبے کو منظور کرتے ہیں۔ ہندوستان۔ اور اسلام کے کام کے لئے ہمیں ان کی جدائی گوارا ہے"۔

غرض انہوں نے نہ صرف انہیں اجازت دی بلکہ بہو یعنی مسز محمد علی اور چھوٹی پوتی بنت محمد علی کو ہمراہ لیکر خود بمبئی پہنچانے گئیں۔

ابھی ان دونوں بھائیوں کو آزاد ہوئے پورے دو برس بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ ستمبر ۱۹۲۱ء میں ایک تقریر پر دونوں بھائی پھر گرفتار کر لئے گئے۔ اور ہندوستان ان کی دوبارہ طویل المیعاد جدائی پر ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن بی اماں نے ان کی عارضی جدائی پر جیسا صبر و شکر کیا۔ وہ ذیل کے خط سے واضح ہو گا۔ جو انہوں نے آغا محمد صفدر صاحب کی گرفتاری پر ان کی بیوی کو لکھا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

"آج عزیزم صفدر کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ ان کی خدمات خداوند عالم کی بارگاہ میں مقبول ہوئیں۔ میں اس زمانے کو بہار تعبیر کرتی ہوں۔ میں نے شوکت و محمد کی سزا کی خبر سنکر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی تھی تم بھی ہمت سے کام لینا اور ہمت نہ ہارنا۔ مسلمان کی شان یہی ہے۔ کہ وہ ہر حالت میں خوش رہنا سیکھے۔"

بی اماں اور ان کے بچوں کی ذات سے خلافت فنڈ کو جس قدر فائدہ پہنچا۔ اور پہنچ رہا ہے۔ وہ شاید کسی اور خاندان سے نہ پہنچا ہو گا۔ ان کے ذاتی نقصان سے قوم واقف تھی۔ لہذا ان کی رہائی پر کئی ہزار روپیہ قوم نے ان کے لیے جمع کیا۔ مگر ان لوگوں کی غیرت و حمیت نے اس کا لینا کسی طرح قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ رقم ہماری طرف سے خلافت فنڈ میں دے دی جائے۔ اب بھی وقتاً فوقتاً جو کچھ ملتا رہتا ہے وہ اسی میں داخل کرتی جاتی ہیں۔ ابھی حال کی بات ہے کہ مسز محمد علی صاحبہ کو ایک ہزار کا نوٹ بطور ہدیہ کسی نے پیش کیا۔ اور انہوں نے خلافت میں بھیج دیا۔"

مسٹر محمد علی صاحبہ اور بی اماں برابر اسی غرض سے شہروں شہروں پھرتی ہیں۔ اور اپنی مؤثر تقریروں سے ہزاروں روپے خلافت فنڈ کے لیے جمع کرتی ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں ہندو مسلمان خواتین کا ایک مشترکہ جلسہ ہوا تھا۔ جس میں آپ کی صدارتی تقریر کے اثر سے ایک معقول رقم جمع ہوگئی تھی۔ اس ضعیفی کے وقت میں جبکہ آپ کی عمر ستر برس سے تجاوز کر گئی ہے ایسی کوشش پر وہ مستحق صد ہزار داد ہیں۔ اس دھن میں نہ انہیں صحت کا خیال ہے نہ زندگی کی پروا۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے اجمیر۔ سرہند۔ ساجدہ۔ بتول اندور وغیرہ کے لمبے سفر کیے۔ اور آخر رامپور آکر سخت بیمار ہوگئیں کہ امید زیست موہوم ہوگئی۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے پھر انہیں تندرست کر دیا۔ اور صحت یاب ہوتے ہی انہوں نے پھر اپنا کام اپنی شد(ت) سے جاری کر دیا۔

بی اماں نہایت منکسر المزاج ہیں۔ وہ لباس سادہ اور معمولی پہنتی ہیں۔ وہ ہر ایک سے برقع پوشی کی حمایت میں ملتی اور عمدہ نصیحتیں کرتی ہیں۔ قومی بھائی بہنوں کو دین داری کی باتیں سناتی ہیں۔ وہ نہ کسی تکلیف سے گھبراتی ہیں اور نہ کسی مصیبت میں بیتاب ہوتی ہیں۔ وہ تمام مشکلات میں خدا پر نظر رکھتی ہیں۔ ان میں توکل و استقلال بے حد ہے۔ ان کی طرز زندگی دوسری خواتین کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عزوجل ایسی عالی ہمت کام کرنے والی فخر نسواں ہند خاتون کا سایہ ہمارے سروں پر عرصے تک رکھے۔

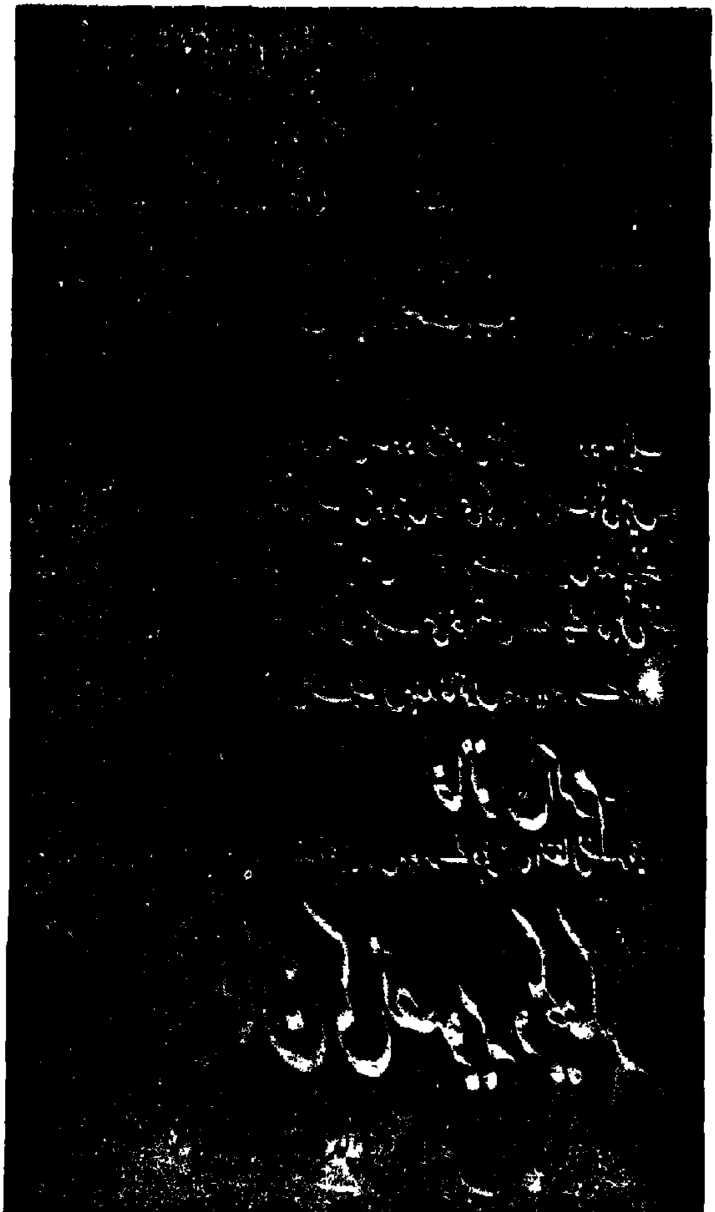
(مطبوعہ اپریل سنہ ۲۲ء)

خاتون اکرم۔

(خاتون اکرم مرحومہ کی وفات سے دو روز قبل۔ ۱۲ نومبر ۲۴ء کو بی اماں مرحومہ نے دہلی میں انتقال فرمایا۔ (ایڈیٹر)

بی اماں کی تصویر دیکھ کر

عشق آزادی ہویدا صاف پیشانی سے ہے
نور ایماں آشکارا شکل نورانی سے ہے
ہیں وہی آنکھیں یہ بیشک تھیں جو تصویر حیا
لیکن اب محروم جنبش کر گیا دست قضا
جھریاں چہرے پہ آتی ہیں نظر تصویر میں
کس نے کھینچے ہیں یہ مد اسلام کی تفسیر میں



Murari Art Press, Delhi.

ء ر حدید

ـ رائٹر



دائیں طرف ۱۸۳۲ء

کا علس ٹائپ رائٹر

ہے اور بائیں جانب

حدید ٹائپ رائٹر ...

ہے

ہوا باز خاتون

امریکا کی مشہور گھوڑا سوار لڑکی مس الورڈس





س ... ایک امریکی خاتون ... ہوائی

... یورپ کی پرواز کر چکی ہیں۔

... ۱۱ برس ہے اور ۱۳۰ سے زائد

شہسواری کے انعامات حاصل کرچکی ہے۔

ہے ثباتِ عزم و بے خوفی ذقن سے آشکار ۔۔۔ سینکڑوں مردوں کی جرأت اِس دلیری پر نثار
دیس کے کھدر کی جسمِ پاک پر پوشاک ہے ۔۔۔ مخمل و دیبائے رنگیں جس کے آگے خاک ہے
صاف کپڑوں سے ہے یوں حق و صداقت کا ظہور ۔۔۔ بہ رہا ہے قلب سے گویا کوئی دریائے نور
ہمت و جود و سخا اتنی تو ہو انسان میں ۔۔۔ لاج رکھ لی طبقۂ نسواں کی ہندوستان میں
تخمِ حریت دلوں میں کوئی بو سکتا نہ تھا ۔۔۔ کر دکھایا وہ کہ جو مردوں سے ہو سکتا نہ تھا
شوکت و جوہر سے والاخان پیدا کر دیے ۔۔۔ سچ تو یہ ہے ہم میں دو "انسان" پیدا کر دیے
بھیجا فرزندوں کو آزادی کی قرباں گاہ میں ۔۔۔ سب کمائی یوں لٹا بیٹھیں خدا کی راہ میں
جب جواں بیٹے بنے زندانیٔ قیدِ فرنگ ۔۔۔ بوڑھی ماں نے تب سنبھالا شوق سے میدانِ جنگ
عشقِ آزادی کا ساری قوم میں پھیلا دیا ۔۔۔ روح کو بیدار کر کے قلب کو گرما دیا،
اِس ضعیفی میں بھی یہ کارِ نمایاں کر گئیں ۔۔۔ قوم کے ہر فرد کو سامان و سزیاں کر گئیں
عزمِ نسوانی سے دنیا کو شِشتا سا کر دیا، ۔۔۔ ملک میں ایک شور اک ہیجان برپا کر دیا
پالیا جب ہم نے اپنے کو تو اماں کھو گئیں ۔۔۔ قوم کو بیدار کر کے خود لحد میں سو گئیں

کاغذی پیکر ہے لیکن شکل نورانی سی ہے ۔۔۔ ہو بہو صورت یہ کچھ جانی سی پہچانی سی ہے
شکل بی اماں کی ہے لیکن یہ اماں بی کہاں؟ ۔۔۔ اِس لبِ بے جاں میں وہ اعجازِ جاں بخشی کہاں؟
اے مجسّم صدق! اے خاتونِ حریت مآب ۔ ۔۔۔ اے کہ تم پر پھب گیا تھا "نصفِ احسن" کا خطاب
پھر خوشی کی دھوم "ایوانِ شہنشاہی" میں ہے ۔۔۔ مبتلا پھر امتِ مرحوم گمراہی میں ہے۔
پھر وہی "طاقت پرستی" اپنی عادت ہو چلی ۔۔۔ پھر ہمارے دل کو آزادی سے نفرت ہو چلی
ظالموں سے ہم نے بدلے خوب گِن گِن کے لیئے ۔۔۔ تم پھر آجاؤ کبھی صورت سے دو دِن کے لیئے

دیکھ کر ہمت تمھاری، پھر ہمیں شرم آئے گی،
ناؤ اب اٹکی پڑی ہے، پار تو لگ جائے گی،

سعید احمد۔ بریلوی

بی اماں مرحومہ کی تصویر کے لیے ہم محترمہ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی کے شکر گذار ہیں (ایڈیٹر)

ہندو دیویوں کی ترقی اور ایثار

مسز سروجنی نائڈو

مسز اینی بسینٹ جن کے حالات اپریل کے رسالہ میں لکھ چکی ہوں ایک فرنگی خاتون ہیں لیکن سروجنی نیڈو ہم سب کی طرح ہندوستانی ہیں۔ مذہباً ہندو ہیں لیکن عملاً ہندو بھی مسلمان بھی عیسائی بھی اور پارسی بھی سب ہی آپ سے خوش ہیں۔ آپ کے پہلو میں بڑا دردمند دل ہے۔ غریبوں کا دُکھ اور مصیبت زدوں کا درد دیکھ کر آپ اپنی ہستی کو فراموش کر کے اُن کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ آپ نے اپنے ملک کے طبقۂ نسواں کی تعلیمی پستی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے اور آپ کو اُن خراب رسم و رواج کا بخوبی علم ہے جن کا ہماری جماعت شکار ہے۔ چنانچہ بچپن کی شادی اور بیواؤں کے عقد نہ کرنے کی آپ سخت مخالف ہیں۔

آپ جتنی خوبصورت ہیں تقریر ویسی ہی شیریں ہے۔ آپ کو اکثر بلبل سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن بلبل کی آواز میں کوئل کا سا درد نہیں ہے وہ کمی آپ کی تقریر میں پوری ہوگئی ہے۔ کہ مخالف سے مخالف گروہ پر بھی اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

انگریزی زبان پر آپ کو اتنا ہی قابو ہے جتنا اپنی مادری زبان پر۔ انگریزی زبان کی تعلیم آپ نے انگلستان میں رہ کر حاصل کی ہے۔ اور اسی زبان میں تحریر۔ اور تقریر کا آپ کو اتنا ملکہ ہے کہ انگریزی زبان میں بہت اچھی شاعرہ سمجھی جاتی ہیں اور اکثر انگریز آپ کے کلام کے مداح ہیں۔ آپکی انگریزی شاعری کا ترجمہ اُردو زبان میں بھی مختلف لوگوں نے کیا ہے میں نے بعض بعض ٹکڑے پڑھے ہیں جو درد اور محبت کی داستان ہیں۔

ملک کے رہنماؤں میں بھی آپ کا بڑا درجہ ہے آپکی رائے کو وقعت دی جاتی ہے۔ آپ کے سے فضائل کی خاتون کو ملک نے بھی سب سے بڑی عزت دی ہے۔ یعنی ہمارے ملک کی قومی جماعت کانگریس کی آپ صدر بھی رہ چکی ہیں۔ اور اسوقت بھی آپ کانگریس کی مجلس عاملہ کی ایک رکن ہیں

دہلی میں جو بہت بڑی کانفرنس تمام مذہبوں کے لوگوں کے مِلانے کے واسطے ہو رہی تھیں اُس میں آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں میل اور محبت پیدا کرنے میں بڑی کوشش کی ہے۔

حکمراں جماعت کو چھوڑ کر جس میں جناب بیگم صاحبہ بھوپال کا پایہ بہت بلند ہے مسز سروجنی نیڈو سب سے بڑی ہندوستانی خاتون سمجھی جاتی ہیں۔

مسز یوسف زماں لکھنؤ

شریمتی پراتما دیوی

زوجہ مسٹر بی۔ ایل۔ متر۔ ایڈوکیٹ جنرل بنگال۔ ایک نہایت قابل اور ہونہار خاتون ہیں۔ جو حال ہی میں پریزیڈنسی جیل (حصہ مستورات) کی وزیٹر مقرر ہوئی ہیں۔ اور مستورات کی بہبودی کی کئی انجمنوں کی کارکن ہیں۔ آپ گوکھلے میموریل گرل سکول کی ینجنگ کمیٹی اور انڈین ایسوسی ایشن برائے ترقی نسواں کی بھی ممبر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ انجمن ترقی تعلیم بنگال کی بھی بڑی سرگرم کارکن ہیں۔ آپ علم موسیقی کی ماہر اور کروشیہ کے کام میں اعلیٰ قابلیت رکھتی ہیں۔

مسز جانا بائی رودک

آپ بمبئی کی مشہور فیاض بیوہ ہیں۔ باوجودیکہ آپ نے تمام عمر دایہ گری کی۔ مگر اسکی تمام آمدنی ایک زنانہ مدرسہ کے چلانے میں صرف کی جہاں تعلیم بالکل مفت دیجاتی ہے۔ آپنے حال ہی میں اس سکول کی بہبودی کے لیئے نہایت ہمت اور جانفشانی سے ۲۵ ہزار روپیہ جمع کیا اور اس سے سکول کو مستحکم تر بنایا۔

میونسپل کمیٹی بمبئی نے بھی آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ اور سکول کو ایک عمدہ جگہ دی۔ اس کے علاوہ مسز جانا بائی نے حال ہی میں ایک مدرسہ زچگی بھی کھولا ہے اور اسمیں بھی مفت تعلیم دیجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک لائبریری بھی ہے جس میں کتابیں مستورات کو مفت دیجاتی ہیں۔ ان تمام خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے گورنمنٹ نے آپ کو قیصر ہند تمغہ طلائی مرحمت فرمایا۔

حال ہی میں جن ہونہار

خواتین نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی انمیں خاص طور پر شریمتی ہیر نپارایا داس گپتا قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم ایک گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی۔ ان کے والد کے مزید تعلیم دلانے کے راستہ میں بڑی مشکلات حائل ہوئیں۔ کیونکہ قرب وجوار میں کوئی ہائی سکول نہ تھا۔ اور وہ کلکتہ کی تعلیمی مصارف برداشت نہ

… تو کار خاتون … تھا کہ بھیجا گیا۔ اور وہاں انہوں نے ایف آرٹس۔ ایف۔ اے۔ ایل ایل بی کے امتحانات نہایت قابلیت کے ساتھ پاس کئے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آپ نے شادی کے بعد بھی تعلیم جاری رکھی۔

ڈاکٹر مسز سیتا بائی آبھا گونکر ایم۔ اے۔ ڈی فل (آکسن) بار ایٹ لا

آپ پہلی ہندی خاتون ہیں جو بیرسٹر ہیں۔ آپ نے حال ہی کلکتہ میں ایک تقریر کی اور فرمایا:۔

"موجودہ صورت کا پردہ عورت کے مترادف ہے۔ اور سوسائٹی پر ایک لعنت ہے۔ عورت کی عصمت کی حفاظت کسی فولادی پردے سے نہیں ہو سکتی عصمت کا محافظ اس کا مضبوط کیرکٹر یعنی چال چلن ہے مسلمانوں نے افسوس قرآنی پردے کا مفہوم غلط سمجھ رکھا ہے۔"

سری جکتا سورنا کماری دیوی

(ہمشیرہ بزرگ ڈاکٹر سر رابندرا ناتھ ٹیگور) آپ جانکی ناتھ گوشل کی زوجہ محترمہ ہیں۔ جو انڈین نیشنل کانگریس کے بانیوں میں سے تھے۔ آپ تحریک نسواں کی بڑی زبردست کارکن ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی نے آپ کو حال ہی میں جگت تارنی تمغہ طلائی مرحمت کیا۔ یہ تمغہ سال بسال چوٹی کے بنگال ادیب کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سر رابندرا ناتھ ٹیگور مسٹر سرت چندر چٹرجی اور رامر تا لعل بوس اس تمغہ کو حاصل کر چکے ہیں۔

سورنا کماری دیوی۔ گیارہ مشہور بنگالی ناولوں کی مصنف ہیں اور ان کے علاوہ انہوں نے اور کتب بھی تصنیف کی ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک بنگالی رسالہ "بھارتی" کی بھی اڈیٹری کر چکی ہیں۔

یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ آپ سر رابندرا ناتھ ٹیگور کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔

سری جکتا آبالا بوس

(لیڈی بوس) آپ ڈاکٹر سر جگدیش چندر بوس کی بیوی ہیں۔ آپ نے پچھلے دنوں بنگالی مستورات کی تعلیمی کانفرنس کی صدارت کی تھی یہ کانفرنس نہایت کامیاب رہی اس کے علاوہ آپ اور کئی انجمنوں کی کارکن ہیں آپ نے حال ہی میں زنانہ صنعت و حرفت کی نمائش منعقد کی تھی۔ جو بڑی کامیاب رہی۔ آپ زنانہ صنعت و حرفت میں از حد دلچسپی لیتی رہتی ہیں۔

کاش مسلمان بہنیں ان لیڈیوں کی ترقی و ایثار کا سبق حاصل کریں۔

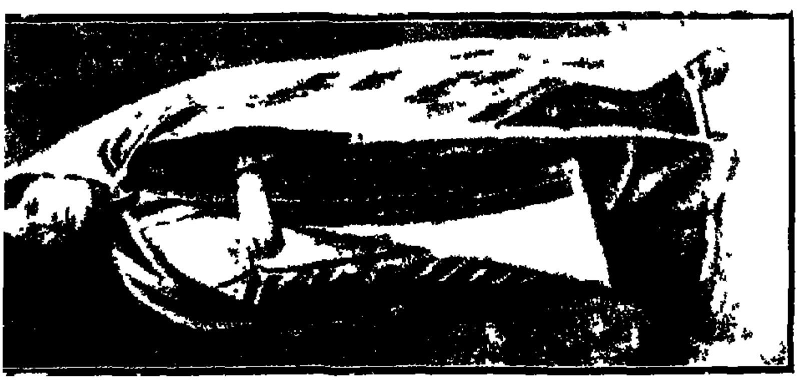
ضمیمہ ریاض گوجرانوالہ



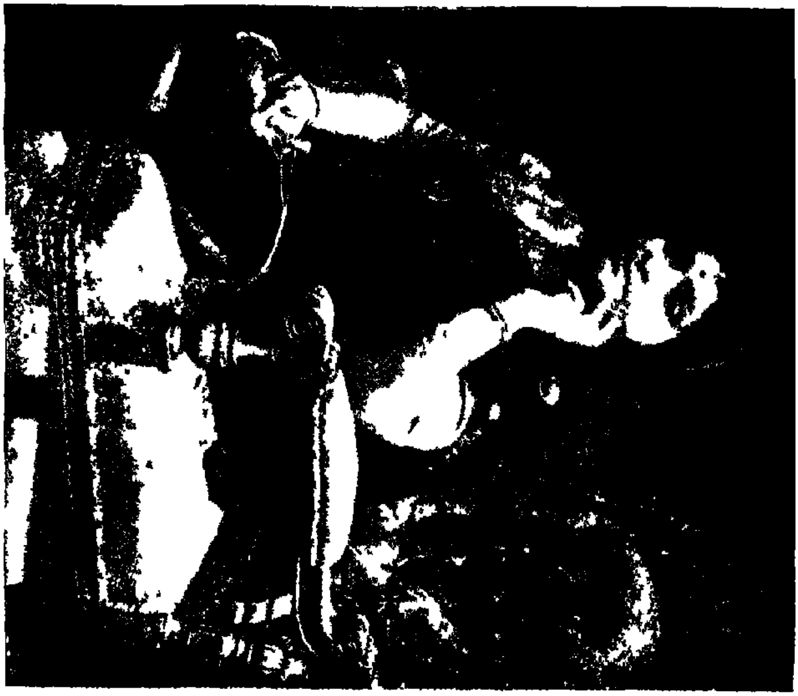
لیڈی بوس



ڈاکٹر مسز سیتا بائی آجاگونکر ام اے بیرسٹرایہ



سریمتی سوناکماری دیوی



مسنر سروجنی نائڈو



شریمتی ہیمر نبارا داس گپتا



شریمتی پرانما دیوی

کشمیری عورتیں

(از محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل (از جموں کشمیر)

آج میں اپنی عزیز بہنوں کی دلچسپی کے لیئے ایسی خواتین کے حالات پیش کرتی ہوں۔ جنکو چٹیل میدانوں اور خوبصورت نالوں خوشنما سبزہ زاروں فصیل ہائے کوہ و دشوارگذار پہاڑی راستوں نے ہم سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے ہماری یہ بہنیں جو قید بے زنجیر ایک خوشنما وادی کی ساکنات ہیں عقل و دانش میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ مفلسی کی وجہ سے انکو علاوہ خانہ داری کے اور بھی بہت سے کام انجام دینے پڑتے ہیں۔ جن میں دھان کوٹنا سب سے افضل ہے۔ اور کشتی چلانا سب سے مشکل۔ مگر یہ عورتیں اسے بہت خوشی اور شوق سے فرض منصبی سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔ اور یہ ان کو کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ خزاں میں سردیوں کا استقبال اس شوراشوری سے ہوتا ہے۔ کہ اس کا مقابلہ مارچ اور اپریل میں آمد بہار سے بھی نہیں ہو سکتا سبزیاں خشک کرنے دھان جمع کرنے اور دوسرے بڑے کاموں کے علاوہ وہ درختوں کے پتوں تک کو جمع کر لیتی ہیں۔ جن میں خزاں رسیدہ چنار کے آتشیں برگ قابل ذکر ہیں۔ جن کی سرسراہٹ اور کھڑکھڑاہٹ چلنے والوں کی دلچسپی میں ایک نمایاں اضافہ یہ کرتی ہے۔ کہ چلتے چلتے ان عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھنے کے لیے ٹھٹک جاتے ہیں۔ جو دور دور سے صرف چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں لیکر انہیں جمع کرنے آتی ہیں۔ ملاحظہ غور سے دیکھ کر ان کی دانائی پر عش عش کرنے لگتا ہے۔ کہ ٹوکری بھر گئی اور گنجائش نہ رہی۔ تو وہیں سے درختوں کی ایک ایک فٹ لمبی لکڑیاں ٹوکری کے سب طرف ایسے گاڑ دیں۔ کہ پتے جمع کرنے کے لیے ایک اور ٹوکری بن گئی۔ کسی سخت کام کرتے وقت رسی کی ضرورت پڑے تو ادھر ادھر بھاگم بھاگ نہیں کرتیں۔ بلکہ وہیں سے جلدی جلدی گھاس اکٹھی کی اور فوراً مضبوط رسا تیار ہو گیا۔ پاؤں ننگے ہیں۔ مگر کھیت میں سے گذرتے وقت

ضرورت پڑ گئی۔ تو وہیں سے شالی کی گھاس لی اور عمدہ جوتا تیار کر لیا یعنی وہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں محتاج نہیں رہتیں۔ درختوں کے پتوں کو جمع کرکے آگ لگا دیتی ہیں۔ اور برفباری کے موسم میں اس راکھ کو کانگڑی میں کوئلوں کے بجائے تاپنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ جس کے پاس ایسی اشیاء زیادہ جمع ہو جائیں

عزیز بہنو! کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک زرخیز اور فردوس صنعت خطہ کی خواتین کیسی مفلسی کا شکار ہو رہی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ اس خطہ کی حاصل شدہ منوں لکڑی معمولی سردیوں میں کمرہ گرم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ برفباری کے لیے انکو جلانے کی لکڑی اور مال مویشی کے لئے گھاس بھی جمع کرنی ہوتی ہے۔ اور یہ بید کے درختوں کی بلند بلند شاخیں کاٹنے سے حاصل ہوتی ہے یعنے یعنے کاٹ کر ان کو جمع کر رکھتے ہیں۔ جب تمام وادیاں یخ بستہ ہو جاتی ہیں۔ تو اپنا اندوختہ قرینے سے مال مویشی کے استعمال میں لاتی ہیں۔ جب وہ خشک پتیاں کھا لیتا ہے تو باقی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ جہاں اس وادی کی دلفریبیوں میں قدرت۔ تجلیات دکھائی دیتی ہیں۔ وہاں باشندوں کی مفلسی بھی قدرت ربانی کا ایک پوشیدہ راز ہے۔

جس طرح ان کی زبان ہم سے بہت مختلف ہے۔ ویسے ہی لباس میں بھی مشرق اور مغرب کا تفاوت ہے مگر ہے بہت دلچسپ اس میں مندرجہ ذیل اشیاء شامل ہیں۔

ٹوپی و قصابہ۔ معزز خواتین میں یہ ٹوپی قدرے بلند ہوتی ہے۔ مگر ادنے درجہ کی عورتوں اور لڑکیوں میں نیچی یعنی سر سے ملی ہوئی شادی شدہ عورتوں میں ٹوپی کے گھیر میں ایک سرخ رنگ کا کپڑا تین چار انچ چوڑا بطور فیتہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ جسے قصابہ کہتے ہیں۔ اسکو حسب حیثیت سونے اور چاندی کے زیورات اور قسم پن۔ جڑاؤ بروچ۔ عطر دان۔ تعویذ (جو شکل میں ہمارے ہاں کے جڑاؤ ٹیکے کے مشابہ ہوتا ہے) دھولن تین تعویذ یعنی قسم قسم کے جڑاؤ زیورات سے سجا کر وزنی بنا لیتی ہیں۔ اگر کسی کو کچھ نہ ملے تو دو سوئی پن اور سیفٹی پن ہی بطور زینت استعمال کرتی ہیں۔ مگر شرفاء میں سونے کے زیورات کا زیادہ رواج ہے۔ اور وہ ہر وقت کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ قصابہ کے اوپر سفید یا رنگین کپڑا حسب حیثیت ریشمی یا سوتی۔ مگر دو گز سے زیادہ نہیں ہوتا۔ سر پر سے دہرا کرکے ایسے پہنتی ہیں جیسے نرس ڈیوٹی کے لباس میں ایپرن کے اوپر پہنتی ہیں۔

- **پھرن**۔ ان کے لباس کی دوسری چیز پھرن ہے جو بطور قمیص استعمال ہوتا ہے۔ اسکی

لمبائی ٹخنوں تک ہوتی ہے۔ وضع میں کلی دار ڈھیلے اور لمبی آستینوں کے کرتے کی مانند ہوتا ہے
مگر فاریں اسکی آستینیں سوا یا ڈیڑھ گز کے قریب لمبی ہوتی ہے۔ جس کو پہنچے کے پاس سے
اس طرح تراشتے ہیں۔ کہ ناپ سے زائد نیچے لٹکتی رہتی ہے۔ جس کے آخری سرے کے
پاس اندر کی طرف استر وغیرہ لگا کر جیب سی بنا لیتے ہیں۔ اور اس سے جیب کے کام کے
علاوہ اور بہت سے کام لیتی ہیں۔ مثلاً قاشق (چمچہ) چائے کی پتیاں کلچے، اخروٹ بادام
کشمش۔ مٹھائی حتیٰ کہ سیب وغیرہ بھی اس میں جمع رکھتی ہیں۔ مگر اجنبی یہی خیال کرتا ہے کہ زائد
آستین لٹک رہی ہے۔ مجھے اس کا علم ایک معزز ذیلدار کے ہاں چائے کے وقت پر ہوا جبکہ
بیگم صاحبہ نے میری بچی خالدہ سلمہا کو چھوٹے چمچ اور پھل وغیرہ اس میں سے نکال کر دیئے
معزز خواتین رنگا رنگ کے جڑاؤ زیورات سے پھرن کی آرائش کرتی ہیں۔ اور اس قدر
سونا موتی و نگینے اس پر لٹکاتی ہیں۔ کہ بوجھ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جائے۔ مگر ان کی پرتی
بالکل محسوس نہیں کرتی۔ پیرن کے زیورات میں سے خلال قابل ذکر ہیں جو سونے کے چیونٹی
اور خوشنما جڑاؤ تیتریوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہ تو ان کا گچھا سا ہی لٹکتا
دکھائی دیتا ہے۔ ان کے بروچ بھی جو جابجا سے پھرن کی زینت کرتے ہیں۔ کشمیری کاریگروں
کی صناعی کا قابل دید نمونہ ہوتے ہیں۔

شلوار۔ پھرن کے بعد اس کا نمبر ہے۔ مگر اس کا رواج ابھی عام نہیں ہوا۔ لیکن
ترقی پذیر ہے۔ ابھی صرف شرفا کی مستورات استعمال کرتی ہیں۔ مگر عام عورتیں اس سے
بے نیاز ہیں۔ نیز پاؤں سے بھی اکثر ننگی ہی رہتی ہیں۔

ان کے زیورات جو بناوٹ کے لحاظ سے بالکل عجیب ہیں۔ نام بھی ایسے رکھتے ہیں
کہ ہماری سمجھ میں بھی بمشکل آتے ہیں۔ مگر ہیں قابل شنید۔

گلے میں۔ حلقہ بند (بمشابہ گلوبند) جگنی۔ تیق۔ مست ماہی۔ ساگ لڑ۔ لمن وغیرہ مگر زیادہ مشہور
تارک مالا۔ کھل مالا۔ چندن ہار۔ کنٹھ مالا۔ چمپا کلی۔ ترلپ۔ تمی ہور وغیرہ۔ طرّہ یہ کہ سب
کے سب اکٹھے ہی پہنتی ہیں۔

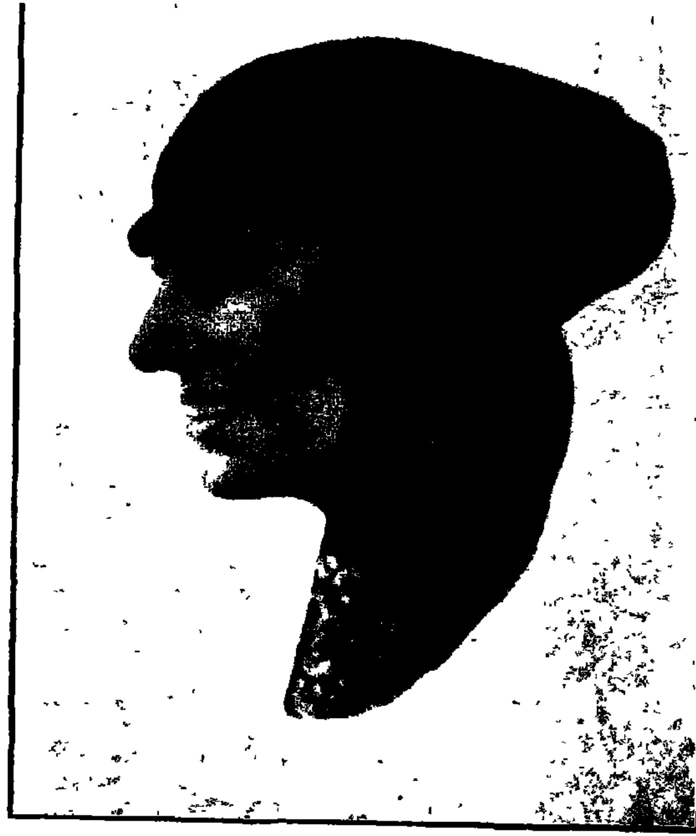
ہاتھوں میں چوڑی جڑاؤ۔ کڑے۔ پہونچے۔ بادٹ۔ کنگن۔ دیس ونگاں۔ گلی ونگاں

...مگر اکثر چاندی کے ہاتھوں سونا بہت کم ۔ سینے تو چاندی کے سوا کچھ نہیں دیکھا،
... کا بیان تھا کہ ہمارے ہاں ہاتھوں میں چاندی کی رہتا ہے۔
ناک میں چار گل جڑاؤ سونے کے پہنتے ہیں۔ جو لونگ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کے
سوا ناک میں اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی پاؤں میں از قسم زیورات کسی قوم میں بھی پہننے
کا رواج نہیں۔ وہ اسے معیوب خیال کرتے ہیں۔ زیادہ زیور قصابہ یا پھرن پر ہی ہوتا ہے
افسوس کہ میں کوئی تصویر پیش نہیں کرسکتی۔ کیونکہ کشمیری شریف عورتیں اسے بھی
سخت معیوب خیال کرتی ہیں۔ ورنہ آپ کی دلچسپی اور واقفیت میں زیادہ اضافہ ہوجاتا۔
برقعہ کا رواج بھی ہے۔ مگر کم سفید برقع پر سیاہ یا سیاہ دھاگوں سے سلی ہوئی ٹوپی پہنتی ہیں
اخلاق۔ محبت اور ملنساری میں نظیر نہیں رکھتیں۔ خوش مزاج مہمان نواز اور خوش خلق
حد سے زیادہ ہیں۔ اور یہ تو کشمیریوں کی خصلت ہی ہے دُکاندار بھی اپنے گاہکوں کو قہوہ
پیے بغیر جانے نہیں دیتے۔ مگر افسوس کہ زبان کا نہ سمجھنا اور کم علمی یعنی جہالت ان کو
غیر ملکی خواتین سے میل جول میں حارج ہے۔
بچوں کی پرورش کے بارے میں غالباً سب قوموں سے پیچھے ہیں غسل تو خیر۔ منہ دھونے
کی باری بھی ہفتہ عشرہ میں ایک دفعہ آتی ہے اس لیے آشوبِ چشم اور جلدی بیماریاں بہت
ہوتی ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ دس فیصدی کشمیری عورتیں روزانہ اپنا اور بچوں کا منہ دھوتی
ہیں۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اُمید ہے کہ تعلیم کی کمی پوری ہوجانے پر یہ عادتیں بھی جاتی رہیں گی۔

کنیز محمد بیگم

جوبلی نمبر کو اگر آپ نے پسند کیا ہے تو اپنی سہیلیوں اور دوسری بہنوں کو بھی دکھا کر اپنے پرچہ کا خیال
بنایئے۔ اور عصمتی بہنوں کے حلقہ کو اور وسیع کیجئے اس وقت آپ نے ایک ایک دو دو خریدار بھی دیئے
تو ہماری ساری محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔ جوبلی نمبر دکھا کر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی ایک
... آسانی سے پیدا کئے جاسکتے ہیں منیجر





ہر ایکسلنسی بیگم فرید پاشا



مس فضیلت النسا ام اے



مسز شفیع طیب جی جے پی



ہدیٰ خانم شعراوی پاشا

چند فاضلہ مسلمان بیبیاں

۱ - مسز شفیع طیب جی بھیا بمبئی کی ایک فاضلہ مسلمان بی بی ہیں جن کا نام [illegible]
والد طیب جی مرحوم عربی اور فارسی کے عالم [illegible]
بہی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ یونیورسٹی کے عربی اور فارسی زبانوں کے ایم۔ اے کی ڈگری [illegible]
والدہ یمن کے ایک نجیب الطرفین عرب کی بیٹی تھیں مسز شفیع نے اپنے والد مرحوم سے عربی [illegible]
اور ابتدائی فارسی کا درس علامہ امیر علی لکھنوی سے لیا تھا انگریزی کی تعلیم مدرسہ سے پہر تا [illegible]
کلیر روڈ کا نونٹ اسکول لیڈیا کی غرض مسز شفیع اللہ فارسی اور انگریزی میں مساوی درجہ کی [illegible]
سنہ ۱۹۲۳ء میں بمبئی میونسپل اسکول کمیٹی کی ممبر منتخب ہوئیں آپ ہندوستان بھر میں پہلی مسلمان [illegible]
کمیٹی کی ممبر منتخب ہوئی ہیں اسکول کمیٹی میں آپ کی کارروائی قابل تعریف [illegible]
آپ کو دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں دوسری مرتبہ اسکول کمیٹی کا ممبر منتخب کیا یہ آپکی توجہ کا سبب ہے کہ [illegible]
میں قرآن شریف کی تعلیم موقوف کرنے کی جو کوشش چند غیر مسلم اراکین کمیٹی نے کی انہیں [illegible]
قرآن شریف کی تعلیم بدستور جاری رکھنے پر رضامند کرنے میں آپ نے قابل تعریف کوشش کی تھی آپ [illegible]
کا معائنہ سب ممبران اسکول کمیٹی سے زیادہ کرتی ہیں اور ہر اسکول کے معائنہ میں بہت سادگی [illegible]
زینت، صفائی وغیرہ ہر چیز کے حسن و قبح سے واقف ہونے کی حتی الامکان کوشش کرتی ہیں مدرسوں کے
معائنہ کے متعلق نومبر سنہ ۱۹۲۶ء میں جو رپورٹ اسکول کمیٹی کو پیش کی تھی وہ ان اسکولوں کا اچھا قابل [illegible]
اسکول کمیٹی نے اس کے متعلق ایک خاص ریزولیوشن پاس کر کے مسز شفیع کا شکریہ ادا کیا۔ مدرسہ کو [illegible]
جبلی آف دی ہیرو کا خطاب ملا ہے۔

۲ - مس فضیلت النسا ایم اے خوشی کی بات ہے کہ اب مسلمان لڑکیاں بھی تعلیم میں خوب ترقی [illegible]
گذشتہ پانچ سات سال سے بہت سی مستورات کی اعلیٰ ڈگریاں [illegible]
یہ مس فضیلت النسا صاحبہ ایک بنگالی لڑکی ہیں جنہوں نے پچھلے سال ڈھاکہ یونیورسٹی سے [illegible]

... ہدایت آپ کے شوہروں سے ... ہے۔ ہندوستانی مسلمان خاتون کو ... علوم ...
... ایم اے ... صاحبہ مسلمہ آپ سنسکرت زبان کے ایم اے کی طیاری کر رہی ہیں۔

۴۔ محترمہ عطیہ فیضی صاحبہ آپ ایک مشہور مسلمان خاتون ہیں۔ آپ کے مفصل حالات عصمت بابت ماہ فروری ۱۹۲۸ء میں جناب اڈیٹر صاحب تحریر فرما چکے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت قابل بی بی ہیں۔ آپ کی تقریر میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان عورتوں میں آپ سب سے اچھی تقریر کرتی ہیں۔ انگریزی آپ کی مادری زبان معلوم ہوتی ہے۔ انگریزی میں کئی کتابیں لکھ چکی ہیں۔ یورپ امریکہ کا سفر کر چکی ہیں۔ آپ افغانستان اور ترکی سے تمغے پا چکی ہیں۔ علم موسیقی کی ماہر ہیں۔ منتظم بہت اچھی ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ صاحبہ نے کی تھی جس پر آپ کو فخر ہے۔ آپ کے شوہر رحمین فیضی صاحب ایک مشہور مصور ہیں۔ آپ کا خاندان علمی ترقی میں مسلمانوں میں سب سے آگے ہے۔

امتہ الغفور

ھدیٰ خانم شعراوی پاشا

یہ نامور خاتون مصر کی تحریک نسواں کی روح رواں اور تین زبردست انجمنوں کی صدر ہیں شعراوی پاشا کی زوجہ محترمہ اور سوسائٹی میں بلحاظ خاندان و تعلیم کے ممتاز رتبہ رکھتی ہیں۔ انکی مصلحانہ جدوجہد کا اثر صرف مصر کی عورتوں پر ہے بلکہ مردوں میں ان کے علم و قابلیت کی شہرت عام ہے۔

ڈومو اور غارہائے الورا

۱- ڈومو

میلانوں علاقہ اٹلی کا مشہور چرچ یعنی گرجا کی تصویر ناظرین عصمت کے پیش نظر ہے یوں تو اٹلی میں ہزاروں
چرچ ہیں کیونکہ رومن کیتھلک لوگ پابند مذہب ہیں لیکن یہ چرچ نہایت خوبصورت ہے اسکو دیکھکر آدمی حیران ہوجاتا
ہے کہ انسان بھی ایسا کام بنا سکتا ہے سنگ مرمر کا تمام اوپر کا حصہ بنا ہوا ہے ایسے باریک باریک کانیں اور اس کے
ستون بنائے ہیں اور کنگورے بنائے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے بلور کا نہایت خوبصورت گرجا بنا ہوا ہے اس کے اوپر تمام
کارنوں پر مورتیں بنی ہوئی ہیں لاکھوں مورتیں ہیں اس کے اوپر باریک باریک ستون کی طرح بنایا ہے گویا کنگورے کہنا چاہیئے
میں بیان کر نہیں سکتی کہ یہ کس قدر خوبصورت گرجا ہے۔ لندن و جرمن وغیرہ میں کہیں ایسا چرچ نہیں دیکھا۔ ہم جب اندر
گئے اتوار کا روز تھا نماز ہو رہی تھی ہمکو کسی نے روکا نہیں اندر بہت بڑا ہال ہے یہاں بھی سنگ مرمر کے اسٹیچو اور ستون
بنے ہوئے ہیں نیچے تمام فرش سنگ مرمر کا ہے حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھا رہے ہیں کہیں چھت پر لٹکا دیا ہے۔ بی بی مریم
کی تصویریں جا بجا ہیں لوگ کھڑے ان تصویروں کی پرستش کر رہے ہیں جن کے سامنے موم شمعیں روشن تھیں ہر ایک
تصویر کے قریب ایک ایک پادری کھڑا ہو کر اپنی اپنی جماعت لیکر نماز پڑھا رہا تھا چونکہ گرجا بہت بڑا ہے ایک ہزار
آدمی بھی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی لمبائی شاید دو ہزار فیٹ ہو اور اونچائی ڈیڑھ ہزار فیٹ ہوگی۔
اس گرجا کے اندر چاندی کا سامان اور تصویریں وغیرہ فروخت ہوتی ہیں۔ اندر سے اوپر جانے کے لیئے سیڑھیاں
بنی ہوئی ہیں اوپر کے حصہ میں جانے کے لیئے ٹکٹ لینا ہوتا ہے۔ اسی چرچ کے قریب ایک گول گنبد آئینہ کا ہے اسکے
چاروں طرف چار سڑکیں ہیں ان سڑکوں پر چھت آئینہ کی ہے اس چھت کے نیچے دونوں طرف دکانیں ملسلہ وار
چلی گئی ہیں ایک سڑک پر صرف چاندی کا سامان فروخت ہوتا ہے دوسری سڑک پر کپڑے وغیرہ۔ تیسری پر چاء وغیرہ کے
رسٹوران۔ چوتھی پر متفرق سامان بیچ میں گنبد آئینہ دار، چاروں طرف آئینہ کی چھت دار سڑکیں یہ عمارت لاکھوں روپیہ
میں تیار ہوئی ہوگی ان آئینہ کی چھت والی سڑکوں پر موٹر نہیں جا سکتی پیدل جانا ہوتا ہے جب ہاتھ میں قلم لیا
ہے تو اٹلی کے اور بھی کچھ حالات ناظرین عصمت کو سنا دوں۔ میلان سے ہم جنیوا پہنچے یہاں دریافت کیا کہ
اس شہر میں دیکھنے کے لائق کونسی جگہ ہے ہوٹل کے منیجر نے کہا یہاں کا قبرستان قابل دید ہے جو سیاح
آتے ہیں پہلے قبرستان دیکھتے ہیں چنانچہ ہم بھی دیکھنے گئے ایک عالیشان عمارت سے اندر پہنچے بیچ میں

[illegible]

... میں ... عمارت ... ہے ... ابراہیم اندر آنے ...

... سلسلے چلے گئے ہیں اس کے اندر مکان بنے ہوئے ہیں ...

ہیں ان کمروں کے سامنے مزار بھی مزار دیوار کے لگے ہوئے ہیں۔ ان مزاروں کے سرہانے

خوبصورت سنگ مرمر کے سفید مجسمے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے نیچے صاحب مزار

کے خاندان کا نام کندہ ہے ایک ایک مزار یا دو دو مزار کی جگہ ایک ایک خاندان کی ہوتی ہے یہ

... کے ہیں غریبوں کے مزار زیر آسمان ہوتے ہیں امیروں کے لیے یہ دالان بنے ہوئے ہیں ایک

... جتنے شخص آئیں سب اسی ایک مزار میں دفن کیے جاتے ہیں ورنہ جلا دیئے جاتے ہیں انکی راکھ

... ڈال دی جاتی ہے چونکہ یورپ میں زمین کی قلت ہے اس لیے ایک مزار میں سو مردے یکے بعد

دیگرے دفن کیے جاتے ہیں جو شخص اس خاندان میں مشہور ہوتا ہے اس کا نام سرہانے لکھ دیا جاتا ہے ان مزاروں

کے سامنے چراغ روشن تھے اور گلدان میں پھول رکھے تھے مجسمے جو ہوتے ہیں صاحب مزار کے بچے

فرشتہ وغیرہ کے مجسمے ہوتے ہیں۔ یہ عمارت اسقدر بڑی ہے کہ میں تو تمام دیکھ نہیں سکی ایک حصہ

دیکھا یہ ایک شہر کا شہر آباد معلوم ہوتا ہے گرجا بھی اس کے اندر ہے۔ یہاں لکڑیوں سے مردہ جلانے

کی ... مشین کے ذریعہ مردہ کی جلی ہوئی راکھ ایک کشتی میں رکھی ہوتی ہے لفٹ کے ذریعہ

نکال لیتے ہیں۔ اٹلی میں اسٹیچو بہت عمدہ بنتے ہیں اور یہاں کے لوگ ہر روز گرجا میں جا کر نماز پڑھتے ہیں

ہیں اور لندن میں صرف اتوار کو نماز پڑھی جاتی ہے +

یہاں کے مکانات خوبصورت نہیں ہوتے مکانات کے اندر لکڑی کا فرش ہوتا ہے دیواروں پر کاغذ لگا

... دروازے شیشے کے ہوتے ہیں یہاں کی عورتیں سرخ و سفید نہیں ہوتیں انکی رنگت سانولی ہوتی

... اچھی ہوتی ہے بال و آنکھ سیاہ۔ یہ شہر گرم ہے تربوز بھی یہاں ملتے ہیں کھجور کے درخت بھی ہوتے

یہاں چھوٹی چھوٹی گاڑیاں بناتے ہیں اس میں کتے جوتے جاتے ہیں اور خچر ٹٹو بھی لگاتے ہیں اٹلی میں گڈ مارننگ

... کہتے ہیں گڈ آفٹر نون کی جگہ گڈ ڈے یعنی تمام دن کا سلام۔ یہاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے ...

... سب عمدہ بہت عمدہ بنتے ہیں۔ یہاں ہر چیز خریدو تو چکانا ضرور ہوتا ہے دھوکا بہت دیا جاتا ہے +

غارہائے ایلورا متصل اورنگ آباد دکن

... غارہائے ... بائیس ایک دوسرے ...

میلان (اٹلی) کا مشہور گرجا ڈومو



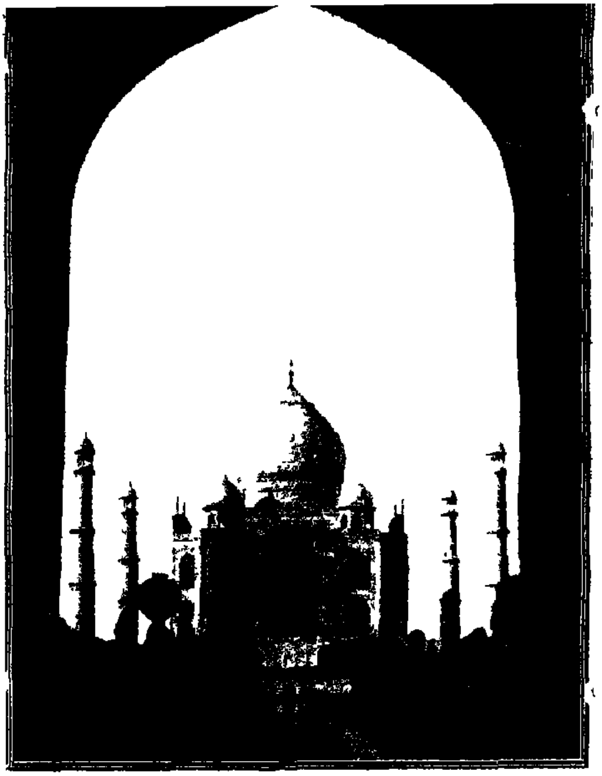
غارہائے الورا



پہاڑ موم کی طرح کاٹا گیا ھے



اس قسم کے بت پہاڑ کے اندر تراشے گئے ھیں





رچاناں بائی روڈک ۷۱

تاج محل آگرہ





کی خواتین مغربی لباس میں تفریح کررہی ہیں

مس مے میک لوائے جسکو بندر پالنے کا ازحد شوق ہے

[illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] اصطبل گا ڑیاں پتھروں کو کاٹ کر [illegible]

ہیں انسان [illegible] پیکر بنائے ہیں کسی غار میں چند سنار بیٹھے ہوئے اپنا سناری کام کر رہے ہیں [illegible]

ایک کے ہاتھ [illegible] ہتھوڑی اتفاقاً لگی ہے خون انگلی سے بہ رہا ہے خون جس سرخ رنگ سے [illegible]

ہزاروں برس گزر جانے کے ایسا معلوم ہوتا ہے خون تازہ بہ رہا ہے۔ جس سنار کے ہاتھ میں [illegible]

چوٹ آئی ہے اس کے متصل جو پیکر دوسرے سناروں کے بنائے ہیں وہ غور سے اس کی طرف دیکھ رہے

ہیں یہ بھی کمال کیا ہے۔ غرض عجیب و غریب صنعت انسانی ہے عجائبات عالم میں ان غاروں کا بھی شمار

ہے۔ اسقدر قدیم ہیں کہ انکی تعمیر کی ٹھیک تاریخ و سنہ معین نہیں کیا جا سکتا۔ بدھا کی پیدائش کے قبل ہندوؤں

کی صنعت ہے۔ عوام الناس کا بیان ہے کہ ہندوؤں کے دیوتاؤں نے بنایا بعض کہتے ہیں راکھشوں نے بنایا

مگر درحقیقت انسان نے بنایا۔

صغرا ہمایوں مرزا ہما من نگر حیدرآباد دکن

تاج محل آگرہ

تاج محل کی لاانتہا خصوصیات ہیں اور قلم میں طاقت نہیں کہ پوری طرح اور واضح طور پر انکو ظاہر کر سکے یہ سمجھ لیجئے کہ اس عمارت کی اینٹ اینٹ سے صدائے آفریں سنائی دیتی ہے اور کونے کونے میں کوئی خاص دلچسپی پنہاں ہے۔ ایک انگریزی مصنف لکھتا ہے کہ "تاج محل ایک ایسی عمدہ عمارت ہے کہ اسکو زمانہ کی تند ہوا۔ آندھی اور طوفان سے بچانے کے بلوری کیس سے اسکو ڈھک دینا چاہئے" اور درحقیقت بات یہ ہے کہ یہ عمارت مسلمان بادشاہوں کی صنعت پسندی کا ایک نایاب نمونہ اور زندہ مثال ہے کہ جس پر ہم لوگ جتنا فخر کریں زیبا ہے۔ اس طرح کی زیبایش۔ آرایش۔ مناسبت اور مجاولت ہے کہ جی اس کی سیر سے سیر نہیں ہوتا اور چشم اس کے مشاہدے سے سیر نہیں ہوتی یہ ایک طلسم کدہ ہے کہ عقل حیران رہتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ تاج محل سفید سنگ مرمر کے درمیان ایک خواب ہے جو پیش نظر ہے۔

سال کے ہر موسم میں۔ موسم کے ہر دن میں اور دن کی ہر گھڑی میں اسکی ایک نئی شان اور نرالی ادا ظاہر ہوتی ہے۔ موسم برسات میں جبکہ ابر رحمت اس کے اوپر سایہ فگن ہوتا ہے۔ مختلف قسم اور رنگ کے بادل آسمان پر اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اوپر سے گذرتے ہیں۔ پانی سے بھیگی ہوئی ہوا کے سرد جھونکے درختوں اور پودوں سے گذر کر فضائے عالم کو معطر کر دیتے ہیں۔ ڈالیوں پر چڑیوں کا غل۔ پریوں کی آپس میں چھیڑ چل۔ ادھر کوئل کی کوک نے کسی کو اپنی طرف کھینچا تو ادھر پپیہا درد فراق سے تڑپکر پی کہاں بولا۔ ایک طرف سبزہ لہلہاتا ہے دوسری طرف پھول اپنے جامے میں نہیں سماتا ہے۔ اس چمن کے بیچ سے ہوکر شفاف پانی کی ایک نہر گذرتی ہے جس میں برابر فاصلہ پر فوارے چھوٹتے ہیں یا آسمان سے تارے ٹوٹتے ہیں۔

موسم کی اس نزہت میں تاج محل کی سیر نہایت ہی لطف دہ اور فرحت بخش ہوتی ہے۔ اسی طرح دن کے ہر پہر اور ہر گھڑی میں اسکا ایک نیا منظر ہوتا ہے۔ صبح صادق کے وقت جبکہ افق مشرق پر روشنی کے کچھ آثار نمودار ہوتے ہیں تو تمام عمارت پر ایک طرح کے سکون و امن کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جیں جیں ضیائے آفتاب بڑھتی جاتی ہے اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سورج کی کرنیں اس کے کلس اور چوٹیوں کو منور کرتی ہوئی بڑھتی ہیں تو اسکو ہر منٹ ایک نقشہ نو بنا دیتی ہیں۔ پھر گھٹنی شروع ہوتی ہیں اور آخرکار ایک نگاہ واپسیں، کے ساتھ شام کی تاریکی میں پنہاں ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح تاج محل کی رونق اور کیفیت میں مختلف تبدیلیاں اور دلچسپیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن بدر رات کی ملکہ ماہتاب اپنا خوبصورت چہرہ ظاہر کرتی ہے۔ یہ تاج محل کے دیکھنے کا خاص وقت ہے۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے اور چاندنی کی ایک سفید چادر کرہ و میدان میں پھیلا دی جاتی ہے۔ عمارت ایک نئی بیاہی دُلہن سے مشابہ ہوتی ہے۔ جیسے کہ تمام دن سہیلیاں اور ہمجولیاں گھیرے بیٹھی رہیں اور اب رات کے پہونچنے پر وہ خود کو تنہا پا کر اپنا گھونگھٹ اُلٹ دیتی ہے اور اسکا نہایت ہی خوبصورت چہرہ ہویدا نظر ہوتا ہے۔ نگاہ اس پر پڑتی ہے اور پھسل جاتی ہے۔ تاہم جی چاہتا ہے کہ نظارہ کیے جائے۔

اس کی صنعت۔ کاریگری اور فن تعمیر کی خوبی و خوش اسلوبی کا بیان ایک [illegible] اور ماہر فن اچھی طرح کر سکتا ہے۔ اکثر ولایات اور ممالک سے لوگ بغرض تحقیق اور تصدیق آتے ہیں۔ ایک عرصہ تک [illegible] سے امتحان کرنے کے بعد انکا یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ عمارت فن تعمیر کا ایک نایاب اور کامل نمونہ ہے جس میں کوئی نقص یا عیب نہیں گنبد و کلس کی وہ شان کہ آسمان اس کے سامنے اپنی گردن جھکائے۔ برج و مینار کی وہ رفعت کہ پہاڑ پیر چومنے کو آئے۔ صحن و دالان کی وہ صفائی کہ آئینہ پانی بھرے۔ طاق و بارگاہ کی وہ ستھرائی کہ آئینہ خجل ہووے۔ در و دیوار سنگ مرمر پھولوں کے ایسے گلدستے بناتے ہیں کہ جی چاہتا ہے انہیں اُٹھا لیجئے۔ اور درختوں کے ایسے پھل دکھاتے ہیں کہ طبیعت مچلتی ہے کہ توڑ کر کھا جائیے۔ ایک پھول کو دس بارہ رنگ اور قسم کے پتھروں سے پورا کیا ہے۔ ہر پتہ میں رگ و شریان کو علیحدہ علیحدہ ظاہر کیا ہے۔ ہاتھ پھیرے تو یہ نہ معلوم ہو کہ ایک پتھر میں دوسرا پیوست ہے۔ اور غور کیجئے تو یہ نہ ظاہر ہو کہ اصل پھول کی نقل ہے۔ محراب کے اردگرد خط طغرا سے قرآن شریف کی جو آیات کریمہ لکھی ہیں انہیں یہ صنعت رکھی ہے کہ اوپر نیچے کے حروف کی جسامت جتنی دور سے نظر آتی ہے اتنی ہی نزدیک سے۔ یہ نہایت لطیف تقسیم کامل ہے اور نگاہ کی بندش ہے۔ مقبرہ کی ساخت اس طرح کی گئی ہے کہ آواز گونجتی ہے اور اگر پتا بھی گرے تو صاف سنائی دے۔ سورج کی کرنیں چھن چھن کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ اس دبی روشنی، عود و لوبان کی خوشبو، اور جگہ کی پاکیزگی میں انسان [illegible] قلب پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور اسکا دماغ مذہبی خیالات اور روحانی کیفیات سے پُر ہو جاتا ہے اور فوراً منہ سے دُعا نکلتی ہے۔

روانش ہمیشہ ز حق شاد باد   از دعائم قدس آباد باد

چار عالمہ خواتین

جو

صرف علم کی خاطر کنواری رہیں

تاریخ اسلام میں یوں تو بہت سی خواتین عالمہ فاضلہ گذری ہیں جو کنواری ہی دنیا سے گذر گئیں مگر یہ چار مقتدر خواتین ایسی ہوئی ہیں جنہوں نے صرف علم کی خاطر شادی نہیں کی۔

۱۔ زیب النساء بیگم۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی عالمہ فاضلہ بیٹی ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ بادشاہ نے شہزادی کی تعلیم و تربیت کا نہایت معقول انتظام کیا تھا۔ بڑے بڑے عالم و فاضل استاد شہزادی کی تعلیم پر مقرر تھے۔ ملا جیون نے صرف و نحو حدیث و فقہ کی تعلیم دی تھی۔ شہزادی کی طبیعت شاعری کی طرف متوجہ تھی۔ اس فن کے استاد ملا سعید اشرف اصفہانی تھے۔ شکستہ و نستعلیق خطوط لکھنے میں شہزادی آپ اپنی نظیر تھی۔ اس کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ شہزادی کو تصوف سے بہت لگاؤ تھا اسکا ثبوت اس کی تصنیف مونس الارواح ہے۔ شہزادی کے تخلص مخفی پر بہت سے مصنفوں اور مورخوں نے بحث کی ہے اور نہایت تاریخی نکتوں کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ زیب النساء کا تخلص مخفی نہیں ہے بلکہ اس کے نام سے اسکا تخلص نکلتا ہے یعنے زیب جس کی شہادت خود شاعرہ کا یہ شعر ہے:۔

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام — زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

اور جن اشعار کو شہزادی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی نہایت لطیف و دلآویز پُر معنی ہیں۔ اس عالمہ فاضلہ شاعرہ شہزادی نے علم کی خاطر شادی کرنے سے انکار کر دیا اور تادم زیست علمی امور سے دلچسپی لیتی رہی۔

۲۔ زینب۔ یہ ایک ترکی خاتون شہر عباسیہ کے قاضی کی بیٹی پندرھویں صدی عیسوی میں نہایت مشہور شاعرہ گذری ہے۔ باپ نے زینب کو نہایت اچھی تعلیم دی تھی۔ اور عربی و فارسی میں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتی تھی۔ ترکی تو اس کی مادری زبان تھی۔ اس کے اشعار نہایت اعلیٰ پائے کے ہوتے

مؤرخ کمال زادہ اور مؤرخ لطیفی اس کی تعریف میں ہمزبان ہیں اس کی کمال علمیت اخلاق کی خوبی دانشمندی فہم و فراست پر اس کے ہم عصر علما عش عش کرتے تھے اس عالی پایہ عالمہ شاعرہ نے بھی صرف اپنے علم و فضل کے خاطر نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

۳۔ صوفی۔ یہ بھی ایک عالمہ فاضلہ ترک شاعرہ پندرھویں صدی عیسوی کے واسطہ میں گزری ہے۔ اس شاعرہ نے دو طویل مثنویاں لکھیں جن میں تمام و کمال صوفیانہ مضامین ہے ایک دیوان بھی چھپا ہے۔ نہایت دیندار عارفہ عابدہ تھی۔ اس کے اشعار کی یہ خاص صفت تھی کہ سب کے سب صوفیانہ مذاق کے ہوتے تھے اس نے بھی عمر بھر شادی نہ کی کنواری ہی دنیا سے اٹھ گئی۔

۴۔ مہری۔ اس حسینہ ترک شاعرہ نے پندرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں اپنے علم و فضل کا ڈنکا دنیا میں بجا دیا تھا۔ اسکا وطن ایشیائے کوچک کا مشہور شہر عماسیہ ہے۔ بڑے قابل علماء نے اسلام مدبران سلطنت سے اسکی خط و کتابت رہتی تھی۔ رؤسائے سلطنت اور علما نے اس سے نکاح کی درخواست دلی آرزو سے کی لیکن اس عالمہ شاعرہ نے محض اپنے علم کا حرج تصور کر کے نکاح سے صاف انکار کر دیا۔

مہر النسا دو ایڈیٹر مدراس ا

سو سال پہلے کی ہندوستانی بیگمات کی شاعری

ہندوستانی عورتوں میں شاعری کی داغ بیل قریب قریب اسی زمانے سے پڑی جب سے اردو کے اہل زبان مردوں کی۔ لیکن ان پردہ نشین خواتین کا کلام بھی انہیں کی طرح حجاب میں رہا۔ سنہ برس قبل کی شاعری جیسی تھی ظاہر ہے کہ چند استادوں کے سوا باقی سب کا کلام ضائع ہو گیا۔ پھر بھلا بیچاری عورتیں کس شمار قطار میں ہیں۔ لیکن اس کے بعد سے آج تک جو انکے کلام پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو انکا انتخاب بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ چند پردہ نشین بیگمات کا انتخاب کلام ہدیۂ ناظرین ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

پارسا۔ دختر جناب مرزا محمد تقی خاں صاحب ہوس۔ ؎

تن صورت حباب بنا اور بگڑ گیا　　یہ قصر لاجواب بنا اور بگڑ گیا
چلتا نہیں ہے ابرِ ایام ایک چال　　اکثر یہ بدر کاب بنا اور بگڑ گیا

جانی۔ بہو بیگم صاحبہ اہلیہ، نواب آصف الدولہ بہادر۔

کیا پوچھتا ہے ہمدم اِس جانِ ناتواں کی
رگ رگ میں نیش غم ہے کہیئے کہاں کہاں کی

یہ شعر بیگم صاحبہ نے عالمِ جانکنی میں موزوں کیا تھا۔ جب ہمدم خواہ سرا مزاج پرسی کے لیے آیا تھا۔ انکی شاعرانہ خوبیاں خصوصاً ایسی نازک حالت میں کس قدر قابلِ تعریف ہیں بیگم موصوف کا ایک مقطع تذکرۂ بزمِ سخن میں لکھا واقعہ یہ ہے کہ عورتوں میں اتنا شاعرانہ تخیل قابلِ داد ہے ؎

دل جس سے لگایا وہ ہوا دشمن جانی
اب دل کا لگانا بھی ہمیں راس نہیں ہے

حیات۔ نواب حیات النسا بیگم صاحبہ دختر نواب شاہ عالم بادشاہ۔ یہ شہزادی ثانی زیب النسا تھی بتخلص مخفی کو عزل شناسی رکھ

ہے موتیوں کے ہار میں پر تو نگار کا
آب گہر میں عکس نہاتا ہے یار کا

دولہن۔ زوجہ نواب آصف الدولہ شاہ اودھ۔

بہا ہے پھوٹ کے آنکھوں سے آبلہ دل کا
تری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

سلطان بیگم صاحبہ۔ دختر نواب معتمد الدولہ آغا میر۔

تھی وہ نگاہ یا کوئی ناوک تھا تیر کا
ملتے ہی آنکھ رہ گیا میں کہہ کے ہائے دل

سینہ اگر ہے داغوں سے معمور کیا ہوا
خالی ہے تیرے واسطے عشرت سرائے دل

شوخ۔ گنا بیگم صاحبہ زوجۂ نواب عماد الملک غازی الدین خاں صاحب وزیر۔

نیم بسمل نہ چھوڑ جانا تھا
ہاتھ اِک اور بھی لگانا تھا

شیریں۔ ہرہائینس نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال

پہلی سی رُکاوٹ نہیں اب ہے نظرِ لطف
آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا

عرش تک جاتا تھا یا اب کان تک جاتا نہیں ؎ ہم نشینو میرے نالے کے اثر کو کیا ہوا

دردِ فراق ہی میں ساسد مبتلا رہے ؎ دُنیا میں اس طرح ہی سہے ہم تو کیا رہے

عالم۔ بادشاہ محل۔

جو کچھ کرو ستم وہ سزاوار ہے تمہیں
قابل اسی کے ہم ہیں یہی ہے سزائے دل

ب ج فاطمہ دالماوہ

مسلم عورتوں کے فرائض

(از مسٹر سید عبد اللہ بریلوی ایم اے ایل ایل بی ایڈیٹر "بمبئی کرانیکل")

مجھے اجازت دیجئے کہ میں "عصمت" کو اس کی تقریب جوبلی کے سلسلہ میں اپنی مبارکباد پیش کروں۔ میں گزشتہ چند سال سے "عصمت" اور دوسرے رسائل کا جنکا مقصد مسلم خواتین کے مفاد کو ترقی دینا ہے، گہری دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتا رہا ہوں اس لیئے کہ بحیثیت اخبارنویس کے میرا فرض منصبی ہے کہ میں اپنی مسلمان بہنوں کے رجحان خیالات سے واقف رہوں۔ جو بیداری حال کے چند سالوں میں ہندوستان کی مسلم عورتوں میں پیدا ہوئی ہے وہ ہر لحاظ سے قابل داد ہے اور "عصمت" بجا طور پر اس امر پر فخر کرسکتا ہے کہ اس نے اس بیداری کے پیدا کرنے میں دوسروں سے کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ لیکن یہ بیداری اس حد تک عمل میں نہیں آئی جو ہونی چاہیئے اور جس کی آج مسلمان عورتوں اور ملک کو سخت ضرورت ہے۔ مسلمان عورتوں کی بیداری دوسری ہندوستانی اقوام کی عورتوں سے بدرجہا کم ہے۔ فی الحقیقت مسلم عورتوں کی موجودہ حالت ایسی ہے جس پر رونا آتا ہے اور جسے دیکھکر شرم کے مارے گردن جھک جاتی ہے +

ہماری اکثر بہنیں علم کی روشنی سے اور پردہ کے مضر نظام کی بدولت اصحت کے اپنے ابتدائی حق سے محروم رکھی جاتی ہیں۔ عورتوں کی صحت کو تباہ کردینے میں جو حصہ پردہ نے لیا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ مسلمان عورتوں میں سل اور دق کے مریضوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور وہ براہ راست اسی رسم پردہ کی رہین منت ہے۔ لیکن جو شئے صحت کے خطرہ سے زیادہ افسوسناک ہے وہ ذہنی جمود ہے جس میں ہماری مسلمان بہنیں پردہ کی وجہ سے مبتلا نظر آتی ہیں +

ہماری بہنوں کی موجودہ افسوسناک حالت کی ذمہ داری کا بیشتر حصہ مسلمان مردوں پر ہے اسلئے کہ وسلوک وہ ان کے ساتھ کررہے ہیں اس سے وہ خود اپنے مذہب کی تعلیمات کی تکذیب کرتے ہیں۔ سلام کا اولین سبق یہ ہے کہ عورتوں کی عزت کرو۔ رسول اکرم (صلعم) نے عورت کو "دنیا کی نہایت قیمتی چیز"

"خدائی صنعت کا" "مردوں کی ماں" وغیرہ القاب سے یاد فرمایا ہے۔ مگر مسلمان مردوں نے عورتوں کو تفریح کا آلہ یا اپنی خدمت کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔

چونکہ مسلم مردوں نے اپنا فرض منصبی بجالانے میں کوتاہی کی ہے لہٰذا میں اپنی مسلم بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آپ اپنی مدد کریں۔ انہیں محسوس کرنا چاہیئے کہ ان کی موجودہ حالت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ اُس پر رضامند ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اُس ناانصافی کے خلاف جو مرد اُن کے ساتھ کر رہے ہیں، بغاوت کریں اور ان سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں۔ ایسا کرنے سے وہ نہ صرف کوئی غیر اسلامی کام نہ کرینگی بلکہ وہ اپنے بھائیوں کی اعانت بھی کرینگی تاکہ وہ مذہبی احکام کی تعمیل کرنے اور اسلام کے ابتدائی دَور کے چلن پر چلنے کی کوشش کریں۔

قرآن مجید میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسکی رو سے "زنانخانہ" کی موجودہ ظالمانہ رسم کی اجازت ہو جو عورتوں کو مردوں کی سوسائٹی اور اپنی چار دیواری کی دنیا کے زیادہ آزاد ماحول سے بکلم علیحدہ کر دیتی ہے۔ جس چیز پر رسول اکرم (ص) نے سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ حیا ایسی نیکی ہے جس کی سب سے زیادہ قدر کرنی چاہئے مگر آپ (ص) چاہتے تھے کہ اس نیکی پر مرد عورت دونوں نہ کہ صرف عورتیں یکساں طور پر عامل ہوں۔
قرآن کریم کا حکم ملاحظہ ہو۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۝ (اے پیغمبر) مسلمان مردوں سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی میں ان کی زیادہ صفائی ہے۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کو سب (کی) خبر ہے۔ اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو (چارو ناچار) کھلا رہتا ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بُکل مارے رہیں۔

میں پردہ کے رواج کو مسلمان مردوں کے لئے باعث ذلت سمجھتا ہوں کیونکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمان مرد جن میں ہمارے قابل احترام مُلا اور مولوی دونوں شامل ہیں، کسی مسلمان عورت کو بے نقاب اور بازار میں آزاد شخص کی طرح چلتے پھرتے دیکھکر اپنی نگاہیں نیچی نہیں رکھ سکتے۔ مگر خود مسلم عورتوں کے لیے یہ رواج باعث ننگ ہے اس لیے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ان میں ذاتی عزت کا احساس اسقدر کم ہو گیا ہے کہ وہ

محض اس وجہ سے کہ جب وہ اپنے بند خانوں سے باہر آزاد ہوا میں نکلیں گی تو وہ اپنی عصمت، عفت اور حیا کو برقرار نہ رکھ سکیں گی۔ مسلمان عورتوں کو اپنی ذاتی عزت کے خیال سے اپنی آزادی پر اس غیر اسلامی پابندی اور عورتوں کی اس ذلت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دینا چاہیئے۔ انہیں ہر مجسٹی ملکہ افغانستان، نیز اپنی ترکی بہنوں کی مثال سے جنہوں نے ظاہری رسمی پردہ کو خیرباد کہہ دیا ہے، فوری تحریص و ترغیب حاصل کرنی چاہیئے۔ اور مجھے کچھ شک نہیں معلوم ہوتا کہ اگر وہ ہمت کرینگی تو وہ روشن خیال مسلمان مرد جو پردہ کی شرم کو محسوس کرتے ہیں، انہیں اپنا جائز مرتبہ حاصل کرنے میں امداد و اعانت کرنے سے دریغ نہ کرینگے +

ملک کو اس کی بھی ضرورت کہ اندرونی بغاوت یعنی خیالات کی دنیا میں بھی انقلاب پیدا کیا جائے۔ آج ہمارے ملک کی سب سے بڑی ضرورت آزادی ہے۔ جیسا کہ دوسرے ماتحت ممالک کے تجربہ سے ظاہر کر دیا ہے آزادی بغیر عورتوں کی امداد کے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ ہماری مسلمان بہنیں اب تک ملک کی ضروریات سے بے خبر رہی ہیں۔ ہندوستان کو آج نہ صرف اپنے بیٹوں سے بلکہ اپنی بیٹیوں سے بھی خدمت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ ملک کے سامنے غیر ملکی کپڑے کے بائیکاٹ کا فوری پروگرام (لائحہ عمل) موجود ہے، کیا ہماری مسلم بہنیں پیچھے رہیں گی اور اس امداد کو دینے سے دریغ کرینگی جس کے بغیر ہم اپنی آزادی حاصل نہیں کرسکتے؟ خود ان کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ قومی تحریک میں حصہ لیں کیونکہ سوراج کی حکومت نہ ہونے کے باعث انہیں تعلیم، ترقی اور نشوونما کی آسانیاں نہیں ملیں جو آزاد ممالک اپنی شہری عورتوں کے لیے مہیا کرتے ہیں +

آنحضرت نے فرمایا کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" لیکن آپ کی مراد ایسی قابل عورتوں سے تھی جو آپ کی اس تعلیم پر عمل پیرا ہوں کہ اگر حصول علم کی خاطر تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ مسلمان عورتیں صرف اسی وقت قابل فخر مائیں بن سکتی ہیں جب وہ اپنے بھائیوں یا خاوندوں کے مساوی اپنے حقوق طلب کرینگی اور کشمکش حیات میں ان کی رفیق بنیں گی نہ کہ ان کی تفریح کی گڑیا یا ان کی خدمت کرنے کی ماما +

ناممکن ہے کہ جو بلی نمبر دکھا کر اپنے حلقہ اثر میں عصمت کے خریدار پیدا کرنے کی آپ کوشش کریں اور ایک دو خریدار بھی پیدا نہ کرسکیں۔ اس وقت آپ نے ذرا بھی توجہ فرمائی تو اپنے پرچہ کے لئے بہت کچھ کرسکتی ہیں + منیجر

عورت کی ذہنی ترقی

حُسن، بلاشبہ عورت کے لیے ایک نعمت ہے اور ایک حسین عورت تمام دُنیا کے لیے نُزہمت آفریں ہو سکتی ہے، حسن دُنیا میں شیرینی اور لطافت پیدا کرتا، سخت قلوب کو نرم کرتا، انسان کو بہیمیت کے دائرے سے نکال کر اوس میں وہ لوچ اور نرمی پیدا کرتا جس سے وہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے اور یہ سب ایک حسین عورت کے حدود عمل میں ہے۔ لیکن حُسن جسم کی دلفریبی کا نام نہیں ہے۔ عورت کا حُسن اوس کے دماغ میں ہے +

عورت دنیا میں ایک روح پرور قوت ہے۔ وہ ہر فنِ لطیف کی جان ہے +

فنون لطیفہ کا پہلا تخیل عورت کے وجود کا ممنون ہے۔ بقول کیٹلیٹن "عورت کا ارتقا دنیا کی روح لطیف کا ارتقا ہے" +

عورت کی فطرت اس امر کی مقتضی ہے کہ اوس کی توجہ سب سے پہلے فنون لطیفہ کی طرف مائل ہو۔ اوس کے میدانِ عمل اور دائرہ تخیل کو ادب، موسیقی۔ نقاشی و مصوری کو احاطہ میں لے لینا چاہیئے۔ عورت دنیا پر حکومت کے لیے بنائی گئی کہ وہ دلوں کو تسخیر کرے اون پر حکومت کرے۔ اور ایک کامیاب حکومت +

وہ ایک تاریک سمندر میں روشنی کا مینار۔ لیکن اوس مینار کے لیئے اندرونی روشنی کی بھی ضرورت ہے۔ عورت دُنیا کو صحیح معنوں میں اُسوقت روشن کر سکتی ہے جب اوسکا دماغ علم کی صاف روشنی سے منور ہو +

عورت کی کامیابی کا راز اوس کے دماغی اور ذہنی قویٰ کے تکمیل میں مضمر ہے +

فنون لطیفہ سے بہتر میدان عورتوں کے ذہنی ارتقا کے لیئے دوسرا نہیں۔ جس فن میں جس قدر حواس خمسہ کا دخل ہوگا اسیقدر اوس کو روح پرور ہونے کا امتیاز حاصل ہوگا۔ موسیقی، مصوری سے بلند ہے کیونکہ اسکا تعلق براہِ راست روح کے انبساط سے ہے +

موسیقی کے نغمے گویا برقی لہریں ہیں جو ایک روح میں موجیں مارتے ہوئے دوسری روح تک

پہونچتی ہیں، لیکن ان میں بھی ادبیت کا عنصر باقی ہے۔ شاعری اگر اپنی اعتبار سے سب سے بلند درجہ حاصل ہے۔ اس کو معمولی تحریروں سے کوئی نسبت نہیں، یہ اپنی عظمت کا مکمل اظہار کرتی ہے۔ شاعر قلم کی ایک جنبش سے روح اور جسم دونوں کے حسن کی نقاشی کرتا ہے۔ وہ حقیقتاً مصور فطرت ہے۔ وہ کائنات کے لطیف اسرار کا حامل ہے۔

عورت اگر اپنی مسرتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہے تو اوس کو حسن کے قریب رہنا چاہیئے۔ سائنس اور فلسفہ کے علوم اوس کے لیے بیکار ہیں۔ نہ اوس کی فطرت میں ان کی طرف کوئی میلان ہے۔ نہ اوس کے پاس انکی طرف توجہ کرنے کا وقت۔ لیکن جس طرح وہ اپنی زندگی میں صبح کا ناشتہ ایک ضروری کام سمجھتی ہے۔ اسی طرح اوس کی روحانی نشوونما اور ذہنی ارتقا کے لیے اوس کو چند گھونٹ فطرت سے، حسن کی پرکیف شراب سے لے لینے چاہئیں، لوئس آف سوای، روزانہ صبح کو ایک گیت گایا کرتی تھی، اور تھوڑی دیر کا یہ نغمہ اوس کی روح کو تمام دن کے لیے مسرت سے لبریز کر دیتا تھا۔

مطالعہ۔ ایک فرض ہے۔ اور عورت کے لیے اس فرض کی ادائگی زیادہ ضروری ہے نہ صرف اسکی ضرورت ہے کہ اس کی ایک ہی چیز کو سیکھی جائے، یا ایک نئے تار کو چھیڑا جائے۔ بلکہ ذہنی حیات کا تقاضہ یہ ہے کہ قوت مسلسل حصول علم و فن میں صرف ہوتی رہے۔ عورت کی زندگی ایک مسلسل نصاب کے ماتحت ہونی چاہئے۔

درخت کو پہلے خود اپنی نشوونما کے لیے زمین سے غذا اور رس حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اوس کے بعد وہ درخت پھلوں اور پھولوں کو نشوونما دیتا ہے۔

عورت کو نسل انسانی کے پھل اور پھول پیدا کرنے ہیں اس لیے سب سے مقدم خود اوس کی ذہنی نشوونما ہے عورت کو ہر کام میں ایک مضبوط روحانی قوت کی ضرورت ہے لیکن افسوس روحانی ضروریات سے غافل ہوکر وہ دھوکہ میں مبتلا ہیں، ایک بچہ کی طرح ہر چمکدار چیز سے متاثر ہوکر سطح کی ظاہری حالت سے فریب میں آجاتی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ انکی دماغی قوتیں بجائے صحیح اصول پر ترقی کرنے کے اسطرح ضائع نہ ہوتی رہیں اور یہ لطیف مخلوق۔ جو ہزارہا لطافتوں اور قوتوں کی سرمایہ دار ہے۔ اپنی حیات کو مستقل طور پر غارت نہ کردے اوسکو روحانی اور ذہنی ترقی کے بلند زینوں تک پہونچنا چاہیئے۔ فطرت نے اس کے لیے تمام راستے کھول رکھے ہیں، لیکن وہ خود ان کو اپنے اوپر بند کر رہی ہے۔

عورت ! فطرت کی برکات سے فائدہ اٹھا، ایک مکمل ہستی بن۔ عالم پر حکومت کر اور دنیا کا ذریعہ راحت ہو یا خدا

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم

کی قابل دید تصانیف

مقالات شرر

مولانا شرر مرحوم کے کمال انشا پردازی کا وہ ادبی مضامین ہیں جو شرر مرحوم کی شہرت کا باعث ہوئے اور جس میں مولانا کا زور قلم پوری طرح نمایاں ہے دنیا، زمانہ، ہم ہمارے کمالات، بیکسی، آدھی رات، غم، جدائی، عالم خیال، خلوص، اندھیری رات، لالہ خودرو، باغ، آرزو، پھول، گورِ غریباں، برسات وغیرہ جیسے اعلیٰ درجہ کے مضامین ہیں۔ ان کو پڑھ کر مضمون لکھنا آجاتا ہے قیمت مجلد عہ

اسلامی سوانح عمریاں

مولانا شرر مرحوم کی آخری تصنیف مشہور مسلمانوں کی نہایت دلچسپ سبق آموز سوانح عمریاں ہیں قیمت مجلد عہ

تذکرہ مشاہیر عالم

دنیا کے بڑے چالیس آدمیوں مثلاً ابن بطوطہ، جالینوس، مانی، حاتم طائی، سکندر، بقراط وغیرہ کی سوانح عمریاں جو ہر پڑھے لکھے مرد و عورت کو معلوم ہونی چاہئیں۔ مولانا شرر نے بڑی محنت سے یہ کتاب لکھی ہے اور یہ بھی بہت دلچسپ تمام مقالات... قیمت عہ

بیگمات عالم

دنیا کی نامور اور ممتاز خواتین خلاصہ مثلاً لطیف ہلانیہ، ام جعفر، خولہ بنت ثابت، حسنین کی بیوی، لونڈی جعفر طیار، بنت مروان، بن محمد، بنت نعمان، بنت منذر، عاتکہ، عائشہ بنت طلحہ، فریدہ، ام الحکم، پرتھاں، ایڈیس، ستر یلہ، افغاں کی دختر، بی بی نجم، رابعہ، گریہ، شاہ طاؤس کی لڑکی، بقراط، دجا لینوس کی لڑکی، تھونیہ وغیرہ سو اسو سے زیادہ عورتوں کی نہایت مفصل اور دلچسپ سوانح عمری جو مورخ اعظم مولانا شرر مرحوم نے برسوں کی محنت کے بعد لکھی تھی۔ یہ مضامین ہیں شرر مرحوم کی جادو نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں پڑھ کر مضمون لکھنے کا سلیقہ آجاتا ہے، شریف بیگمات کے مطالعہ سے یہ کتاب ضرور گذرنی چاہئے۔ اس میں شرر مرحوم کی تصویر بھی ہے قیمت مجلد ۱۲؎

بیگماتِ تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین ہند کے سب سے عزیز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جس نے ایک عالم مسخر کر لیا تھا۔ ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی حیرت ناک تصویریں ہیں جن کی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی قیمت مجلد عہ

چند بیگمات کے نام یہ ہیں

امت الحبیب حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بانو بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا لنگی، ممتاز محل، امت الحبیب ولرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، رضیہ بیگم، بیگمات امیر تیمور، دختر مرزا امراؤ جس، دختر میران شاہ، بیگم عالمگیر بادشاہ، بیگم محمد شاہ، بیگم محمد شاہجہاں بیگم اورنگ زیب، دختر شاہ شجاع، دختر شاد لواز خان، مالوہ کی رئیس زادی بیگم محمد معظم شاہ، دختر شاہزادہ محمد اکبر، للاد ملک، قمرہ کی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جہانی بیگم،

منیجر عصمت دہلی سے منگائیے

تفسیرِ عصمت

از مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی

موسم بہار کی ایک صبح کو، جب نیلگری پہاڑ کی چوٹیاں آسمانی دولہا کے استقبال کی تیاری کر رہی تھیں، نسیم گدگدا کر پھول بنا رہی تھی، پرندوں کا نغمہ اور ہوا کی راگنی موسیقی کا ایک مجمعہ پیدا کر رہی تھی۔ بیس یا اکیس سال کی ایک لڑکی جس کے قدموں پر حسن قربان ہو رہا تھا۔ شاہ بلوط کی سرسبز ڈالیوں میں دونوں ہاتھ ڈالے خاموش کھڑی تھی۔ اسکا معصوم دل اس پھول کی طرح جسکو کھلنے سے پہلے پالا مار گیا ہو، افکار کے ایسے دریا میں غوطے کھا رہا تھا جس کے کنارے ناپید تھے۔ اس کی میٹھی زبان، اس پانی کی طرح، جو سوت رک جانے سے بہتا بہتا بند ہو گیا ہو، اس طرح خاموش ہوئی تھی جس کی روانی کے آثار مفقود تھے۔

اس کے بال پریشان تھے اور نرگسی آنکھیں ایک ناقابل برداشت مصیبت کا دیباچہ تھیں تازی خیالات اس کے سرخ و سفید رخساروں پر اپنے اثرات چھوڑ کر آ اور جا رہے تھے مگر وہ اپنی ذہن میں اس درجہ مستغرق تھی کہ اسکو کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ صبا اس کی گود میں کھیل رہی تھی، پتے اس سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ پھولوں کی پنکھڑیاں اس کے نازک جسم سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں، لیکن اسکا دماغ جب تنہا اس کی نگاہ بظاہر کائنات کے مطالعہ میں مصروف تھی مگر حقیقتاً وہ کچھ دیکھ رہی تھی نہ سن رہی تھی، اور اس وقت بھی اس کے سامنے ان خیالات کے سوا جو دماغ میں چکر لگا رہے تھے اور کچھ نہ تھا۔

بکھرے اس کے سامنے چھوٹے چھوٹے درختوں کے تنوں پر پاؤں رکھے بیٹھے کھا رہے تھے، ہوا اس کے سر پر پھول پھینک پھینک کر چوٹی کھیل رہی تھی، لیکن اس کے ٹھنڈے سانسوں میں فرق نہ آتا تھا۔ آبشار اس کی فریاد کے ہمنا تھے کہ ایک طرف سے کوئل کی مست آواز نے مضراب کی طرح اس کے زخموں کو چھیڑا۔ وہ چونکی، اس کے ساکت جسم میں ایک جنبش ہوئی، اور خاموش نگاہ نے ارضی خزانوں پر ایک نظر ڈالی +

دنیا قدرت کے انعامات سے مالامال تھی، جانور کلیلیں کرتے پھرتے تھے۔ بندر اور لنگور اچھلتے تھے، چشمے چاروں طرف پھوٹ رہے تھے اور خدائی نظام ذرہ بھر متغیر نہ تھا۔ حسینہ آگے بڑھی اسنے دامن کوہ کی عظیم الشان حویلی پر ایک نظر ڈالی، ٹھنڈا سانس بھرا، اور نیچے اترنے لگی۔ مگر اس کی بیداری آناً فاناً ختم ہو چکی تھی۔ وہ معاً اپنے تفکرات میں غرق ہوئی اور گردوپیش کے تمام ظاہری حالات اس کے دل سے فراموش ہو گئے +

چند ہی قدم چلکر اسکا پاؤں رپٹا اور یقیناً بڑی پسلی چور ہو جاتی کہ ایک نقاب پوش ہستی نمودار ہوئی اسکو روکا، سنبھالا، اور غائب ہو گئی۔ حسینہ نے ہرچند کوشش کی کہ اپنے محسن کا پتہ چلائے، لیکن درخت کی آڑ میں پہونچتے ہی اسکا پتہ نہ چلا۔ حسینہ کچھ دیر ٹھٹکی اور نیچے اترکر اس مکان میں داخل ہوئی جس پر لکھا تھا:-

"ظفر حیدر بی اے ایل ایل بی"

(۲)

امریکہ کا مشہور کروڑپتی تاجر برنارڈ فنڈ کے نام سے جب ایک وقت چھوڑکر دنیا سے رخصت ہوا تو اس کی لاولد بیوی جو اب مسز برنارڈ کے نام سے مشہور تھی، اپنا وطن چھوڑ چھاڑ ہندوستان میں رہنے سہنے لگی۔ دوقف بنی نوع انسان کی خدمت اور مذہب عیسوی کی تبلیغ کے واسطے تھا مسز برنارڈ اس کی متولی تھی اور چونکہ عمر کا بڑا حصہ ایک نیک شوہر کے ساتھ بسر کیا تھا اس لیے انتہائی خلیق تھی، ہسپتال، بیوہ گھر، یتیم خانے، جا بجا جاری ہو رہی تھی اور محض اپنے خلق کی وجہ سے، اشاعت مذہب میں غیر معمولی کامیاب ہو رہی تھی۔ ہندوستان کا کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جہاں برنارڈ فنڈ سے لوگ مستفید نہ ہو رہے ہوں، مسز برنارڈ کے خلق کا یہ حال تھا کہ قصبے اور گاؤں جہاں وہ نکل جاتی لوگ

اس بھرپور زمانے کی طرح گزشتہ بیس سال کے عرصہ میں کچھ نہیں تو اس نے محض اپنی خوش مزاجی سے دس ہزار آدمی تو عیسائی کیے ہونگے۔ اور خدمات کا تو ذکر ہی کیا!

انسان کیا وہ ایک فرشتہ تھی جس کی زندگی کا ہر لمحہ دوسروں کی بھلائی یا بھلائی کوشش میں گذرتا۔ وہ اب بڑھیا ہوگئی تھی اور کہہ سکتے ہیں کہ موت کے اندیشہ سے خدا ہر وقت سامنے دکھائی دیتا تھا۔ مگر امر حق یہ ہے کہ اس کی جوانی بھی جب وہ نئی نئی ہندوستان آئی انسانیت کے فرایض کو زندگی کے دروازوں سے اچھی طرح جھانک رہی تھی، اندھے مرد، اپاہج عورتیں، غریب بچے اسکا کلمہ پڑھتے تھے اور "برنارڈ میا" کہکر پکارتے تھے اس نے کبھی وعظ کہا نہ منادی کی۔ مگر اپنی محبت اور خدمت سے لاکھوں کا دل رام کیے اور ہندو مسلمانوں کو عیسائی بنایا وہ اتنی خلیق اور نیک طینت تھی کہ کبھی کسی شخص کو جس سے اسکو تکلیف بھی پہونچیں نقصان پہونچانے کا خیال تک نہ کیا۔ اسکا بڈھا نوکر عبدل جو پندرہ بیس برس کا ملازم تھا اگرچہ بیوقوف تھا مگر بعض دفعہ اسکی بیوقوفیوں سے کھلی ہوئی شرارت کی بو آتی تھی لیکن برنارڈ سمجھا بجھاکر خاموش ہوجاتی۔ وہ جب نوکر ہوا ہے خاصی ڈیڑھ بالشت کی سیاہ ڈاڑھی تھی عمر کی ترقی کے ساتھ ڈاڑھی بھی ترقی کرتی رہی جسکو کبھی قینچی نہ لگی اس لیے اب اس کی ڈاڑھی ناف سے نیچے اور اکثر موقعوں پر تکلیف دہ تھی۔ ایک دفعہ جب ٹرین چلنے کو تیار تھی عبدل نے برنارڈ میا کا اسباب پہونچایا گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی عبدل نے لپک کر بیگ رکھا۔ برنارڈ نے کھڑکی بند کی مگر عبدل کی ڈاڑھی کھڑکی میں آگئی۔ ہر چند زور کیا اور کوشش بھی مگر ڈاڑھی نہ چھوٹی۔ اب گاڑی چل رہی ہے اور عبدل لٹک رہے ہیں برنارڈ نے دیکھا تو لپک کر کھڑکی کھولی اور اسکو اندر کیا اسی طرح ایک اور موقعہ پر برنارڈ نے رات کو سوتی دفعہ کہا "عبدل تمہاری نیند نے بہت پریشان کیا ہے پچھلی اتوار کو محض تمہاری وجہ سے ہمارا جانا رہا اب اگر تم چار بجے نہ اٹھے تو ہم تمکو چھوڑکر سٹیشن چلے جائیں گے گاڑی ساڑھے پانچ چھوٹ جاتی ہے۔" عبدل یہ سمجھکر کہ کہیں برنارڈ سچ مچ اکیلی نہ چلی جائے، سوئے تو اس طرح کہ برنارڈ کے کمرہ کی باہر سے کنڈیاں لگادیں وہ وقت مقررہ پر جاگی ہر چند چلائی مگر عبدل اس وقت تک نہ جاگا جب تک وقت نہ نکل گیا۔

(۲۳)

آفتاب کی شعاعیں پہاڑ کے دامن کو چیرتی ہوئی حیدری منزل میں پہونچیں ظفر [illegible] دستان کا

شہید وکیل تھا اور اس کی بیوی حیدری خانم شہر کے معزز ڈپٹی کی اکلوتی لڑکی۔ ان کی یہ حویلی چشمے کے کنارے ایک ایسے پُر فضا میدان میں تھی جہاں موسم گرما کے خوش الحان پرند مختلف اقسام کے خوش رنگ پھول ہوا کے ٹھنڈے اور میٹھے جھونکے علی الصباح دل و دماغ معطر کر دیتے تھے۔ حیدری وسط صحن میں اپنی پیاری بچی اور شوہر کے ساتھ چائے پی رہی تھی کہ اس نے دروازہ میں کسی کی آہٹ سنی اور کہا "کون ہے اندر آؤ۔"

سر سے پاؤں تک برقع میں لپٹی ہوئی عورت جس کی داہنی آنکھ کھلی ہوئی تھی پردہ اٹھا کر "السلام علیک" کہتی اندر داخل ہوئی اسکو دیکھ کر خانم نے ایک قہقہہ لگایا اور شوہر سے کہا "لیجئے وہ آپ کی حشمت تشریف لے آئیں خدا جانے رات کو نیند بھی آئی تھی یا نہیں۔ وہیں دفتر میں چلے جائیے اور اسکو بھی لے جائیے۔ صبح ہی صبح کام نہ کاج آ چڑھی۔"

ظفر "حشمت! تمنے مجھکو کیوں پریشان کیا ہے آخر مجھکو دنیا کے اور بھی کام کرنے ہیں یا تم ہی سے مغز مارے جاؤں۔ میں نے تم سے شام کو ہی کہدیا تھا کہ وکالت میرا پیشہ ہے تم روپیہ دوگی میں کام کر دونگا۔ مگر میں تمکو ہرگز ہرگز ہمدردی کا مستحق نہیں سمجھتا تمنے پڑھ لکھ کر تعلیم کو بھی بدنام کیا۔ تم جیسی آزاد عورت سوسائٹی کے واسطے باعث ننگ ہے۔ ڈپٹی صاحب تمہارے والد ابا جان کے دوست ضرور تھے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ میں اپنی تمام ضروریات تمہاری خواہش پر قربان کر دوں تم اپنے اس طرز عمل سے اپنی بہنوں کو سخت نقصان پہونچا رہی ہو اور قدرت نے عورت کا جو اعتماد مرد کے دل میں پیدا کیا ہے تمہاری حرکات سے مجروح ہو رہا ہے۔ تم اپنے ساتھ اپنی صنف کی وقعت خاک میں ملا رہی ہو۔ ایک جوان عورت تن تنہا جنگل میں اور پہاڑوں پر اس طرح آوارہ پھرتی ہوئی دیکھ کر دنیا جو کچھ کہے وہ درست ہے۔ میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ تمہارا شوہر تم سے زیادہ محبت نہیں کرتا اور دوسری بیوی کو سر آنکھوں پر بٹھا رہا ہے مگر تم جیسی ہزارہا اللہ کی بندیاں ایسی موجود ہیں جو سوکنوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہیں اور تیوری پر بل تک نہیں آتا۔"

حیدری خانم۔ تم ہی جیسی کمبختوں نے شریف عورتوں کی دھار رکھی ہے کہ تعلیم کا نام آتے ہی مرد کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ سوکن تم انوکھی تھوڑی ہی ہو۔ رسول نے شادیوں پر تو سوکنیں آئیں اور وہ ہنسی خوشی عمر گذاریں تم ان سے بھی بڑھ کر نکلیں کہ سوکن کے ساتھ میاں کی بھی جان کی لاگو ہو گئیں۔"

حشمت۔ جی نہیں بہن آپ تو مجھکو پاگل بنا رہی ہیں جو کچھ بھی ہیں تو سمجھ رہی ہیں اور اس طرح خطاب کر رہی ہیں کہ شاید رنڈیاں بھی اسکو گوارا نہ کریں۔ وکیل صاحب مرد ہیں مگر آپ تو عورت ہیں اور ایسی بیدرد کو سمجھ سکتی ہیں جس سے میں بلبلا رہی ہوں +

حیدری خانم۔ مجھکو تو بہن نہ کہہ۔ میں کیوں تیری بہن ہونے لگی۔

حشمت۔ بیگم سہی، سرکار سہی، بیوی سہی لیکن آپ اسقدر کیوں برہم ہوتی ہیں؟ میری تکلیف کا آپ اندازہ فرما سکتی ہیں اس لیے کہ آپ ایک شوہر کی بیوی اور ایک بچی کی ماں ہیں۔ میں بدنصیب ہوں اور آپ کے شوہر کی پناہ میں آئی ہوں۔ آپ سے مدد کی توقع ہے۔ غور فرمائیے کہ میری توقع کہاں تک درست ہے؟"

ظفر۔" تمہاری توقع قطعی غلط ہے۔ اور سب سے بڑا سوال روپیہ کا ہے جیسے یہ توقع کہ بلا معاوضہ عدالت میں جاؤں، لغو، لچر، اور فضول"!

حیدری خانم۔ ایسے ذلیل کام کے واسطے کون ایسا پاگل ہوگا جو ہاں میں ہاں ملائے"!

حشمت۔" میں روپیہ دینے کو تیار ہوں میرے پاس نقد نہیں یہ زیور ہے آپ اسکو بیچ کر محنتانہ لے لیجیے"!

ظفر۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم خود فروخت کرو اور روپیہ لادو +

حشمت۔" آپ میرے بھائی ہیں آپ کے والد مجھے اپنی لڑکیوں کے برابر چاہتے تھے۔ میری شادی کے محرک سچ پوچھیے تو وہی تھے مجھپر یہ مصیبت اُن ہی کی وجہ سے ٹوٹی۔ ان حالات میں آپ اگر مجھکو مدد دیں تو گناہ نہیں۔ مگر میں تو آپ کو جو آپ مانگتے ہیں وہ دے رہی ہوں۔ آپ نے پانسو روپیہ فرمائے تھے میرا یہ طوق ہزار روپیہ سے کم کا نہیں ہے میں عورت ہوں لوگ خریدنے میں تامل کرینگے آپ اسکو بکوا لیجیے"!

حیدری خانم۔" تم بازاری عورت ہو مردوں کے کان کتر سکتی ہو۔ جاؤ خود بیچو۔ فضول باتیں کرو"

حشمت۔" آپ تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور زبان سنبھال کر گفتگو کیجیے"!

حیدری۔" چل نکل یہاں سے۔ گھر چڑھ کر لڑنے آئی ہے بازاری نہیں تو کیا تو گھر والی ہے"!

ظفر۔ جاؤ جاؤ باہر جاؤ، ورنہ میں خود نکال دونگا، تم اندر آنے کے قابل نہیں ہو"!

حشمت کا برقع سر سے اُتر گیا۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ وہ آگے بڑہی کہ حیدری خانم کا مُنہ نوچے دفعتہ وُہی نقاب پوش ہستی اسکا ہاتہ پکڑ کر باہر لے گئی اور غایب ہو گئی ٭

(۴)

عبدل کی بیوقوفی اور اس کی ڈاڑہی نے میا برنارڈ کو بڑی طرح پریشان کر رکہا تہا بعض دفعہ اس کی حرکات اس قدر تکلیف دہ ہو جاتی تہیں کہ وہ اسکو موقوف کر دینے کا قصد کر لیتی تہی مگر چونکہ طبیعت اِنتہائی شریف اور طینت حد سے زیادہ نیک تہی اس لیے خاموش ہو جاتی تہی امریکہ سے کوئی مشنری خاتون پانچ سال کے واسطے ہندوستان آئی برنارڈ نے اسکو کہانے پر بلایا۔ مشن کی کچھ اور میمیں بہی تہیں شہر کی بہی کچھ بیویاں تہیں اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہوئیں ٭

عبدل کا سیاہ چہرہ لمبی سفید ڈاڑہی پلکوں کا ہر لمحہ بند کرنا اور کہولنا گردن ٹیڑہی کر کے ناک کو جہکا کر ہونٹوں کا سونگہنا، امریکن مہمان مس پارکر کے واسطے ایک نہایت پُرلطف مذاق تہا جس میں سب عورتیں برابر کی شریک تہیں۔ مس پارکر کو تو عبدل کے چہرۂ مُبارک کی زیارت کا اسقدر شوق تہا کہ دس پندرہ منٹ ہو گئے تو بلا ضرورت منہ دہویا اور تولیہ مانگا۔ عبدل کہانا پکانے میں مصروف تہے پتیلیاں اوتارتے اوتارتے آواز سُنکر غسلخانے میں آئے تولیے دو ٹنگے ہوئے تہے مگر یہ سوچکر کہ اُجلا بچاؤں جہٹ بکس کہول اُجلا تولیہ کالے ہاتہوں سے لے آ موجود ہوئے۔ عبدل صاحب کی عقلمندی کے پانچوں نشان تولیہ پر موجود تہے جنکا پُورا عکس مس صاحب کے چہرہ پر پہونچا سب ہنسنے لگے اور طرہ یہ کہ کالک دیکہہ کر عبدل بہی مُسکرائے اور کہنے لگے "مجہے جلدی میں ہاتہوں کا خیال نہیں رہا" رفع خجالت یا ایک قسم کی معذرت لستے کی سیاہی کالے ہاتہوں سے صاف کرنے لگے، تو رہا سہا سفید حصہ بہی سیاہ ہو گیا۔ اس پر عورتوں کے قہقہے مہمان بیچاری نادم ہو گئی اور برنارڈ میا زمین میں گڑ گئیں۔ عبدل یہ گُل کہلا باورچیخانہ میں چلتے ہوئے برنارڈ بہی پیچہے پیچہے پہونچی اور بہت بگڑی۔ مگر اُن پر کیا اثر ہوتا۔ بیچاری نے اپنے ہاتہہ سے مُنہ دہلوایا تولیہ دیا اور سب کو لے کہانے کی میز پر پہونچی مگر ڈر رہی تہی کہ دیکہئے اب عبدل کیا عنایت کرتے ہیں کہانا شروع ہوا اور عبدل صاحب اپنے مددگار نو دس برس کے ایک لڑکے کو ساتہہ لیے سمٹا لیکر کہانا لائے۔ سب سے پہلے سوپ یعنی شوربا آیا اب جو بیویاں دیکہتی ہیں تو عبدل صاحب کی

ڈاڑھی خصوصیت میں تیر رہی ہے شوربا رکھ چکے تو ڈاڑھی کی بوندوں نے مہمانوں کے کپڑوں پر افشاں کی سنہری بنادی۔ اب ضبط نہ کرسکی اور کہا "تم گدھا ہے تمہاری ڈاڑھی نے سب شوربا خراب کیا دیکھو کپڑے برباد ہوئے۔" عبدل اپنی ڈاڑھی کو نہایت مقدس سمجھتے تھے، اور شوربے کی چھینٹوں کو وضو کے قطروں سے کم نہ خیال کرتے تھے انہوں نے اتنا ہی کہا "میری ڈاڑھی تو پاک ہے!" مگر جھوٹا اُتارنے کو سارا الزام مددگار لڑکے پر رکھدیا۔ وہ غریب دونو ہاتھوں میں بھری ہوئی پلیٹیں لیے کھڑا تھا یہ کہکر "اندھے پنے سے کام کرتا ہے" اِلااللہ کا نعرہ لگا جو تھپڑ دیتے ہیں تو لڑکا چکرا کر امریکن مہمان پر پلیٹوں سمیت گرا۔ شوربا گرم تھا۔ بیچاری کے ہاتھ بھی جلے اور کپڑے بھی بھرے۔ گھبرا کر کھڑی ہوئی اور مہمان قہقہے لگاتے ہوئے اُٹھے۔ تو عبدل صاحب کا نیولا جو آستین میں رہتا تھا نکل کر باہر آیا۔ نیولے کی صورت دیکھتے ہی امریکن مس کا بلڈوگ اُچک کر عبدل پر اور عبدل دھڑسے میاں بر ناڑ پر۔ مہمانوں کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔ برتن ٹوٹے، کھانا خراب ہوا، چوٹیں لگیں اور عبدل کی بدولت دعوت کا یہ حشر ہوا

(۵)

پیاری حشمت۔

مسلمان مرد نے اپنی انسانیت کے اس جزو اعظم کے واسطے جو عورت کے نام سے تعبیر ہوتی ہے جن اسباب مصایب و امتیاز تکالیف کی بُنیاد رکھکر اپنی خودغرضی کے محل تیار کیے ہیں ناپائدار زندگی کی چند گھڑیوں میں ہراس عورت کو جو مسلمان کہلاتی ہے اُنسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ افکار کے اُن جگر خراش مناظر سے جن کی دھار تیغ آبدار سے کم نہیں قصر شاہی کی سنگین محلسرا محروم ہے نہ ٹوٹی ہوئی جھونپڑی کے بوسیدہ تنکے۔ مغلئی حرم سراؤں کے کھنڈر اور شاہی باغوں کے ٹھنڈا ب بھی اِن داستانوں کی یاد تازہ کر دیتے ہیں جنہوں نے تیر و نشتر بنکر مسلمان عورت کو کچوکے دیئے۔ اگر میرے کان دھوکا نہیں دیتے تو میں آج بھی بندھیاچل کی خاموشی اور ہمالیہ کے سکون میں اس مرثیہ کے الفاظ سُن رہی ہوں جو پتھروں سے ٹکرا کر فنا ہو رہے ہیں۔ اگر میری آنکھ صحیح ہے تو مجھے اس وقت بھی گنگا کی روانی اور جمنا کے بہاؤ میں ان بدبخت عورتوں کی تصویر نظر آرہی ہے جو مردوں کے مظالم سے زندہ درگور ہوئیں آگرہ کا تاج محل تمہاری نگاہ میں محبت کا ایک لازوال خزانہ ہے اور ایسے جواہرات سے جگمگا رہا ہے جن کی روشنی کائنات کو مزین کر رہی ہے مگر میری نگاہیں

دریا کی ان لہروں کے آئینہ میں جو ہر روز بلکہ ہر لمحہ تاج محل کے قدموں کو بوسہ دیتے رہتی ہیں بادشا کی ان بیویوں کی صورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں جو محبت کے شاہی انعام سے محروم رہیں۔ ہندوستان کا یہ دور اسلامی جس کی ابتدا سترھویں صدی عیسوی سے شروع ہوتی ہے ان لاتعداد واقعات سے لبریز ہے جو ثابت کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ نے جذبات نسوانی کے اس احترام کو قطعاً نظر انداز کر دیا جس کی مثالیں قدم قدم پر اسلام کے دور اولین میں موجود ہیں مگر میں آج تک اس مسئلہ کے سمجھنے سے قاصر رہی کہ کس طرح ہندوستانی مسلمانوں نے فطرت انسانی میں تغیر پیدا کر دیا اور عورت نے اس تکلیف دہ سلوک کے جواب میں بھی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑا ظلم کا جواب رحم سے لیا اور نفرت کے بدلے محبت کی میں اس کے جواب پر بحث کرنا نہیں چاہتی لیکن یہ ایک ایسی بداہت ہے جس پر ہر صحیح الدماغ انسان متعجب ہو سکتا ہے اور دنیائے انسان کا ہر گوشہ ہندوستان کی مسلمان عورت کے حق میں صدائے تحسین بلند کرنے پر مجبور ہے۔"

میری عمر کا بڑا حصہ مسلمان عورت کے مطالعہ میں صرف ہوا اور میری رائے میں اس کی وقعت اس ملک میں اگر مقید نہیں تو پالتو جانور کے برابر ہوگی۔ میں نے سترھویں اور اٹھارویں صدی کی عورت کو بھی پڑھا اور بعض دفعہ اس سے آگے بھی نظر ڈالی، اور میں اس نتیجہ پر پہونچی کہ سرشت کا قدرت سے واسطہ نہیں مشرق و مغرب کی عورت میں بعد المشرقین ہے عادت، خصلت بلکہ طینت اور نیت بھی حالات کے اثر سے متغیر ہو سکتی ہیں اس سلوک ناروا پر بھی مجھے مسلمان عورت جو مردوں کی بدولت جانور بن گئی ایک ایسی بلبل ہزار داستان دکھائی دیتی ہے جس کی سریلی اور دلکش صداؤں نے پنجرے میں آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے اور کائنات کو اس طرح مسخر کیا ہے کہ ہر ذرہ اسکا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ اس کی خدمات اس قدر گرانقدر اور بیش بہا ہیں کہ ان کا معاوضہ نہیں ہو سکتا اس نے مسلمانوں کے موجودہ تمدن اور معاشرت کی تکمیل خود فنا ہو کر کی اور اپنی ہستی مٹا کر مرد کی زندگی پر امن بنائی، تلاش کرو تو پاؤ اور دیکھو تو نظر آئے کہ اسلامی قبرستان اس دولت سے مالا مال ہیں جن پر دنیائے نسوان فخر کر سکتی ہے۔ ان ٹوٹی پھوٹی قبروں، اونچے نیچے گڑھوں اور دھسے ڈھائے ٹیلوں میں اپنے درخشندہ چہرے آرام کر رہے ہیں جن کے روبرو ہر طلوع ہونے والا چاند اپنی گردن جھکا دیتا ہے کھود کر دیکھو دفعتہً اٹھاؤ اور پڑھو کہ وہ گھونگھٹوں میں بیٹھی ہوئی سیاہ بال والیاں جواب کفن [illegible] کی چادروں اوڑھے

پڑی ہیں [illegible] جہالت انسانیت کی ہر لغزش سے پاک ہے۔ انکے دل بیٹے [illegible]
چلنی ہی مگر [illegible] ہیں اور انکی ہر رنگش سے صاف ہے یہ گھر تمہارے تمکو زندہ [illegible]
دے سکتے ہیں تم مسلمانوں کی بوسیدہ دیواروں اور ٹوٹے مکانوں میں پہنچو پتہ لگاؤ [illegible] کے
گھروں، چکنے فرشوں اور چاندی و نقروں میں کیسے کیسے چاند چمک رہے ہیں انکی دیواریں آرائش ظاہری سے
محروم اور ان کے صحن ٹیپ ٹاپ سے مبرا لیکن ان کے دل اسلام کے زیور سے جگمگا رہے ہیں اور انکی
نگاہیں اپنی زندگی کا مقصد شوہروں کی رضامندی میں ڈھونڈھ رہی ہیں۔ جہالت کے اندھیرے میں یہ باتقین
کی دلہنیں ایک جہان کو منور کر رہی ہیں یوم الحق کا وعدہ اگر صحیح ہے تو خدائے بہتر و برتر کام یہ ہوگا کہ صانع حقیقی
میدان حشر میں اپنی اس صنعت کو بوسہ دے یہ وہ گھر اور گھر والیاں ہیں جو تعلیم موجودہ کی مسموم ہوا سے
محفوظ ہیں اور اسلام کی اس عصمت کو جو نسلاً بعد نسلاً انکے سینوں میں متوارث چلی آتی ہے دورِ حاضرہ کے
نصاب کی کوئی کاری ضرب نہیں لگی۔

تم شاید چھ برس کی بھی نہ تھیں جب تعلیم و تربیت کے واسطے میرے سپرد کی گئیں اس لیے تمہارے
اعمال کی قریب قریب تمام ذمہ داری مجھ پر عاید ہوتی ہے۔ تمہاری بد اعمالی کے جواب میں میں جو عذر کروں
وہ بہانہ اور جو وجہ بتاؤں وہ غلط۔ ماں کی خدمت اور باپ کے فرائض زیادہ تر میں نے ہی ادا کیے اور میں
کہہ سکتی ہوں کہ جب وقت نے تمکو مجھسے جدا کیا اور میں تمکو مدرسہ اور بورڈنگ سے رخصت کر رہی
تھی تو میرے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ میں ریلوے سٹیشن پر تمہارے آخری بوسہ کے ساتھ تمہاری بچپن
کی معصومیت کو وداع کر رہی ہوں اور شباب کے یہ خونخوار پرند جو تمہارے سر پر منڈلا رہے ہیں شرافت
و انسانیت کے زرّیں لباس کی دھجیاں اُڑا دینگے۔

میں نے آج صبح کے فرائڈے نیوز میں تمہارے ارتداد کی خبر پڑھی۔ مجھ پر یہ سنکر کہ تم آغوش اسلام
سے نکلکر یہودیت کی حدود میں داخل ہوئیں کیا گذری خدا بہتر جانتا ہے میں خوب سمجھتی ہوں کہ اس ارتداد
کے معنی صرف اشرف کے پنجہ سے رہائی ہے تم یہودیت کو جسکا تم نے خواب میں بھی کبھی نام نہ سنا تھا
کیا سمجھ سکتی ہو۔ جب تم اسلام ہی سے جس کی گود میں پیدا ہوئیں اور بڑھیں قطعاً نا واقف ہو تمنے اپنے
ایمان کو ذبح اپنے [illegible] کو [illegible] اپنے ضمیر کو مجروح کیا اور مردوں کی نگاہوں میں [illegible]
[illegible] ایمان [illegible]
[illegible]

قطعاً ہوتا ہے۔

میں تسلیم کرتی ہوں کہ اشرف کی ناہنجار ہستی نے فرعون کی فرعونیت قارون کی خباثت اور چنگیز کی نخوت کا خاتمہ کر دیا مگر کیا تم کہہ سکتی ہو کہ تاریخ اسلام میں اشرف پہلا ظالم اور تم اول مظلوم ہو؟ کیا مسلمان لڑکیوں کو اشرف جیسے شوہروں سے پالا نہیں پڑا؟ تمہارا شہر تمہارا محلہ تمہارا خاندان اسکا جواب دیگا۔ ورنہ جاؤ اپنی ماموزاد بہن عارفہ کو دیکھو شوہر، شوہر کی بیویاں، سوکنیں، سوکنوں کے بچے، ساس ساس کی ذریات ایک مصیبت ہو تو گنواؤں، شوہر کا پکائے، سوکنوں کو کھلائے انکے بیلڑوں کو بہلائے، ساس کا سر دُھلائے، خسر کے پاؤں دبائے اور اسکا معاوضہ کیسی خاطر کس کی مدارات، اُٹھتے جوتی، بیٹھتے لات، عارفہ کی ذات پر اس کے شوہر کا جو کچھ خرچ ہو رہا ہے اگر اس تنخواہ پر تم مجھکو بیس ماما ئیں بہیجدو تو میں رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہارے ارتداد کا اصلی سبب زنانہ پرچوں کے وہ مضامین ہیں جو عورت کی تلقین صبر کو خودکشی کا مترادف فرماتے ہیں اور جن کی رائے میں مسلمان عورت کو شوہر کے مظالم پر برداشت کی نصیحت گناہ عظیم ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس کے بعد لکھنے والوں کی قلم اور بولنے والوں کی زبانیں رک جاتی ہیں اور کوئی یہ نہیں بتاتا پھر آخر عورت کیا کرے عام ہمدردی اور اخوت یہاں پہونچکر ختم ہو جاتی ہے اور یہ ناعاقبت اندیش اتنا نہیں سمجھتے کہ تلقین صبر کے خلاف صدا بلند کرنے کے بعد صرف دو چیزیں رہ جاتی ہیں یا مر جائے یا شوہر کو چھوڑ دے۔ جب شوہر کا چھوڑنا اس کے اختیار سے باہر ہے اور یہ اختیار احکام اسلام کے خلاف مسلمان اس سے چھین چکے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ اس اسلام ہی کو چھوڑے جس کی بدولت وہ ایسے شوہر کے پنجہ میں پھنسی تم اس ہی غلطی اور بیوقوفی کا شکار ہوئیں مگر اس مرض کے دوسرے علاج بھی تھے۔ یہ بدترین طریقہ جو تم نے اختیار کیا تمکو دین اور دنیا سے کھو بیٹھا! تم نے اسلام نہیں چھوڑا تم نے دغا کی اس ماں سے جس کے دودھ سے پلیں، دھوکا دیا اس باپ کو جس کی کمائی سے پلیں، غداری کی اس خاندان سے جس کی لاج تمہارے ہاتھ تھی، اور سرکشی کی اس سچے سائیں سے جسکو تمہارے ایک فرد ہونے کا فخر حاصل تھا! تمہاری آنکھ میں اگر بینائی ہو تمہارے دل میں اگر ایمان ہو تو دیکھو کہ تمہارے ارتداد پر مسلمانوں کے ساتھ رونے والے کچھ بے جان بھی ہیں یہ تمہارے اس مکان کے در و دیوار ہیں جس میں جوانی نے تمہاری معصومیت دفن کی، تمہارے گھر کا وہ [illegible]

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جس کی سرسبز شاخوں نے اکثر لنگوریوں دے دے کر جھوٹا بہلایا ہے ٭
میں نے مسلمانوں کے خدا کو نہیں دیکھا مگر مسلمانوں کے پیغمبر کی مقدس زندگی کے واقعات میری آنکھ کے سامنے ہیں اور میں کہہ سکتی ہوں کہ اس بے مثل زندگی کا ہر واقعہ نبوت کی تصدیق اور صداقت کا ثبوت ہے یہ وہ نبی ہے جس نے بادشاہی پر لات مار کر فقیری کو پسند کیا، یہ وہ رسول ہے جس نے دولت کو ٹھکرا کر فاقے کیے، یہ وہ پیغمبر ہے جس نے نفسانیت کو فنا کر کے انسانی دلوں پر حکومت کی، جس نے خود بھوکا رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرا، جس نے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا کر دوسرے سروں پر تاج شاہی رکھ دیے، جس کے خلق نے دشمنوں کو دوست بنا دیا، جس کے انکسار نے پتھر کو موم کر دیا، جس کا رحم، جس کا کرم، اپنے اور غیر کے واسطے یکساں تھا، جس کے دروازے امیر اور غریب کے لیے کھلے ہوئے تھے، جس نے یتیموں اور بے وارثوں کو اپنے کندھوں پر بٹھایا، جو رانڈ اور دکھیاریوں کے درد میں شریک رہا! کون؟ وہ، جس نے ایک طرف سرزمین عرب کی کایا پلٹ دی، اور دوسری طرف ایک معمولی بڑھیا چلچلاتی دھوپ میں اسکو اپنے ساتھ سڑک پر لیے بیٹھی ہے! حشمت وہ روپچہ میرے ساتھ اس مقدس نام پر جو طیبہ کی خاک میں آرام کر رہا ہے ٭
میں اب بھی اپنے اسلام کا اعلان نہ کرتی مگر کوشش کرتی ہوں کہ تجھ جیسی ناہنجار سے جو صدمہ مسلمانوں کو پہنچا ہے اسکی تلافی کروں۔ مجھے مسلمان ہوئے مدت ہوئی۔ مگر میں نے زبان سے اس لیے نہ نکالا کہ جس مذہب میں عرصے تک رہی ہوں۔ اس کی توہین جائز نہیں سمجھتی مجھ پر مذہب عیسوی کے بھی کچھ حقوق ہیں، میرے مرنے والے ماں باپ کی پاک روحیں بھی کچھ توقعات رکھتی ہیں، مجھ پر سوسائٹی کا بھی کچھ حق ہے اور میں نے ہرگز یہ جائز نہیں سمجھا کہ اپنی سرکشی اور غداری سے اپنے دوسرے عیسائی بھائی بہنوں کے دل چکنا چور کر دوں ٭
حشمت! بزرگوں کی لاج گنوا چکی مگر ابھی ناموس اسلام تیرے قبضہ میں ہے اور عورت کی عصمت وہ بیش بہا جوہر ہے جس کی قیمت سلطنت بھی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان کی تاریخ آج بھی عصمت کی ان شہزادیوں پر ناز کر رہی ہے جنہوں نے اس کے مقابلہ میں تاج شاہی ٹھکرا دیے، حشمت آرا اگر اسپر حرف آ گیا تو یاد رکھ دنیا کی بدتر سے بدتر مخلوق کتے اور گدھے بھی تیرے منہ پر تھوکیں گے اور تجھکو حق نہ ہوگا کہ تو کسی انسان کو اپنی صورت دکھا سکے۔ سنبھل حشمت سنبھل! وقت نازک

معاملہ پیچیدہ اور جوہر گرانقدر ہے امانت میں خیانت نہ ہو۔ اوپر نگاہ اٹھا اور دیکھ ایک طرف تو امین ہے بزرگ وہ باپ کی امانت اور ناموس اسلام کی، دوسری طرف چند ڈاکو لٹیرے قزاقی پر کمربستہ ہیں، امانت عقل ضائع نہ ہو ضمیر کی کسوٹی پر پوری اتر اور انتظار کر اس وقت کا جب موت اس گوہر کو سونے چاندی کے برتن اور دیبا حریر کے غلاف میں لپیٹ کر فخر کے ساتھ بزرگوں کو واپس کرے۔

ریف برنارڈ

عدالت کا نہ صرف کمرہ بلکہ اندرونی اور بیرونی دونو احاطے اور احاطوں کے ساتھ سڑک آدمیوں سے بھری پڑی تھی حشمت کا یہودی ہو جانا ایک ایسی بجلی تھی جس نے مسلمانوں کے خرمن اطمینان کو جلاکر خاک کر دیا وہ دانت پیس رہے تھے اور چاہتے تھے کہ خواہ پھانسی ہو یا جلا وطنی مگر حشمت کو قتل کر دیں اور اس آگ کو ٹھنڈا کریں جو سینوں میں بھڑک رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے خاص انتظام کر دیا گیا تھا جگہ جگہ مسلح پولیس موجود تھی اور اسواسطے کہ معاملہ مذہبی اور اہم تھا ایک مسلمان جج ان دونو مقدمات کے فیصلے کے واسطے جنمیں حشمت کی طرف سے خلع کی درخواست تھی اور اشرف کی طرف سے زوجیت کی، مقرر کر دیا گیا تھا۔ حشمت جب اپنے یہودی احباب کے ساتھ بے پردہ و بے نقاب عدالت میں داخل ہوئی تو مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا انکی خواہش تھی کہ فیصلۂ عدالت سے پہلے ہی کم از کم حشمت اور یہودن اُستانی کا قلع قمع کر دیں۔ حشمت نے نہایت عاجزی سے اس گروہ کو مخاطب کیا اور کہا "میں آپ کے جذبات سے ناآشنا نہیں ہوں آپ پر جو حالت اس وقت گذر رہی ہے اس سے بھی بیخبر نہیں ہوں مگر کاش آپ بھی اس جذبے سے باخبر اور اس حالت سے آشنا ہوتے جن کے تحت میں آج میری اور آپ کی آنکھوں نے یہ دن دیکھا اگر آپ ہمکو ان حقوق کے عطا فرمانے میں بخل نہ کرتے جو ہمارے پاک مذہب نے ہمکو دیے تو آج آپ کی آنکھیں اور کان یہ دیکھتے نہ سنتے کہ ایک مسلمان لڑکی اس طرح آپ سے جدا ہو رہی ہے۔ آپ مجھکو چھوڑیے جو ہو گیا وہ ہو گیا آیندہ کا فکر کیجیے اور اُن لاتعداد دختران اسلام کو ارتداد سے بچائیے جو میری طرح اپنے حقوق اور اپنا احترام گنوا کر آپ کے کرم اور محض آپ کی عنایت پر زندہ ہیں۔ انکے دل زخمی ہیں اور مصیبتوں کی انتہا نے انکو اسلام سے برگشتہ کر رکھا ہے اور مجھکو اندیشہ ہے کہ آپ کا یہ صدمہ جو آج پہلا ہے روزمرہ [illegible] اور سینکڑوں مسلمان لڑکیوں کا اسلام اپنے ظالم شوہروں کی نفس پروری پر قربان [illegible]

اس مختصر تقریر سے بجائے ٹھنڈا ہونے کے مسلمانوں کا غصہ اور بھڑک اٹھا جا بجا ان کے پاس [illegible]
مذہبیت سنگے اور بکا تھا۔ ایک نوجوان کا لکڑی تول کر آگے بڑھا اور پوری طاقت سے وار کیا۔ یہ حملہ اگر مردہ
نہیں تو حشمت کو ادھ مرا ضرور کر دیتا کہ اسی برقع پوش انسان نے جو نہ معلوم مرد تھا یا عورت لکڑی اپنے
ہاتھ پر روک کی۔ پولیس نے معاً اس شخص کو گرفتار کیا لیکن زخمی یعنی برقع پوش انسان غائب تھا۔ ہر چند تلاش
کی مگر اسکا پتہ نہ چلا حشمت متحیر تھی کیونکہ یہ تیسرا اتفاق تھا کہ برقع پوش انسان اس کے آڑے وقت میں
کام آیا مگر وہ آج بھی یہ معلوم نہ کر سکی کہ یہ محسن کون ہے ۔

فریقین کے وکلا نے اپنی اپنی کوششوں میں کسر نہ چھوڑی اشرف کے گروہ نے عدالت سے عرض
کیا کہ اگر اسوقت حشمت کو خلع کی اجازت دیدی گئی اور اس کی درخواست منظور ہوئی تو مسلمانوں کے
لاکھوں گھر تباہ ہو جائیں گے اور بد امنی پھیل جائے گی جب حشمت کو یقین ہو گیا کہ خلع کی درخواست منظور
ہوتی دکھائی نہیں دیتی اور عدالت کا رجحان اشرف کی طرف ہے تو اس نے کہا۔

"عدالت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دنیا میں ہر شخص آزاد پیدا ہوا، آزادی اسکا فطری حق ہے اور دنیا
کی کوئی طاقت اس کوشش میں حق بجانب نہیں کہ کسی انسان کی آزادی کا بغیر کسی ارتکاب جرم کے خاتمہ
کر دے۔ مسلمان عورت کی آزادی اگر نکاح سے سلب ہوتی ہے تو اسکا جرم اس کے سوا کوئی نہیں کہ وہ
مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا ہوئی اور اس نے باوجود اس یقین کے کہ اسلامی نکاح درحقیقت اس کے
ہاتھ میں ہتکڑی یا پاؤں میں بیڑی ہے اسلام سے قطع تعلق نہ کیا۔ عدالت مجھکو انسان تسلیم کرتی ہے مگر کیا
ایک انسان محض اس لیے کہ خطبہ نکاح کے وقت ہاں کر دے مقید ہو سکتا ہے ؟ حاشا وکلا مجھے اسکا
علم نہ تھا کہ یہ مٹھی بھر پروں کے جانور فضاء آزادی میں تیرتے پھریں اسکے بلی اطمینان سے چھلانگیں
ماریں اور خرگوش کلیلیں کریں لیکن مسلمان عورت کا نکاح اسکو قید کر لے اور وہ شوہر کی محکوم ہو کر اپنی
آزادی اور حقوق کا خاتمہ کر لے ۔

آپ میری التجائے خلع کو جو میرا مذہبی حق ہے اور جس نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کو اسلام نے [illegible]
[illegible] اگر نا منظور کرتے ہیں تو میرے پاس اس کے سوا چارہ نہیں آپ کو اطلاع دوں کہ میں اسلام چھوڑ [illegible]
[illegible] اور احکام اسلام کے [illegible] خلع ہو چکا [illegible]
عشرت کی تقریر [illegible] گھبرا گئے ہر چند [illegible] دکھائے [illegible]

کی ڈاڑھی نذر کیے، تاہم اتنا اوشکا لگا دیا کہ -

بیشک شبہ ہے کہ حشمت کا یہ مذہبی تغیر شوہر سے علیحدگی کی ضرورت ہے اگر ایک سال کے اندر حشمت کا یہودی تعلق اس کی مذہبی خدمات اور پابندی احکام اس شبہ کو یقین سے بدل سکیں تو میں اشرف کی دوبارہ درخواست پر غور کروں گا لیکن حشمت کا کسی یہودی سے شادی کر لینا اشرف کے تمام حقوق کو زایل کر دے گا۔

(۶)

عبدل کی ڈاڑھی، ماتھے کا گٹا، آستین کا نیولا، جو جاڑے کی ٹھنڈی راتیں اپنے مالک کی ڈاڑھی اوڑھ کر بسر کرتا تھا عمر کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہا تھا عبدل کا مددگار رڈ کا بودی جو شیطان کا حقیقی بھائی تھا عبدل کا دم ناک میں کر رہا تھا عبدل کے عقاید کی کیفیت یہ تھی کہ اگر اپنا بازو لیکر سٹیشن پر کھڑا ہو جاتا تو لال تعویذوں کی کثرت سے شاید چلتی گاڑی رک جاتی گردن تعویذوں کی پوٹ تھی۔ چونکہ افیونی تھا اس لیے برنارڈ میا بھی اس سے عاجز ہوگئی تھی۔ بنگلہ کی وہ کوٹھری جو عبدل کو ملی تھی کسی زمانہ میں مرگھٹ رہ چکی تھی اور عبدل کو پورا یقین تھا کہ یہاں آسیب کا خلل ہے جو مٹھائی لاکر رکھتا بودی چٹ کرتا اور یہ سمجھتا کہ آسیب کھا گیا، ایک رات کو کوئی دو بجے کے وقت جب عبدل بڑا خراٹے لے رہا تھا بودی نے اس کی جیب میں سے روپے نکالنے کی کوشش کی۔ اندھیرا گھپ تھا جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی عبدل کی آنکھ کھل گئی اور سمجھا کہ بھوت ہے ڈر کے مارے گھگھی بندھ گئی اور گڑگڑا کر کہنے لگا

"اجی حضور میں تو غلام ہوں"

بودی نے دو نوکلوں پہ تھپڑ دئے اور جیب میں سے دام نکال آہستہ آہستہ باہر نکل گیا۔ عبدل دوڑے ہوئے برنارڈ کے پاس آئے وہ بےخبر پڑی سوتی تھی اسکو جگا کر کہا "چلیے بھوت دیکھ لیجیے"۔ وہ برا بھلا کہتی بندوق لیکر آئی تو یہاں کیا رکھا تھا۔ صبح ہوگئی تو رات بھر کے جاگے عبدل لیٹے اور سو گئے، نیولا ڈاڑھی میں گلگشت کر رہا تھا کہ اوپر سے چیل نے جھپٹا مارا اور نیولے کے ساتھ ڈاڑھی بھی پنجے میں لپٹی عبدل گھبرا کر اٹھے تو چیل کو پکڑ لیا اور لیے ہوئے میم صاحب کے پاس آئے کہ یہ بہت حاضر ہے غصہ میں لال ہو رہے تھے چیل کو میم صاحب کے منہ پر مارا وہ بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی سنا اٹھی اور ڈر کر پیچھے ہٹی تو جوتا اسے کی ٹٹی پر ہاتھ پڑا اور اوندھا ہو کر پانی کی ناند میں گری عبدل نے

کرکہیں بھوت اُٹھنہ جائے۔ آگے آگے چیل اور پیچھے پیچھے عبدل کمرے کے چکر کاٹ رہے ہیں چیل مجبور ہوگئی تو اس نے بھی ایک جگہ ٹھٹک کر پر پھلائے اور چونچ کھولکر آگے بڑھی عبدل بچہ بھوت کو غصہ آگیا چیختے ہوئے بھاگے اور برنارڈ کو لپٹ گئے برنارڈ لاکھ ہٹاتی ہے مگر وہ اور زیادہ چمٹا جاتا ہے ۔

(۷)

"پیاری حشمت! تمہارا خط مجھے ابھی ملا۔ بیٹی بچی اور عقل کی کچی ہو۔ مجھ بڑھیا کو چراتی ہو تم جیسی لڑکیاں دو چار یا دس بیس نہیں سینکڑوں ان ہاتھوں سے پال پوس کر ہشیار اور اس دماغ سے پڑھا لکھا کر جوان کر دیں۔ کل جنکو بات تک کرنی نہ آتی تھی آج وہ بچوں والیاں ہیں میں نے دھوپ میں دھولے نہیں کیے۔ ہوا تم سے زیادہ کھائی پانی تم سے بڑھ کر پیا۔ اس دنیا کی حالت اور زندگی کے معاملات کو تم سے دُگنا اور تگنا، دیکھا اور سمجھا، پرکھا اور بھگتا، تمہاری عقل تھوڑی، تمہارا تجربہ کم، تمہارے خیالات محدود، دھوکہ دیتی ہو مجھکو، باتیں بناتی ہو مجھے، اور چال چلتی ہو۔ اچھا، تمہارے اس فقرہ پر کہ جس طرح مذہب فرضی طور پر تبدیل کیا اسی طرح نکاح بھی فرضی کرونگی، ہنسی بھی آئی غصہ بھی، مسکرائی اور جلی بھی، سب کچھ کر چکیں اور کر رہی ہو۔ یہودی ہوگئیں نکاح کر رہی ہو۔ مگر جو کچھ ہے وہ فرضی! مرنے کے بعد اگر زبان یاری دے سکے تو کہدینا موت فرضی ہے۔ معلوم ہوتا ہے قدرت نے تمام دُنیا کو محروم کرکے عقل کے خزانے تمہارے دماغ میں بھر دیئے ہیں تمکو حق ہے کہ اپنے تئیں جتنا چاہے عقلمند سمجھو مگر دوسروں کو بیوقوف نہ خیال کرو۔

میں نے تمکو ارتداد کے وقت لکھا تھا کہ انسان کی وجس میں مرد و عورت دونو شریک ہیں! بہترین دولت اسکا ایمان ہے جسکو اسلام نے کراماً کاتبین کی صورت میں پیش کیا ہے وہ ایمان ہی ہے جو اچھے اور بُرے اعمال پرکھتا ہے۔ رات کے سناٹے میں جب ایک سفاک انسان ایک بے بس وبیکس عورت کے کان سے بالیاں گھسیٹ کر اسکو لہولہان کر دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اسکا دیکھنے والا کوئی نہیں اسوقت صرف اسکا ایمان ہے جو اسکا اعمالنامہ درج کرتا ہے اور اس کے فعل کی تفسیر کر دیتا ہے اس خاموش وقت میں ایک معصوم بچہ جنگل بیابان میں بھوکا پیاسا تڑپتا ہے اور ایک مسافر وہاں پہنچکر اسکا پیٹ بھرتا اور پیاس بجھاتا ہے اسکے بھی ظاہر کوئی دیکھنے والا نہیں مگر ایمان کے فرشتے اس کے عمل کو بھی انسانیت کی

کسی [illegible] سکتے ہیں اس کے کان نہیں مگر کائنات کا ہر ذرہ سنتا ہے کہ کن الفاظ میں ظالم کے ایمان سے بات کی اور [illegible] ایمان نے شاباش دی زندگی اس پر لعنت بھیجتی ہے اور اس پر پھول برساتی ہے۔ معصوم کو نادار جاہلیت [illegible] گرتی ہے اور اسکا فراخ حوصلگی سے استقبال کرتی ہے۔ عورت کے اس ایمان کا دارومدار اس کی عصمت پر ہے اور یہی اس کی عمر کا سرمایہ زندگی کا ماحصل اور دنیا کی کمائی ہے یہ وہ جوہر ہے جسکا فیصلہ موت کرتی ہے اور جب جسد خاکی بے حس و حرکت ہوتا ہے تو قمر چہاردہم کی روشنی اس کی عصمت پر قربان ہوتی ہے آسمانی حکومت اس کے پاؤں چومتی ہے، برادری اور عزیز اس کے روشن چہرے پر نثار ہوتے ہیں اور بزرگوں کی مقدس روحیں عزت و احترام کے گہوارہ میں اسکو عرش معلی تک پہونچاتی ہیں۔ لیکن اگر میدان حیات میں جہاں خوفناک اژدہے ہر طرف منہ کھولے بیٹھے ہیں عورت کا قدم ڈگمگایا تو زندگی کے ان چند لمحوں میں جب نفس اسکو دھوکا دیکر اس کے ایمان پر حملہ کرتا ہے عقل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں تو یہ وہ نازک وقت ہوتا ہے کہ زمین اس ملعون عورت پر شرارے اگلتی ہے چنگاریاں اڑاتی ہے اور انگارے برساتی ہے۔ آسمان اس نابکار انسانی ہستی کے منہ پر تھوکتا ہے لعنت بھیجتا ہے اور تبرا کرتا ہے۔"

حشمت۔ تجھکو یاد نہ ہو مگر میں نے وہ سبق تجھکو پڑھایا ہے جب شہنشاہ جہانگیر نے اپنا تاج شاہی بھرے دربار میں یہ کہہ کر بڑھیا کے قدموں میں ڈالا" تیری بہو کی عصمت اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔"

حشمت! مادر گیتی کی آغوش میں وہ عصمت والی بچیاں جنکی ہڈیاں گل چکیں آج بھی جھولا جھول رہی ہیں آسمان کے روشن تارے اُن ہی نیک لوگوں کی بیٹیوں کے مقدس نام ہیں۔ چاند انکی راستبازی کے گیت گاتا ہے اور فرشتے انکے پاک دامن پر نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے پہلے خط میں بھی لکھا تھا اور آج پھر لکھتی ہوں کہ حشمت تیری عصمت باپ دادا کی امانت ہے جو چاہے کر اور جو مناسب سمجھے کیے جا۔ مگر اس میں بال نہ آئے۔ اس امانت میں خیانت نہ ہو اور اس عزت میں فرق نہ آنے پائے حشمت یاد رکھ تیری عصمت ناموس ہے اسلام کی اور ناموس ہے اس دو جہاں کے بادشاہ کا جس کی فقیری پر سلطنتیں قربان اور حکومتیں نثار۔ پیاری حشمت رحم کر اور نفس کے فریب میں نہ آ۔ وہ کام نہ کر اور وہ نام نہ چھوڑ کہ آنیوالی لڑکیاں تجھپر لعنت بھیجیں"

[illegible] برنارڈ

(۸)

پادری گرجا دولہن کی طرح قسم قسم کی آرائشوں سے رات کے [illegible] پہل کا [illegible]

ہفتہ تھا مگر چھ ہی بجے سے در و دیوار قمقموں اور قندیلوں سے منور ہوگئے بیلیں چڑھی ہوئی تھیں پھول بچھے ہوئے تھے اور باجے کی سریلی صدائیں آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھیں +

آٹھ بجے کے قریب حشمت عروسی لباس پہنے اپنی استانی اور دوسری یہودی خواتین کے ساتھ گرجا میں داخل ہوئی استانی کو ایک پرچہ دکھا کر قہقہہ مارا اور کہا یہ میرے شوہر اشرف کا خط ہے جس میں وہ اپنی غلطی کا مقر اور زیادتی کا معترف ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ آیندہ احکام اسلام کے موافق مجھکو گھر کی ملکہ سمجھے گا +

استانی:- ایسے مکار آدمی کا کیا اعتبار خدا خدا کرکے تم نے اس سے رہائی پائی تو اب پھر جال پھیلاتا ہے تمہارا نکاح صرف قانونی پناہ کے واسطے مسٹر موسیٰ سے ہو رہا ہے ورنہ تمہارا نکاح گرجا سے ہے اور اس لمحہ کے بعد تم کبھی موسیٰ کی صورت نہ دیکھوگی +

اتنا کہہ کر استانی کمرۂ نکاح میں دولہن کو لیکر چلی اور وہ وقت آیا کہ ایک مسلمان لڑکی **حقوق نسواں کے غاصب مردوں کی بدولت** آغوش اسلام سے نکلکر یہودی کے نکاح میں جائے +

یہودی خطبہ نکاح پڑھا گیا جس نے حشمت کو مسٹر موسیٰ کی بیوی بنادیا +

(۹)

بوڑھی شیطان عبدل کے واسطے سچ مچ کا بھوت بنا ہوا تھا۔ جانتا تھا کہ میم صاحب علی الصباح عبدل کو آواز دیتی ہیں اور یہ افیمی سٹ پٹا کر بھاگتا ہے۔ ایک دن اس کی ڈاڑھی میں سیگرٹ کے دو ڈبے باندھ دیئے برنارڈ میاں نے عبدل عبدل کی آواز دی اور وہ لپک کر صافا باندھتا ہوا چلا تو دونوں ڈبے جھیروں کی طرح بجتے رہے سامنے پہونچا تو اس ہیئت سے کہ ڈبے ناف پر پڑے ہوئے ہیں برنارڈ میاں کو بھی ہنسی آگئی اور پوچھا کہ "یہ کیا ہے" تو کہنے لگا "ہے کیا وہی بھوت کے کرتوت ہیں کمبخت پیچھا ہی نہیں چھوڑتا"

شام کے چار بجے ہونگے، دو آدمیوں کو برنارڈ نے چاء پر بلایا۔ جب مہمان آگئے تو عبدل عقلمند سامان تیار کر نہانے لگے۔ بوڑھی شریر نے کپڑے اٹھا دور پھینکدئے۔ چاء کا وقت آگیا۔ میم صاحب عبدل عبدل کے نعرے لگا رہی ہیں اور عبدل کپڑوں کے انتظار میں خاموش کھڑے ہیں۔ آخر جلکر باہر آئیں اور پوچھا "کیا کر رہا ہے چاء کیوں نہیں لاتا؟" عبدل ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولے "میم صاحب چاء کیا لاؤں، بھوت کپڑے لے گیا بوڑھی کی شرارت کا برنارڈ کو علم تھا اور وہ بھی اس سے لطف اٹھاتی تھی کپڑے منگوا کر دئے اور وہ ہنستی

بھوپال چلی گئی۔

عبدل صاحب اب اس حد تک پہونچ چکی تھیں کہ اسکو ایک پیر جی سے رجوع کرنا پڑا۔ ان بزرگ نے گیارہ فلیتے دے اور پاؤ بھر کالا دانہ کر "کمرہ میں دھونی دیکر فلیتے روشن کر دو مگر ٹھیک اسوقت جب آدھی رات ادھر اور آدھی رات ادھر ہو۔ بھوت قدموں میں آپڑیگا اور جلکر خاک ہو جائیگا" بودی عبدل کے ساتھ تھے۔ خوب ہاں میں ہاں ملائی اور وقت مقررہ یعنی آدھی رات سے کچھ پہلے منہ کالا کر اور چار دانت لگا سچ مچ کا بھوت بن کمرہ کے ایک کونہ میں چھپ گئے۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو میاں عبدل پڑھنت پڑھتے ہوئے کمرہ میں گھسے۔ لوبان اور کالا دانہ سلگا یا پاؤ بھر کے بدلے بودی آدھ سیر کالا دانہ لایا تھا۔ سارے کمرے میں دھواں گھٹ گیا۔ عبدل نے پہلا ہی فلیتہ جلایا تھا کہ سر پر ایک دوہتڑ پڑا۔ بودی تھپڑ مار چارپائی کے نیچے گھس گیا عبدل دیکھتے ہیں تو آدمی نہ آدم زاد اور فلیتہ جلایا تو سر پر دو پڑے جلکر فلیتے پھینک دئے اور کہنے لگے۔

"پیر جی ملا تو پٹوانے والا"

اتنے میں تابڑ توڑ پانچ سات ایسے پڑے کہ چند یا پلپلی ہو گئی۔ حیران تھے کہ سامنے سے بھوت نے جھک کر ہاتھ سے سلام کیا "آگئے ہو"۔ دانت نکلے ہوئے تھے عبدل کی جان نکل گئی لگے بھاگنے بھوت کیا جانے دیتا تھا۔ گردن پکڑ لی۔ عبدل کی روح فنا ہو رہی ہے اور کہہ رہے ہیں۔

"بھائی بھوت۔ حضرت بھوت۔ میاں بھوت معاف کرو خدا کے لئے معاف کرو"

بھوت اتنا سنکر داڑھی میں جھول گیا۔ عبدل "ارے مرگیا ارے مرگیا" کے نعرے لگاتے ہوئے بھوت کو گھسیٹتے برنارڈ کے کمرہ میں پہونچے وہ بھی جاگ رہی تھی۔ اتنی ہنسی کہ پیٹ میں بل پڑ گئے اپنی سی کوشش کی کہ بھوت داڑھی چھوڑے مگر نہ چھوٹی برنارڈ کہہ رہی ہے "عبدل چھوڑو" عبدل کہہ رہے ہیں "داڑھی چھوڑو" آخر برنارڈ نے قینچی لا داڑھی جڑ سے کتری بھوت داڑھی لے چلتا ہوا اور عبدل جب تک زندہ رہے اپنی داڑھی کو روتے رہے۔

(۱۰)

ماہ رمضان استانی کی کوٹھی اور انڈا سی دیواریں چاندنی رات میں چمک رہی تھیں پائیں باغ کے پھول سو چکے تھے۔ پنکھڑیاں نیچی گردن کیے اونگھ رہی تھیں۔ بلبل کا نالہ اور فاختہ کی کوکو ختم ہو چکی تھی۔ نہر کا پانی اہلہا

کی روانی خاموش تھی۔ ہیر سبز گھانس کے مخملی قطعات بچھے تھے کوٹھی کی تمام کائنات اور کائنات کا ہر ذرہ محوِ خواب تھا مگر جاگ رہی تھی تو کل شام کی دولہن حشمت جو مضطربانہ ٹہل رہی تھی اور وفورِ طیش میں آپے سے باہر ہوئی جاتی تھی اس کے ہاتھ میں بیہودہ گستاخی کا پرچہ تھا۔ پڑھتی تھی اور سر پر ہاتھ مار کر خاموش ہو جاتی تھی۔ پھر اُٹھی کچھ سوچا اور پرچہ پھر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"پیاری حشمت! مسٹر موسیٰ صرف تمہارے دُور سے دیکھنے کی متمنی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ تم دونو کا مستقبل خوشگوار ہو اور تم خوش و خُرم رہو"

حشمت غصّہ سے بیتاب ہو گئی۔ اُس نے پرچہ پھاڑ کر پھینک دیا اور بآوازِ بلند کہا۔

"دغا فریب دھوکا"

اس نے تیز چاقو ہاتھ میں لیا اور کہا۔

"آؤ مسٹر موسیٰ میں اپنا دیدار دکھاؤں"

دو بج چکے تھے کہ حشمت کے کمرہ کی روشنی گل ہوئی۔ چاندنی کواڑوں کے شیشوں میں سے چھن چھن کر آ رہی تھی ایک شخص اس کے کمرہ میں داخل ہوا حشمت اپنا چاقو لیے آگے بڑھی اور کہا اگر ایک قدم بھی آگے رکھا تو خون کی ندیاں بہا دونگی۔ جان کی خیر چاہو تو فوراً باہر نکل جاؤ"۔

موسیٰ بجائے باہر نکلنے کے سر جھکا کر اور عاجزانہ انداز سے آگے بڑھا۔ حشمت اس پر بجلی کی طرح گری دفعتہً وہی برقع پوش ہستی سامنے آ گئی۔ اور حشمت کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر ہاتھ اُٹھ چکا تھا بجائے موسیٰ کے برقع پوش کے پیٹ کو چیر دیا اور یہ نامعلوم انسان یہ کہتا ہوا۔

"حشمت دنیا میں خوش رہے"

وہ وہاں زمین پر گرا۔

آناً فاناً کوٹھی کے تمام آدمی جمع ہو گئے لاش، مسٹر موسیٰ، اور گرفتار شدہ حشمت کوتوالی پہنچے اور جب یہ معلوم ہوا کہ برقع پوش ہستی حشمت کی سچی رفیق دمونس ہر تار تھے تو حشمت چکرا کر گر پڑی۔ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا اور مسٹر موسیٰ کی یہ شہادت ہوئی۔

"میں موسیٰ ہوں نہ یہودی حشمت کا شوہر اشرف ہوں۔ احیاتِ انسانی کا یہ ایک مقررہ اُصول ہے کہ ہر شے جسقدر سہل الحصول ہے اسی قدر اس کی وقعت کم ہے۔ پہلے نکاح کے وقت شوہر ہر تمہاری خوشامد منت سماجت

وعدے وعید صرف اس لیے کرتا ہے کہ کامیابی یقینی نہیں ہوتی۔ لیکن بعد نکاح اسکو یقین کامل ہوتا ہے کہ اب کوئی طاقت اس بیوی کو مجھ سے جدا نہیں کر سکتی۔ یہ مریگی اور بھریگی، رہیگی اور سہیگی۔ خدا کے مقدس کلام نے اسی واسطے مردوں کو بعد نکاح وہ وقت یاد دلایا ہے جب قبل از نکاح وہ ہر قسم کے معاہدے کرتے ہیں اور اسی کو

مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا"

فرمایا ہے۔ میرے کیا کسی مسلمان کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اس کی منکوحہ عورت اس سے جدا ہو سکتی ہے عورت کی وقعت اور احترام اسی جگہ سے رخصت ہو جاتا ہے اور یہ ہی خیال اور یقین اس کے حقوق کا خاتمہ کرتا ہے، مجھے یہ کہنے میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ اس کی ذمہ داری ہم سے بدرجہا زیادہ اُن علماء پر ہے جنہوں نے کبھی بھول کر بھی عورت کے حق پر توجہ نہ فرمائی اور اسکو مردوں کے سامنے مجبور و لاچار بنا کر پیش کیا۔ علما کے ساتھ وہ جابر افراد بھی اس گناہ سے پاک نہیں ہیں جو عورت کی خلقت کا مقصود صرف شوہر کی اطاعت سمجھتے اور سمجھاتے ہیں۔ میرے دل نے حشمت کی محبت میں کبھی کمی نہیں کی مگر لاپرواہی نے اسکا اظہار نہ ہونے دیا۔ میں نے اپنے ہر سلوک کو چاہے وہ ظلم کی حد تک کیوں نہ پہونچ گیا جائز خیال کیا، اور ہر عیب کو چاہے وہ سوہان روح ہی کیوں نہ رہو روا رکھا میں نخوت حقوق کے نشہ میں چور رہا اور میری آنکھ سب سے پہلے اسوقت کھلی جب اس نے خلع کی درخواست کی۔ میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے پہلے میں نے یہ لفظ بھی نہ سُنا تھا جب حشمت مرتد ہوئی اور فیصلہ عدالت میرے خلاف ہوا یعنی مجھے یقین ہو گیا کہ حشمت اب میری نہیں رہی تو دُنیا میری آنکھوں میں اندھیر تھی میں نے خودکشی کا مصمم قصد کر لیا لیکن حشمت کو ضائع کرنا میرا ایسا سنگین جرم تھا کہ خودکشی اسکی تلافی نہ کر سکتی تھی۔ میری خوش قسمتی سے عدالت نے ایک سال کی مہلت دی اور میں نے یہودن اُستانی جمنا سے مرتد ہونے کی التجا کی وہ مجھے واقف نہ تھیں میں نے انکے دل میں گھر کیا اور انکی کوشش سے ہمارا یہودی نکاح ہو گیا نکاح کے وقت میری انتہائی کوشش یہ تھی کہ حشمت مجھے پہچان نہ سکے میں اس میں کامیاب ہوا اور دوسری ات ہی کی خانگی

میں نے پولیس میں بھی کہا تھا اور عدالت میں بھی کہتا ہوں کہ برنارڈ کا قاتل میں ہوں حشمت نہیں ہے مجھے پورا یقین تھا کہ اس مفارقت کی بڑی وجہ برنارڈ ہے ۔

میں پھانسی سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ پیام پہونچا دینا چاہتا ہوں کہ وہ عورت کو اتنا ذلیل و حقیر نہ سمجھیں جتنا سمجھوں اور اکثر مسلمانوں نے انکو سمجھایا ہے بلکہ وہ اسی عزت و احترام کی مستحق ہے جو مذہب مقدس یعنی اسلام نے اسکو عطا فرمایا۔ خلع اسکا جائز حق ہے اور ہمکو اس کے روکنے کا اختیار نہیں۔ اگر قاضی اور عدالت ہماری خواہش توکنبہ کا

سنڈ محلہ کا میر محلہ شہر کے رئیس اور گاؤں کے مکھیا ایسا ہی کر اپنے ہاتھ میں لیں۔ عدالت پر لعنت بھیجیں اور گھر کی ملکہ کو پاؤں کی جوتی نہ بنائیں۔ سوسائیٹی اور برادری تاراج کر دے اس سفاک مرد کو جو معصوم عورت کو تباہ کرے۔

(۱۱)

اشرف کا بیان ختم ہونے کے بعد حشمت نے کہا۔

"میں وہ ناہنجار عورت ہوں جسکا وجود اسلام اور انسانیت دونوں کے واسطے ننگ ہوا۔ میں نے مسلمان ماں کے دودھ اور باپ کی گود میں اسی واسطے پرورش پائی تھی کہ انکے بعد انکے نام کو بٹہ لگاؤں اور انکے ساتھ خاندان بھر کی عزت گنوا دوں۔ اسلم اور انور جیسے آن بان والے باپ دادا کی روحیں میرے کارناموں سے تڑپ اٹھیں اور حسینہ حلیمہ جیسی نانی دادیاں میرے اعمال سے تھرا جائیں۔ مرنیوالی ماں اور جنتی باپ نے میرا ہاتھ اسی دن کو اشرف کے ہاتھ میں دیا تھا۔ افضل اور سعید ساس اور خسر اسی گھڑی کو مجھے بیاہ کر لے گئے تھے کہ میں انکی ناک جڑ سے کاٹ دوں۔ بدنصیب ماں اور بدبخت باپ نے مجھے صرف اس لیے جوان کیا تھا کہ ارتداد کلنک کا ٹیکا بنکر میرا منہ سیاہ کر دے۔ میں نے سوسائٹی کے حقوق برادری کی خدمات اور مذہب کے احسانات کا یہ معاوضہ کیا کہ مسلمان میرے نام سے پناہ مانگیں اور میں مذہب مقدس کو اپنے ارتداد سے سرنگوں کر دوں۔ ماں ذرا گلا گھونٹ دیتی اور باپ مجھے زہر دیدیتا اس سے پہلے کہ میں اسلام کی یہ توہین کرتی اور مسلمانوں کے دل دکھاتی۔ میں بے خبر نہیں ہوں اس درد سے جو میرے ارتداد سے مسلم دلوں میں پیدا ہوا، ناآشنا نہیں ہوں، بے خبر نہیں ہوں، ناواقف نہیں ہوں اس کیفیت سے جو مجھ بدبخت ناشدنی ناہنجار عورت کی وجہ سے اسکی قوم پر گذری۔ میں وہ بے حیا بے غیرت اور بدچشم انسان ہوں کہ زندگی میرے منہ پر تھوک رہی ہے اور موت مجھ پر لعنت بھیجے گی۔ دنیا میری صورت سے متنفر اور آخرت میرے نام سے بیزار۔ آج کنبہ مجھے پیچ رہا ہے اور محلہ مجھ سے بھاگ رہا ہے۔ کل قبر مجھکو دھتکاریگی اور دوزخ مجھکو ٹھکرائیگا۔ میں نے خدا کی اپنے مذہب کی سرکشی کی، اپنے بزرگوں سے اور نکمرامی کی، ماں باپ کی، میری ناپاک ہستی شکار رہی میرے نفس کی اور میرا ایمان قربان ہوا میری اغراض پر، ضرورت تھی کہ میں آفات حیات کا مقابلہ مردانہ وار کرتی۔ اشرف اگر میری محبت کا اہل نہ تھا اور عورت کی اسلامی وقعت سے اسکا دماغ محروم تھا تو میں ہمت و جرأت سے مقابلہ کرتی، ایثار سے جو مسلمان عورت کا موروثی حصہ ہے اور جسکا خون آج بھی مسلمان عورت کی رگوں میں دوڑ رہا ہے کام لیتی، اشرف کے خیالات کو کچل دیتی اور اسکو شکست دینے کے واسطے میدان میں اترتی۔ صداقت کے سنگین ہتھیار میرے ہاتھ میں ہوتے اور خلوص کی مسلح فوج میرے ہمراہ، اسوقت میری گردن اپنی مسلمان بہنوں کے حقوق سے دبی ہوئی ہے میں نے انکی حق تلفی کی اور مسلمان لڑکیوں کے احترام کو مجروح کیا۔ مجھ ستمگار نے جو کانٹے اپنی بہنوں کے راستہ میں بچھائے وہ بتا رہے ہیں کہ نفسانیت

نفسانیت کس طرح ایمان انسانیت اور شرافت کا خاتمہ کر دیتی ہے میرا دل جل جل کر کباب ہوتا میرا جسم پھٹ پھٹ کر نیلا ہو جاتا میں مر جاتی۔ لیکن کس طرح اشرف کو تباہ اسکو تاراج اور اس کے غضب کو خاک دینے کے بعد سچائی میری رہنما ہوتی۔ خدا کا سایہ میرے سر پر ہوتا اور اس مبارک انسان کا کرم میرے ساتھ ہوتا جس کے مقدس نام لینے کا اب میری ناپاک زبان کو حق حاصل نہیں ہیں دنیا کو دکھا دیتی کہ مسلمان عورت کی گردن جہاں خدائی فیصلہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہاں وہ اپنے جائز حقوق کے واسطے کس طرح سینہ سپر ہو سکتی ہے۔ میرا اتنا اس خار دار راستے کو دوسری بہنوں کے واسطے گلزار بنا دیتا اور میری مصیبت کا خاتمہ مسلمان لڑکیوں کے واسطے راحت کے دروازہ کھول دیتا مگر میرے مقدر نے مجھکو وہ دن دکھایا جو خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ میں اس بھرے مجمع میں اعتراف کرتی ہوں کہ اگر مسلمانوں کی پوری جماعت مجھکو سنگسار کرے تو بھی میرے جرم کی کافی سزا نہیں ہو سکتی لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی کہونگی کہ حیدر جیسے وکیل اور حیدری خانم جیسی عورت کو بھی جنکی زندگی کے دائرے صرف گھر کی چاردیواری تک محدود ہیں دنیائے اسلام میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ اسوقت جبکہ اسلام نرغہ میں ہے کیا وہ شخص جو گھر میں اطمینان سے بیٹھا مسلمانوں سے بیخبر ہے کیا اسلام کا سچا دوست ہو سکتا ہے؟ کیا مسلمان مردوں اور عورتوں کا اسلام صرف اپنی ذات پر ختم ہو جاتا ہے؟ کیا ان پر اسلام کے کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حیدر صاحب وہ وقت بھول جائیں مگر اسلام وہ وقت فراموش نہیں کر سکتا جب کلمۂ توحید کی ایک پڑھنے والی بے بس و بیکس ہو کر انکے حضور میں پناہ لینے حاضر ہوئی۔ انکی حیدری صاحبہ نے کتے کی طرح اسکو دھتکارا اور انہوں نے اس مصیبت زدہ کا زیور لینے میں تامل تک نہ کیا!!

میں نے جیسا کہ ابھی بیان کیا اگر مجھ میں اشرف کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی اور وقت نے عورت کی جرأت فنا کر کے اسکی شجاعت کو بزدلی بنا دیا تھا تو میرے واسطے بہترین پناہ اسوۂ حسنہ ہوتا اور ان مسلم خواتین کی زندگی میری رہنمائی کرتی جنہوں نے شوہر کی ہر مصیبت کو راحت سمجھا اور زندگی کی کٹھن منزلیں انکے واسطے پھول ہو گئیں انہوں نے خدا کی خوشنودی کا جمال شوہر کی رضامندی میں دیکھا اور سخت سے سخت آفت میں بھی انکے قدم نہ ڈگمگائے۔ خود میری خاندانی تاریخ ان محترم مخدرات سے بھری پڑی ہے جن کے سینوں پر سوکنوں کے تیر برسے جن کے کلیجوں پر ظالم شوہروں نے قیامت توڑی، جن کے دل سفاک خاوندوں کے مظالم سے چکنا چور ہوئے لیکن انکی تیوری پر بل نہ آیا! میرے ناپاک ہاتھوں نے ان پاک بیبیوں کے کفن سیئے ہیں، میری ان بدبخت آنکھوں نے ان نورانی صورتوں کی زیارت کی ہے جنہوں نے اپنا عیش و آرام ... آسائش سنگدل

شوہروں کی سختیوں پر قربان کی۔ میرے اس شہر کا قبرستان ان متبرک ہڈیوں کو سجدے کر رہا ہے جنکی پائدار زندگی کے گیت اب بھی کبھی کبھی فاختہ کی کوکو اور الی کی چیتوں میں سنائی دیے جاتے ہیں۔ مگر مجھ روسیاہ کے ہاتھوں یہ سب کچھ ہونا تھا جو ہوا اور آج مجھے حق نہیں کہ میں اپنی صورت تو کیا اپنی آواز بھی کسی انسان کو سنا سکوں مجھے اُمید نہیں کہ قبر میرے ذلیل جسم کی پردہ پوشی کرے گی مگر میرا وہ خدا جو ستار ہے شاید میری رسوائی کا خاتمہ کرے۔

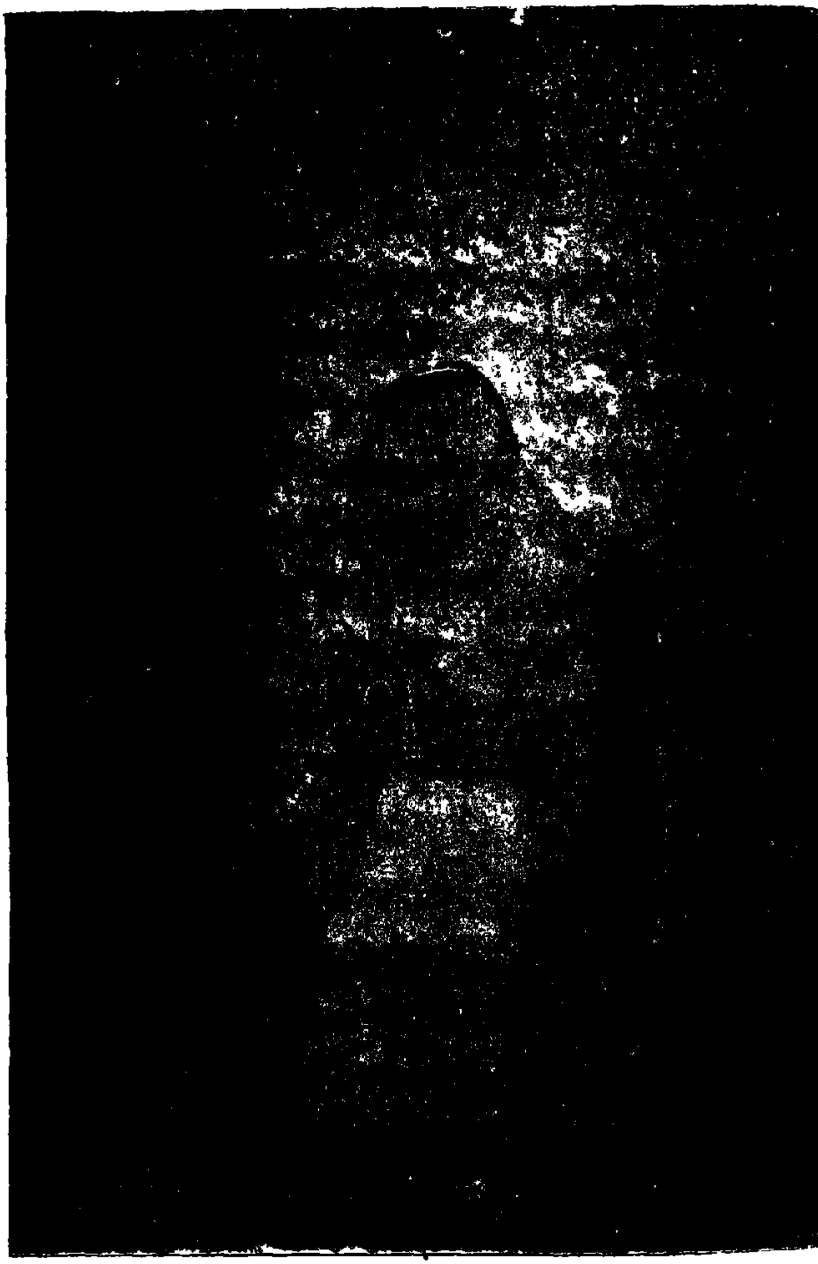
مروت حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ اشرف کے ہاتھوں جو روحانی اور جسمانی اذیتیں مجھکو پہنچیں وہ ناقابل اظہار ہیں جب یہ ناقابل برداشت ہوگئیں تو میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے پنجہ سے رہائی پاؤں مگر میری ہر کوشش بے سود ہوئی اور میں اشرف کے الفاظ نہیں بھول سکتی کہ۔

"اگر زمین کی تہ میں بھی ہوگی تو چوٹی پکڑ کر نکال لاؤنگا"

میری نا اُمیدی میں یہودن اُستانی میری مددگار ہوئی۔ اور میں اسی کی ترغیب سے برگشتۂ اسلام، مگر وہ خدا جو عالم الغیب ہے بتا سکتا ہے کہ میری نیت کیا تھی۔ یہودن اُستانی نے مجھے دھوکا دیا اور رات کے وقت موسیٰ کو جو بعد میں اشرف نکلا میرے پاس بھیج دیا۔

جج صاحب! آپ شاید مسلمان عورت کی عصمت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکیں ایک موسیٰ کیا اگر ہزار موسیٰ ہوتے تو میں تحفظ عصمت کے لیے قتل کر دیتی عورت کی قیمت اس کی عصمت ہے اور یہ وہ بیش بہا دولت ہے جس کی قیمت سلطنت کی شہنشاہی ہے نہ خدا کی خدائی۔ کس کی مجال تھی کہ میری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ لیتا۔ آپ کو غالباً معلوم ہوگا کہ روم میں جس چیز نے ہارون کے ہاتوں خون کی ندیاں بہا دیں وہ مسلمان عورت ہی کی عصمت تھی۔ ہماری عصمت کا مول ہمارا خطبۂ نکاح ہے اور یہ ہمارے پاس امانت ہے اس اسلام کی جسکا بانی (قربان اس کے مقدس نام پر) طیبہ کی خاک میں آرام فرما رہا ہے موت میرا خاتمہ کر دیتی زمین نگل جاتی اور آسمان ٹوٹ پڑتا پھر اس سے پہلے کہ میری عصمت پر حرف آتا اس میں شک نہیں کہ وقت نے آج ہمارے تمام جواہرات چھین لیے مگر ابھی ہمارے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں اور میلے کچیلے لہروں میں عصمت کے ایسے گرانقدر لال چمک رہے ہیں جن پر اسلام فخر کرے گا۔ میرے اعمالنامہ میں کرم اور رحم معافی اور درگذر کی مطلق گنجایش نہیں میری وہ رفیق اُستانی برنارڈ جس نے میری مردہ ماں کی ممتا یاد دلائی میرے ان منحوس ہاتھوں قتل ہوئی اور میں وہ محسن کش ہوں جس کے جرائم

کی تلافی نہیں ہو سکتی۔
اشرف کا بیان کہ میری پیاری ماربرنارڈ کا قاتل ہو سکتا درست نہیں اسکی قاتل میں ہوں اشرف مجھے اپنی غلطیاں اور خطائیں کے معاف کرنیکا خواستگار ہے میں سچے دِل سے معاف کرتی ہوں اور عدالت سے التجا کرتی ہوں کہ میری پھانسی کا حکم جلد صادر کیا جائے تاکہ اب میں زیادہ ذلیل و رسوا نہ ہوں!!
اِتنا کہہ کر حشمت نے شوہر کی طرف دیکھا اور کہا۔
"اشرف میں تیری غلطیوں سے درگذری مگر میری ایسی خطا نہیں جو قابل معافی ہو اس لیے اسکی جرأت نہیں کرتی البتہ اپنی ناچیز خدمات کا واسطہ دیکر تیری محبت سے درخواست کرتی ہوں کہ زندگی کی تلخی آسان کر تاکہ موت مجھ بے حیا کا خاتمہ کرے مجھے اپنے ہر قصور کا اقرار ہے، اور مغفرت کی کوئی توقع نہیں مگر خدائے بہتر و برتر عالم الغیب ہے اور جانتا ہے کہ میں اپنی عصمت پر جسکا مالک اشرف اور صرف اشرف تھا قربان ہوئی"۔
اس کے بعد حشمت نے جج کی طرف دیکھا اور کہا خدارا جلدی کیجئے!!"
حشمت کی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ کمرۂ عدالت میں سناٹا چھا گیا اور جب جج نے سرکاری وکیل سے جواباً جرم کا ساعی تھا دریافت کیا کہ "کہئے" تو اسکی زبان بھی خاموش تھی کچھ دیر کے سکوت کے بعد عدالت نے یہ الفاظ کہے۔
"عینی شاہد نہ ہونے کی وجہ سے حشمت بری کی جاتی ہے"
یہ فیصلہ پورا ختم نہ ہوا تھا کہ اللہ اکبر کے نعروں سے زمین و آسمان گونج اُٹھے مسلمانوں نے اُسی وقت چار گھوڑوں کی گاڑی پھولوں سے آراستہ کی اور حشمت کا جلوس نکالا جامع مسجد میں دوبارہ نکاح پڑھا گیا۔ نکاح کے بعد جب مؤذن نے عصر کی اذان میں یہ لفظ کہے۔
"اشہد ان محمد رسول اللہ"
تو حشمت چیخ مار کر اشرف کے قدموں میں گری اور کہا "اس نام کے تصدق میرا قصور معاف کر دو!"
اشرف کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے اس نے بمشکل کہا۔
"میں نے معاف کیا خدا معاف کرے!!
جلوس تمام شہر میں سے گذرا جب ختم کے قریب تھا تو ایک جگہ عبدل سامنے آئے دولہا دولہن کو روکا اور پوچھا۔
"آپ صاحبوں نے میری ڈاڑھی تو نہیں دیکھی"



Murari Art Press, Delhi



مسٹر ہوگیو سٹینس مشہور جرمن

ڈاکٹر ... دنیا ...



مس پووالا پلاسٹ کی هنلی ناشته کی میز پر



مس ... ڈیں ایک امریکن ایکٹرس ہو
... سے ارجنڈ ... ہے

تمغۂ شیطانی

ایک معرکۃ الآرا مسلسل فسانہ

از مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مد ظلہ العالی

چوتھے شخص کے کارنامے

دربارِ شیطانی کا فیصلہ صادر ہونے کے بعد کچھ دیر سناٹا طاری رہا آخر وزیرِ جنگ نے یہ خموشی توڑی ، وہ کھڑا ہوا اور اس طرح دست بستہ عرض کرنے لگا " شیطلنت حضور! کائنات کی یہ تین بہترین تصویریں جو میں نے تمغۂ شیطانی کے واسطے پیش کیں اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے بے مثل ہیں اور حق یہ ہے کہ ان ہی نادر الوجود صورتوں کی بدولت ہماری حکومت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اگر ہماری اُمت میں ایسے افراد نہ ہوں یا نہ ہوتے تو یقیناً خدائی فوج پھر کبھی کی غالب آچکی ہوتی اور ہمارا قلع قمع ہو جاتا۔ ہماری سلطنت کا سہرا ان ہی حضرات کے سر ہے اور ان ہی کے طفیل ہم دُنیا پر راج کر رہے ہیں۔ یہ وہ مایۂ ناز ہستیاں ہیں جن کی صورت دیکھ کر خدائی فوج یعنی فرشتے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ ان چاروں میں سے ہر ایک بجائے خود تمغۂ شیطانی کا بہترین مستحق ہے مگر فیصلۂ عزازیلی کے سامنے کس کی مجال ہے کہ دم مار سکے۔ اب میں بصد ادب یہ تصویر پیش کرتا ہوں مجھے اُمید ہے کہ یہ جوان مسلمان جس کی خدمات بے مثل و بے نظیر ہیں ضرور کامیاب ہوگا اور تمغۂ شیطانی کے حصول کی عزت اسی کو حاصل ہوگی۔"

(چیرز چیرز چیرز)

"شیطلنت حضور! یہ بڈھا جس کی جوان تصویر شیطلنت حضور کے پیش نظر ہے، ہندوستان کا رہنے والا موتیوں کا تاجر ہے۔ یہ اپنے باپ کی تجارت اور دادا کی دولت کے طفیل روپیہ اور اشرفیوں میں کھیلتا تھا، اس کے بچپن کا بڑا حصہ صنوبر کے ساتھ جو اس کی ہم عمر اور دفتر کے میر منشی کی لڑکی تھی بسر ہوا۔ یہ ابھی طفل ابجد صنوبر کے ساتھ باغ میں دن رات کھیلتے تھے فراست دولت سے متعلق نہیں۔ صنوبر کی سنجیدگی کمسنی ہی سے اپنے مستقبل کا عکس [illegible] عمری سے اپنے انجام کا پتہ دے رہا تھا۔ صنوبر [illegible]

سے ساتھ پھول توڑنے میں، درختوں پر چڑھنے میں، اچھلنے کودنے میں، گلدستے بنانے میں مصروف رہتی، گر سنا خود داری کا رشتہ جو اسکی سرشت میں تھا، ہاتھ سے نہ چھوٹتا، شمس دوپہر کے وقت گھاس کے گٹھر بنانے میں، اور پانی لینے میں، ہار گوندھنے میں صنوبر کے ساتھ لپٹا رہتا لیکن تمکنت جو تمول کا خاصہ ہے اس سے جدا نہ ہوتی۔

گرمی کی ایک صبح کو جب بارہ تیرہ برس کا شمس اور نو دس برس کی صنوبر روش پر بیٹھے خوشگوار ہوا کے مزے لے رہے تھے گلاب کے ایک تختہ سے بلبل کا نالہ بلند ہوا، بلبل گلاب کے پاس بیٹھی ہوئی درد گذشتہ کے فراز کو یاد کر رہی تھی، پھول کو چومتی تھی، لپٹتی تھی اس کے منہ پر منہ رکھ دیتی تھی۔ اور پھر حالت وجد میں بیتابانہ تڑپ فریاد بلند کرتی تھی۔

دونوں اس کی کیفیت کا مطالعہ کر رہے تھے مگر آج انکے معصوم دماغ بلبل کے جذبات سمجھنے سے قاصر تھے ہوا کا جھونکا زور شور سے آیا، اور سرو کا ایک چھوٹا سا تنکا شمس کی آنکھ میں جا پڑا۔ کھٹک لحہ بہ لحہ بڑھی اور تکلیف زیادہ ہونے لگی تو صنوبر نے اپنی اوڑھنی کی بتی بنا کر تنکا نکالا۔ شمس کی تکلیف جاتی رہی تو اس نے ایک پھول توڑ کر صنوبر کی مانگ میں لگایا اور کہا: "یہ تمہاری عنایت کا شکریہ ہے"۔ صنوبر نیچی نگاہ کر کے خاموش ہوگئی۔

اب پردہ کی دیوار ان دونوں کے بیچ میں حائل ہوئی مگر صنوبر ایک ایسی ادا کے بعد روپوش ہوئی جس کی یاد شمس کو اکثر اذیت پہونچاتی تھی۔

دن گذرنے لگے اور وہ وقت بھی آیا کہ شمس اٹھارہ انیس سال کا ہوا اور صنوبر سولہ سترہ سال کی۔ باغ کے اندرونی حصہ میں میر منشی صاحب کا چھوٹا سا مکان تھا۔ شمس بہت سی توقعات اپنے دل میں لیے باغ کے کسی نہ کسی حصہ میں پہونچ جاتا اور خاموش واپس آجاتا اس کی افسردگی اور خاموشی ماں باپ کے علم میں آئی وہ اکلوتا اور لکھ پتی ماں باپ کا بچہ تھا اور اسکی شادی کے چرچے گھر بھر میں ہو رہے تھے۔ اونچے اونچے گھرانوں کی لڑکیوں کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا مگر یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ صنوبر ہی اسکی اہل ہے مجبور شمس نے ایک عزیز کے ذریعہ سے ماں کو مطلع کیا اور بتا دیا کہ اگر اسکی شادی صنوبر سے نہ ہوئی تو وہ خودکشی کرے گا۔

صنوبر اور اس کے ماں باپ متمول تو نہ تھے مگر دولت علم سے مالا مال تھے۔ شمس اور اس کے والدین بھی تنگے خاک نہ تھے مگر دولت اتنی تھی کہ پہاڑوں کاٹے بھی ختم نہ ہو۔ صنوبر کا نام سنتے ہی شمس کی اماں

ں رہ گئی، اور اس نے فوراً کہا ”کیا شریعت کی پابندیاں دنیا سے اُٹھ گئیں جو صنوبر سے نکاح کروں؟ مقابلہ دولت
لم کا دنیا نخوت اور انسانیت کا تھا۔ جب شمس کو یقین ہو گیا کہ ماں باپ میری خواہش کو نظر انداز کر رہے ہیں،
تو وہ خود صنوبر کے باپ کے پاس پہنچا اور پیام دیدیا باپ نے بیٹی سے مشورہ کیا اور یہ جواب دیا:

”پیام نکاح تمہارا جائز حق ہے اور شرع اسلام نے تمکو اجازت دی ہے کہ تم مجھے درخواست کرو مجھے بھی اس رائے سے متفق ہونے میں تامل نہیں مگر ہم سب جن میں صنوبر بھی شامل ہے تمہاری دولت سے ڈرتے ہیں اسکا نشہ اتنا زبردست ہے کہ انسان آسانی سے نہیں سنبھل سکتا۔ صنوبر غریب ہے۔ غریب باپ کی بیٹی، تم امیر ہو امیر کے بچے۔ بہرحال ہمکو مہلت دو کہ اس پر اور غور کریں“

شمس کی حالت روز بروز ردی ہو رہی تھی اس کے سامنے ہر وقت صنوبر کے ابتدائی واقعات تھے اسکا بچپن اسکی بھولی باتیں اسکی سنجیدگی لمحہ بھر کو بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑتی تھیں۔ اس نے انتہائی کوشش کی اور جب صنوبر کے والدین کو اسکی صداقت کا یقین ہو گیا تو نکاح کر دیا۔

گو شمس کے والدین نے صنوبر کو منہ نہ لگایا مگر اس نے اپنی طرف سے ادائگی فرائض میں کسر چھوڑی۔

ہمارے ساتھ شمسی تعلقات اسی جگہ سے شروع ہوتے ہیں صنوبر اپنی خدمت اور اطاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتی مگر شمس کے خیالات بدل گئے وہ اس کی اطاعت کا جواب نخوت سے محبت کا نفرت سے اور خدمت کا حقارت سے دینے لگا۔ نکاح کے بعد سسرال یا شمس کے گھر صنوبر ایک دن کو بھی نہ آئی اس لئے بلائی ہی نہ گئی کیونکہ شمس کے والدین نے اس نکاح کو نہ نکاح تصور کیا نہ اس بہو کو بہو۔ شمس کے وعدے اور دعوے سراب و حباب تھے چند روز بعد نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ گھنٹوں گھنٹوں سے دنوں اور دنوں سے مہینوں غائب ہونے لگا صنوبر کی یہ ناکامی خلاف توقع نہ تھی اسکو یہ دھڑکا پہلے ہی سے اور یہ کھٹکا شروع ہی سے تھا لیکن اس کی شرافت نے اسکو کبھی مایوس نہ کیا۔ وہ رات رات بھر اور دن دن بھر اس کے انتظار میں بیٹھی رہتی۔ ایک لڑکی قمر جو شمس کے ابتدائی دعوؤں کی یادگار تھی اسکی مونس و مددگار تھی اور باوجودیکہ منشی صاحب کے گھر میں اسکی وجہ سے ہر وقت چہل پہل تھی اور ماں کے ساتھ نانا نانی بھی اسپر پروانہ تھے باپ اور دولتمند دادا دادی نے کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی اسکو نہ دیکھا۔ یہ شمس کی محبت کا وہ دور تھا کہ کسی بھولے سے آٹھویں ساتویں گھڑی دو گھڑی کو آیا اور دنیا دکھانے کو الٹی سیدھی دو چار باتیں کر کرا سیدھا ہو لیا۔

قمر نے بارہا شمس کو اچھی طرح فرائض پر متوجہ کیا مگر اس نے اس کان سنا اس کان اُڑا دیا لیکن شمس کا یہ انقلاب

صنوبر کی حالت میں تغیر پیدا نہ کر سکا وہ اس کے انتظار میں صبح کا کھانا شام کو اور شام کا صبح کو کھاتی اور انتظار کرتی کہ اس کی حالت کرب کا پتہ ماں باپ کو نہ لگے مگر جو مرض اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہا تھا اس نے چاندی جیسا ڈیل سکھا کر کانٹا اور طباق سا چہرہ چپٹی رہ گیا شمس اور اس کے ساتھ اس کے دوست آشنا جو اس کے تمول سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے ہر وقت صنوبر کی کاٹ میں رہتے اور سب سے بڑی مصیبت ماں باپ کی ناخوشی تھی جنہوں نے اتنی اجازت بھی نہ دی کہ صنوبر کا ذکر تک گھر میں آجائے شمس کا بیشتر حصہ آوارگی اور لغویت میں گذرتا وہ بائسکوپ میں جاتا تھیٹر میں رہتا اور بازاری مشغلوں میں وقت گذار دیتا۔ لیکن اس کے قیمتی وقت میں بیوی اور لڑکی چند لمحہ بھی بارگراں تھے۔ دوستوں کی صلاح اور ماں باپ کے اشارہ سے اس نے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں سکونت اختیار کی مگر منزل علیحدہ کیے گئے اور اس جنگل بیابان میں صنوبر اور اس کی بچی۔ کہنے کو شمس کے ساتھ ورنہ تن تنہا رہنے لگے۔

اسوقت صنوبر کی بچی قمر تین ساڑھے تین برس کی تھی اور اس غضب کی باتیں بنا رہی تھی کہ رستہ چلتے پیار کرتے وہ ماں سے زیادہ باپ سے مانوس تھی، اور گو یہ سنگدل اسکو بعض دفعہ سختی سے جھڑک دیتا مگر بچی خدا جانے خون کا جوش تھا یا معصومیت کہ جہاں اس نے گھر میں قدم رکھا اور یہ ہنستی ہوئی پہونچی۔ کبھی ننھے ننھے ہاتھوں سے اسکو پنکھا جھلتی اور کبھی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے بوٹ کے بند کھولنے لگتی لیکن اس محبت کا کوئی ذرہ بھی شمس پر کارگر نہ ہوتا۔ ایک روز شاید آدھے دن اور ساری رات کے بعد گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت شمس گھر میں داخل ہوا۔ صنوبر حسب عادت پیچھے کھڑی ہو کر پنکھا جھلنے لگی۔ قمر ڈھونڈہ ڈھانڈہ کر تہمت لائی مگر سنگدل باپ نے اس معصوم کے جذبہ محبت کی مطلق قدر نہ کی اور تہمت اسی کے منہ پر کھینچ ماری اس کے ماں باپ نے بھی اور دوست احباب نے بھی یقین دلایا تھا کہ قمر کا وجود اس کے واسطے مصیبت ہے وہ جب چاہے صنوبر کو دھتکار سکتا ہے مگر بچی اس کے لیے سانپ کی چھچھوندر ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی، کہ بعض دفعہ شمس اس مورت کے اسباب پر غور کرتا اور چاہتا کہ کسی طرح یہ بلا آسانی ٹل جائے اور میرے عیش میں یہ کانٹا اسکا کھٹک رہا ہے وہ خاموشی سے نکل جائے۔

شام کا جھٹ پٹا وقت تھا۔ شمس بخار میں لوٹ رہا تھا۔ صنوبر نماز مغرب ادا کر کے خدائے بزرگ کے حضور میں گڑگڑا گڑگڑا کر شوہر کی صحت کی دعائیں مانگ رہی تھی اور پیاری قمر اپنے ننھے سے دو معصوم

سے باپ کے پاؤں دبا رہی تھی وہ کبھی رومال سے اسکا پسینہ صاف کرتی تھی کبھی ہاتھ سے مکھی اُڑاتی تھی اور کبھی اِدھر اُدھر دیکھ کر کہ کوئی دیکھتا نہ ہو اسکو پیار بھی کر لیتی تھی شمس کا ہاتھ پلنگ کی پٹی سے نیچے گرا ہوا تھا کہ گھانس میں سے ایک سانپ نمودار ہوا اور قریب تھا کہ شمس کو چمک سے کہ قمر کی نظر سانپ پر پڑی وہ سانپ اور اس کے زہر کو مطلق نہ سمجھ سکتی تھی مگر اتنا جانتی تھی کہ یہ میرے باپ کو کاٹ کر جگا دے گا اور اسکو تکلیف ہوگی۔ یہ سوچکر پلنگ سے اُتری اور سانپ کا پھن پکڑ لیا۔

کالا سانپ بچی کے قبضہ میں کیا رہتا تھا ایک ہی پھنکار میں نکل گیا اور غصہ میں بے قابو ہوکر دوسری ہی پھنکار میں قمر کو ڈس لیا، ماں کی نظر بچی پر اسوقت پڑی جب سانپ کاٹ چکا تھا۔ روئی اور چلائی لیکن اسکی آواز سے شمس اُٹھ بیٹھا مگر سانپ چلا گیا تھا۔

شیلنت حضور! میں نے دُنیا میں مختلف اقسام کے انسان دیکھے مگر اس شخص کے واقعات جس قدر درد انگیز ہیں اسی قدر تعجب انگیز مجھے منوبر سے دلی عداوت تھی کیونکہ یہ ہمارے دشمن خدا کی عبادت اپنا فرض اولین سمجھتی تھی لیکن شمس کے مظالم اس قدر سنگین تھے کہ مجھے اُس بدبخت سے دلی ہمدردی پیدا ہوگئی"

(باقی آیندہ)

شبِ زندگی

حضرت علامہ راشد الخیری کی بہترین تصنیف

جو چند سال کے عرصہ میں سات دفعہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے جس کا ہر باب اس قدر درد انگیز ہے کہ دل کے ٹکڑے اُڑ جاتے ہیں، جنت و دوزخ کے پر تاثیر نظارے، نیک و بد بہوؤں کے مقابلے، وسیم دلہن کے ہاتھوں گھر کی بربادی، منتہرن کا بگڑے ہوئے گھر کو بنانا۔ بلقیس اور زبیر کے قیامت خیز مظالم، اور فضائلہ کی دل ہلا دینے والی قربانیاں اور آخر میں اس کی نصیحتیں ایسے ایسے [illegible]

نجمہ کی فتح

ایک ڈراما

اشخاصِ ڈراما:

نجمہ۔ سعید کی بیوی جس نے اپنے شوہر کے یکایک گم ہو جانے پر جنگل میں رہنا اختیار کیا۔
فقیر بابا۔ جس کے پاس جنگل میں نجمہ نے پناہ لی۔
مسعود۔ نجمہ کا لڑکا۔ شوکت۔ تھانے دار۔ سعید۔ نجمہ کا شوہر۔

پہلا سین

شوکت گھوڑے پر سوار، شکار کے لئے جنگل میں جا رہا ہے ایک جھونپڑی کے پاس نجمہ کو دیکھ کر ٹھہر جاتا ہے۔

شوکت: "تمہارا نام؟" نجمہ: "نجمہ"۔
شوکت: "تمہارے والد کا نام؟" نجمہ: آسمان۔
شوکت: "والدہ کا نام؟" نجمہ: "زمین"
شوکت: "وطن؟" نجمہ: "یہی جنگل"
شوکت: "تمہاری سہیلیاں؟" نجمہ: "ہرنی، مور، اور مینا۔"
شوکت: "اس تنہائی میں تمہارا دل کیونکر بہلتا ہے؟"
نجمہ: "چرخہ کاتتی ہوں، ہرنی سے کھیلتی ہوں، مور کا ناچ دیکھتی ہوں اور مینا کا گانا سنتی ہوں"
شوکت: "اس اجمال کی تفصیل؟"
نجمہ: "سب سے دردناک داستان جو آپ کو معلوم ہو اُسکا خیال کیجئے بس میری وہی آپ بیتی ہے"
شوکت: "میں اس سے زیادہ تفصیل چاہتا ہوں"
نجمہ: "ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہوں۔ ایک شریف زادے سے بیاہی تھی۔ وہ زمانے کے ہاتھوں تنگ ہو کر، کسی طرف چل دیئے۔ میں نے دُنیا کی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے

کے لئے یہاں پناہ لی۔ مسعود میرا بچہ ہے۔ وہ جنگل میں فقیر بابا کے ساتھ لکڑی توڑنے گیا ہے
شوکت:۔ فقیر بابا کون شخص ہیں ؟"
نجمہ:۔ ایک بزرگ ہیں۔ میرے ماں باپ اُن کے مرید تھے۔ میں پہلے تو اُنکی صرف مرید تھی اب اُن کی لڑکی بھی ہوں"
شوکت:۔ جنگل کو چھوڑ دو ہمارے ساتھ چل کر شہر میں رہو۔ یہاں اپنی زندگی کیوں خراب کرتی ہو؟"
نجمہ:۔ میری آپ سے صرف یہ التجا ہے کہ آپ یہاں سے جلد واپس چلے جائیں اور پھر کبھی شکار کی غرض سے اِس طرف کا رُخ نہ کریں "

نجمہ اپنی جھونپڑی میں چلی جاتی ہے۔ شوکت تھوڑی دیر اِدھر اُدھر دیکھکر خود ہی کہتا ہے ،
شوکت:۔ نجمہ! کیا اچھا نام ہے! صورت بھی خوب ہے۔ مگر عورت ہے ہوشیار! بلا پولیس پھندا ڈالے، اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے" (چلا جاتا ہے)

دوسرا سین

(وہی جنگل اور جھونپڑی۔ دو سوار جھونپڑی کے پاس آتے ہیں اور فقیر بابا کہکر آواز دیتے ہیں۔ ایک مرد بزرگ جن کی عمر نوے سال کے قریب ہوگی باہر آتے ہیں)

ایک سوار:۔ کیوں جی تم کون ہو اور کس کے حکم سے اس جنگل میں رہتے ہو ؟"
فقیر بابا:۔ میں فقیر ہوں اور خدا کے حکم سے یہاں رہتا ہوں"
دوسرا سوار:۔ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ تم چوروں اور ڈاکوؤں کو اپنے یہاں پناہ دیتے ہو!
فقیر بابا:۔ ایک نوجوان مصیبت زدہ عورت اور اُس کا یتیم اور بے کس بچہ اگر چور اور ڈاکو کہے جاسکتے ہیں تو بے شک میں چوروں اور ڈاکوؤں کو پناہ دیتا ہوں"
پہلا سوار:۔ ہم کو حکم ملا ہے کہ ہم تمکو اور تمہارے ساتھیوں کو گرفتار کر کے تھانے لے چلیں"
فقیر بابا:۔ تم کو اختیار ہے لیکن ہم لوگوں کو ستانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا!!
پہلا سوار:۔ تمہارے یہاں ایک عورت بھی ہے وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے ؟"
فقیر بابا:۔ اُس کی کہانی ایک غم و اَلم کی داستان ہے۔ اُسکا شوہر جسکا نام سعید تھا دس بارہ سال ہوئے غائب ہوگیا جب سے یہ عورت میری لڑکی ہے"

پہلا سوار (داخل ہو کر) "تمہاری لڑکی ہے! ضرور!"

(ڈاکو سواروں کی خوفناک صورت دیکھکر فقیر باپ سے چمٹ جاتا ہے نجمہ بھی رونے لگتی ہے سوار سب لوگوں کو گرفتار کرتے ہیں اور گاڑی پر سب کو لاد کر روانہ ہوتے ہیں)

تیسرا سین

(شہر کا تھانہ۔ فقیر بابا، نجمہ، اور اُسکا لڑکا رسیوں سے بندے ہوئے شوکت کے سامنے کھڑے ہیں۔ شوکت ایک آرام کرسی پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا ہے)

شوکت:- "بی نجمہ، زیادہ تقریر بازی سے کام نہ چلے گا۔ ہم تمکو اور تمہارے لڑکے کو جیل میں سڑا سڑا کر مار دینگے۔ جنگل میں پڑے رہنے سے ہمارے یہاں رہنا بہتر ہے۔"

نجمہ:- "فقیر بابا میرے باپ ہیں۔ میں ایک مصیبت کی ماری عورت، انہوں نے مجھکو دنیا کے عذابوں سے بچایا، انہوں نے مجھکو خدا کی راہ دکھلائی، انہوں نے میرے بچے کی پرورش کی، اوپر خدا اور نیچے فقیر بابا ہی میرے محافظ ہیں، اگر فقیر بابا کو آپ جیل بھیجیں گے میں بھی اُنکے ہمراہ جاؤں گی۔ اگر اُن کو آپ پھانسی پر چڑھائیں گے تو میں اُن سے پہلے سُولی کے تختے پر قدم رکھونگی اُن سے جدا ہو کر میں دُنیا میں نہیں رہ سکتی۔"

شوکت۔ (علیحدہ) بڑی طرار عورت ہے یہ ہمارے دام میں نہ آئے گی۔"

(ایک سپاہی دوڑتا ہوا آتا ہے اور کہتا ہے)

سپاہی:- "حضور، جنٹ صاحب آرہے ہیں، آپ نے اُن سے ڈاکوؤں کی گرفتاری کا ذکر کیا تھا وہ اُن کو ہی دیکھنے آرہے ہیں، میں اُنکے بنگلے سے دوڑتا ہوا آرہا ہوں۔ کپڑے پہن چکے تھے موٹر تیار تھا۔ آتے ہی ہونگے۔"

شوکت:- "ابھی کل سالہ تیار نہ تھا وہ ابھی نہ آتے تو اچھا تھا لیکن دیکھو اُن کو میں کیسی پٹی پڑھاتا ہوں اچھا ان لوگوں کو حوالات میں لے جاؤ۔"

(فقیر بابا، نجمہ، اور مسعود کو سپاہی لے جاتا ہے)

شوکت (خود ہی)۔ "جاتا ہوں پھاٹک پر سے جنٹ صاحب کو لے آؤں۔ وہ بھی مسلمان ہیں۔ بھی مسلمان دیکھو کیا ہوتا ہے۔ اس نجمہ کو بڈھے سے علیحدہ کیے بغیر نہیں مانتے کا۔"

(پھاٹک پر جانے کی ہوتی ہے کہ جنٹ صاحب کمرے میں داخل ہوتے ہیں شوکت کھڑا ہوکر سلام کرتا ہے)

جنٹ صاحب:۔ "کیا ہوا۔ ڈاکو گرفتار ہوئے ؟"

شوکت:۔ حضور کے اقبال سے تین شخص جو اس گروہ کو حقہ پانی دیتے ہیں اور انکو اپنے یہاں پناہ دیتے ہیں گرفتار ہوکر آگئے ہیں ان میں ایک عورت بھی ہے۔ وہ تھوڑی کوشش کے بعد جرم کا اقبال کرے گی"

جنٹ صاحب۔ ذرا بلوائیے۔ میں دیکھ لوں کون لوگ ہیں"

شوکت:۔ حضور اُن بدمعاشوں کو دیکھکر ابھی کیا کرینگے وہ جرم کا اقبال کرلیں تو میں اُن کو لیکر بنگلے پر حاضر ہونگا"

جنٹ صاحب:۔ نہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں"

شوکت۔ (علیحدہ):۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھانڈا پھوٹ جائے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ نجمہ بڑی چالاک عورت معلوم ہوتی ہے نہیں معلوم کیوں میرا جی ڈرتا ہے" (زور سے پکارتا ہے) کرن سنگھ، حوالات سے ملزموں کو لے آؤ" (ملزم کمرے میں داخل ہوتے ہیں)

جنٹ صاحب (ملزموں کی طرف غور سے دیکھکر) "یہ ملزم ہیں"

نجمہ (چلاکر) "ہائے۔ میں کسکو دیکھتی ہوں !"

جنٹ صاحب (تعجب سے) "ارے، نجمہ، تم ہو !"

شوکت (علیحدہ) "دیکھا، میرا جی ڈر رہا تھا، یہ کہاں کی شناسائی نکل آئی۔ یہاں سے چلنا چاہئے"

(شوکت کمرے سے جاتا ہے)

جنٹ صاحب:۔ شکر الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست ، آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید"

(نجمہ زمین پر گھٹنے ٹیک دیتی ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں آسمان کی طرف دیکھتی ہے اور کہتی ہے)

نجمہ:۔ یا اللہ یہ خواب نہ ہو، واقعہ ہو۔ جس کو میں کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھتی ہوں یہ تو میرا بچھڑا ہوا سعید ہو"

(جنٹ صاحب اُٹھکر قریب آتے ہیں اور کہتے ہیں)

جنٹ صاحب: میری پیاری نجمہ، میں تیرا سعید ہوں، میں ولایت چلا گیا تھا وہاں سے آکر کہاں کہاں تیری تلاش کی اور اب تیرا ملنا کیسا معجزہ ہے!" (نجمہ کے ہاتھ کی رسی کی گرہیں کھولتا ہے)۔

فقیر بابا: "تھانے دار نے ہم سب کو کیسا ذلیل کیا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا"

(مسعود دوڑ کر سعید سے لپٹ جاتا ہے نجمہ سعید کے ہاتھ پر اپنے چہرے کو ٹیک دیتی ہے۔

فقیر بابا اپنا محبت سے کانپتا ہوا ہاتھ سعید کے سر پر رکھتے ہیں)

(شوکت دروازے کے باہر سے کن انکھیوں سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے)

شوکت: یہ کیا ہوا؟ نجمہ اور جنٹ صاحب میں کیسے تعلقات ہیں۔ میرے اوپر اب بڑی مصیبت نازل ہوگی"

(پردہ گرتا ہے)

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

خیالی پلاؤ

ایک نہایت خوبصورت کمرہ میں پلنگ پر ایک حسین ماہ پارہ کمسن عورت تنہا لیٹی ہوئی کتاب ہاتھ میں لیے پڑھ رہی ہے اور یہ کہتی جاتی ہے "یا اللہ! آدھی کتاب ختم ہوگئی مگر ایک لفظ جو سمجھ میں آیا ہو" کتاب کو پلنگ پر رکھکر ٹہلتی ہے پھر کرسی پر بیٹھ جاتی ہے کرسی پر بیٹھکر پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹہلنا شروع کیا۔ اپنے دل سے "کیا سنسان کمرہ ہے اور کسی کی آواز تک نہیں آتی اور کیونکر آئے میرا حکم نہیں ہے کون آسکتا ہے۔ آخر مجھے فکر و رنج نے کیوں گھیر لیا فکر کہتی ہے مجھکو گلے لگا۔ رنج کہتا ہے مجھے پیار کر۔ تردد کہتا ہے میری کیفیت سُن۔ آخر میں کس کس کی خبر لوں یا اللہ تو میری مدد کر۔

فکر و ملال رنج سے راحت میں ہے خلل
مولا ہو دستگیر تو بندہ کو کیا ہے ڈر

خیال۔ میری پیاری فردوس تو کیوں فکر میں ہے اُٹھ کچھ لکھ، بیکار نہ رہنا چاہیئے کوئی شئے دُنیا میں بیکار نہیں رہتی ہر ایک آدمی اور حیوان چرند پرند سب کام میں ہیں دیکھو آفتاب اپنا کام کر رہا ہے۔ ابر کے ٹکڑے دوڑ رہے ہیں ہوا اپنے کام کو انجام دے رہی ہے ہر ایک چیز کو غور سے دیکھ کوئی بیکار نہیں ہے چیونٹی جو خدائی خلوق میں بہت کمزور گنی جاتی ہے اسکو دیکھ وہ اپنے سے زیادہ وزن دار چیز کو اُٹھاکر دیوار و پہاڑ پر چڑھتی ہے۔ تو بتا تو نے صبح سے کیا کیا کام کیا۔ صبح کا ناشتہ کرکے فکر و رنج کو گلے لگاکر کمرہ میں بیٹھی ہے یہ وقت کمرہ میں سونے کا نہیں ہے کام کا وقت ہے کچھ لکھ پڑھ ورنہ پھر خانہ داری کا کام کر اپنا وقت خراب مت کر۔

خانم فردوس۔ میرے ہمدرد خیال میں تیری شکرگزار ہوں اس وقت میرے پاس سوائے تیرے کوئی آ نہیں سکتا تھا تو نے مجھے نیک مشورہ دیا اور میری ہمدردی کو آیا لیکن خدا جانے مجھے اس وقت کیا ہوگیا ہے کہ فکر و رنج نے مجھے گھیر لیا ہے ان دو کے پنجہ سے نکل

نہیں سکتی مہربانی کرکے تو اس وقت چلا جا +

خیال- یہ ہو نہیں سکتا کہ میں تمکو ان دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑکر چلا جاؤں دیکھو آج کل کا وہ زمانہ ہے کہ اگر جوان بیٹا مرجائے باپ اپنا دل بہلاتا ہے رنج وفکر کو آنے نہیں دیتا ابھی حال کا ذکر ہے کہ ایک ایمانی تاجر کا جہاز جس میں چار لاکھہ کا مال تھا سمندر میں جاکر غرق ہو گیا اگر وہ شخص رنج کرتا تو مرجاتا۔ اسکو پر وا تک نہ ہوئی اس نے رنج وفکر کو گھر کے اندر نہ آنے دیا مجھے بلاکر میری رائے پر کاربند ہوا جو کچھہ میں نے کہا اس پر عمل کیا +

خانم فردوس- میرے ہمدرد خیال خدا کے لیئے تو یہاں سے چلا جا تیری نصیحت کی مجھے ضرورت نہیں- میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ تیرا بھائی تیرا دشمن کیوں ہے تو ہمیشہ نیک راستہ بتاتا ہے تیرے بعد تیرا بھائی آتا ہے وہ پراگندہ کردیتا ہے اس لیے ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ تیرا کہا مانیں یا تیرے بھائی کا +

خیال- میرا بھائی میرا دشمن نہیں ہے وہ ابھی کمسن ہے اسی لیے اس کی ہدایت تجربہ کی نہیں ہوتی اچھا تم اس وقت کچھہ نہ کچھہ کام میں لگ جاؤ تاکہ تمہارا دل بہلے اگر انسان رنج فکر ہمیشہ کرتا رہے تو مرجائیگا زندگی دشوار ہوجائے گی جب کبھی رنج وفکر ہو تو اسکا خیال نہ چاہیئے کام ایسا کرنا چاہیئے جس کے سبب سے فکر دور ہو +

خانم فردوس- میں تیرے حکم کی تعمیل کرتی ہوں ؛جھٹ لکھنے کے کمرہ میں جا، ایک مضمون لکھنا شروع کیا مضمون ایسا اچھا دماغ میں آنے لگا کہ دل باغ باغ ہوگیا خوشی نے آکر گلے میں دونو ہاتھہ ڈالدیئے اور ہنسنا شروع کیا (خوشی فردوس سے یوں گویا ہوئی)

خوشی- میں تھوڑی دیر کے لیئے تجھے جدا ہوئی تھی کہ تو اس قدر پریشان ہوئی کہ میرے دونو دشمنوں کو اپنے گھر میں جگہ دیدی افسوس تونے میری قدر نہ جانی میرے دشمنوں کو اپنا دوست بنالیا تھا اچھا ہوا جو بھائی خیال نے ان دونو کو نکال باہر کیا ورنہ میں تیرے پاس ہرگز نہیں آسکتی تھی -

خانم فردوس- میری پیاری خوشی تمہاری جدائی میں میں سخت پریشان تھی اب مجھے جدا نہ ہونا تمکو میں اپنے گھر سے ہرگز جانے نہ دونگی یہ کہکر ہنسنا شروع کیا۔ جب آدمی کو

فکر و رنج ہوتا ہے تو کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے۔

بیٹھے کیا خاک کوئی ہو سکے　　دل ٹھکانہ ہو تو سب کچھ ہو سکے

یہ سچ ہے لیکن خیال کو دخل ضرور ہے ہر ایک کام میں خیال ضرور آتا ہے پہلا خیال اکثر اچھا ہوتا ہے نیک ہدایت دیتا ہے مثلاً جب صبح کو نماز کا وقت ہوتا ہے پہلا خیال آتا ہے اٹھو نماز پڑھو دوسرا خیال کہتا ہے ٹھہر جاؤ ابھی بہت سویرا ہے سو جاؤ سستی کو موقع ملتا ہے وہ اور ترغیب دیکر سلا دیتی ہے۔ رنج و فکر کا بڑا سبب بیکاری ہے اس لیے آدمی کو چاہیئے ایک منٹ کے لیے بھی بیکار نہ رہنا چاہیئے +

خانم خود بھی فکر میں تھی جب اس نے خیال کا کہنا مانا اور لکھنا شروع کیا اس وقت اس کے دماغ میں مضمون اچھا آنا شروع ہوا خواہ مخواہ دل خوش ہوگیا خوشی نے گلے میں باہیں ڈال دیں +

خدا نہ کرے کسی کو رنج و غم ہو تو اس وقت اچھے خیال کو جگہ دینی چاہیئے دوسرے خیال میں لگ جانا چاہیے کسی نہ کسی کام میں ضرور لگ جائے اکثر ہندوستانی خواتین چھوٹی چھوٹی باتوں کا بہت رنج کرتی ہیں اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں اسی رنج و فکر کے سبب دق و سل میں مبتلا ہو جاتی ہیں یہ سب باتیں خیال سے پیدا ہوتی ہیں اچھے خیال سے خوشی پیدا ہوتی ہے اور برے خیالات سے رنج +

صغرا ہمایوں مرزا حیدر آباد دکن

نیرنگِ زمانہ

پانچواں باب

مسٹر ارشد۔ آپ میرے عادات خیالات حیثیت سے بخوبی واقف ہیں کئی سال سے مجھکو دیکھ رہے ہیں اگر کسی وجہ سے خاکسار کو اس قابل نہ سمجھیں تو اور بات ہے صاف صاف فرمائیں ٹال مٹول میں کیا رکھا ہے +

احمد حسن۔ استغفراللہ آپ کے بھی کیا خیالات ہیں۔ بھائی میں تو آپ کو فرشتہ صفت انسان سمجھتا ہوں مگر آپ کی بابت جو یہ مشہور ہے کہ "عزیزوں میں ایک لڑکی منکوحہ بیٹھی ہے اسکو چھوڑ کر آپ دوسری شادی کر رہے ہیں" یہ خبر مدراتک بھی پہنچ گئی۔ اسی سے وہ دل برداشتہ ہیں۔ آج آپ خود ہی ملکر اُن سے بات چیت کریں۔ آخر ۲۔۳ ملاقات کر ہی چکے ہیں ضروری گفتگو کرنے میں کیا ہرج ہے؟ وہ تعلیم یافتہ سمجھدار ہیں یقیناً کوئی اعتراض نہ کرینگی +

مسٹر ارشد۔ بہت اچھا میں خود ہی معاملہ کی صفائی کرونگا مگر سکول میں میرا جانا مناسب نہیں انکا مکان بالکل سکول کے اندر ہے۔ یہ دقت ہے +

احمد حسن۔ یہ کوئی بڑی دقت نہیں ہے پہلے کیا آپ سکول میں ملے تھے؟

مسٹر ارشد۔ نہیں تو پہلی بار باغ میں دیکھا تھا پھر آپ کے ہاں ملاقات ہوئی تیسری دفعہ اتفاقیہ وہ سٹیشن پر مل گئیں کسی بچہ پیڈی کو سوار کرانے گئی تھیں +

احمد حسن۔ مطلب یہ کہ کافی شناسائی ہو چکی ہے آپ سے وہ گفتگو کر لیتی ہیں آپ انکو باقاعدہ درخواست کا خط بھی لکھ چکے ہیں میری بیوی بھی آپ کی طرف سے پیغام دے چکی ہیں اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بات کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں رہی۔ میں آج تمہاری بہاولپور سے کہونگا وہ انکو شام کی چاء پر بلا لیں گی آپ بھی آ جائیے +

مسٹر ارشد۔ بہت خوشی سے +

سہ پہر کے ۴ بجے ہیں خان احمد حسن صاحب وکیل کے صحن خانہ میں سرخ پھولدار جاجم بچھی ہے جس پر چند

کرسیاں پڑی ہیں دو تین چھوٹی میزوں پر چائے کا سامان چنا ہے۔ مسز احمد حسن صاحبہ معہ اپنی ملازمین کے چائے کے انتظام میں مصروف ہیں لڑکیاں پھدکتی رہی ہیں۔ وہ لالا کر میز پر چن رہی ہیں قریب ہی پھولوں کے گملے بہار دکھا رہے ہیں احمد حسن صاحب اپنے عزیز دوست ارشد کے انتظار میں باہر ٹہل رہے ہیں کہ پہلے زنانہ سکول کا تانگہ آیا اور وہاں کی ہیڈ مسٹرس مس عذرا انہیں احمد حسن کے ساتھ ملاقی ہوئی دعا سلام کے بعد تشریف لائیں۔ مس عذرا ایک ۲۵ سالہ خوش شکل خوش وضع سرو قد بلند تھیں جو اس وقت نافرمانی ساڑھی پہنے تھیں جس پر سفید رنگ اور موتیوں کا ہلکا ہلکا زیور خوب زیب دے رہا تھا۔ انکا رنگ گو بہت گورا نہ تھا مگر گندمی بھی نہ تھا۔ اچھا صاف کھلتا ہوا سرخی مائل سفید چہرے پر موتی کے آویزے، بالوں پر موتی کا چاند بہت ہی دل آویز معلوم ہو رہا تھا۔ احمد حسن چونکہ ارشد صاحب سے بیحد محبت کرتے تھے اور انکی نیکی و شرافت کے بھی قائل تھے اس لیے اپنی بیوی کا ان سے پردہ نہ رکھا تھا جونہی وہ مس عذرا کو لیکر داخل ہوئے انکی دونوں بن بیاہی بہنیں پردہ میں ہو گئیں اس خیال سے کہ ارشد بھی ہونگے مگر انہوں نے آواز دیکر بہنوں کو بلا لیا اور ارشد صاحب کے آنے تک یہیں بٹھایا۔ مسز احمد حسن بھی قبول صورت تھیں جو اسوقت اپنے ہندوستانی لباس غرارہ، قمیض دوپٹہ میں بہت بھلی معلوم ہو رہی تھیں گو وہ بچوں کی ماں بن چکی تھیں مگر عمر ابھی ۳۰ سے اوپر نہ تھی چہرے پر شگفتگی قائم تھی۔ پانچوں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مسٹر احمد حسن عذرا کو چھیڑتی جاتی تھیں کہ ملازم چھوکرے نے کارڈ دیا اور دونوں بہنیں فوراً اندر بھاگیں۔ ارشد صاحب بلا لیے گئے۔ وہ بھی اسوقت دولہا ہی بنکر آئے تھے، نیم گرم خاکی رنگ کا سوٹ تھا ویسی ہی فلیٹ ہیٹ، ان کے قریب آتے ہی ٹوپی اتار کر دونوں لیڈیز کو سلام کیا پھر ٹوپی فرش پر ڈالکر بیٹھ گئے۔ صاحب خانہ اور ملازم لڑکے نے چائے پیش کی مسز احمد مسکرا مسکرا کر باتیں کرتی جاتی تھیں مگر مس عذرا خاموش شرمگیں ادا سے آنکھیں نیچے کیے ہوئی تھیں۔ پہلے تو وہ ارشد صاحب سے باتیں کر لیتی تھیں مگر آج چونکہ اور ہی حیثیت سے ملی تھیں کیونکہ اس سے قبل خواستگاری کا خط پہنچ چکا تھا اس لیے بہت شرما رہی تھیں۔ چائے ختم کرکے چند منٹ بعد احمد حسن صاحب کسی کام کے بہانہ سے باہر چلے گئے تو مسز احمد نے بات شروع کی۔ "بھائی ارشد، کیا خبر ہے کہ آپ پہلے بھی عزیزوں میں عقد کر چکے ہیں اور اب دوسرا کرنا چاہتے ہیں؟ گو میں نے آپ کی درخواست اپنی بہن عذرا تک پہنچا دی ہے مگر معین حالات

وہ کبھی جواب نہیں دے سکتیں ؟

مسٹر ارشد۔ اگر میری بابت اس قسم کی خبر آپ تک پہنچی تھی تو ضروری تھا کہ آپ مجھ سے صفائی کرلیتیں۔ اور مس صاحبہ کو بھی لازم تھا کہ بجائے خاموشی کے سرزنش کرتیں۔ کیونکہ یہ بڑا جرم ہے۔

مسز احمد۔ بیشک اگر ایسا ہے تو جرم ہے ؟

مسٹر ارشد۔ میں بھائی احمد کو سب سُنا چکا ہوں اور اس وقت آپ دونوں سے سچ سچ عرض کرتا ہوں اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ میں مجرم واقعی ہوں یا رسمی ؟ کیونکہ جس جرم کا ارتکاب میرے سر لگایا جا رہا ہے وہ در اصل مجھ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ میرے والدین اس کے مرتکب ہیں۔ میرا کوئی تعلق نہیں ؟

بھابی صاحبہ بچپن سے میری والدہ نے ایک لڑکی جس کی ایک آنکھ میں بھی نقص ہے اور محض جاہل ہے میرے سر لگا رکھی تھی۔ پھر اصرار ہوا کہ "آکر عقد کرو" میں نہ گیا تو دودھ نہ بخشنے، عاق کر دینے اور محروم الارث کر ڈالنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس پر بھی میں رضامند نہ ہوا تو میری غیر موجودگی میں اس لڑکی سے سُنا گیا کہ نکاح کرا دیا گیا۔ خدا کے فضل سے آپ بھی سمجھدار ہیں اور مس صاحبہ تو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں ایک سال لا۔ (قانون) بھی پڑھ چکی ہیں دونوں غور فرمائیں کہ یہ نکاح درست ہوا؟ قانونا و شرعاً ناجائز ہوا؟ بس صرف اسکا میں جواب چاہتا ہوں ؟

مسز احمد۔ بالکل نادرست۔ مگر چونکہ ہندوستان میں اسی طرح شادیاں ہوتی ہیں عالم شیر خوارگی میں عقد کرائے جاتے ہیں۔ پھر ماننا اور عمر کاٹنی ہی پڑتی ہے ؟

مسٹر ارشد۔ وہ اِنسان نہ ہوتے ہونگے جو یوں ناجائز فعل کو رسم کے خوف سے جائز سمجھیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ ابھی دیکھئے وکیل فرخ حیدر صاحب کے ہاں جو سلسلہ شروع ہوا تھا میری والدہ نے یہی قصہ سُنا کر ادھر کھنڈت ڈالدی۔ وہ لوگ اقرار کرکے پھر بگڑ گئے کہ میں نے دھوکہ دیا۔ آخر میں گھر گیا اور جا کر لڑکی کے والدین کے آگے صفائی سے کہدیا کہ "وہ آپ میری اُمید میں لڑکی کی عمر خراب نہ کریں میری طرف سے وہ بالکل آزاد ہے" اور یہی الفاظ اپنے والدین سے کہدیئے۔ اماں جان بہت روئیں چلائیں میں سب کو جواب قطعی دے آیا ہوں اب بھی کہئے میرا عقد قایم ہے ؟

مسز احمد: سنا بہن عذرا؟ جیسا ہوائی نکاح تھا وکیل صاحب ویسا ہی جواب بھی دے آئے ہیں

مسٹر ارشد: یہ نہ کہیئے بھابی صاحبہ آپ تو مذاق کرتی ہیں۔ نکاح بیشک ہوائی تھا کیونکہ میں موجود نہ تھا مگر انکار تو خود اپنی زبان سے کر آیا ہوں۔ آخر کچھ قانون جانتا ہوں۔ اور ایک وکیل خالو جان ہیں ان کو ساتھ لے گیا تھا وہ اس انکار کے گواہ ہیں +

مسز احمد: بہن اب تو بہت غور کر چکیں بس قسمت پر بھروسہ کیجئے اور انکی چٹھی کا جواب دیجئے۔

عذرا (سلطانہ) (آہستہ سے) بہن ابھی ہندوستان میں وہ زمانہ نہیں آیا کہ لڑکیاں اس قسم کے فیصلے خود ہی کر ڈالا کریں۔ مانا کہ میں آزاد رہوں، خود مختار رہوں، والدین سر پر نہیں ہیں مگر میرے بزرگوں میں ایک ماموں ہیں ایک خالہ ہیں انکی رائے سب سے وزنی خیال کی جاسکتی ہے +

مسز احمد: یہ درست مگر وہ پھر آپ سے کہیں گے ہمکو پہلے آپ کی رائے لینی ہے اس کے بعد قبلہ ماموں صاحب کو لکھا جائیگا۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کہ ایک مجرم پسند ہے یا ناپسند؟ پھر ہم باقاعدہ آپ کے ماموں جان کو لکھیں گے +

مسٹر ارشد: بھابی جان اسی وقت زبانی جواب لینے کی تکلیف نہ دیں پھر کسی وقت بذریعہ تحریر وہ جواب دے سکتی ہیں +

مسز احمد: بہت خوب اگر اتنا انتظار آپ کر سکتے ہیں تو پھر سہی +

عذرا۔ اب شام ہوگئی مجکو جانا چاہیئے اجازت ہے؟

مسز احمد حسن۔ آپ کو سکول کی پابندی ہے ورنہ کس کا جی چاہتا ہے کہ پیاری عذرا سامنے سے اُٹھیں

عذرا (کھڑے ہوکر) یہ آپکی محبت ہے پھر آجاؤنگی۔ بھائی وکیل صاحب کہاں ہیں؟ اُن سے بھی رخصت ہولوں

مسٹر ارشد (اٹھکر) میں بلاتا ہوں۔

ان کے جانے کے بعد اندر سے لڑکیاں آگئیں عذرا صاحبہ تینوں سے ملکر رخصت ہولیں اور باہر آئیں۔ یہاں دروازے پر دونوں منتظر تھے احمد حسن صاحب نے انکا تانگہ کرایہ دیکر واپس کر دیا تھا اب ارشد صاحب سے کہا کہ "ان کو اپنی کار پر سکول پہنچا دیں"

عذرا۔ یہ کیوں آخر آپ نے میرا تانگہ کیوں واپس کر دیا؟ اور کہہ دیا تو پھر اپنی فرض پر خود ہی چلئے دوسروں کے سر کیوں ڈالتے ہیں؟

احمد حسن۔ میری فرنٹ ایک دوست نے مانگ لی ہے رات تک واپس آسکے گی۔ کوئی حرج نہیں یہاں ہمارا بھائی ارشد بہت معقول اور شریف انسان ہے پھر کوئی غریب بھی نہیں اگر آپکو چند قدم تک پہنچا دیا تو کیا ہرج ہے ؟

مسٹر ارشد۔ میں یہیں ٹھیرتا ہوں بھائی سے باتیں کرونگا آپ ان کو پہنچا دیں ۔

احمد حسن۔ آپ جانتے ہیں میں موٹر ڈرائیو نہیں کرسکتا آپ کا شوفر نہیں ہے کیسے پہنچادوں ؟

ارشد۔ اگر مس صاحبہ مجکو ڈرائیوری کی خدمت کے قابل خیال نہیں کرتیں تو زبردستی نہ کیجئے ۔

عذرا (کار پر بیٹھتی ہوئی) آپ اس قدر حسن ظن سے کام لینے لگے تو مجبور ہوں چلتی ہوں بلالنے یہ سنکر مسکراتے ہوئے احمد حسن تو اندر چلے گئے ارشد صاحب کار پر آئے۔ اور ان سے کہا۔

ارشد۔ اس وقت بھائی احمد نے آپ کو بہت تکلیف دی چونکہ اس میں میرا بھی دخل ہے لہذا معافی کا خواستگار ہوں ۔

عذرا۔ آپ کا کیا دخل ہے ؟ کیا خود آپ ہی نے ان سے کہا تھا کہ مجکو پہنچا آئیں ؟

مسٹر ارشد۔ میں نے تو نہیں کہا گو چاہتا تو تھا مگر کہنے کی ہمت نہ تھی۔ انھوں نے خود ہی کہا مگر گاڑی میری تھی اتنا تو میرا دخل ہے ۔

عذرا۔ آپ کیوں چاہتے تھے پہنچانا ؟

ارشد۔ اس خیال سے کہ تھوڑی دیر اور ساتھ رہے۔ آپ تو اس دن سٹیشن کی ملاقات کے بعد سے پھر کبھی نہ ملیں مگر میرا دل بارہا چاہا کہ حاضر ہوں لیکن سکول کے خیال سے نہ جا سکا ۔

عذرا۔ واقعی آپ کو مجھے ملکر کچھ خوشی ہوتی ہے ؟

ارشد۔ یہ پوچھنے کی بات نہیں ہے۔ افسوس چار ملاقاتوں کے بعد بھی آپنے میری طبیعت کا اندازہ نہیں کیا ۔

عذرا۔ مسٹر ارشد گو میں شدید پردہ دار نہیں ہوں مگر اتنی آزاد بھی نہیں کہ غیر مردوں سے ملوں اور انکی ہر حرکت کا اندازہ لگایا کروں عام طور پر تو میں کسی سے ملتی ہی نہیں۔ آپ سے بھائی احمد نے ملاقات کرادی۔ اور بھائی صاحب سے مسٹر ولسن انسپکٹر پولیس نے ملایا تھا صرف ایک دو صاحب ہیں جن سے ملاقات ہے ورنہ میں آزادانہ نہیں ملتی پھرتی ۔

ارشد۔ توبہ توبہ میرا یہ خیال نہیں کہ عام طور پر ہر ایک سے ملتی اور غور کرتی رہتی ہیں بلکہ صرف اپنی بابت بتا رہا ہوں ملاقاتوں میں آپ کو کچھ تو معلوم ہوا ہوگا کہ میں کس طرح ملتا ہوں ؟

عذرا۔ میرے خیال میں بہت شریفانہ طریق سے ملے معمولی بات چیت ہوئی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا

ارشد۔ اچھا" کچھ نہ بچے خدا کرے کرو"

عذرا۔ لیجئے سکول پہنچ گئے اس مہربانی کا بہت شکریہ! سلام کرتی ہوئی اندر چلی گئیں اور وہ واپس ہو گئے دوسرے دن شام کی ڈاک سے ارشد صاحب کو یہ رجسٹرڈ خط ملا۔

ڈیر مسٹر ارشد

آپ کا ایک خط مؤرخہ ۱۲ مارچ اور دوسرا مسز احمد صاحبہ کے جواب کے تقاضے میں دو ہفتے پہلے مل چکا ہے۔

میں حیران ہوں کہ کیا جواب دوں ؟ ابھی نہ ہم میں نہ کافی واقفیت نہ مزاج شناسی ہوئی نہ ہم خیالی کی بابت کچھ علم کہ میرے خیالات آپ کے موافق ہونگے یا نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک ہم میں کسی قسم کی بحث نہیں ہوئی مجھکو کچھ علم نہیں کہ فی زمانہ اصلاح معاشرت۔ پردہ۔ تعلیم نسواں کے مدارج۔ حریت نسواں تعدد ازدواج۔ وغیرہ وغیرہ کی نسبت آپ کے کیا خیالات ہیں ؟ اور اسی طرح مجھے آپ نا واقف ہیں۔

مسٹر ارشد اگر ہم باہم صرف دوستی کے تعلقات قایم کرنے چاہیں تو بیشک جلدی سے دوست بن سکتے ہیں ہماری دونوں کی ظاہری تعلیم تربیت وشائستگی ایک دوسرے کے لیے خاص کشش رکھتی ہے جو ہم کو گرویدہ بنا سکتی ہے۔ مگر اس حد سے آگے بڑھنے کے خیال کی تکمیل صرف اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ اس لیے کچھ مدت درکار ہے اور یہ کام اس طرح ہو سکتا ہے کہ وقتاً فوقتاً ہم ملتے رہیں۔ چھٹی کے روز میں وہیں آجایا کرونگی آپ بھی تکلیف کیا کیجئے۔ اس قسم کی ملاقاتوں میں زندگی کے ہر پہلو پر بحثیں ہوا کرینگی۔ تب معلوم ہو سکے گا کہ ہم دوستی کے درجے سے کچھ آگے بھی بڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور کم ازکم اس کے لیے ایک ششماہی کی مدت درکار ہے۔ اُمید ہے دو زندگیوں کو خوشگوار بسر کرنے کے قابل بنانے کے واسطے آپ اس قدر زحمت گوارا کریں گے۔ والسلام

خاکسار۔ عذرا محمود (مرحوم)۔

(باقی آئندہ)

نذر سجاد حیدر

جوہرِ شرافت

قمرالحسن ایک متمول خاندان کے ممبر تھے۔ اونکی ملاقات کا دایرہ اس قدر محدود تھا کہ صرف چند اشخاص کے سوا اور کسی سے تعارف ہی نہ رکھتے تھے۔ لوگ انھیں مغرور سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت اوس کے بالکل برعکس تھی جن لوگوں سے ملاقات تھی وہ گویا اونکے گرویدہ تھے۔ قمر آرا اونکی چہیتی اکلوتی بچی تھی جو سارے گھر کو اپنی بھولی صورت اور معصوم اداؤں سے مسحور کرتی قمرالحسن کم سخن تھے مگر چار سالہ بچی سے پہروں باتیں کیا کرتے۔ وہ چاہتے تھے کم عمری ہی میں بغرض تعلیم اسکول بھیجدی جائے۔ مگر قمر بیگم نے اس کی بالکل مخالفت کی وہ تعلیم کی اہم ترین ماہیت کو اپنی بھولی معصومہ کے لیئے ضروری نہ سمجھتی تھیں۔ قمرالحسن کی والدہ بھی اس خیال کی مؤید نہ تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ ماؤں کی گود بچوں کا ابتدائی مدرسہ ہے اور دو یا تین سال تک ماں کی زیر تعلیم و تربیت رہے پھر مولانا راشد الخیری صاحب کے تربیت گاہِ بنات میں داخل کردینا۔ قمرالحسن کو کسی ایک کی بھی دلشکنی گوارہ نہ تھی۔ والدہ کی تعمیل حکم نہ کریں تو نافرمانی ہوتی ہے۔ بیوی کا کہا نہ مانیں تو اونکی ناراضگی کا باعث ہوتا تھا۔ اس کو مگوں میں بچی کی آیندہ زندگی برباد ہوتی ہے۔ غرضکہ بیچارے سمجھتے ہی سوچتے رہ گئے اور عمر کا ابتدائی حصہ گذر گیا۔ گھر ہی میں اُستانی و مغلانی کی کوشش سے اُردو میں کچھ شُدبُد ہو گئی۔ قمر آرا نے اوس حصہ عمر میں قدم رکھا جسکو شباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مگر مغلانی و مہریوں کی ہر وقت خوشامدانہ باتوں نے اوس کی بیجا توصیف نے اوسکو نیم حکیم خطرہ جاں و نیم ملا خطرۂ ایمان کا مصداق بنا دیا۔ جب قمر آرا چودہ سال کی ہوئی بہت سے خطوط اوس کی خواستگاری کے آئے۔ بہت چھان بین کے بعد میر قمرالحسن نے اپنی لایق فایق بہن شمشاد جہان کی صلاح سے ڈپٹی علیم حسن کی درخواست کو دیگر درخواستوں پر ترجیح دی۔ اکثر عزیز نواب فہیما جیسے دولتمند شخص کے پیغام رد کرنے پر برگشتہ خاطر ہو گئے۔ مگر میر صاحب نے یہی کہا کر دولت و ظاہری نام و نمود پر میں اپنی بچی کو قربان کرنے سے رہا۔ میں قمر کی زندگی ایسے شخص کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتا ہوں جس کے ساتھ اوسے حقیقی مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ علیم حسن ایک لایق تربیت یافتہ

خوش اخلاق نوجوان تھے۔ تمام عزیز و رشتہ دار طاعون کے نظر ہو چکے تھے۔ والدین بھی حیات نہ تھے۔ صرف بڑے بھائی مرحوم دو بچے چھوڑ گئے تھے۔ لڑکی ۵ سال کی تھی اور چھوٹا نصیر ابھی صرف دو ہی سال کا تھا۔ حلیم حسن ان بچوں کو چاہتے تھے۔ غرضکہ تاریخ شادی مقرر ہو گئی۔ اور تاریخ سعید دیکھکر دونوں کو ایک دوسرے کا رفیق حیات بنا دیا گیا۔ دولہا بیحد افسردہ تھا۔ مرحوم بھائی اور والدین کی یاد میں فرط اندوہ سے بیقرار تھا۔ سہرے کے اندر آنسوؤں کی لگاتار بارش ہو رہی تھی جسکو اپنے رومال سے بار بار خشک کرتا تھا۔

قمر آرا روتی غش کھاتی سسرال پہنچی۔ دولہا کے دوستوں کی بیویاں وہیں آئی ہوئی تھیں انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھول دلہن پر سے نچھاور کیے گئے۔ مبارکباد کے ترانے گانے لگے۔ دوسرے روز حلیم حسن نے دونوں بچوں سے بلوایا اور کہا "بیگم یہ مرحوم بھائی کے دونوں بچے ہیں۔ اور مجھے بیحد عزیز ہیں۔ امید ہے ان معصوموں پر آپ کی نظر عنایت رہے گی۔" پھر بچی کی طرف مخاطب ہوئے "دیکھو ریحانہ تم کہتی تھیں کہ اب ہم عمی کسے کہیں گے یہ تمہاری عمی ہیں ان کو عمی کہنا سمجھیں" ریحانہ چچا کا ہاتھ چھوڑ قمرا کی گلے سے لپٹ گئی اور کہنے لگی "عمی میری عمی! اب ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں گی پھر ہم رونے لگیں گی میری عمی! اچھی عمی!" اور زور سے چمٹ گئی۔ قمرا نے بچی کو گود میں بٹھا لیا۔ حلیم جیسے رقیق القلب انسان سے ایسا پُر درد نظارہ نہ دیکھا گیا۔ پیارے بھائی و بھاوج کی موت کا خیال۔ بچی کی باتیں! انکی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

قمر آرا نئی دلہن تھی شرمائی دبی سکڑی رہتی مگر حلیم کے اصرار نے اسے بہت جلد انتظام خانہ داری میں مصروف کر دیا۔ شروع ہی سے دونوں بچے کانٹوں کی طرح کھٹکنے لگے۔ اس پر انا کا اشتعال "بیوی کیا معلوم سرکار نے یہاں شادی میں کونسی مصلحت دیکھی۔ منحوس ہر وقت آپ کے گلے کا ہار رہتی ہے۔ اتنی سی عمر میں میری بچی کو کیسے جھنجٹ پڑ گئے۔ بی بی جیٹھ کے بچے بھی ہیں اپنے ہوتے؟" قمر آرا ہلکی سی آہ سرد بھرتی اور کہتی "آہ بی جو تقدیر کا لکھا ہے وہی سامنے آتا ہے۔ مجھے ایروں غیروں سے کیا واسطہ"

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کئی سال گزر گئے۔ ریحانہ آٹھویں سال اسکول میں داخل کر دی گئی۔ گو قمر آرا نے مخالفت کی مگر شنوائی نہ ہوئی حلیم نے کہدیا کہ "یہ میرا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

بھائی مرحوم کی وصیت ہی یہی تھی۔ اس لیے میں آپ کی رائے نہ ماننے پر مجبور ہوں بشیر ریحانہ کا زیادہ وقت اسکول میں صرف ہوتا۔ شام کو آئی چائے بنائی چچا چچی نے بلوایا خود بھی شریک ہی چھوٹے بھائی کی خبر گیری کی۔ غروب آفتاب کے بعد دو سپے اور کتابیں۔ اتوار کے دن بھی کچھ ایسے ہی مشغلہ میں گزر جاتے۔ علیم گھر ہوتے دونوں کو اپنے پاس رکھتے۔ کہانی کہکر خود ہنستے اور ہنساتے۔ اور قمر آرا بیگم کو کہتے کہ ان بچوں کے ساتھ جو آپ کو محبت ہے اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ قمر آرا بھی مسکرا دیتی ✦

ایک دن کا واقعہ ہے کہ علیم کسی تقریب میں شاہ جہاں پور گئے ہوئے تھے۔ شام کے وقت پائیں باغ میں قمر آرا موسم کی دلفریبی اور غروب آفتاب کے نظارے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ریحانہ ایک اسٹول پر بیٹھی لیس سی رہی تھی۔ چھوٹا نصیر جو کہ اب ۵ سال کا تھا پھولوں سے کھیل رہا تھا۔ آج ریحانہ نے نماز گلاب کے روش پر پڑھی۔ پھر قمر کے پاس آکر کہنے لگی۔ چچی اب تو رات ہوا چاہتی ہے۔ سردی بھی زیادہ ہے۔ اندر نہ چلیں گی ؟ قمر کے پیشانی پر بل پڑ گئے اس نے کسی قدر غصہ سے کہا۔ تم جاؤ میں ابھی نہ جاؤنگی اتنی نازک تو نہیں ہوں کہ سردی سے مر جاؤنگی ریحانہ مغموم ہو گئی اور واپس آکر اسٹول پر بیٹھ گئی ✦

آسمان پر مغرب سے نمودار ہونے والے مہتاب نے اپنا روشن چہرا سیاہ ابر کی نقاب میں چھپا لیا۔ چھوٹے چھوٹے منور ستارے جو چاندکی سفید و شفاف روشنی میں معلوم ہوتے تھے چمکنے لگے ہوا بھی زور سے چلنے لگی۔ پاس ہی درخت پر بڑے زور سے دھماکا ہوا۔ چھوٹا نصیر سہم کر قمر آرا کو لپٹ گیا۔ اتفاقاً نصیر کا سر قمر آرا کے دانتوں میں لگا۔ خون جاری ہو گیا۔ قمر نے ایک چیخ ماری۔ ماما ئیں دوڑیں۔ سب گھر میں آئے۔ ریحانہ دوڑ کر پانی لائی۔ قمر آرا کی تیوری پر بل تھا غصہ کی نگاہوں سے اس نے نصیر کو دیکھا اور ریحانہ سے گلاس لیکر فرش پر پٹخ دیا۔ گلاس چور چور ہو گیا۔ ریحانہ خوف سے کانپنے لگی کہ دیکھئے کیا غضب ٹوٹنے والا ہے۔ جب خون بند ہو گیا۔ قمر آرا کھڑی ہو گئی۔ اور بچے کو دو طمانچے ایسے زور سے رسید کیے کہ منہ ہی تو پھر گیا۔ بچہ بلبلا اٹھا۔ ریحانہ کے رخسار پر آنسو بہنے لگے۔ اس نے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کمرہ میں چلی آئی۔ اسے تسلی دیپیار کر کے سلا دیا اور خود ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ آہ غریب معصوم

لڑکی کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے بلکہ اوسکا خون بھر کر بہ رہا تھا۔ ودرو دیوار سے حسرت ٹپکتی تھی۔ میز پر شمع کی روشنی بھی بالکل دھیمی ہوگئی تھی۔ اور وہ بھی لڑکی کے رونے پر رو رہی تھی والدین کی روحیں بھی جنت الفردوس میں اپنے پیارے بچوں کے تشدد پر بیقرار تھیں۔ یہ وہی یتیم ہیں جن کے ساتھ خداوند کریم نیکی کرنے اور رحم کھانے غلطیوں سے درگذر کرنے کا ارشاد کرتا ہے۔

شب کے ۱۲ بجے جب علیم واپس آئے۔ بھتیجی کے کمرہ میں گئے۔ دیکھا خلاف معمول میز پر سر رکھے سو رہی ہے۔ انھیں معلوم ہوگیا کہ ضرور آج کوئی بات ہوئی ہے۔ جب اپنے کمرہ میں آئے انھیں محسوس ہوا آج قمرا کی باتیں کسی قدر درد میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ دریافت سبب کرنے لگے۔ قمر آرا کو گو اچھی تعلیم و تربیت نہ ملی تھی۔ مگر وہ ایک شریف نیک دل اور غیور ماں کی بیٹی تھی۔ اوس کے پہلو میں بھی ایک شریف دل تھا۔ جب سے اوس نے ظلم کیا تھا خود اوسکا ضمیر اوسکو ملامت کرتا تھا قمر آرا کو پہلی بار اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پشیمان تھی۔ کہ کیوں اوس نے ایسی حرکت کی اور چند کم درجہ عورتوں کی افترا پردازی سے پیارے یتیموں کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہوئی ہے اس کی تلافی اوس کو جلدی کرنی چاہئے۔ قمر آرا کھڑی ہوگئی۔ چند منٹ سوچتی رہی۔ ریحانہ کے کمرہ میں آئی۔ پھر اوس نے نصیر کو آہستہ سے گود میں اٹھا لیا۔ اور سوتی ہوئی ریحانہ پر جھکی۔ "ریحانہ پیاری! میں نے کس قدر ظلم کیا" اور محبت سے اوس کے اُلجھے ہوئے بال درست کرنے لگی۔ ریحانہ کھڑی ہوگئی۔ اور اوس کی طرف پر خوف نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ پھر اوس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا۔ قمر آرا نے آگے بڑھکر اپنے محبت کے بازو اوس کے گردن میں ڈال دیئے اور اوس کی پیشانی چوم لی۔ علیم بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اونکی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری تھے۔ قمر آرا جب بچوں کو سُلا کر اپنے خواب گاہ میں آئی۔ علیم اوس کی شرافت و نیک دلی پر آفریں کہہ رہے تھے۔ اور اوس کا دل حقیقی مسرت سے لبریز تھا۔

اُم الحلیمہ مریم (کلکتہ)

پرچہ اپنی سہیلیوں اور ملنے جلنے والی بیبیوں کو دکھا کر اپنے پرچہ کا انھیں بھی خریدار بنائیے

امیر کی امریاں

(مضمون حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ)

اقلیم سخن کے وہ بےمثل تاجدار جن کے تخیل نے خاموشی کے ساتھ ایک عالم کو مسخر کیا نہ معلوم کس سبھ گھڑی کی پیدائش تھے کہ زندہ رہے تو دنیا انکے کمال کا کلمہ پڑھتی رہی اور مر گئے تو انکے نام شہرت دوام کے پھول سے معطر ہیں، سرزمین ہند کا یہ امیر جو آسمانِ ادب پر خسرو کے نام سے نمودار ہوا بساطِ سخن پر قمر چہار دہم کی طرح ایسا چمکا کہ فن کے در و دیوار تک جگمگا دیے۔ بلاغت نے اسکا منہ چوما، فصاحت اس کے قدموں میں لوٹی، اور زبان نے پھول برسائے۔ حیرت یہ ہے کہ جن کی بلند پروازی عرشِ معلیٰ کے تارے توڑ لاتی تھی، انکی زمین دوز نگاہیں بحرِ بے پایاں کے غوطوں میں ایسے دُرِ شہوار ڈھونڈھ لاتی تھیں کہ کائنات کی آب و تاب پانی بھرے جس کے فارسی کلام نے ایران کو سرنگوں کیا، شاعری نے جس کے سامنے گردن جھکا دی تصوف اور الہیات کی صورتوں کو جس نے چار چاند لگا دیے جس کی سُریلی صداؤں نے آسمانی حدوں میں وجدانی کیفیت پیدا کر دی ذرا اسکا غلغلۂ ارضی ملاحظہ فرمایئے۔

"جھلوا جھلاتے ناگن ڈس گئی"

پہلے اس دور کی معاشرت سامنے رکھ لیجیے۔ یہ وہ پھول ہیں جو مرجھا کر بھی دماغوں کو مہکا رہے ہیں۔ ہندوستان آج اپنے جوہر گنوا چکا مگر جو وقت گذر گیا اسکی جھلک اب بھی موجود ہے محبت اس دور کے کارناموں پر سر دھنے گی اور خلوص اس معاشرت پر قربان ہوگا۔

جھلوا جھلاتے ناگن ڈس گئی

بیاہی ہوئی لڑکیاں ساون میں جھولا جھولنے میکے آتی تھیں اور بیٹی کے آنے پر ماں باپ اس کی تمام سہیلیوں جھولیوں کو جھولے پر جمع کرتے تھے اور اس طرح خاصی ایک چھوٹی سی شادی رچ جاتی تھی حضرت امیر نے ایک دوسرے ملہار میں اس رسم کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

"گڑاری ہنڈولا میرے بابل گھر"

ابھی بیاہی ہوئی لڑکی کے جذبات جو بیچکے جھولا جھولتے ہوئے اس نے تعبیر ہوئے ہیں خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ جہاں اللہ قربان جائیے ان آنکھوں کے جنھوں نے فطرت انسانی کا مطالعہ اس غور سے کیا کہ حقیقت کی مجسم دیوی بنکے آ گئی۔

"جھلوا جھلاتے ناگن ڈس گئی ڈس گئی انگلی کی پور"

ملتی میں پہلا ابتو بہت کم مگر پہلے عام طور پر عورتیں سانپ کو رسی کہتی تھیں، یہ بیاہی لڑکی جھولا جھولنے بیٹھے آئی مگر شوہر کے پاس نہ ہونے سے یہ مسرت مکمل نہیں ہے خود جھولا نہیں جھولی مگر اسواسطے کہ ماں باپ ناخوش ہوں یا ان پر اس افسردگی کا اظہار نہ ہو جائے سہیلیوں کو جھولا جھلا رہی ہے مگر رسی کا ہاتھ لگاتے ہی خیال دوسری طرف پہنچ گیا جھولے کا حصہ بکنائی سسرال جا رہا ہے۔ اور اس نائی کے ہاتھ لڑکی یہ سندیس یعنی پیام بھیج رہی ہے۔

"جھلوا جھلاتے ناگن ڈس گئی"

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اسوقت آجکل کی افراتفری نہ تھی ساس نندیں بہو کو ہزار برس کی نیو کہتی تھیں کیونکہ خاندانی عمارت کی بنیاد کا انحصار اسی پر ہوتا تھا، شوہر کا پیام پورا نہ ہوا تھا کہ ساس نندوں کی تصویر سامنے آگئی اور پیام اس طرح شروع ہوا۔

" ساس جی سے کہیو تہارے پیاں لاگوں"

ساس کا احترام کس قدر ملحوظ ہے ساس کے بعد نند ہے تو یہ کہتی ہے:۔

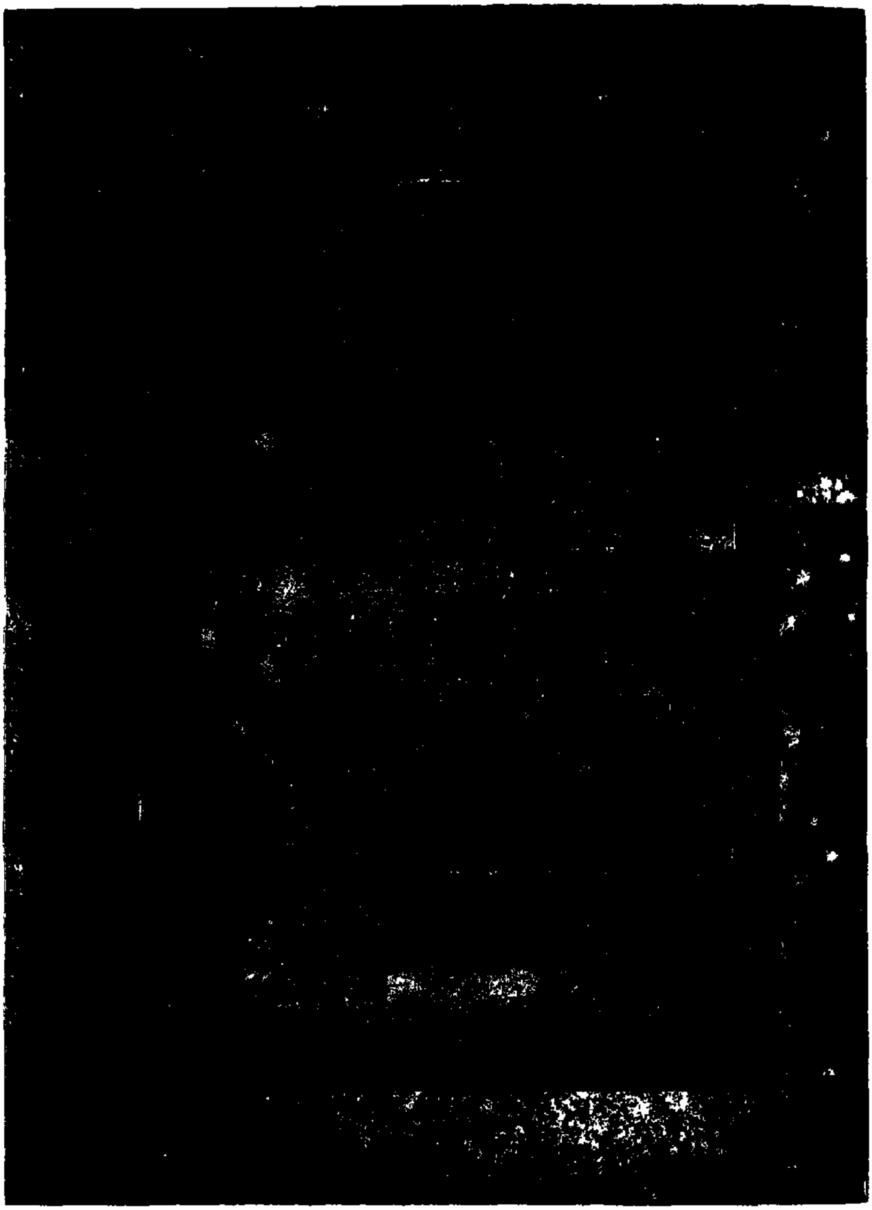
ساس جی سے کہیو تہارے پیاں لاگوں نندی سے کہیو سلام
سیاں سے یوں کہیو ناگن ڈس گئی

"جھلوا جھلاتے ناگن ڈس گئی"

نثار ہو جائیے قدرت کے ان مبارک ہاتھوں کے جنھوں نے ان آنکھوں کو وسعت کے ایسے کاجل سے مزین کیا کہ ہوا میں فنا ہو جانیوالے مسرت آمیز قہقہے انسے اوجھل ہو سکتے تھے نہ میلے کچیلے دوپٹہ پر گر کر ختم ہو جانیوالے آنسو یہ مبارک سینے ایسی دولت کے گنجینے اور ان خزائن کے دفینے تھے جنکا سکہ مدۃ العمر مملکت ادب میں چلیگا۔ اور جنکا جواب آپ اللہ کا نام ہے۔

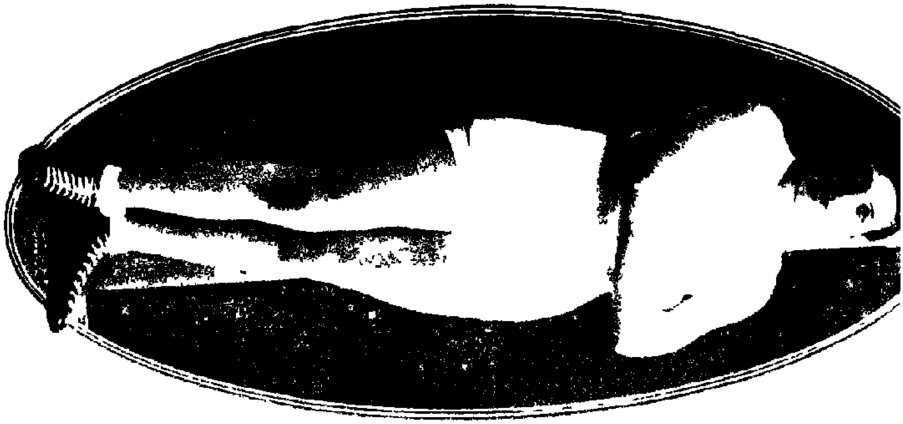
کائنات کا ہر ذرہ ان آنکھوں کے سامنے تھا بیاہی ہوئی لڑکیوں کے ساتھ کنواری بچیاں بھی اسیر کے دماغ سے مالامال ہونے کا حق رکھتی تھیں۔ ان کا اظہار اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"جھولا کن نے ڈالو رے امریاں"



بلاک جرمنی میں بنایا گیا

Murari Art Press Delhi



مشہور شلدو گھوڑا سوار لڑکی

مخلد سے شمس شوق





مس فلس نہ ورس کا نرالا شوق اس نے ایک شیر پال رکھا ہے۔

سن ی عمر ۱۸ سال) مس نے بدمس
دومس تک ۷۰۰ میل کا فاصلہ
۱۳ رو میں طے کیا۔

مہرولی میں حضرت قطب صاحب کا مزار ہے اس وقت خواجہ صاحب اور قطب صاحب کے نام سے
تاجداران مغلیہ برسات منایا کرتے تھے، اندھیری باغ، بادشاہ پسند کنواں، امریاں وہاں کے مشہور مقام
ہیں، باغ میں آموں کے گنجان درخت حسینانِ چمن کی طرح جامنوں کے ہاتھ میں ہاتھ دئیے ہوا کی گود میں
جھولتے تھے۔ ان امریوں میں شاہی جھولے ڈالے جاتے تھے اور ساون منتے تھے۔ کراری بچیوں کا ایک جھولا
ڈالدیا جاتا تھا اور وہ کسی شخص کی ملکیت نہ ہوتا تھا اس لیے کہ یہ بچیاں بیاہی لڑکیوں کے جھولے میں خلل نہ
ڈالیں انکے خیالات اور جذبات سے آشنا نہ ہوں علیحدہ رکھی جاتی تھیں۔ یہ کراری بچی کس مزے سے
کہہ رہی ہے:۔

"جھولا کن نے ڈالو رے امریاں"

اسکو معلوم نہیں کہ جھولا کس نے ڈالا ہے مگر سب سے پہلے اس کے احسان کا اعتراف کر رہی ہے اسکے بعد کہتی ہے

"دو سکھی جھولیں دو ہی جھلا دیں
چاروں مل گیاں
رے امریاں
جھولا کن نے ڈالو رے امریاں"

کس قدر پیاری زبان، کیسے صاف ستھرے الفاظ، اور کتنی نکھری ہوئی باتیں ہیں! واہ واہ!!
زندگی کے نشیب و فراز دنیا کے مراحل اس کراری بچی کے بھی سامنے ہیں مگر جذبات کو پاک و صاف
رکھنے کی بھی ضرورت ہے فرماتے ہیں:۔

رات اندھیری تال کنارے مرا جھنگارے بھول بھلیاں
"جھولا کن نے ڈالو رے امریاں"

ہوا مخالف و شب تار بحر طوفان خیز گستہ لنگر کشتی و نا خدا خفتست

برسات کی اندھیری رات، دریا کا کنارہ، آدمی نہ آدم زاد، جھینگر چیخ رہا ہے رستے کا پتہ نہیں۔
"بھول بھلیاں"
کٹھن منزل کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر رستے کو پیچیدہ بنا دیا اور کس خوبصورتی سے بھول بھلیاں
پہ ختم کر دیا یہ بھی ملحوظ رہے کہ "بھول بھلیاں" ایک عمارت ہے جہاں چھوٹی لڑکیاں برسات میں

ضرور اچھلتی کودتی اور رستہ بھولتی اور ڈھونڈتی ہیں"

قصر ادب کی پرسنگین عمارت جس کے کنگروں پر مشرقی قمقمے جگمگا رہے ہیں اس گلکاری پر ہمیشہ ناز کرے گی جو امیر خسرو کے مبارک ہاتھوں نے کی۔ حیات ابدی ان پھولوں کو سجدہ کر رہی ہے اور قدردانی کی حسین ملکہ حسنِ عقیدت کی نذریں چڑھا رہی ہے۔

شہزادی روشن آرا بیگم کے جھومر کی تصویر جو عصمت کے جوبلی نمبر کو مزین کر رہی ہے جہاں اپنے اس عنوان کے لحاظ سے "جھولا کن نے ڈالا ہے رے امریاں" قابل داد ہے وہاں دورِ اسلامی کے آرٹ کا بھی پتہ دے رہی ہے۔ یہ تصویر رزاق میاں نے اپنے عم مکرم پروفیسر ستار خیری کی وساطت سے جو برلن میں مقیم ہیں حاصل کی ہے اور میں اپنے بھائی اور بھاوج بیگم ستار خیری کی اس محنت و جانفشانی کا شکرگزار ہوں جو انہوں نے اس تصویر کے فراہم کرنے میں گوارا کی۔"

وداع ظفر کا ایک ورق

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی یہ تازہ تصنیف نوبت پنج روزہ الملقب بہ "وداع ظفر" چمنستانِ ادب کے وہ تازہ پھول ہیں جو اپنی نکہت سے ملک و قوم کے دماغ معطر کر دینگے۔ جسقدر محنت علامہ محترم نے اس بیمثل کتاب کی تکمیل میں کی ہے اسکا اندازہ مطالعہ کتاب سے ہو سکتا ہے۔ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ کی یہ پانچ نوبتیں یعنی پانچ جشن ہیں اور آخری منظر یعنی بادشاہ کا دہلی سے جلاوطن ہونا پانچواں جشن ہے مصیبت۔ جہاں آباد کی اس آخری شمع کا دردناک مرثیہ اسقدر قیامت خیز ہے کہ ایک نشست میں ختم نہیں ہو سکتا، قلعہ معلی کی بہاریں، جہاں آباد کی چہل پہل، دلی والوں کی بیگمیاں، اور وضعداریاں سودے والوں کی آوازیں، شہر آباد کی یعنی غدر سے پہلے کے مسلمانوں کی معاشرت، اسوقت کے میلے ٹھیلے، غدر کی مصیبت بادشاہ کے جگرخراش صدمات اس خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں کہ بیساختہ داد دینی پڑتی ہے۔ نوبت پنجروزہ وہ کتاب ہے جسکا اشتیاق پانچ سال سے مسلمانوں کو تھا اور جو حقیقتاً اس قابل ہے کہ اسکا ہر لفظ سونے میں تولا جائے۔ چونکہ کتاب پریس میں ہے اور ابھی شائع نہیں ہوئی اسلئے میں چاہتا ہوں کہ عصمت کا جوبلی نمبر ان جواہرات کی آب و تاب سے محروم نہ رہے اسلئے میں تبرکاً و تیمناً علامہ محترم کے چند موتی کاغذی صفحات پر بکھیرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ معبودِ حقیقی مصنف کی عمر میں برکت دے اور ایسے بیمثل کا سایہ مدتوں ادبِ اردو کے سر پر قائم رکھے۔ آمین الٰہی یارب

یوں تو ساون بھر ہی قلعہ معلی اور شہر بھر میں رنگ رلیاں منائی جاتی تھیں مگر سلونوں کا انتظام واہتمام قلعہ میں آٹھ آٹھ دس دس روز پہلے سے ہوتا تھا۔ جھولے پڑتے تھے اور کس تکلف سے کہ کھمبوں پر سنہری روپہلی پٹیاں جمی ہوئی، ریشمی رسیاں ڈلی ہوئی، گنگا جمنی پٹڑیاں پڑی ہوئی، ایک طرف چولہے ایک طرف چوکے، کڑھائیاں چڑھی ہوئی، سامان بھرے ہوئے، ہندوؤں کا انتظام الگ، مسلمانوں کا الگ، اِدھر بادشاہ نماز سے فارغ ہو باہر آکر بیٹھے اُدھر برہمنی نے راکھی باندھی۔ برہمنوں نے سبس وی دربار نے دعاؤں کے نعرے بلند کیے اور قلعہ اِس صدا سے گونج اُٹھا۔

"مہابلی بادشاہ سلامت"

آسمان پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے، ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے، لکھی باغ میں جہاں آج فٹ بال کے ساتھ خاک اُڑتی پھرتی ہے آموں کے جھنڈ چھائے ہوئے ہیں، جامنوں کے گچھے ہوا میں جھول رہے ہیں۔ زمین پر لکر دندوں کی بہار، آسمان پر بگلوں کی قطار، دل کے پار ہوتی ہے پپیہا الاپ رہا ہے۔ کوئل کوک رہی ہے، نقارے پر چوٹ پڑی، کڑھائیوں میں بڑے پڑے۔ نفیری بجی اور جھولے والیاں جھولے میں گئیں، پینگیں بڑھ رہی ہیں جھونٹے مل رہے ہیں، دوپہر تک جھولے اور پکوان ہوتے رہے، کھانا کھایا اور بادشاہ سلامت نے اپنے ہاتھ سے زمردیں چوڑیاں، ایک ہاتھ میں پانچ ایک ہاتھ میں تین اپنی ہندو بہن کے باندھیں اور ساتھ والیوں کو جوڑے عطا ہوئے، نقد روپیہ دیے گئے، مٹھائیوں، کچوری پوریوں کے تھال ساتھ ہوئے اور اِس طرح یہ بہن بھائی کے انعام واکرام سے مالامال شاہی جوڑا پہن کر سسرال رخصت ہوئی۔

(تیسری نوبت)

سالگرہ کی تیاریاں نو دنوں پہلے سے ہو رہی تھیں جب وہ رات آئی جس کی صبح کو جشن ہے تو شام ہی سے رنگ رلیاں شروع ہو گئیں۔ قلعہ کی دیواروں پر چراغاں ہوا، درختوں میں قندیلیں اور قمقمے روشن ہوئے، مٹی کے چراغ ڈال ڈال اور پات پات نمودار ہوئے۔ قلعہ کی زمین دِلّی کا آسمان بنی ہوئی تھی اُدھر ستاروں کی افشاں تھی اِدھر چراغوں کی، جدھر نظر ڈالو روشنی ہی روشنی تھی۔ کہیں ابرک کے چوکے ڈٹے تھے کسی جگہ سبز سرخ کا فذوں کے قمقمے۔ موتی مسجد میں جھاڑ فانوس، دیوار خاص میں ہنڈیاں، دیواروں پر قندیلیں

منڈیروں پر دیوے، لگنیوں پر موم بتیاں، دیواروں پر کنول، صحن اور میدان، محل اور ایوان ہر چیز بقعۂ نور بنی۔ روشنی موتیا کی گود میں، لالہ کے گھونگھٹ میں، چنبیلی کے دامن پر، گلاب کے رخساروں پر غرض چمن روشنی کی آگ سے دہک جاتا تھا، جھروکے جنہوں نے شاہانہ مغلیہ کے منہ چوے خاص انداز سے روشن ہوتے تھے پہلی قطار جھاڑوں کی، اس کے بعد ہنڈیاں طرح طرح کی، اور رنگ برنگ کی، اس کے آگے کنول، اس کے بعد پنج رنگی قلمیں، چھتوں پر ننھے سے چراغ، چھجوں پر پنچیاں غرض چپہ چپہ اور کونہ کونہ روشن ہوتا تھا۔

(چوتھی نوبت)

سالگرہ کے اس آخری جشن میں جس کے بعد بادشاہ کو سالگرہ منانی نصیب نہ ہوئی فروری کا مہینہ تھا، گلابی جاڑے تھے، اور بسنت کی رُت، موسم گرما تو نہ ہوا تھا لیکن خنکی کم ہو گئی تھی اور بسنتوں کے پہلے زور شور سے من رہے تھے بھولو شاہ کی بسنت دو دن پہلے ہو چکی تھی دلی والے میلوں کے رسیا سالگرہ کا ڈھنڈورا سنتے ہی اوچھل پڑے، جمعرات کا دن تھا اور جمعرات تھی تو چندی۔ خلقت ایسی آمڈی کہ قلعہ کے میدان میں اور دریا کے کنارے پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، شاہ برجے سے لیکر راج گھاٹ تک آدمی ہی آدمی تھا۔ دوکانوں کے پردے، عورتوں کے چادرے، مردوں کے صافے، بچوں کے کپڑے سب بسنتی تھے، حد یہ ہے کہ قلعہ کے نیچے کھائی میں جو قندیلوں کی قطار تھی وہ بھی بسنتی تھی، غرض کونہ کونہ اور چپہ چپہ پر بسنت پھول رہی تھی شہزادوں نے قلعہ میں دوکانداروں نے میدان میں، تیراکوں نے راج گھاٹ پر قوالوں نے شاہ برجے پر ڈیرے ڈال رکھے تھے اندر اور باہر، دریا پر اور خشکی پر رات بھر ناچ گانا ہوتا رہا۔ ستار سارنگی۔ طبلہ، مجیرے، نفیری۔ نرئی بین، جلترنگ غرض راگ راگنی کی مجسم تصویریں ہر جگہ جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پچھلے پہر غبارہ بازوں کی سیر تھی، بسنتی کاغذوں کے سینکڑوں قد آدم غبارے روشن ہوکے اور ہوا میں چھوڑے گئے، چار بجے تک تو سارا آسمان بسنتی تھا، اور معلوم ہوتا تھا آسمان کی آنکھوں میں سرسوں پھول رہی ہے اب ایک دوسرا سماں تھا، سینکڑوں ہزاروں آگن، کیسے کیسے خوش الحان جن کی آوازیں کلیجہ کے پار ہوں، پنجروں میں بند بسنتیاں چڑھی ہوئی، وداع شب کا پیام دینے بیدار ہوئے، کس کو خبر تھی کہ یہ آخری جشن ہے اور اس کے ساتھ شہر کی بہار ختم ہو گئی، یہ پرندے رات کا نہیں، بہار شاہجہاں آباد کا مرثیہ پڑھ رہے تھے تین گھنٹہ تک ایسا سناٹا چھایا کہ جہاں کان پڑی آواز نہ سنائی دے رہی تھی وہاں سانس کا بھی پتہ نہ تھا، جامع مسجد سے مؤذن کی آواز بلند ہوئی اور نمازی ادھر ٹوٹ پڑے۔

درسِ امید

(از ہر ہائینس نواب فاطمہ صدیقہ بیگم صاحبہ والیہ ریاست ماناودر)

خورشید خاور، حکیم مطلق کے مقدر کردہ منازل طے کرکے گوشۂ مغرب میں پہنچ چکا تھا اور زمین کے رہنے والوں کو، اپنے خالقِ لایزال سے غافل اور تاریکیوں میں مبتلا پاکر تمتماتے ہوئے چہرے سے دیکھ رہا تھا مگر زیادہ دیر تاب نہ لاکر ان پر ظلمت کی چادر ڈالکر روپوش ہوگیا۔ عین اسوقت، ایک بلند پہاڑی چوٹی پر، ایک نحیف و زار انسان، شام کے دھندلکے میں نظر آرہا ہے، وہ جو پردۂ ہستی کی ایک متحرک تصویر ہے، مگر دھندلی، وہ جو چمنستانِ عالم کا ایک بہترین پھول ہے، مگر پژمردہ۔ وہ چاہتا ہے کہ اس عشرتکدۂ دُنیا سے ہمیشہ کے لیئے کنارہ کش ہوکر دائمی راحت کی آغوش میں پناہ گزین ہوجائے۔

اس نے آبادی کی طرف ایک آخری اور مایوسانہ نگاہ ڈالی۔ زندگی کا ہر لمحہ جو قدرت کا عطیۂ بے بہا اور نعمت غیر مترقبہ ہے اسکو شاق گذر رہا تھا۔ شام کی ٹھنڈی ہوا کے روح پرور جھونکے اسکے لیے بادِ سموم کا حکم رکھتے تھے۔ حافظ شیراز کی شراب ارغوانی کا کیف زا اور روح پرور نشہ اسکو امریکہ کی نو ایجاد زہری گیس سے زیادہ مہلک معلوم ہوتا تھا۔ کسی پیکرِ حسن کی جنبشِ لب اس کے لیے برقِ جانسوز سے کم نہ تھی۔ چنگ و رباب کی ترنم خیز اور فرحت انگیز نغمہ سنجیاں، جو ایک زاہدِ شب زندہ دار کی روحانی کیفیات بڑھانے کا باعث ہوسکتی ہیں، اس کے کانوں کے لیے انکرالاصوات ثابت ہورہی تھیں۔ صنف نازک کا ہر فرد، خواہ وہ پری تمثال دوشیزہ ہو یا اپنے زاہد فریب حسن کی مالک مگر اسکی ناز آفرینیاں اور جانستاں کرشمہ سازیاں اس پر کچھ اثر نہ کرسکتی تھیں اسکا دل مرچکا تھا اس لیے۔ وہ اپنے ارادوں میں ہمیشہ ناکام رہا اور اب اس کی ناکامیابیاں انتہا درجہ تک پہنچ گئی تھیں۔

غرض وہ اپنے زخمی دل کے اندمال کے لیے موت ہی کو مرہم سمجھتا تھا۔ لہٰذا وہ اس کام کے لیئے آمادہ ہوگیا۔

جو ہمت اور جوانمردی کے منافی اور بزدلی کا مترادف ہے یعنے خودکشی، آخر اس حزن و ملال کے مجسمہ نے اس عمیق غار کی طرف ایک حسرت خیز نظر ڈالی اور چاہتا تھا کہ "کہف یاس" کی گہرائیوں میں حیات پریشاں کے اجزا کو ہمیشہ کے لیئے گم کردے۔ یکایک کسی نامعلوم گرفت نے اسکو اپنے ارادہ سے باز رکھا۔ اور ایک صدائے کامراں اور صوت بخش سنائی دی۔ معاً اس کی حالت میں ایک نمایاں فوری تغیر رونما ہوگیا۔ یا تو اسکا چہرہ حسرتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا یا ایک شگفتہ پھول کی طرح متبسم نظر آرہا ہے۔ کیا عجیب انقلاب! اس کی حالت جو ابتک حزن و ملال کا پہلو لیے ہوئے تھی، مبدل بہ راحت ہوگئی۔ اس کے بشرہ سے طمانیت اور سکون کے آثار ہویدا ہوگئے۔

وہ کونسی صوتِ بے صدا تھی جس نے اسکو موت کے پنجے سے چھڑا لیا ؟

وہ کونسا درس تھا جس کی تلقین نے اس کے جسم بیجاں میں جان ڈال دی ؟

وہ مژدہ ربانی تھا

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

فاطمہ صدیقہ بیگم (قیصر ہند)

ماں اور بچہ

ماں نے کہا: "ننھے بچے تو میری مسرتوں کا خزانہ ہے۔ تو میرے ارمانوں کا گنجینہ ہے۔"

بچہ ہنسنے لگا۔ اس طرح جیسے گلستان کی کلیاں ایک ساتھ چٹک گئی ہوں۔

"ہاں ماں! پھر کہہ۔ میں کیا ہوں۔"

"خوبصورت پھول! تو میری روحانی مسرتوں کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ تو قدرت کی بے نظیر دستکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے"

بچہ مسکرایا۔ ایسی مسکراہٹ، جیسے یاقوت کی، موتیوں سے لبریز، ڈبیا کھل گئی۔

"ماں پھر کہہ میں کیا ہوں۔"

"تو میری دنیاوی محبت کا ثمر ہے۔ خدا کا بیش بہا عطیہ ہے۔" بچہ خفا ہو گیا "میں نہیں جانتا! کہہ"

"آہ۔ تو معصوم ہے۔ گل شگفتہ ہے۔ میرے لیے دنیا میں جنت کا نمونہ ہے۔ میری خوشیاں تجھ سے وابستہ ہیں۔ تو میری راحت اور سکون کا سامان ہے۔"

بچہ رونے لگا۔ اس کے پھول جیسے رخساروں پر گوہر اشک ڈھلکنے لگا۔ "میں نہ سنوں گا۔ مجھے نہیں معلوم"

"میرے لال۔ تو میرا بچہ ہے۔ اللہ نے تیری معصوم صورت میری تسکین کے لیے بنائی ہے۔ تُو نے کھیلنے کو ایک چلتا پھرتا اور بولتا ہوا کھلونا دیا ہے۔"

بچہ زور سے ہنس پڑا "ہاں ماں میں بھی ایسا ہی کھلونا لوں گا"!

"بیشک! اے معصومیت و نیکی کی تصویر!! چند روز بعد تو بھی بہت سے کھلونوں کا مالک ہو گا۔ لیکن میرے ننھے میں اس وقت کیا ہوں گی؟ ایک کمر خمیدہ بڑھیا۔ دھوپ جیسے سپید بالوں والی، مجھے بیمار رخصت ہوں۔ اور تو ابھی پودا ہے۔ چند روز بعد تو ثمر دار شجر ہو گا۔ اور موت میری جڑ اکھاڑ دے گی۔"

بچہ زور سے اچھل پڑا "ماں موت کیا ہے؟ میں اسے نہ آنے دوں گا!"

"میرے ننھے سیدھے راستہ پر چل۔ خوش رہ۔ نیکی کر۔ لطف و محبت سے ہر انسان کے ساتھ پیش آ۔ میں پھر نہ مروں گی۔"

انیس فاطمہ بنت بھورے مرحوم

کوہساروں کی شام

آہ! کوہساروں کی شام بھی کس قدر دلاویز ہوتی ہے! جب طوفان زدہ آسمان، جس پر دن بھر بادلوں کا سمندر موجزن رہا ہو، خاموش نظر آتا ہے اور نیلے پہاڑوں کے سلسلے دُور تک پھیلے ہوئے سکون و اطمینان کا پیام دیتے ہیں اور ان کی گودمیں ننھے ننھے بادلوں کے ٹکڑے دن کی پُر اضطراب زندگی کے بعد تھکے ہارے خوابِ راحت لیتے ہوئے نظر آتے ہیں، اُسوقت شفق زرد پیلی کرنوں سے جگمگا اُٹھتی ہے اور وسعتِ آسمان صانع قدرت کی وحدت وسطوت کا پتہ دیتی ہے ۔

آہ! اسوقت فضا میں کبھی تو خوشی وانبساط کی لہریں اُٹھتی ہیں اور کبھی غم و افسردگی کی۔ مسافرِ مشرق کی وداع کے بعد جب شام وادیوں میں درختوں پر چھا جاتی ہے تو اس حسین منظر پر اک ہلکا سا غم چھا جاتا ہے ۔

گیتی آرا بشیر احمد بیگم (لاہور)

زندگی

زندگی ایک درخت ہے، خوشی اس کے پتے۔ پتے نکلتے ہیں، بڑھتے ہیں، اور آخرکار جھڑ جاتے ہیں ۔

زندگی ایک درخت ہے، رنج اس کی جڑیں۔ پتے جھڑ چکے، شاخیں برہنہ ہوگئیں، مگر جڑیں مادرِ زمین کی آغوش میں ہنوز موجود ہیں ۔

وہ تھی عارضی خوشی اور یہ ہے دائمی رنج

اور اِس مجموعہ کا نام ہے

"زندگی"

رضیہ یاض (گرگانوہ)

ایک لطیف خواب

میں تیری تلاش میں سرگرداں تھی، میرے آنسو خشک ہو چکے تھے، آہ کی سوزش نے مجھے تھکا دیا اور میری آنکھیں ترے دید کے اشتیاق میں بند تھیں۔

آہ!!! "ایک لطیف خواب میری نظر کے سامنے تھا۔ آسمان کے تمام تارے زمین پر اُتر آئے، اور زمین کی تاریکی، روشنی! ایک عجیب روشنی سے بدل گئی۔

"تو" ایک نور کی نقاب اپنے مقدس چہرے پر ڈالے اپنے "دوست" کے ساتھ آسمان سے اُتر رہا ہے اور تیرا محبوب چاند پر سوار ہے۔

چاندنی تجھ پر اور ترے دوست پر سایہ افگن ہے ..... "تو" آیا اور گلاب کے خوش نصیب پیڑ کے نیچے اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ گیا۔ گلاب کے پیارے پھول خوشی سے ہنس پڑے اور مسرت کے ساتھ جھک گئے۔ سرو جو کبھی کسی کے آگے نہ جھکا تھا تیرے سامنے خمیدہ تھا۔

میں بھی، تجھے دیکھتے ہی دوڑی اور سربسجود ہوگئی! اور تیری رحمت کی ایک نگاہ نے مجھے نہال نہال کر دیا۔

مگر وہ تو ایک لطیف خواب تھا جو میں نے دیکھا تھا، آنکھ کھُلی تو میں تھی اور میرا پلنگ!

بنت شمس الہدیٰ (بھاگلپور)

محبت پھولوں پتوں کی بزم قدرت سے کھیلتی اور اپنے چاہنے والوں کو صداقت اور حقیقت کے پیارے کھلونے کھیلنے کو دیا کرتی ہے۔

پرندے فریاد کرتے ہیں اور صبح و شام درختوں پر بیٹھے یہ افسردہ راگنیاں گاتے ہیں کہ اے کاش! انسان اشرف المخلوقات ہم سے رازِ ہستی طلب کرے، اور گناہ کی قید سے آزاد رہے۔

گیتی آرا بشیر احمد بیگم

جوبلی نمبر کے بعد ستمبر کے رسالہ کا انتظار یکم ستمبر کو کیجئے۔

منیجر

بیوی کی لاش سے

کاش مجھے معلوم ہوتا!۔ میری راحتِ زندگی! کاش، مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ایک دن تمہیں بھی مرجانا ہے تو میں آج تمہارے بے اس طرح۔ اس بے اختیاری سے آنسو نہ بہاتا!۔۔۔۔

مگر غفلت، آہ میری غفلت!۔۔ تمہاری معصومیت کی وارفتگی میں، مجھے کبھی بھول کر بھی تو خیال نہ آیا کہ اوروں کی طرح تم بھی، تمہارا ناز آفریں جسم بھی، فنا کے لباس پہنا ہوا ہے!۔

تمہاری محبت، آہ تمہاری خود فراموشانہ محبت کی سرشاریوں نے مجھے کبھی یہ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی کہ بہت جلد ایک وقت۔۔ ایک دلگداز۔ ایک قیامت انگیز وقت ایسا بھی آنے والا ہے جبکہ میری اشک آلود آنکھیں تمہیں، تمہارے حسین و نازنین سراپا کو آخری مرتبہ۔ ہائے، آخری مرتبہ دیکھیں گی! اور میرے بے تمہارے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ بھی نہ ہوگی۔!!

اب بھی۔ مرنے والی! اس وقت بھی، میں، تمہارے ہر روش چہرہ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور کیا کہوں، کس درجہ زخمی جذبات کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔اس اُمید میں کہ شاید تم مسکرا دو! اس خیال سے کہ شاید تمہارے ہونٹوں، آہ، تمہارے ان شاداب و شگفتہ ہونٹوں پر، جو اب ایک مُنہ بند کلی کی طرح کملا گئے! ایک مرتبہ پھر وہی دلفریب مسکراہٹ کھیلنے لگے۔ وہی برق پاش تبسم لہرانے لگے جو کبھی میرے لئے، میری روح کے لئے، فردوس نشاط تھا!۔۔۔۔مگر وائے ناکامی! ساتھ ہی کسی جانب سے ایک صدا، سماعت کو ذبح کر دینے والی ایک صدا آتی ہے کہ "نادان! تیری یہ اُمید ایک پریشان خواب۔ تیرا یہ خیال ایک پُر فریب سراب ہے اور بس!"

رفیق زندگی! کاش کہ تیرے جسدِ بے روح کو دنیا۔ اس مایوسی آباد دنیا کی فضا میں چندے اور قیام ہوتا! اور میں برباد غم، اس کو اپنی "آرزوئے بیجان" سمجھ کر آنکھوں کے

سامنے رکھتا!

کاش، تم جانتیں، جان سکتیں کہ تمہارا جسم لرزش حیات سے محروم! سرد جسم جو دوسروں کی نظر میں "تصویرِ موت" یا "پیکرِ وفا" ہے! — مجھے اب بھی ویسا ہی محبوب ویسا ہی عزیز ہے جیسا کہ اپنی جیتی حیات میں تھا! اور میں اب بھی اسے اپنا ہی سمجھتا ہوں — ہر چند کہ میں جانتا ہوں! اور کاش کہ میں نہ جانتا ہوتا! کہ یہ عنقریب مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ ہائے جدا کر لیا جائے گا — اور ہمیشہ کے لیے! قیامت تک کے لیے!! .. ..

.. .. اُف! کیا تمہیں قبر کی مہیب و خاموش تاریکیوں میں چھپا دیا گیا — ؟ ...... اے میری تمناؤں کی برباد شدہ دنیا! کیا تم تہِ خاک دفن کر دی گئیں؟...

میری جانِ سوختہ! تو کیوں میرے آنسوؤں کے ساتھ خارج نہیں ہو جاتی — ؟ ... اور میری خونبار آنکھوں! تم نے یہ سب کچھ — آہ! یہ سب کچھ دیکھا مگر پھر بھی بند نہیں ہوتیں! بند نہیں ہو جاتیں — ؟ ؟

(ترجمہ) رضیہ ناصرہ۔ از لاہور

جوبلی نمبر سے عصمت کا سائز بدل دیا گیا ہے اور تصویریں بھی آئندہ زیادہ تعداد میں شائع ہونگی۔ جدید تبدیلیوں سے عصمت کے اخراجات بھی زیادہ بڑھ گئے ہیں اس لیے صرف دس آنے سالانہ چندہ میں بڑھائے گئے ہیں یعنی اب پانچ روپے سنہ اول کا چندہ ہے۔ جوبلی نمبر کے بعد ستمبر کا رسالہ ۳۰ر اگست کو شائع ہوگا۔ اس کے بعض مضامین نہایت ہی اچھے ہیں، پروفیسر ستار خیری صاحب ایم اے نے ایک بے حد دلچسپ مضمون بھیجا ہے خوبصورتی اور تندرستی کا آلہ، اس کے ساتھ پانچ تصویروں کے بلاک بھی جرمنی سے بنوائے گئے ہیں۔ ہم عصمت پر جس طرح بے دریغ روپیہ صرف کر رہے ہیں آپ کو بھی اسی طرح چاہیئے کہ اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے کی پوری کوشش اب کر ڈالیں۔ دو تین خریدار اس مہینے میں دینے بہت معمولی بات ہے۔ بشرطیکہ آپ توجہ فرمائیں۔

منیجر

بزمِ رفتگاں

بزمِ عصمت میں اچھے اچھے بارونق جلسے گذشتہ بیس سال میں منعقد ہوئے ہیں لیکن محفلِ ادب میں جشنِ جوبلی جس شان و اہتمام، جس تزک و احتشام اور جس رنگ و روپ کے ساتھ آج منایا جا رہا ہے، ایسی سج دھج اور ایسی شان و شوکت اس سے پہلے عصمتی بیبیوں نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ آج عصمت کی زمین نے آسمانِ ادب کو سر پہ اٹھا رکھا ہے! کیسی کیسی قابل بیبیاں، جن کے دل خدمتِ قوم کے درد سے معمور، اور اپنی جنس مظلوم کی ہمدردی سے لبریز ہیں، نسوانیت کے جگمگاتے جواہرات سے آراستہ، حبِ وطنی کے چہچہاتے ہوئے پھولوں سے مزین، خلوص کے سدابہار گلدستے، اخلاق کے ہاتھوں میں لیے دور دور سے تشریف لائی ہیں! ایثار کا نولکھا ہار ان کے گلے میں ہے، صداقت کے چمکتے ہوئے آویزے انکے کانوں میں اور مسرت کی روشنی شعاعیں ان کی آنکھوں سے نکل رہی ہیں جن کی روشنی سے ساری محفل بقعۂ نور بن گئی ہے۔

بزرگ ماؤں اور محترم بہنو! بزمِ عصمت کی یہ رونق اور چہل پہل تمہیں مبارک اور خوشی کی یہ ساعت تمہیں نصیب! مگر آہ! میری عزیز بہنو۔ دورِ غم کی گھنگور گھٹا آج چھا رہی ہے! اور زندوں کے دلکش نغمے مجھے مردوں کی سہانی تانیں یاد دلا رہے ہیں۔ فلکِ عصمت کے ٹوٹے ہوئے تارے اور چمنِ عصمت کے مرجھائے ہوئے پھول جن کی دمک آنکھوں کو خیرہ، اور جن کی نکہت دماغ کو معطر کر چکی ہے، تخیل کے آسمان پر ایک ایک کر کے نمودار ہوتے اور خیالستان کی زمین میں آج پھر کھلتے ہیں۔ جنکو دنیا سے اٹھے برسوں گذر چکے تھے، احسانمندی کا دل جنکو روتے روتے تھک، اور ارادتمندی کی آنکھیں جنکو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہار چکی تھیں عالمِ خیال میں آج جلوہ گر ہوتی ہیں۔ کیسی متبرک صورتیں کہ نور انکے چہرہ پر برس رہا ہے، اور کیسی مقدس ہستیاں کہ جنت کی حوریں انکی نیکیوں کی قسمیں کھا رہی ہیں۔ لالہ کی ڈہک اور گلاب کی مہک سے معطر ہوا ہیں۔ جس نے باغِ ارم کو چوتھی کی دلہن بنا رکھا ہے۔ مسرت کے سانس لیتی ہوئی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشموں دودھ اور شہد کی نہروں سے حیات جاوید کا ایک ایک گھونٹ پیتی ہوئی، رحمتِ خداوندی کے سایہ میں داخل ہونی شروع ہوتی ہیں! ان کے سٹیج پر پہنچتے ہی ایک نو عمر لڑکی کی آمد کا غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ انشاپردازی کا جگمگاتا ہوا تاج اس کے سر پر ہے اور انسانیت کے مہکتے ہوئے پھولوں کے گلدستے اس کے ہاتھ میں۔ اس کی

آنکھوں میں مذہب مقدس کا کاجل ہے اور اس کے ماتھے پر فرض شناسی کا جھومر جھلاتے دوام کی دیوی اس کے سر پر چنور کر رہی ہے اور شہرت عام کے موتی اس کے قدموں میں نثار ہو رہے ہیں ؛

اِس نو عمر لڑکی کے داخل ہوتے ہی ساری محفل مسرت کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ بڑی دیر تک یہ سماں رہا، آخر ایک بزرگ بی بی اُٹھیں، اہلِ مجلس کو مخاطب کیا اور فرمایا "وہ نیک لڑکی جس کے اخلاق کا کلمہ صرف ایک دفعہ کی ملنے والی بیبیاں بھی آج تک پڑھ رہی ہیں، وہ قابل لڑکی جس کی لیاقت کے سدا بہار پھول چمن ادب میں لہک لہک کر کھل رہے، وہ دردمند لڑکی جس کی ساری عمر اپنی بہنوں کی خستہ حالت پر آنسو بہاتے کٹ گئی اس وقت ہماری اس محفل کو جو جوبلی عصمت کی تقریب میں منعقد ہوتی ہے۔ زینت دے رہی ہے۔ یہ سلک نسواں کا وہ گوہر آبدار ہے جو **خاتون اکرم** کے نام سے فلکِ عصمت پر چودھویں رات کی طرح چمکا ہے بزم رفتگاں کی کرسی صدارت کے لیے اس خاتون سے بڑھ کر اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔"

اتنا سنتے ہی تمام بیبیوں نے نعرہائے مسرت بلند کیے۔ اور تالیوں کی گونج اور پھولوں کی بارش میں انکساری کے قدموں سے **خاتون اکرم** لعل و یاقوت سے دمکتی ہوئی کرسی صدارت کی طرف چلیں۔ یہ جلسہ مسرت کا جلسہ تھا اور مسرت کا نور اُنکے چہرہ کی بلائیں لے رہا تھا۔ سنجیدہ ہونٹوں سے پھول کھلا کھل کھلا کر مسکرائیں اور اہل محفل کو دِل کھول کر ہنسایا، دفعتاً کسی خیال نے مضطرب کر دیا نورانی آنکھوں سے جن کی چمک معصومیت کا آفتاب تھی قطراتِ اشک ڈھلکنے لگے اور بزم رفتگاں کی ہواؤں نے یہ الفاظ اپنی گود میں لیے "ہندوستانی مسلمان عورت نے نہ معلوم کس منحوس گھڑی میں جنم لیا تھا کہ تمام دنیا میں انقلاب آئے مگر اس کا دُکھڑا کسی طرح ختم نہ ہوا۔ اس کے حقوق کی پامالی کا جو درد انگیز منظر چشم عصمت نے بیس سال پہلے دیکھا آج بھی نظر آ رہا ہے اور جہالت کی گھٹا ابھی تک دُور نہیں ہوئی۔ ۔ ۔

ہماری زندگی کا جو مشن تھا ہماری مختصر سی عمر میں انکو پورا کرنے کی مہلت نہ دے سکیں لیکن ہم اپنے پیچھے وہ بہنیں چھوڑ آئے ہیں جو ہمارے ارادوں کے لگائے ہوئے پودوں کو باغ عصمت میں پروان چڑھا رہی ہیں۔ سب سے پہلے ہم انکا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

بزم رفتگاں کے ہر فرد نے صدارتی تجویز سے اتفاق کیا تو بیبی کی **امیر النسا بیگم مسز**

اسے ایچ فیضی نے جن کے خزانہ تربیت کے جواہرات زہرہ فیضی و عطیہ فیضی ملیحہ سلطان کو آج بھی جگمگا رہے ہیں ایک بلیغ و فصیح تقریر فرمائی۔ اسکے بعد بنگال کی وہ مایہ ناز خاتون اٹھیں جو خجستہ اختر سہروردیہ کے نام سے ہندوستانی مسلمان بیبیوں کی لاج رکھ گئیں۔ حاضرین مجلس نے نہایت غور سے ان کے ایک ایک لفظ کو سنا۔ جب وہ بیٹھ گئیں تو حیدرآباد دکن کی وہ قابل بی بی اٹھیں جن کی انگریزی اور اردو کی افسانہ نگاری کا تمام ملک میں ڈنکا بج چکا ہے یہ مسز خدیو جنگ ہیں جن کی تقریر نے بزم رنگیں میں ایک عجیب کیفیت پیدا کردی۔ جب وہ اپنی کرسی پر تشریف لے آئیں تو رضیہ مسعود الحسن اور صاحب امداد حسین کے زرین خیالات نے مجلس کو جگمگا دیا۔ اسکے بعد زاہدہ خاتون شروانیہ کے وہ دلکش نغمے شروع ہوئے جن سے سننے والیاں تڑپ اٹھیں انکی نظموں کے ترنم اور سوزوگداز نے بڑی دیر تک حاضرین محفل کو مست کردیا جہاں کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سانپ سونگھ گیا ہے آخر عباسی بیگم اور سیدہ کی تقریروں نے مہر سکوت کو توڑا اور منجھو بیگم کی نظم نے محفل کو پھر گرما دیا۔ پھر نجمہ امتیاز جہاں، صغرا بیگم اور بلقیس زمانی کی تقریریں تالیوں کی گونج میں بلند ہوئیں اور ان کے بعد چھوٹی چھوٹی تقریریں اور چند بیبیوں نے کیں۔ یہاں تک کہ شام کی چلی چلی مدت عصمت کی گھڑی کی کوئی سوئی ۵ پر پہنچی تو تمام بیبیوں نے عصمت کی جبلی پر ترقی کی دعاؤں کے پھولوں سے چڑھتی کھیلنی شروع کی اور بزم رفتگاں . دیکھتے ہی دیکھتے رنگ برنگ کے پھولوں سے پٹ گئی۔

تخیل کی آنکھ، عقیدت کے آنسو، اُن محترم بیبیوں کی یاد میں بہا رہی ہے اور دل، زندہ بہنوں کی طرف سے مردہ بہنوں کے نام پر فاتحہ کے پھول چڑھا رہا ہے۔

رازق الخیری

مکتوبات خاتون

فخر نسوان ہند جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم صاحبہ کے خطوط

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کے نام

جھانسی

۱۱ر اپریل ۳۲ء

جناب والد صاحب قبلہ و کعبہ دام ظلکم۔

بعد آداب کے عرض ہے کہ ایک کارڈ کل ملا تھا ایک آج ملا۔ سب کی خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ یہاں خدا کی عنایت اور آپ کی دعا سے ہر آئینہ خیریت ہے۔ گرمی البتہ بہت تیز ہے آپکے حکم کی تعمیل میں روزانہ دودھ پی رہی ہوں معظمہ اماں جان اور محترمہ آپا جان کی خدمت میں دست بستہ آداب بھائی جان صفا کو تسلیم اور چھوٹوں کو دعا۔

آپ کی فرمانبردار بیٹی

رازق دلہن

جھانسی

۱ر ستمبر

ابا جان قبلہ۔

آداب! امید کہ آپ بخیریت واپس تشریف لے آئے ہونگے جب سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ آپکو دماغ کی ایک رگ ماؤف ہوتی جاتی ہے بیحد فکر و تردد ہے میری موجودگی تک تو آپکو اسکی متعلق شکایت نہ تھی آپنے کبھی تذکرہ تک نہ فرمایا بہرکیف اب آپ نہایت تندہی سے اسکا علاج کسی اچھے ڈاکٹر سے کرائیے۔ انشاء اللہ تعالی بہت جلد وہ حکیم مطلق شفا بخشیگا جبتک ڈاکٹر کی رائے نہ معلوم کر لیں کوئی محنت نہ کریں۔ ایسی حالت میں جہانتک ممکن ہو دماغ کو آرام دینا چاہئے۔ بھائی صاحب کے خط سے یہ معلوم ہو کر عزیزی رفیعہ کو موتی جھرہ نکلا ہے بہت فکر ہے۔ خدا جلد پوری تندرستی عطا فرمائے اور آپا جان کا کلیجہ ٹھنڈا رکھے۔ بزرگوں کو آداب چھوٹوں کو دعا۔

فرمانبردار رازق دلہن

زبیدہ بانو صاحبہ کے نام

ملیا ۱۲ فروری ۱۹۳۰ء

پیاری بہن زبیدہ بانو

تسلیم۔ مزاج شریف۔ آپ کا محبت نامہ پہنچکر کاشف حالات ہوا۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ آپ نے پہلے ہی پہل اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ آپ ہمیشہ خط و کتابت رکھیں گی اور بیوفا بہنوں کی طرح یہ نہ کریں گی کہ چند روز خط و کتابت کر کے پھر بند کر دیں۔ پیاری بہن! میں چند دفعہ دھوکہ کھا چکی ہوں کہ پہلے پہل تو بہت محبت سے خط و کتابت شروع کی اور پھر بند کر دی جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اسی وجہ سے میں سوائے قابل اعتبار بہنوں کے اور کسی سے خط و کتابت نہیں رکھتی۔ شکر ہے کہ آپ ان بہنوں میں نہیں ہیں۔

آپ نے رزولیوشن نمبر ۵ پر جو میرے خیالات پوچھے ہیں تو گو مجھے ابھی اس پر آزادی سے رائے ظاہر نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ میں ابھی لڑکی ہوں مگر آپ کے اصرار پر میں اپنی رائے ظاہر کرتی ہوں۔

رزولیوشن نمبر ۵ بہت خوب پاس ہوا ہے اور اس پر عملدرآمد بخوبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اولاد پر ماں اور باپ دونوں کا حق ہوتا ہے۔ باپ بغیر ماں کی اجازت کے لڑکی یا لڑکے کا بیاہ نہیں کر سکتا یہ کہیں ہوا ہے کہ لڑکی کی شادی میں ماں شریک نہ ہو اور باپ کر دے! ماں راضی نہ ہو اور باپ اپنی مرضی سے بیاہ دے۔

بہن! بغیر دونوں کی مرضی کے شادی نہیں ہو سکتی چاہے لڑکی ہو یا لڑکا۔ ماسوائے اس کے اگر ہم ایک بیوی رہتے اس پر دوسری لڑکی دینا برا سمجھتے ہیں تو کیا اسکی برائی مرد کے دل میں نہیں بٹھا سکتے! بٹھا سکتے ہیں اور ضرور بٹھا سکتے ہیں۔ جبکہ ہم ایک چیز کی برائی بار بار شوہر کے سامنے بیان کریں گے اور ہر صورت سے اسکی خرابی بیان کرینگے تو کیا شوہر کے دل میں اسکی برائی نہیں بیٹھ سکتی؟ بیٹھ سکتی اور ضرور بیٹھ سکتی ہے۔ اگر ہم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ ہم ایک چیز کی برائی اور خرابی شوہر کے دلمیں بٹھا سکیں تو دنیا میں شاید ہمارا وجود ہی فضول ہو۔ اور ہمارے اور شوہر کے خیالات اگر الگ الگ ہوئے تو وہ میاں بیوی ہی کیا ہوئے۔ میاں کے خیالات کیموافق ہم کو ہونا چاہیئے اور ہمارے خیالات کیموافق شوہر کو۔ تب وہ شوہر و بیوی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور جب ہی وہ دو جان ایک قالب ہو سکیں گے۔ جن بہنوں نے اس پر دستخط کئے ہیں یقین ہے کہ وہ اپنے خیالات کے موافق اپنے شوہر کو بھی بنا کر اس رزولیوشن پر عمل کرینگی۔ . . . .

آپکی خیر طلب

خاتون اکرم

خواب دنیا

(خلد آشیان محترمہ زاہدہ خاتون شروانیہ کی ایک غیر مطبوعہ نظم)

صبح جنت ہے! حورِ خلد سے ہم — شب کا۔ پر خوف خواب کہتے ہیں
دور از حال! دیکھتی ہوں اُسے — جس کو دار الخراب کہتے ہیں

کیا کہوں تم سے حال دنیا کا — واں خطا کو صواب کہتے ہیں
کہتے ہیں "ماوہ" کو واں ہمہ اوست — "ذرہ"۔ کو "آفتاب" کہتے ہیں
خود کو مخلوق کہتے ہیں ملحد — اور بغیر حجاب کہتے ہیں

ٹھوکریں کھائیں جس کے در پہ فقیر — اُس کو عالی جناب کہتے ہیں
گر کرے ترک تخت اِک انسان — انقلاب!! انقلاب!! کہتے ہیں
زر میں جو غیر کی زمین چھینے — سب اُسے کامیاب کہتے ہیں

دیکھنا اہلِ دل کی کم نظری — حق کو۔ "اہل نقاب" کہتے ہیں
عقل کی دوربیں پاس نہیں — "یم" کو "موج سراب" کہتے ہیں
جرم کرتے ہیں بیحساب خطیب!! — منہ سے یوم الحساب کہتے ہیں

"شعرا" کا عجیب مذہب ہے — ہر گنہ کو ثواب کہتے ہیں
اس سے بڑھکر عجیب بات سنو — "ہجرِ بت" کو عذاب کہتے ہیں

کہتے ہیں "آگہی" کو مدہوشی — معرفت کو "شراب" کہتے ہیں
کہتے ہیں "سفلہ دوست" گردوں کو — شہ کو گردوں رکاب کہتے ہیں

"جیفہ" "دنیا" ہے۔ اور "سگ" طالب — سچ رسالتمآب کہتے ہیں

منظومہ اکتوبر سنہ ۱۱ء — مرسلہ نکہت شروانیہ

سلطانہ عائشہ بیگم

(از محترمہ امیر النساء بیگم - اہلیہ فیض مرحوم)

یہ قصہ سلطانہ عائشہ بیگم کا میں نے مسٹر جان پول کی کتاب میں سے منتخب کیا ہے اس کتاب میں تمام مشہور و معروف خواتین ہند کے تاریخی حالات قصے کے پیرائے میں بڑی دلچسپی سے لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسی کیسی دلیر اور اولوالعزم ہندو مسلمان بیبیاں ہندوستان کے خطہ زمین پر ہو گذری ہیں۔

سلطانہ عائشہ بیگم سلطان شجاع کی لڑکی تھی۔ یہ شاہجہاں کے دوسرے بیٹے تھے۔ یہ شاہزادی نہایت حسین تھی اور اتنی ہی نیک سیرت تھی جتنی کہ خوبصورت۔ شہنشاہی محل میں سب طرح کی تربیت اُس کو ملی علم و ہنر آداب آئین۔ طبیعت بہت اچھی خوش مزاج اور ذکی الطبع تھی اور ہر بات کی شوقین اسلئے چند مدت میں ہر دل عزیز ہو گئی۔ کوئی جشن یا بازار یا میلا رونق دار نہ ہو سکتا تھا۔ جبتک سلطانہ کی رائے اور حاضری نہ ہوتی۔ چونکہ سلطانہ عائشہ خوبصورت خوش مزاج اور کارپرداز تھی جب وہ سن بلوغ کو پہنچی بہت سے جوانان دور و نزدیک اس سے شادی کے خواہشمند تھے۔ ولیکن یہ شاہزادی اپنے چچیرے بھائی اورنگ زیب کے بیٹے شاہزادہ محمد کو چاہتی تھی وہ بھی سب طرح سے اس کے قابل۔ خوبصورت۔ ذکی۔ دلاور اور نیک اطوار تھا سب اس بات کو پسند کرتے تھے۔ اور بڑی دہوم دھام سے شاہزادے محمد اور سلطانہ عائشہ کی نسبت ہو گئی لیکن جیسی کہ کہاوت ہے "سچے چاہنے والے آسانی سے نہیں جُڑتے" اسی طرح سے ان سچے محبت کرنیوالوں کے لئے بھی ہوا۔ اور بہت زحمت و تکلیف اُٹھانی پڑی۔ ۱۶۵۷ء میں شاہجہان کے جلوس سلطنت کے انیسویں برس میں شاہجہان لقوے کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور یہ خبر سرعت سے ہر طرف پھیل گئی اور بہت بڑی چل پل ریاست میں پڑ گئی۔ تینوں شاہزادے اپنے اپنے علاقے سے دہلی کی جانب آنے لگے باوجودیکہ شاہجہان نے فرمان بھیجے کہ ابتک میں زندہ ہوں اور تم اپنے علاقے بنگالے گجرات اور جنوبی ممالک

کو مشت چھوٹرد۔ دارا جو حقیقی ولیعہد تاج و تخت کا تھا اور سب کا پیارا اور لائق تھا دوسرے شاہزادوں کے کہنے میں آگیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ دارا کو سپاہ سالار بنا کے باوخر بھائیوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ دہلی نہ آویں لیکن دارا نے شکست کھائی اور بھاگا۔ اور شاہجہان کو اورنگزیب نے قید کر دیا جواب اپنے سچے رنگ میں باہر آیا بہادر اور طاقت مند لیکن نا عاقبت اندیش سے ملے شاہجہاں کو قید کر کے شاہزادے مراد کو مار ڈالا اور دارا کے پیچھے لشکر بھیجا جو پکڑا گیا اور اُس کا بھی سر اُڑا دیا اسوجہ سے اورنگ زیب نے رستہ صاف کیا اور تخت نشین ہو گیا۔ اورنگ زیب ۱۶۵۸ء میں تخت نشین ہوا جبکہ اسکی عمر چالیسویں برس میں تھی اس تمام دکھ کے زمانے میں سلطانہ عائشہ اور شہزادہ محمد دونوں ایک دوسرے سے باخبر رہے اور خوفزدہ تھے لیکن جب شاہزادہ محمد کے باپ اورنگ زیب تخت پر آئے تب پھر اُن کو اُمید ہوئی کہ شاید اب ہمارے نصیب کھلیں لیکن نہیں اب تک وقت نہیں آیا تھا۔ سلطان شجاع سلطانہ عائشہ کے والد اور صرف یہی باقی ماندہ بھائی تھے اُن کو اورنگ زیب کی یہ بات مقبول نہ ہوئی کہ تمام شاہنشاہی اسی وجہ سے اورنگ زیب کے حوالے ہووے۔ ایک لشکر کثیر جمع کر کے الہ آباد کے سامنے کے میدان میں جنگ کے لئے گئے لیکن شکست کھائی وہاں سے شاہ شجاع بھاگے اور بنگالے میں جا کے چھپ بیٹھنا قرار دیا اور اپنی پریشان دولت و جواہرات کو اکھٹا کر کے رہنا مقرر کیا پہلی چیز جو اُنہوں نے کی وہ یہ کہ اپنی بیگم اور بچوں کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اورنگ زیب کے ظالم چنگل سے بچیں۔ اسی وجہ سے سلطانہ عائشہ شاہزادہ محمد سے جدا ہوئی اور زیادہ دشوار معاملہ اس طرح سے ہوا کہ اورنگ زیب نے شاہزادہ محمد پر ایک فرمان نافذ کیا کہ اب کوئی اُمید اس علاقہ کی مت رکھنا۔ سلطانہ عائشہ کا سدا خوش رہنے والا چمکتا چہرہ غم کے ابر میں آگیا آج تک کسی نے اسکو ایسا مغموم نہ دیکھا تھا اسے یقین ہو گیا کہ اُس کی خوشنما اور چین کی زندگی دُکھ اور خوف سے بدلیگی اور اپنے والد کے تمام رنج و الم میں شریک ہونا اس کیلئے لازمی ہے۔ اس حالت میں وہ شہنشاہی شہر دہلی اور محل سے جدا ہوئی۔ سلطان محمد نے بھی پھر سے اپنی محبوبہ سے ملنے کی اُمید تا ابد چھوڑ دی

اب سلطان شجاع منگھی میں جا کر بسے اور وہاں ایک اچھے محکم قلعے کی بنا کی۔ اسی اثناء میں ان کا قبیلہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لشکر کشی کی خبر اورنگ زیب کی طرف سے [illegible]

[illegible]ی اور شاہ شجاع نے اپنے قلعے کو مضبوطی اور استواری کی اغراض [illegible] غافل نہ تھا اورنگ زیب نے اپنے ایک بڑے کارآزمودہ سالار میر جملہ نامی اور شاہزادہ محمد کو حکم دیا کہ دشمن جو بنگالے میں بیٹھا ہے اس پر چڑھائی کرو۔ شاہزادہ محمد دل سے تمام محبت سلطانہ عائشہ کو اپنے چچا شاہ شجاع کے زیر قدم کچلکر باپ کے فرمان کے فرض کو ادا کرنے پر آمادہ ہوا۔ وہ تھوڑا ہی جانتا تھا کہ محبت کا زور کیا ہے کہ سب ارادوں پر غالب ہوجاتا ہے۔ میر جملہ اور شاہزادہ محمد بڑی ہمت کا سفر کرکے منگھیر سے کئی میل کے فاصلہ پر جاکے خیمے نصب کئے۔ بہت دنوں تک دونوں لشکروں نے اپنے اپنے ہاتھ دکھائے۔ شاہ شجاع کو اپنی سلامتی کا خوف ہوا اور اپنے لشکر کو لیکر منگھیر سے راج محل پر جاکر پناہ لی۔ شہنشاہی لشکر وہاں جلد جا پہنچا۔ چھ روز تک شاہ شجاع نے بڑی ہمت اور بہادری سے ان کا سامنا کیا لیکن آخر ان کو ایسا معلوم ہوا کہ اب سلامتی نہیں ہے تب اپنے خاندان، لشکر اور خزانے کو سمیٹ کر ایک اندھیری رات کو کشتیوں میں "تاندا" ندی کے پار اتر گئے۔ وہاں کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور پھر اس کو زیادہ استوار بنا دیا اور شاہ شجاع کی خوش قسمتی سے جس رات کو وہ پار اتر گئے اسی رات سے موسم باراں ایسی شدت سے شروع ہوا کہ تاندا کی ندی میں سخت طغیانی رہی اور آمد و رفت غیر ممکن ہو گئی۔ اب ان چار مہینوں میں سامانِ جنگ اس پار جاکے درست کرنا غیر ممکن ہوا اور شاہ شجاع کو پوری فرصت ملی کہ اس مدت میں اسبابِ حرب از سر نو طیار کریں۔ اس عرصے میں ایک ایسی واردات گذری کہ شاہ شجاع کے لشکر امداد پہنچا اور شاہی سپاہ میں کھلبلی پڑ گئی

(باقی آئندہ)

مرسلہ زہرہ بیگم فیضی (بمبئی)

(غیر مطبوعہ)

سہیلی کا خط

مرحومہ محترمہ امتیاز جہاں بیگم الہ آبادی کے مضامین نے مدتوں عصمت کی زینت بڑھائی ہے۔ ابھی پچھلے سال انتقال ہوا ہے۔ ہم مرحومہ کا ایک خط جوبلی نمبر میں شائع کرتے ہیں جو خاتون اکرم مرحومہ کو جون ۱۹۲۰ء میں بھیجا تھا۔ اس خط کا جواب جون ۱۹۲۲ء کے عصمت میں شائع ہو چکا ہے

پیاری بہن! گلدستۂ تسلیم قبول کرو۔

آپ کا محبت سے لبریز اور خوشیوں سے معمور نامۂ عنایت پہنچا۔ بعد مدت اپنی محبت شعار بہن کا خط، پھر مفصل خط، اور نئی زندگی کا سب سے پہلا خط، دیکھکر مجھے مسرت ہوئی۔ اور یہی خیال تو مجھے بار بار خط کی طرف کھینچتا ہے!

میری عزیز خاتون خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آپ کو خدا نے لائق جوڑی اور بے مثل سسرال والے بخشے ہیں آپکے دن رات انشاء اللہ خوشی کی گود میں بسر ہونگے

آپنے اپنے مشاغل دلچسپی سے بیان کئے بہت مسرت ہوئی مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ میرے بھائی اب کیا کرتے ہیں۔ کتنے دیور جیٹھ نندیں ہیں؟ واجدہ بیگم اڈیٹر سہیلی کے حالات بھی لکھئے۔

ہاں میں نے جھانسی آپ کو خط لکھا تھا اور آپکی ہمشیرہ مسز غفار صاحبہ کو بھی۔ چھوٹی منتظرہ کی نظم عصمت میں دیکھی۔ بڑی ہونہار ہیں۔ خدا ترقی بخشے۔ پہلے آپ نے کبھی منتظرہ کے حالات نہیں لکھے۔ پرانے طرز کی پابندی تو آپ کو نہیں کرنی پڑتی ہوگی لیکن پھر بھی ابھی تو آپ دلہن ہی ہونگی۔ اپنے یہاں سب کو میرا سلام۔ بھائی رازق کو سلام علیک اور قبلہ مولوی صاحب کی خدمت میں آداب دست بستہ۔ تعجب ہے تہذیب کے صفحات میں آپکی شادی کے خوش کن حالات نہیں آئے۔ آپ کسی نامہ نگار ہی کی تہذیب پر راحت ہو عزیز منتظرہ ہی تہذیب میں اسکے متعلق لکھتیں یا پھر اجازت دیجئے تو میں ہی کچھ بھیجوں۔ [illegible] شادی [illegible] آداب عرض کرتی ہیں۔

محبّت کی یادگار

مرحومہ منجھو بیگم لکھنوی جنکی نظمیں برسوں عصمت میں شائع ہوئی ہیں جنت مکانی خاتون اکرم کی نہایت عزیز سہیلی تھیں خط و کتابت کے ذریعہ انکے نہایت گہرے تعلقات قائم ہوگئے تھے اور دونوں محبت شعار سہیلیاں ایک دوسرے کی ملاقات کی بیحد مشتاق و آرزو مند تھیں۔ خاتون اکرم مرحومہ دو ایک روز کیلئے ایک شادی کی تقریب میں لکھنؤ گئی تھیں لیکن منجھو بیگم مرحومہ سے نہ مل سکیں منجھو بیگم مرحومہ کو اسکا بے انتہا قلق ہوا اور ایک منظوم شکایت نامہ بھیجا جسکا ایک ایک شعر خلوص و محبت میں ڈوبا ہوا ہے خاتون اکرم بھی نو عمری میں دنیا سے رخصت ہوگئیں اور منجھو بیگم بھی لیکن انکی محبت کی یادگار یہ اشعار باقی ہیں پڑھیے اور سر دھنیے۔

ایڈیٹر

دیکھ لی خاتون اکرم بے وفائی آپ کی
اپنے مشتاقوں سے اتنی کج ادائی آپ کی

واہ کیا اندازِ محبوبانہ دکھلا گیا
اک نظر بھائی نہیں مجھکو رکھائی آپ کی

اشتیاق دید میں گو عاوۃً توڑے قلم
اصلیت ڈھونڈی تو اک شمہ نہ پائی آپ کی

کنج عزلت میں قدم رنجہ جو فرماتیں حضور
بات رہجاتی مری ہوتی بڑائی آپ کی

تنگ گوشہ اپنا مسکن ہے نہیں ایواں مگر
خانۂ دل میں بخوبی تھی سمائی آپ کی

انتہا بس ملگئی مہر و وفائے عشق کی
ہم کو تھی منظور الفت آزمائی آپ کی

دے گئیں جھانسی کا جھانسہ لکھنؤ میں آن کر
ہم نے دھوکہ کھا لیا ایسی بن آئی آپ کی

صاف ہم کہدینگے روٹھے کوئی یا کوئی منے
نبھ نہیں سکتی کسی سے آشنائی آپ کی

خون کرڈالا تمناؤں کا دل کی بیگناہ
حسرتیں روتی رہیں دیکر دُہائی آپ کی

شکر یہ بھی جبر ہے اس ظلم بے انداز پر
دیکھیے اچھی نہیں یہ خود ستائی آپ کی

آئینہ لیکر ذرا سچوں کا مکھڑا دیکھیے
منہ کی کھلواؤ گی خود جھوٹی صفائی آپ کی

ہم نے اس بے رخی کو مہر سمجھا اس طرح
ناتواں دل سہ نہ سکتا تھا جدائی آپ کی

شہزادی روشن آرا کا جھولا

(از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی)

کیف سے مملو ہے دنیا دورِ عشرت خیز ہے — جو ہوا کی موج ہے وہ ولولہ انگیز ہے
موسمِ گل ہے چمن ہے اور بھری برسات ہے — تختۂ سنبل کے نیچے اک اندھیری رات ہے
ذرہ ذرہ ہے چمن کا آئینہ دارِ بہار — ہو رہی ہے مست خوشبو سے ہوائے مرغزار
پھول کا ہر صفحہ کیا ہے وادیٔ تجرید ہے — غنچۂ سربستہ ہیں اک عالمِ توحید ہے
جلوہ گر ایک ایک ذرہ سے خدا کی ذات ہے — چشمِ دل محوِ جمالِ حسنِ مصنوعات ہے
صاف ہے نہروں کا پانی جیسے دُرِ آبدار — پتیاں رقصاں ہیں تحریکِ ہوا سے بار بار
جوش ہر ذی روح کے افسردہ دل میں بھر چکے — دن کو ساون کے سیہ بادل اندھیرا کر چکے
سبزہ لہریں لے رہا ہے نکہتِ گل بیقرار — ہر طرف ہے جلوہ گر حدِ نظر تک لالہ زار
ابر کے پردے میں ہے یہ برقِ تابندہ کا نور — کھل کھلا کر ہنس رہی ہے یا کوئی جنت کی حور
کوہساروں میں بھرے ہیں نغمہائے آبشار — تازہ پھولوں سے ہے مملو دامنِ فصلِ بہار
چپہ چپہ باغ کا ہے آج فردوسِ نظر — صنعتِ صناعِ عالم ہر طرف ہے جلوہ گر
گل بداماں ہے جہاں مرغانِ گلشن مست ہیں — ہر طرف بزمِ نشاط افزا کے بندوبست ہیں
جوشِ شادابی سے ہر ذرہ رستخیز ہے — ڈبڈباتا رنگ پھولوں کا نشاط انگیز ہے

کوئلوں کا کوکنا اور وہ پپیہوں کی صدا ڈالیوں پر نغمہ زن وہ طائرانِ خوشنوا
وہ سماں برسات کا اور وہ دلوں کا انبساط ہر طرف دورِ سرور اور ہر طرف دورِ نشاط
آم جو ہے میوۂ جنت سے شیریں تر ثمر جس طرف بھی دیکھئے کثرت سے آتا ہے نظر
سر بسجدہ ہیں ادائے شکرِ نعمت میں مگر جھک گئیں ہیں ساری شاخیں یوں لدے ہیں شجر
جیسے زیور سے عروسِ نو کوئی آراستہ سبز خلعت سے کوئی نوخاستہ پیراستہ

سامنے شاہی محل کے ایک باغِ پُر بہار کس سلیقہ سے درخت اوس میں ہیں قطار اندر قطار
ہر روش گلشن کی گویا جادۂ خلدِ بریں جس کے نورِ پُر صفا سے کہکشاں ہے شرمگیں
ایک جھولا ہے پڑا زیرِ درختِ سایہ دار اس تکلف کا کہ جس پر نقشِ مانی ہیں نثار
روشن آرا بیگم اوس پر جلوہ گر کس شان سے کم نہیں ہے جاہ و سطوت میں کسی سلطان سے
جلوۂ رخ سے عیاں ہوتا ہے شاہی اقتدار ابروِ پیوستہ سے شکلِ ہلالی آشکار
ہے لبوں پر مسکراہٹ بھی وفورِ ذوق میں خاص ادا سے ڈوریاں جھولے کی ہیں دستِ شوق میں
دیدنی ہے پینگ لینے میں وہ افراطِ نمو دوڑتا پھرتا ہے رگ رگ میں جوانی کا لہو
حسن کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اڑتے ہیں شرار پینگ لینے میں ہوا دیتی ہے جب فصلِ بہار
اور ہی کچھ رنگ جھولے میں نظر آتا ہے آج حسن کے دریا میں جذر و مد نظر آتا ہے آج
قابلِ نظارہ ہے جھولے پہ شہزادی کی شان خادمہ کے ہاتھ میں نازک سا ہے اک پیچوان
ہر طرف بچھی ہوئی ہے عیش و عشرت کی بساط سامنے محوِ طرب ہیں چند اربابِ نشاط

مورچھل پیچھے لیے ہے ایک رنگین پیرہن — ہے طبق آموں کا ہاتھوں پر کسی کے ضوفگن
کوئی کہتی ہے اشارے سے کہ "دیکھیں تو حضور! — آم ہیں یا شہد سے لبریز ہیں جامِ بلور"!
الغرض اک جشن ہے ہوتی ہی جس سے روح شاد — اور وہ گزرا زمانہ آرہا ہے آج یاد
دیکھکر تصویر جب ہوتی ہے دل کو اک خوشی — منظر اصلی کی ہوگی پھر حقیقت اور ہی
آج لیکن وہ سرور اور وہ خوشی نایاب ہے — ساز و سامانِ نشاطِ زندگانی خواب ہے
کیسے کیسے پیکرِ نازک ہیں پیوندِ زمین — ڈھونڈھیے تو اب نشاں اونکا کہیں ملتا نہیں!

"سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
(غالب) خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں"

شہزادی روشن آرا کا جھولا
اور
شہزادی زیب النسا پھلجھڑی چھوڑ رہی ہے

یہ دو تصویریں جن سے عصمت کا جوبلی نمبر مزین کیا گیا ہے اسلامی زمانہ کی بہترین ہندوستانی صنعت کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں نہایت کثیر روپیہ کے خرچ سے جرمنی میں ان کے بلاک طیار ہوتے ہیں۔

عصمت نے اپنی بہنوں کی دلچسپی کے لیے جوبلی نمبر پانی کی طرح ہزارہا روپیہ بہا دیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ عصمتی بہنیں اپنے پرچہ کی ترقی کے لیے کیا اعانت کرتی اور ایک ایک دو دو چار چار خریدار دے کر اپنا حق کتنے جلدی ادا کرتی ہیں؟

جھولا کن نے ڈالا رے امریاں

گھٹائیں کالی کالی آ رہی ہیں — اُفق پر دُور تک لہرا رہی ہیں
فضائیں بھیگی بھیگی ہو رہی ہیں — ہوائیں نرم و ٹھنڈی ہو رہی ہیں
ہوا کے زور سے اُڑتے ہیں بادل — کبھی کٹتے کبھی جُڑتے ہیں بادل
نقابِ ابر میں لرزاں ہے خورشید — کبھی ظاہر کبھی پنہاں ہے خورشید
ہے ڈوبا کچھ عجب مستی میں منظر — کھنچی جاتی ہیں روحیں جس میں یکسر
شجر مستانہ وش لہرا رہے ہیں — ہوا کی چھیڑ سے بل کھا رہے ہیں
نزاکت سے لچک جاتی ہیں شاخیں — سنبھل کر پھر بہک جاتی ہیں شاخیں
عجب مستی میں پتّے ہِل رہے ہیں — گلے آپس میں گویا مل رہے ہیں
نہالِ نازنیں بل کھا رہے ہیں — کسی نشہ میں ڈوبے جا رہے ہیں
ہَوا سبزہ سے شوخی کر رہی ہے — مہک موجوں کو پیہم چھیڑتی ہے
ہے پھولوں میں عجب رنگِ مسرت — نگاہوں سے عیاں ہے صبحِ جنت
ہیں حورانِ جناں دوشیزہ کلیاں — مئے تسنیم ہے ہونٹوں میں پنہاں
سبوئے کوثریں ہے چشمِ شہلا — سرورِ کیف نظروں سے برستا
شمیمِ گل ہے اک بوسۂ لطافت — لٹاتی ہے چمن پر کیفِ جنت
تنکر آفریں دامانِ جُو ہے — عیاں موجوں سے اک جوشِ نمو ہے
فضا پر نور اور منظر ہے رنگیں — ہے وقتِ کیف اور فصلِ بہاریں
بہارِ برشگالی ہے چمن ریز — چمن کا پتّہ پتّہ زمزمہ خیز
بہار اموں کی ہے جوشِ نمو پر — ہے سبز و سُرخ کا رنگین منظر
لطافت کیریوں کی دیدنی ہے — قبائے سبز میں کیا دلکشی ہے
دوبالا ہوگئی موسم کی لذت — سجی گلشن میں ذریں بزمِ عشرت

چمن میں ہے کھنچی تصویر رنگیں　　لب جو سبزہ پر تحریر رنگیں
نظارہ کس قدر ہے روح افزا　　ہے رقصاں آم کی ڈالی میں جھولا
ہے جس میں جلوہ زا اِک حسنِ رنگیں　　بہار نازنینی نازِ تمکیں
عیاں رُخ سے ہے شوق والہانہ　　نظر میں جوششِ عشرت خندہ افزا
لبوں پر ہلکا ہلکا سا تبسم　　ہے پلکوں میں مسرت کا تراکم
ہوا زلفوں کو برہم کر رہی ہے　　جبینِ ناز پیہم چومتی ہے
نہاں آنکھوں میں بے خود کیفیت ہے　　جبیں سے جلوہ گر اک تمکنت ہے
نزاکت بار ہیں جھولے کی پینگیں　　جھنک سے جھومتی ہیں نرم شاخیں
چمن آرا ہے بزمِ نازنیناں　　ہے جمع اک ہجومِ ہم نشیناں
خواصیں نازنین و ناز پیرا　　حضوری میں ہیں حاضر خندہ افزا
مذاق آنکھوں میں رُخ پہ رنگِ سرخی　　عیاں ہے ہر نظر سے ایک شوخی
ادائیں بے خودِ مستِ مسرت　　لبوں پر اِک تبسم کی لطافت
اِدھر آپس میں چہلیں ہو رہی ہیں　　اُدھر پُرکیف تانیں ہو رہی ہیں
خرامِ شوخ سے پامال سبزہ　　لچک گفتار کی اِک کیفِ نغمہ
ہے چھیڑا گائیوں نے سازِ رنگیں　　ترنم ریز ہیں نغماتِ شیریں
فضا کو کر رہا ہے کیف ساماں　　"یہ جھولا کن نے ڈالا رے امریاں"
نہاں اِس تان میں کیا دلکشی ہے　　سماعت مست و بے خود ہو رہی ہے
نشاط اندوز ہے صحنِ گلستاں　　ہوئی جاتی ہیں کلیاں کیف ساماں
عجب رنگیں ہے لطفِ برشگالی　　دلوں پر چھا رہی ہے ایک مستی
اُدھر بوندوں کا ہلکا سا تراکم　　اِدھر ہونٹوں پہ اِک رنگیں ترنم
اُدھر برسات کی رنگینیاں ہیں　　اِدھر جھولے کی رنگیں ڈوریاں ہیں

دوگونہ کیفیت ہے جلوہ آرا
اِدھر جھولا اُدھر بادل کا نغمہ

رابعہ پنہاں

شہزادی زیب النسا بیگم کی پھلجھڑی

یہ کون جلوہ ریز ہے باشانِ قیصری؟   محشر طراز زندہ کنِ دینِ اذری
برصندلی نشستہ بہ اندازِ دلبری   آتش فگندہ از پیرہن در مرمری
پھول ہے یا زمیں پہ شفق زیرِ چاندنی؟   یا گر پڑے ہیں چرخ سے مریخ و مشتری.
یا کاغذِ سفید پہ قطراتِ خونِ دل؟   ہیں کلکِ شاعرہ سے رواں دقتِ شاعری
نے گُل نہ خونِ دل نہ ہے لعل و شفق نہ نجم   زیب النسا کے ہاتھ میں ہے صرف پھلجھڑی
اک ماہ زیبِ چرخ ہے اِک زینتِ زمیں   وہ وقفِ لمعہ پاشی، یہ درشعلہ گستری
رونق فزائے صحنِ مکاں ہے شبِ برات   اور دستِ رنگ بندِ حنا میں ہے پھلجھڑی
اے رشکِ حورِ خلدِ بریں، غیرتِ پری   اے خیرہ از جمالِ تو شد چشمِ خاوری
اے مرتفع ز نسبتِ تو ذاتِ شاعری   اے زیب بخشِ محفلِ علم و سخنوری
در جنبشِ قلم تو کنی صد مصوری   بردی ز جملہ اہلِ سخن گوئے برتری
کلکِ غزل نویسِ تو صد سحرِ سامری   نظمِ تو رشکِ چشمۂ صہبائے کوثری
دوشیزگی ہے نازکناں ذات پر تری   عصمت کو فخر تجھ پہ اے پاکیزہ گوہری
افسوس ناشناسی اہلِ زمانہ سے   ہے لاپتہ لحد تری، اے رشکِ انوری.
کیا غم نشاں جو مٹ گیا مٹی کے ڈھیر کا   پائندہ نام و شہرتِ بے مثل ہے تری
اے دخترِ شہنشہ پابندِ شرع و دیں   فردوس میں بھی تجھکو عطا ہوں ہر برتری

جائے قیام جنت ماوا ہو جاوداں
نزدِ بتولؓ تم رہو اے نازِ شاعری

خورشید آرا بیگم امراوتی

شہزادی زیب النسا پھلجھڑی چھوڑ رہی ہے

سکوتِ شب کی خموش دیوی فضاؤں میں مسکرا رہی ہے — تبسّمِ کیف آفریں سے فلک پہ تارے لُٹا رہی ہے
حسین شبنم کے نرم قطرے ٹپک ٹپک کر ڈھلک رہے ہیں — خموش راتوں کی مستِ رانی سپید موتی لُٹا رہی ہے

فضا کی خاموش زندگانی حسین چھینٹوں میں ڈھل رہی ہے
گلوں کی شفاف مسکراہٹ لطیف سرخی میں گھل رہی ہے

ڈھلی ہوئی چاندنی کے پرتو میں عکسِ صد برقِ طور گویا — ہنسے ہوئے مست ناز نکلے تجلّیِ رنگِ نور گویا
کھلے ہوئے سرخ و شوخ غنچے ہوئے ہیں مستِ سرورِ الفت — ٹپک رہی ہے فضا میں شبنم برس رہا ہے بلور گویا

یہ رات کا دلفریب منظر نظر کو بے خود بنا رہا ہے
خموش دل کے لطیف جذبے نئی ادا سے جگا رہا ہے

ہر اک کلی چاندنی کی موجوں میں مست ہو کر نہا رہی ہے — فلک کی سیمیں جبیں حسینہ شرابِ کوثر بہا رہی ہے
ہیں رات چاندنی میں کھلے ہوئے ہیں حسین نرگس — چمن کی مستانہ انکھڑیوں کو حسینۂ شب جگا رہی ہے

ہوا کے جھونکوں میں عطرِ جنّت کہاں سے کھنچ کھنچ کے آ رہا ہے
گلوں کی خوشبو کا ہر جھکورا بہارِ فردوس لا رہا ہے

یہ گلشن کی عطر بازی سپید غنچوں میں ڈھل رہی ہے — ہر ایک پتّہ پہ چاندنی کی شعاع کروٹ بدل رہی ہے
ہنسا رہا ہے خموش سبزہ بچھا ہوا فرشِ مخملیں ہے — بہارِ جنّت کی نغمہ ریزی خموشیِ شب میں گھل رہی ہے

حسین چشمے کی ہر سپیدی میں رنگِ کوثر جھلک رہا ہے
کہ شیشۂ آب گوں کی تہ میں قمر کا پرتو ڈھلک رہا ہے

ن میں بکھری پڑی ہیں کیسی بہار کی دلنشیں ادائیں — یہ ساز کی نغمہ ریز تانیں یہ آگ کی رس بھری صدائیں

حسین و نازک مغنیہ کی ہر ایک ٹھوکر میں رقص پنہاں — یہ بزمِ شیریں کا کیف سادہ خوشی کی یہ وجہِ دلنشیں ہے

چمن معطر، فضا معنبر، ہوا میں یہ راگِ عیش و عشرت
وہ تینِ محبوب گانوں کا سُر میں ملانا بہ صد مسرت

وہ کرسیٔ زر بدوش یعنی جسے چمن کا نکھار کہئے — وہ پیاری صورت وہ نازنینہ جسے کہ زیبِ بہار کہئے
وہ شاہزادی عفیف و رعنا جسے "دلِ لالہ زار" کہئے — وہ "زیبِ النسواں" وہ فخرِ شاہاں حسین جس کو نگار کہئے

خدایا یہ سطرِ کہکشانی کسی نے شاید بکھیر دی ہے
چمن میں ہیں یہ سہیلیاں یا سپید موتی کی اک لڑی ہے

حسین ہاتھوں میں پھلجھڑی کا سماں نرالا بنا ہوا ہے — برس رہے ہیں گلِ شگفتہ نیا چمن اک کھلا ہوا ہے
یہ پھولجھڑی چھٹ رہی ہے یارب کہ نالے اوپر کو جا رہے ہیں — گلوں کی بارش برس رہی ہے سنہرا اک ایک منظر ہے

یہ پھلجھڑی کھل رہی ہے یارب کہ سطر پر دیں بکھر رہی ہے
چمکتے شفاف بام و در پہ نرالے پرتو کی جھلکی ہے

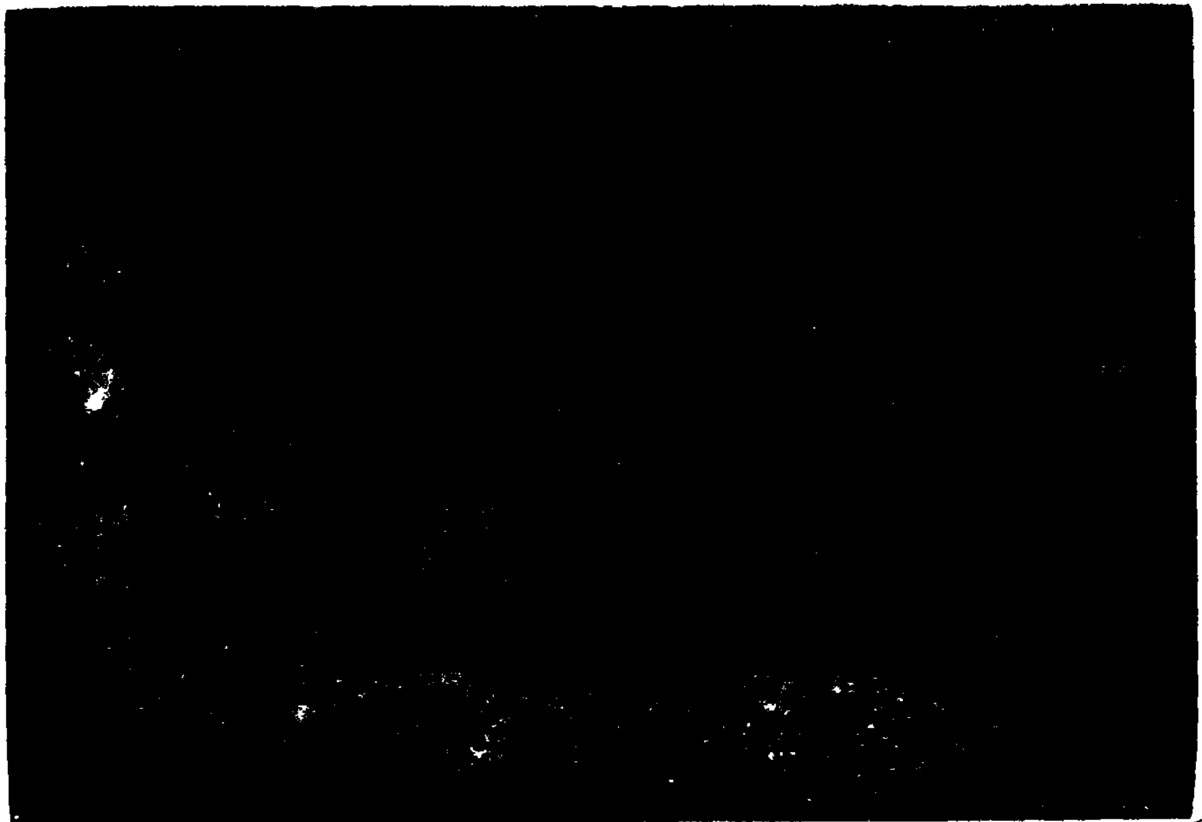
لبوں میں الفت کا اک تبسم نئے شگوفے بنا رہا ہے — کسی سہیلی کا شوخ آنچل ڈھلک کے شانوں پہ آ رہا ہے
وہ شاہزادی کا دستِ نازک لطیف و معصوم سادگی میں — عجیب انداز دلنشیں میں نرالے غنچے لٹا رہا ہے

بہار قدموں کے جس کے نیچے خموش و چپ چاپ سو رہی ہے
وہ حورِ دنیا نزاکتوں میں نئے شگوفے پرو رہی ہے

عجیب شانیں ہیں سادگی کی عجیب شانیں ہیں زندگی کی — عجیب بہاریں ہیں دلبری کی کسی کی قلبی شگفتگی کی
وہ شاہزادی کا طرزِ نازک نظر کو مدہوش کر رہا ہے — عجیب عالم ہے دل کا میرے عجیب حالت ہے بیخودی کی

بہار ششدر، چمن متحیر، عجیب سکتہ میں آسماں ہے
جمالِ حیراں دیدۂ تحیر یہ کیسا نادر سماں یہاں ہے؟

بلقیس جمال



بلاک جرمنی میں بنا گیا



حواتھوی عورت کا جدید نقش



قصر ممتاز کی دیوی اروسی
جو [illegible] [illegible] ۱۶۰۰ء [illegible] کا بنا ہوا ہے

جوبلی عصمت کا تحفہ

فاطمۃ الزہرا

یہ بادِ صبا نے خبر لا کے دی ۔ کہ عصمت سالکی ہو جوبلی ۔ ہوئے خیر سے اسکو پچیس سال ۔ چڑھا آج پروان یہ نونہال
خوشی سے میرا دل ہوا باغ باغ ۔ مٹا دل سے اپنے جہالت کا داغ ۔ ہے علم ادب میں رسالہ فطیں ۔ ہے نسواں کا بہتر رفیق و انیس
بڑھاتا ہے اخبار بینی کا ذوق ۔ دلاتا ہے مضمون نویسی کا شوق ۔ سکھاتا ہے ہر قسم کا علم و فن ۔ لٹاتا ہے اس پر سے نقد سخن
خوشی جوبلی کی جو ہے بے حساب ۔ ارادہ ہے خوب ہی لکھوں شوق آب ۔ بہار اور تشبیب بے فائدہ ۔ لکھوں کیوں، مر مدح مجھے ہے تا
سرِ شاخ طوبیٰ بنا کر قلم ۔ فضائل کروں فاطمہؑ کے رقم ۔ کہ ہر بیت دُر لائے جنت کا گھر ۔ بنیں سننے والے بھی کان گہر
بھلا کر ہی بھولیں اوسکو کبھی ۔ کہ جس کے سبب آبرو ہے ملی ۔ جو عورت نہ ہوتی وہ خاتونِ حشر ۔ تو نسواں کی دنیا میں ہوتی نہ قدر
عجب کیا ہمارے یہ ابنائے جنس ۔ سمجھتے نہ عورت کو از قسمِ انس ۔ فقط مال منقولہ ہی جانتے ۔ حدیثوں کا مطلب بھی مانتے

مدح جنابِ سیدہؑ

خوشا عظمت و شانِ بنتِ رسول ۔ لقب سیدہ، طاہرہ اور بتول ۔ ہے رتبہ و عصمتِ فاطمہؑ ۔ طہارت کا جس پر ہوا خاتمہ
احادیث توصیف میں بیشمار ۔ نہایت ہے زہراؑ کا عز و وقار ۔ ہے اِک رکن ارکانِ دنیا و دین ۔ وہ برتر ملائک سے ہے بالیقیں
نبی کی طرح سے ستودہ صفات ۔ علیہا السلام و علیہ الصلوٰۃ ۔ نمونہ یہ اوصاف انسانی ہیں ۔ یہ سردار عورات دنیا کی ہیں
خدا کو رضا اس کی منظور ہے ۔ صفت اسکی قرآن میں مسطور ہے ۔ شفاعت پہ زہراؑ کی سب کی نجات ۔ ہے بس مختصر یاد رکھنا یہ بات
ثنا خواں ہے جسکا جہاں آفریں ۔ بشر سے ثنا اوسکی ممکن نہیں ۔ کجا مدحِ زہراؑ کجا یہ کنیز ۔ کب اس جاہلہ کو ہے اتنی تمیز

طلبِ انصاف

جنہیں رشک ہے کیوں کنیز علیم ۔ وہ دیکھیں یہ شانِ خدائے کریم ۔ ہے اسکی ہی عورت میانِ جہاں ۔ منور ہے جس سے زمین و زماں
کیا جس نے اسلام پہلا قبول ۔ خدیجہ ہیں اُمّ جنابِ بتول ۔ اور انکی ہی جو بیٹی [illegible] ۔ فرشتوں نے ان پر کیے ہیں سلام

زبیں مریم و آسیہ و ہاجرہ سپرد انکے ہے خدمتِ فاطمہ جو اُمت کی ہونگی کنیزان بہا وہ جنت میں جائینگی انکے سبب یہاں
جو ہیں پیرو فاطمہ بیبیاں ہیں حوروں سے بہتر بیان جابجا نہیں ان کو شیطان کا کچھ خطر نہ بہکا سکیں گے جناب بشر
خدا کی ہے ان سب پہ رحمت سدا خدا ہے اُنکے عمل کی جزا جب اعمال کانٹے میں تل جائینگے یہ عقدے قیامت میں کھل جائینگے

ذکر مختصر طرزِ معاشرت

فضیلت تو سن لی سنو انکسار یہ بی بی تھی کیا خاصۂ کردگار وہ زوجِ علی کی وہ بنتِ نبی شب و روز کرتی تھی محنت کشی
خدا کی رضا سے سروکار تھا کچھ اسبابِ دنیا نہ درکار تھا بہت اپنے بچوں پہ کرتیں محبتیں نہ ڈھونڈے سے بھی لغزشیں آتیں
ہدایت وہ کرتی رہیں تا حیات خدا کی عبادت تھی دن اور رات وہ تھیں عالمہ علمِ ماضی و حال بہت شعر موزوں کیے حسبِ حال
رہی فقر و فاقہ میں خوش وہ سدا کیا اوسپہ ایثار و جود و عطا نہ تھا آسیہ سا کوئی بھی اوسکو ملا ردائیں بھی پیوند سے تھے بیشمار
خوشی سے گھر کے سب کام کاج کنیزوں پہ ہوتی نہ تھی بدمزاج جو اک روز لیتی تھی فضہ سے کام تو اک روز کرتی تھی خود اہتمام
دکھا دی مساوات اور بندگی بسر اس طرح کرگئی زندگی سب اقوال افعال معصومہ کے ہیں حجت زنانِ جہاں کے لیے
یہ نسواں پہ ہے حجتِ کبریا ہو شکر خدا کس زباں سے ادا آئی ہے یہ حرمتِ فاطمہ ہو سب عورتوں کا بخیر خاتمہ

محترم بہنوں سے اِلتماس

میری پیاری بہنو سنو صاف صاف ہماری روش اب ہے اسکے خلاف یہ غصہ یہ غیبت اور کید ہیں ان سب صفاتِ ذمیمہ کی قید
نہیں یاد ہمکو فروع و اصول احادیث کا ذکر ہے سب فضول جو تھیں بی بیاں نیک خو نیک نام مٹاتے ہیں ہستی سے ہم اونکے نام
صغیروں پہ شفقت بڑوں کا ادب بھلایا ہے تہذیب نے ہمکو سب زمانہ پر آشوب ہے پر خطر چلو ہنس کی چال کچھ سوچ کر
یہ تہذیب فیشن خلافِ حیا کنیزانِ زہرا پہ کب ہے روا ترقی نہ ایسی کرو مادی کہ روحانیت کی ہو تم میں کمی
روش غیر قوموں کی سیکھو مگر ہو خُذ ما صفا اور دع ما کدر تم علم و ہنر میں ترقی کرو شریعت کے باہر قدم مت دھرو
نہ بے فائدہ کھوؤ عمر عزیز اگر تم ہو خیر النسا کی کنیز رکھو یاد اسلام کے اصول رہیں تم سے راضی خدا و رسول
نماز اور روزہ و خمس و زکوٰۃ ہر اک مسلمہ پہ بھی ہیں واجبات نماز اور روزہ جو سمجھے فضول نہیں اوسکا کوئی عمل بھی قبول
اور اس کے علاوہ نہیں کچھ منع کرو دین و دنیا کو گر تم جمع نہیں ہے یہ تعلیم اسلام کی کہ رہبانیت کی کریں زندگی
تمہارے لیے ہے یہ دنیا تمام سمجھی رہو پر حلال و حرام خدا نے دیا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا رکھو یاد وہ دو بول "لا تسرفوا"
کرو شاہزادی کی گر پیروی تو کر دین میں پاؤ گی برتری طلب حق سے کرتی رہو مغفرت کہ دنیا بنے مزرعۂ آخرت
مبارک یہ تقریبِ عصمت کی ہو یہ ناچیز تحفہ قمر کا بھی لو

قمر جہاں بیگم لکھنؤ

نعت

رحمۃ العالمیں میری مدد فرمائیے
اے شہِ دُنیا و دیں میری مدد فرمائیے

آپ سردارِ رسولاں آپ فخرِ انبیا
پرتوِ نورِ الٰہی ! مظہرِ شانِ خدا
بادشاہِ ہفتِ اقلیم آپ کے در کے گدا
غرقِ عصیاں کا سہارا بے بسوں کا آسرا
اے مدینے کے مکیں میری مدد فرمائیے
رحمۃ للعالمیں ! میری مدد فرمائیے

خیرِ مطلق، پاک باطن، برگزیدہ مقتدا
رحمتِ رب، واجب تعظیم، سچّے پیشوا
سرورِ عالم لسانِ خالقِ ارض و سما
فخرِ موجود و عدم بروارِ توحیدِ خدا
اے جمیل و اے حسیں میری مدد فرمائیے
رحمۃ للعالمیں ! میری مدد فرمائیے

اللہ اللہ آپ ہیں محبوب و مطلوبِ خدا
شافعِ روزِ جزا صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ
دستگیرِ بیکساں ، بھٹکے ہوؤں کے رہنما
جس کو دیکھا اس کا ہے کوئی نہ کوئی آسرا
میرا کوئی بھی نہیں میری مدد فرمائیے
رحمۃ العالمیں میری مدد فرمائیے

آپ کی ممتاز ہے فکر و اَلم میں مبتلا
رات دن رہتا ہے اس کے دل میں خوفِ ماسوا
اس طرف بھی اک نگاہِ لطف ہو جائے ذرا
مرتبہ ہے آپ کا بعد از خدا خیر الورا
مَیں ہوں غمگین و حزیں میری مدد فرمائیے
رحمۃ للعالمیں ، میری مدد فرمائیے

م ا ب ممتاز مارہروی

۳۶۶

تاروں کی محفل

وقتِ شب ہے اور ہے شفاف سطحِ آسماں — خواب کی آغوش میں آسودہ ہیں بیداریاں
اس لیے کھلتا نہیں دروازۂ قصرِ نگاہ — نیند ہے دُنیا کی آنکھوں میں عزیز اک میہماں
پھول کلیاں اور پتے ، باغ میں خوابیدہ ہیں — سبز شاخیں لے رہی ہیں کیف سے انگڑائیاں
ہے سکوں دریا میں موجوں کو ، تلاطم بند ہے — ساکن و خاموش ہیں جھونکوں کی طوفاں خیزیاں
شورشِ عالم پہ ہے مطلق سکوں چھایا ہوا — الغرض محوِ سرورِ خواب ہے سارا جہاں

ہاں مگر ہے ایک سامان جاذبِ دل چرخ پر
یعنی ہے آراستہ "تاروں کی محفل" چرخ پر

(۲)

چرخ پر تاروں کے جھگٹ میں ہیں وہ تابانیاں — آنکھ جھپکاتی ہیں جس سے برق کی جولانیاں
خوانِ نوریں لا رہے ہیں میزبانانِ فلک — ہو رہی ہیں کثرتِ انوار کی مہمانیاں
جلوہ گر ہیں مشتری زہرہ ثریا کہکشاں — بن سنور کر آگئی ہیں آسماں کی رانیاں
ناگہاں سورج نے چھپکر چھوڑدی مہتاب سی — سب کواکب کی ، منور ہوگئیں پیشانیاں
آسماں کا یہ سماں بھی دیکھنے کی چیز ہے — یہ درخشاں بزمِ انجم ، یہ سکون سامانیاں

اس میں لاکھوں کیف کے سامان ہیں دل کے لیے
چشمِ باطن چاہیئے "تاروں کی محفل" کے لیے

(۳)

ہے انھیں تاروں میں اک میرا بھی تارا اُسے حیا — ہے بہت پرنور سا لیکن بہت محجوب سا
اُس کی نظریں ہیں مجھی پر ، چشمِ حسرت کی طرح — وہ تماشائی ہے میرے عالمِ تقدیر کا
میرے طالع سے اُسے حاصل ہے اک وابستگی — اُس کے پرتو سے منور ہے میری طبعِ رسا
میری پیشانی کی جانب ہے وہ مائل مطلقاً — جھک کے چومنا چاہتا ہے کیا جبیں یہ چومنا
مسکراہٹ اُس کی دیتی ہے مجھے پیغامِ کیف — جاگ سا اُٹھتا ہے میرا قلبِ فطرت آشنا

شمل کوکب ہو کے اس تنویر کمال میں شریک
ہوتی ہے میری نظر "تاروں کی محفل" میں شریک

(۴)

اِک مجسّم کوکبِ تنویر بن جاتی ہوں میں
آسماں پر اس بہانے سیر کر آتی ہوں میں

دیکھتی ہوں رات بھر تاروں کی محفل کا سماں
اِس طرح اپنی نگاہِ شوق چمکاتی ہوں میں

آنکھ میں ٹھنڈک نظر میں کیف ہوتا ہے طلوع
رُوح میں تسکین اور دل میں سکون پاتی ہوں میں

جاگتی رہتی ہوں اپنے گھر میں تاروں کی طرح
درسِ بیداری وہاں سے یاد کر لاتی ہوں میں

مستقبل کی تابانی کی رہتی ہے مجھے
نیند کو ہنس ہنس کے ساری رات بہلاتی ہوں میں

ڈالدیں گی عورتیں گر "ذوقِ کامل" کی طرح
ایک دن چمکیں گی سب تاروں کی محفل کی طرح

خورشید اقبال حیاؔ

نغمۂ توحید

لطافت کوہساروں کی طراوت مرغزاروں کی
ہیں رنگ آمیزیاں ساری خدا کے اہل کاروں کی

ترنّم بُلبلوں کا اور نغمہ آبشاروں کا
سماعِ رُوح پرور ہے یہ قدرت کے تاروں کا

شجر میں اور حجر میں اس کی حکمت آشکارا ہے
جہاں کے کارخانے کا عجب دِلکش نظارا ہے

نمایاں اس کی عظمت ہے ہر ایک پتی کے دانے میں
صدف میں اور گہر میں لعل و نیلم کے خزانے میں

کہاں ممکن ہے اس کے وصف کا شمّہ ادا ہو وے
ہزاروں سال اسی کوشش میں گر کوئی فدا ہو وے

تمنّا ہے یہی کوشش صدا جاری رہے دل میں
خدا ہو فیضؔ میرا رہنما عقبیٰ کی منزل میں

راقمہ۔ فیض از لمبے

نمودِ صبح

سیاہی رات کی دھندلا رہی ہے
سپیدی شرق سے کچھ آ رہی ہے

سحر کی روشنی ہے جلوہ افشاں
فضائیں بن رہی ہیں نور ساماں

فلک کا رنگ ہے یعنی حنائی
اُفق کا روئے روشن ارغوانی

ستارے نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں
کواکب کیف میں کھوئے ہوئے ہیں

نمایاں بزمِ شب میں برہمی ہے
نگاہوں سے برستی خستگی ہے

ہے شبنم کا تقاطر صبح آرا
ہیں قطرات مجلّے کوثر افزا

جھلکتی لیلائے شب ہے جو زُلفیں
بکھرتی ہیں دُر و گوہر کی سطریں

طلوعِ صبح ہے اِک کیف سیمیں
سحر کا روئے روشن حسنِ رنگیں

نسیم ناز ہے گوہر بداماں
قیامت لغزشِ پا میں ہے پنہاں

گلوں سے چھیڑ کرتی جا رہی ہے
نگاہ سبزہ کو بہکا رہی ہے

ہیں عارض یاسمیں کے نور ساماں
تبسم ہے کنارِ لب پہ خنداں

عذارِ غنچہ ہے حسنِ تبسم
نگاہوں سے برستا ہے ترنم

گلوں کی ماہ گوں لوحِ جبیں پر
چنی ہے نازنیں افشاں سرا[illegible]

ہیں نرگس کی نگاہیں حسنِ جادو
پریشاں حال ہیں سنبل کے گیسو

صنوبر کا کلیں سلجھا رہی ہے
فضا پر کیفیت سی چھا رہی ہے

شمیمِ گل میں پنہاں بوئے کوثر
ہے نکہت کی مہک تسنیم آ[illegible]

ہیں چشموں میں رواں امواج سیمیں
بکھر جاتے ہیں کچھ اوراقِ زریں

شفق کا عکس ہے داماں جو پیما
مئے گل گوں ہے یا موجِ [illegible]

ہیں لرزاں صاف اور شفاف لہریں
ہوا کی لرزشیں کرتی ہیں چھیڑیں

ہے کوئل کی صدائے "کو" میں اک سوز — وہ قمری کی گویا درس آموز
ترنم ریز ہے بلبل بصد جوش — ادائے تیتری نغمہ در آغوش
بھرے ہیں آبشاروں میں ترنم — فضا میں ہو رہا ہے اک تلاطم
خنک ہیں وادیوں کے سبز دامن — ڈھلکتے جن پہ ہیں دُرہائے روشن
کنارِ جو میں ہے مسرور، مرغاب — پروں پر ہے شفق کا نورِ ضو تاب
ہرن بے غم کلیلیں کر رہے ہیں — مگن سر وادیوں میں چر رہے ہیں
سریلی راگنی بھونروں کی، گویا — بیانِ وحدتِ خالق کا نغمہ
مسرت آفریں بھیڑوں کا گلہ — ہے معصومانہ آبادی سے آتا
نگہبانی میں ننھی گلہ بانہ — خراماں ہے، بصد اندازِ سادہ
خوشی میں مسکراتی جا رہی ہے — لبوں میں گنگناتی آ رہی ہے
اُفق سے اُٹھ رہا ہے مہرِ تاباں — ہیں کرنوں کی نگاہیں خندہ ساماں
ہوئی پانی میں موجِ زر کی لرزش — جھلک اُٹھی فضائے گل میں تابش
ہوئیں روشن پہاڑی چوٹیاں بھی — تھیں پگھلائیں برفِ سیم گوں کی
نظامِ رنگ و بو بدلا یکایک — فضا میں شور سا اُٹھا یکایک
منور ہو گئی دنیائے عالم — تسلط ہو گیا شورش کا قائم
سکونِ شب ہوا بے کیف یکسر — بڑا ہنگامہ ہائے دن کا محشر
ہوئی مہرِ مبیں کی حکمرانی — مٹی ماہِ درخشاں کی کہانی

طلسمِ روز و شب دائم یوں ہی ہے
نظامِ زندگی قائم یوں ہی ہے

رابعہ پنہاں مظفر نگر

باغ میں صبح کا منظر

بزم شب ختم ہوئی ، صبح کا تارا چمکا
پردۂ شب پلٹا جانے لگا مشرق کو قمر

تانسے جھومتی جاتی ہے ہر اک موج صبا
چلتی جاتی ہے نکاتی ہوئی یکدم گوہر

فخر سے کلیوں نے ہے صبح کا منظر دیکھا
پھول بھی ہو گئے مشغول تماشائے سحر

مرغ گلچیں پہ ہے اک تازہ مسرت چھائی
عندلیبوں کا تبسم ہے بدن کے اوپر

لوریاں دیتی ہے ہر گل کو یہاں موج صبا
جھومتا نیند سے اٹھنے لگا ہر اک گل تر

چھائی گلشن کے ہر اک طرف ہے اک تازہ بہار
دوڑتی پھرتی ہے ہر طرف مسرت کی بہار

گل لالہ کی ہے صورت سے عیاں طرب نشاط
شادمانی سی برستی ہے گلوں کے رخ پر

جمع ہیں دامنِ گلچیں پہ یہ بیری کی لٹیں
جوئے تسنیم برستا ہے جو موتی ہو کر

کوئلیں کوکتی ہیں فرطِ خوشی سے ہر دم
شاد و خرم ہیں پپیہے بھی چمن کے اندر

خوں چکاں پھولوں پہ پڑتی ہیں شفق کی کرنیں
لہریں لیتا ہوا دریائے شراب احمر

چاند رخصت ہوا ہونے لگے تارے رخصت
جلوہ افروز ہوا تخت پہ اپنے خاور

حشمت جہاں بیگم تسنیم (پٹنہ)

علم

علم نے عالم کو سرتا سر چراغاں کر دیا
اپنے گلچینوں کو کیا کیا گل بداماں کر دیا

بھر دیا ہے اک جہاں کے دل میں نورِ معرفت
اپنے شیدائوں کی محفل کو فروزاں کر دیا

عالموں کا بخت چمکا مثلِ انجم دہر میں
علم نے بزمِ جہاں کو انجمستاں کر دیا

"ناقصات العقل" ہی میں رابعہ بصری بھی تھیں
علم ہی نے انکو آخر فخرِ نسواں کر دیا

علم کی تابانیوں سے مہر انور ہے خجل
نیرِ اعظم کو اس نے خس بدنداں کر دیا

حبیب بیگم عنایت اللہ خاں (کرم آباد)

ایثارِ فاطمہؓ

ہوئی ہیں نیک خصلت بیبیاں اسلام میں کیا کیا کر تن من دھن سے پڑتی تھیں خدا کے کام میں کیا کیا
خلل ڈالا ہے اپنے دنیوی آرام میں کیا کیا کیے کارِ نمایاں دین کے احکام میں کیا کیا
جنابِ فاطمہ زہرا کا اُن میں نام اوّل ہے
کہ اِنکی زندگانی عورتوں میں سب سے افضل ہے

روایت آپکی مشہور ہے سائل نوازی میں جہاں میں آپ تھیں اپنا نمونہ راستبازی میں
ہمہ تن مستعد رہتی تھیں ہر دم کار سازی میں مثل رکھتا تھا گھر ایثار نفسی پاک بازی میں
سُنا ہے ایک اعرابی کر بیکر حضرتِ سلماں
درِ بنتِ رسولِ پاک پر آئے بصد ارماں

کہا "اے فاطمہ سارا عرب آباد تم سے ہے ہمیشہ سیدِ مرسل کا بھی ارشاد تم سے ہے
کہاں اس گھر سے جائیں بیکسوں کی داد تم سے ہے زمانے کی شکایت۔ چرخ کی فریاد تم سے ہے
سہارا ہے خدائے پاک کے تم پاک بندوں کا
ٹھکانہ آپ کے در پر ہے سارے دردمندوں کا

جنابِ مصطفٰے کے حکم کی تعمیل کر دیجے بنے جس طرح اب اِس بے نوا کا پیٹ بھر دیجے
ثوابِ آخرت ہے یہ اُدھر لیجے اِدھر دیجے مناسب ہے کہ حسبِ مقدرت سائل کو زر دیجے
جہاں آواز دی میں نے وہیں سے یہ جواب آیا
کہ ہم مجبور ہیں اس وقت تم سے کیا کہیں بابا"

جنابِ فاطمہ آنکھوں میں آنسو شن کے بھر لائیں دلِ پُر درد سے اِک آہ کھینچی اور گھبرائیں
نہایت نرم لہجے سے کہا آپے میں جب آئیں "میری جانب سے اے سلماں یہ کہدو اِسے اے تنہا
مرے اِس غمکدے میں تین دن سے ہے خدا جہاں
مرے معصوم بچے اور علیؑ فاقے سے ہیں بیجاں

ابھی سوتے ہیں بچے بھوک کے مارے بلکتے تھے　　قسم ہے ماہیٔ بے آب کی صورت تڑپتے تھے
جگر میں آتشِ فاقے سے انگارے دہکتے تھے　　نہایت نا اُمیدی سے مری صورت کو تکتے تھے
مگر اِس حال میں بھی ہم سے تو ٹالا نہیں جاتا
سوالِ سائلِ بیکس کو رَد کرنا نہیں آتا

مرے بچنے سے لے سلماں نہ ہو رنجیدہ و مضطر　　تجھے دیتی ہوں چادر جا ابھی شمعون کے گھر پہ
یہ کہہ دینا کہ ہے بنتِ رسولِ پاک کی چادر　　"ہمیں کھانے کا کچھ سامان تم دیدو اِسے رکھ کر"
غرض سلماں اُسی چادر کو اپنے ہاتھ میں لائے
سُنایا ماجرا شمعون کو جس وقت پاس آئے

کہا "شمعون نے کیا ہیں یہی وہ لوگ مردانے　　خبر توریت میں پہلے سے دی ہے جنکی آنے نے
جواہر کی پرکھ جسکو ہو وہ گوہر کو پہچانے　　جنابِ مصطفےٰ کے مرتبہ کو کوئی کیا جانے
ادب کرتا ہوں اِس چادر کا واپس ہاتھ میں لیجے
تمہیں جو چیز ہے درکار وہ مجھ سے طلب کیجے"

ہوا شمعون کے دِل پر اثر اِس خلق کا ایسا　　وہیں ایمان لایا، ہو گیا اسلام کا شیدا
پڑھایا حضرتِ سلماں نے اُسکو دین کا کلمہ　　یہی تو خوبیاں ہیں جن کی قائل ہو گئی دُنیا
شریعت سے الگ چلتے ہیں، دعوے اُنکا باطل ہے
یہ سچا دین ہے اسلام کو یہ فخر حاصل ہے

غرض سلماں نے آکر عرض کی جو کچھ وہاں گذری　　جنابِ فاطمہؓ سے کُل یہ ساری داستاں کہدی
جنابِ فاطمہؓ بیٹھیں پکانے کے لیے روٹی　　کھلایا پیٹ بھر کر ہو گیا جب سیر اعرابی
کہا سلماں نے "فاقے کی مصیبت آپ کیوں جھیلیں
اِسی میں سے ذرا سا بال بچوں کے لیئے لے لیں"

خلیقِ زار کیا اچھا کہا قربان ہمت کے　　رسُولِ پاک کی بیٹی کے اِس ایثار و عادت کے
اِنھیں باتوں سے تو لاکھوں ہوئے قائل نبوت کے　　نظر اسلام میں آتے ہیں جلوے رنگِ وحدت کے
"سنو سلماں سنو ہے آخرت کی یہ جہاں کھیتی
جو میں نے دیدیا راہِ خدا پہ پھر نہیں لیتی"

عبدالخالق خلیق دہلوی

خدا کی تعریف

اے شہنشاہِ انس و جاں   ہست زیبا ترا جہانبانی
اے بعید از قیاسِ انسانی   ذاتِ پاکت قدیم ولاثانی

خالق الارض والسمٰوٰت
عالم الغیب والشہادۃ

آنکہ بے مثل و بے مثال و مثیل   آنکہ بے زوج و شبہ و تمثیل
آنکہ بے چوں و بے شریک و عدیل   آنکہ نامش جلیل و ذکر جمیل

مالک الملک لاشریک لہٗ
وحدہٗ لا الٰہ الّا ہو

اے کہ نورت از ہمہ آں پیدا   از زمین و از آسماں پیدا
اے کہ ہر جا ز تو نشاں پیدا   ذاتِ واحد بہر مکاں پیدا

کعبہ میں دیر میں کلیسا میں
بت کدہ میں حرم میں گرجا میں

برق میں رعد میں سحاب میں تو   بحر میں موج میں حباب میں تو
ریگ میں سنگ میں شرار میں تو   آتش و باد و خاک و آب میں تو

مہر و مہ میں ظہور ہے تیرا
ذرہ ذرہ میں نور ہے تیرا

تو ہی ہر تارے میں چمکتا ہے   تو ہی ہر جگنو میں دمکتا ہے
تو ہی ہر پھول میں مہکتا ہے   تو ہی ہر رنگ میں جھلکتا ہے

تو ہی گل میں تو ہی گلستاں میں
تو ہی بن میں تو ہی بیاباں میں

دیکھنے میں جدھر اُدھر تو ہے   پیشِ ہر صاحبِ نظر تو ہے
فرش پر تو ہے عرش پر تو ہے   دونوں عالم میں جلوہ گر تو ہے

اس جہاں میں بھی اُس جہاں میں بھی
ہے مکاں میں بھی لامکاں میں بھی

ہے زنکار ہے بدکردار   ہے انامی کہ کیجیو کھیون ہار
ٹوٹی نیا پڑی میری منجدھار   تیری کرپا ہو تو ہو بیڑا پار

گھاٹ اوگھٹ ہے رین اندھیاری
اور ہے بوجھ پاپ کا بھاری

اے جہاندار اے جہاں پرور   اے کرمگار اے کرم گستر
عاصی پُر گنہ ترے در پر   حاضر آیا ہے بے بس و بے پر

بسکہ شرمندہ ہے گناہوں سے
ہے خجالت عیاں نگاہوں سے

اسکی یہ عرض ہے بعجز و نیاز   مجھ سے کچھ ہوسکے ادا ہوئے نہ نماز
ہوں مگر تیرا بندہ بندہ نواز   درِ رحمت کر اپنا مجھ پہ باز

غافر الذنب ساتر العیب
واقف السر عالم الغیب

شوقِ مہجور

فروری کے رسالے میں ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی جو نظم آمدِ ناگہاں شائع ہوئی ہے یہ نظم اسی سلسلہ کی ہے

شکرِ خدائے کارساز ، چھٹی تو آج مل گئی
دل کی کلی جو بند تھی فرطِ طرب سے کھل گئی

آفتیں لاکھوں جھیل کر ، آج یہ دن ہوا نصیب
دو سوا دو برس کے بعد ، آج کہیں کھلا نصیب

بچھڑوں سے ملنے جلنے کا اب تو زمانہ آگیا
دل سے غبارِ غم ہٹا ، ابرِ نشاط چھا گیا

میرے "سمندِ شبک خرام" تجھکو خدا ہی کی قسم
راہ میں چوکیوں پہ تو بھول کے بھی نہ لینا دم

دیکھوں تو تیری تیزیاں دیکھوں تو آج تیری چال
دیکھوں تو پہلے پہونچے تو دوڑ کے یا مرا خیال

دل میں ہے فرطِ اضطراب ضبط کی تاب اب نہیں
وقت کسی طرح کٹے پہونچوں میں جلد گھر کہیں

اپنی روانگی کا تار ، بھیج تو دیتا میں ضرور
آمدِ ناگہاں مگر ہوگی بہت ہی پُر سرور

دیکھوں تو میرے پیچھے کیا رہتی ہے میرے گھر کی شان
حسن میں ہوگی سادگی اور غضب کی آن بان

بکھرے ہوئے سر کے بال مانگ بھی کچھ مٹی ہوئی
چوٹی گندھی ہوئی مگر ، آدھی لٹیں کھلی ہوئی

چوڑیوں سے کلائیاں ہونگی نہ کہنی تک بھری
نازک و نرم انگلیاں چھلوں کی قید سے بری

ہوگا لباس سادہ سا جس میں نہ ہوگا رنگ تک
ہوگی چمک نہ بچکے کی اور نہ گوٹے کی دمک

سوچیں گی وہ کہ یا خدا آگئے یہ یہاں کہاں
شرم و خوشی و شوق کی ہونگی علامتیں عیاں

فرطِ خوشی و شوق کو شرم و حیا دبائے گی
رازِ دلی کو تاہرا نیچی نظر چھپائے گی

چاہیں گی وہ بہت کہ میں رازِ دلی نہ جان لوں
ہونگی بھی اس میں کامیاب پر تو میں کیسے مان لوں

ہونٹ دبائے جائیں گے تاکہ ہنسی نہ آنے پائے
سر نہ اٹھایا جائے گا تاکہ یہ بھید کھل نہ جائے

میرے سوالوں کے جواب دینگی وہ سوچ سوچ کر
باتوں سے تاکتا رہوں میں نہ کہیں عیاں اثر

پھر انہیں کچھ سنگار کا اپنے خیال آئے گا
دیکھ کے اپنی سادگی فرطِ [illegible]

[illegible] چونک کے اب [illegible] گھبرا
[illegible]

[illegible] کان بالوں میں [illegible]
[illegible]

ہندی ترکیب سے رکھی تھی میں نے نگاہی کیوں نہ لی   سر کے لیے بھی ہائے ہائے کل ہی بھگو نہ دی کھلی
دل میں پھبکتے ہونگے کیا اب مجھے دیکھ دیکھ کر   میں بھی ہوں اپنے حال سے گھر بھی ہے سب تتر بتر
اسکے غرور حسن پھر دور کرے گا یہ خیال   مڑ کے ذرا ہٹائیں گی چہرے سے اپنے سر کے بال
چہرہ وہ اُنکا چاند سا ہوگا اب اور دلفریب   ہوگی ادا بھی صبر سوز حوصلے بھی رم وہ شکیب

لو وہ ریل رُک چلی آگیا وہ پلیٹ فارم   تختے پہ ہے لکھا ہوا صاف میرے وطن کا نام

سعید احمد بریلوی

ترانہ صبح

اُتری سحر فلک سے، اِک شور سا مچاتی   حمد خدا کو گاتی، مخلوق کو جگاتی
دوڑی ضیا زمیں پر، جوبن ہوا دوبالا   شکرِ خدا کرو تم جس نے کیا اُجالا
رات آئی، تو نے یارب، آرام سے سُلایا   پھر صبح کو جگا کر گویا مجھے جِلایا
اے جاگتے محافظ! کیا کیا ہیں تیرے احساں   سوتا تھا بے خبر میں، تو تھا میرا نگہباں
کیونکر نہ چاہیں تجھ کو، مخلوق ہم ہیں تیرے   دن خیر سے یہ گزرے، پروردگار میرے
بندوں پہ اپنے کرنا رحم اے جلال والے   آئے نہ کوئی آفت، اللہ سے اُنھیں بچالے
جذبات خیر یارب دل میں میرے عطا کر   تو مہرباں ہے میرا، دامانِ آسماں پر
اخلاق نارواسے دُنیا ہوں میں ہر دم   ماں باپ کی اطاعت کرتا رہوں میں ہر دم
درگزریں آپ سے یارب، میری جو خطائیں   خوش کر سکوں میں اُن کو، دیں وہ مجھے دعائیں
وہ نرم دل بنا کر جس میں ہو درد پنہاں   جلوہ فگن ہو جس میں خورشید نور ایماں
نزدیک و دور یارب احباب جو ہیں میرے   رکھتا بخیر اُن کو، قرباں جاؤں تیرے
ثابت قدم رہوں [illegible]   ہر لحظہ روح میری، [illegible]
گاتا ہے [illegible]   ہر صبح کا ترانہ تم [illegible]

ا ح ۃ جعفہ . ۹ . ۱ ا

بچّہ اور کھلونا

بستر پہ چھوٹا بچہ ہاتھوں اُچھل رہا ہے   چادر اُلٹ گئی ہے اور سر نکل رہا ہے
رہ رہ کے ہاتھ اپنے بستر پہ مارتا ہے   پاؤں کے بل کھسک کر سینہ اُبھارتا ہے
کچھ گھورتا ہے اپنی آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر   اور آپ ہنسنے لگتا ہے خوب کھلکھلا کر

ماں آکے ٹھیک کرتی ہے اسکا پھر بچھونا   اور کھیلنے کو دیتی ہے ہاتھ میں کھلونا
مٹھی میں اسکو لیکر دانتوں سے کاٹتا ہے   اور جان کر مٹھائی ہونٹوں سے چاٹتا ہے
یہ کیا ہے؟ کس لیے ہے؟ اسکو خبر نہیں ہے   اور ٹوٹ پھوٹ جائے! اسکا بھی ڈر نہیں ہے

میں کاش فرشِ گیتی کو جانتا بچھونا   اور اس کے سیم و زر کو گردانتا کھلونا
فطرت کی طرح خو بھی معصوم و نیک ہوتی   سنگ و گہر کی وقعت نظروں میں ایک ہوتی
انجام کا طبیعت کو پاس ہی نہ ہوتا   دل کو نشاط و غم کا احساس ہی نہ ہوتا

محمود اسرائیلی

خدا کا وجود

شاہوں کی اداؤں میں   مظلوموں کی آہوں میں   گلشن کی فضاؤں میں   گمگشتہ گناہوں میں   دیتے تجھے پتا
دل میں بھی جگر میں بھی   پردیس میں گھر میں بھی   حیرانِ بشر میں بھی   پتھر میں شجر میں بھی   دیتے تجھے پتا
بادل کے گرجنے سے   بجلی کے چمکنے سے   پتوں کے کھڑکنے سے   بارش کے برسنے سے   دیتے تجھے پتا
سورج کے نکلنے پر   تاروں کے چمکنے پر   خورشید کے چھپنے پر   انسان کے مرنے پر   دیتے تجھے پتا
کعبے کی اذانوں میں   تسبیح کے دانوں میں   بلبل کے ترانوں میں   انسان کے گانوں میں   دیتے تجھے پتا
دریا کی روانی سے   یوسف کی کہانی سے   پیری و جوانی سے   آیاتِ قرآنی سے   دیتے تجھے پتا

ذوقی بدایونی

رازِ حیات

اے حیاتِ نوعِ انساں کیا خدا جانے ہے تو   جس کی خاطر ایک کر دیتے ہیں پانی اور لہو
رکھتی ہے ذرات کو بیتاب تیری جستجو   ڈھونڈتی ہے تجھ کو آغوشِ کنارِ آبِ جو

رنگ ہے روغن ہے تو ہر عنصری تصویر کا
پایہ اگر دوں سے بھی اونچا ہے تری تعمیر کا

خون میں گردش ہے آنکھوں میں نظر تیرا وجود   حسن کی فطرت میں تیرے دم سے ہے شوقِ نمود
کون واقف تھا کہ کیا شے ہے طلسمِ ہست و بود   ہاں تری خلقت نے توڑا میری ہستی کا جمود

تیری دلکش شکل ہے دامن کشاں تیری طرف
کھنچ رہے ہیں دل تو دل، جسم اور جاں تیری طرف

تیرا ہی ممنونِ احساں ہے وجودِ بحر و بر   مظہرِ نیرنگِ قدرت ہیں تمامی خشک و تر
تو وہ رہرو ہے نہیں ہے کوئی جس کا راہبر   اپنے ہاتھوں تو نے ڈالی ہے بنا سے رہگذر

آمدِ موجِ نفس میں کوئی خفیہ راز ہے
یہ ہوائے سرد تیرے پاؤں کی آواز ہے

رکھی ہے صورت گرِ قدرت نے ایسی دلکشی   ہے انیسِ زندگی تجھ کو طلسمِ زندگی
اک ترے پہلو میں غم ہے ایک طرف ہے خوشی   فی الحقیقت تو ہے ایک تصویر رنگا رنگی

تیرے دفتر سے اگر جاتی رہے ہر ممات
خلد کی آغوش میں پلنے لگے اپنی حیات

جس میں سمیت ہے تو ایسی مے گلفام ہے   خوں سے ہے لبریز جو مے کے عوض وہ جام ہے
ابتدا شیریں سا ہے لیکن تلخ تر انجام ہے   تیرے ہر نغمے سے پیدا موت کا پیغام ہے

جس کو کہتے ہیں محرم، تو اک ایسی عید ہے
تیری آغوشِ مسرت رنج کی تمہید ہے

عیش وہ کس کام کا جس کا نتیجہ ہو الم — وہ خوشی بیکار جس کا وقت ہو بالکل ہی کم
زیر کر سکتا ہے تجھ کو موت کا دستِ ستم — صانعِ قدرت نے سونپا ہے اسے طبل و علم

موت کے ہاتھوں سے اربابِ دُوَل بھی زیر ہیں
اب کہاں جاہ و حشم بس خاک کے کچھ ڈھیر ہیں

اے بشر! پہلے تو اپنا دائمی گھر دیکھ لے — ایک دن جو پیش آنا ہے وہ منظر دیکھ لے
کیسا عبرت خیز ہے رنگِ گلِ تر دیکھ لے — دیکھنے والے چمن کا حال ابتر دیکھ لے

اس سرا کی بود و باشِ عارضی اچھی نہیں
کاروان گاہِ جہاں کی زندگی اچھی نہیں

چلتے منزل کے تلاشی گام فرسا ہو گئے — سوئے صحرائے عدم رہرو روانہ ہو گئے
ہمکناریٔ اجل کے شوق پیدا ہو گئے — منزلِ ارفع کی جانب جادہ پیما ہو گئے

خاک میں وہ مل گئے آرام و راحت کے لیے
رنج چھوڑے ہم جہاں والوں کی قسمت کے لیے

سچ تو یہ ہے ہر بشر اک دن فنا ہو جائے گا — دوست دشمن آشنا نا آشنا ہو جائے گا
طائرِ دل روشناسِ صد بلا ہو جائے گا — موت کے صیاد سے جب سامنا ہو جائے گا

ہاں یہ وہ منزل ہے جس میں آدمی مجبور ہے
موت پر قبضہ بشر کی طاقتوں سے دور ہے

ثاقب جالندھری

بچوں کے حقوق

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کا سمجھدار طبقہ اب قومی صحت کی جانب اپنی توجہ مبذول کرنے لگ گیا ہے جسکا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ ملک میں جگہ جگہ "بیبی ویکس" (بچوں کے ہفتے) منائے جارہے ہیں جن میں اُن مسائل کی تشریح کی جاتی ہے جن کا تعلق آنے والی نسل سے ہوتا ہے، عورتوں کو اُمور خانہ داری کے اصول بتائے جاتے ہیں، بچوں کو صحیح طریقہ سے پرورش کرنے اور انھیں صحت بخش ماحول میں رکھنے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں اور انھیں مضرت رساں رسوم کے بُرے نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے "بیبی وِیکس" کے بارے میں ابتک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں انھیں بالعموم پسند کرتی ہیں اور ان سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ "بیبی ویک" بجائے خود ایک تعلیم گاہ ہے اور اس لیے ضرورت ہے کہ ہر جگہ اس کی ترویج کی کوشش کی جائے اور اسے شہری زندگی کا نمایاں پہلو بنالیا جائے۔

"بیبی ویکس" کے قیام نے جہاں اور بہت سی مفید باتیں عوام کے ذہن نشین کرا دی ہیں وہاں بچوں کے حقوق کی جانب بھی ان کو متوجہ کیا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں بچوں کی شرح اموات نہایت خوفناک درجہ کو پہنچ گئی ہے اور اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کے حقوق کی جانب والدین کو متوجہ کیا جائے کیونکہ وہی بچوں کو دُنیا میں لانے کا سبب ہیں۔ ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے کہ "کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ بچوں کے رکھ رکھاؤ پر ان کی آئندہ زندگیوں اور اموات اور ان کی اخلاقی بہتری یا تباہی کا انحصار ہوتا ہے تاہم بچوں کی تعلیم کے بارے میں اُن لوگوں سے ایک لفظ بھی نہیں کہا جاتا جو والدین بننے والے ہیں" یہ فرض خواہ کتنا ہی ناقص طریقہ سے کیوں نہ ہو! میں (باوجود اپنی کمزوریوں کے) اسے ادا کرنے کی کوشش کرونگا۔

بچوں کے حقوق بلحاظ تعداد زیادہ نہیں ہیں اور نہ وہ ناممکن الحصول ہی ہیں۔ وہ بہت معمولی ہیں اور

ان کا تعلق براہِ راست والدین سے ہے خواہ وہ کسی قوم وملت یا ذات برادری سے تعلق رکھتے ہوں وہ حقوق حسب ذیل ہیں۔

(۱) انکا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ دُنیا میں صحت کی حالت میں لائے جائیں۔ والدین کو یاد رکھنا چاہئے کہ بچہ کے نقائص ابتدائے حمل ہی سے شروع ہو جاتے ہیں اور جو والدین پیدائش سے قبل کے اثرات کو تسلیم نہیں کرتے وہ گویا حقائق سے انکار کر رہے ہیں۔ شراب اور دیگر ناپاک افعال کی بدولت جو بُرے امراض والدین کو لاحق ہو جاتے ہیں ہندوستان میں ہر سال ہزارہا بچوں کو جسمانی اور ذہنی طور پر تباہ و برباد کر رہے ہیں اور یہ خرابیاں وہ ہیں جن کی وجہ سے بچے نہ صرف زندگی کی مسرتوں سے محروم رہتے ہیں بلکہ قوم کے لئے ایک بارِ تصور ہوتے ہیں۔ مُلک میں لاکھوں اندھے، لنگڑے، لولے، اپاہج، بہرے، گونگے اور دیگر قسم کی بیماری زدہ بچے موجود ہیں اور یہ سب کے سب زبانِ حال سے اپنے والدین کے گناہوں کا ایک وسیع حد تک اقرار کر رہے ہیں، یہ بچے بحالتِ تندرستی گھر کا چراغ بنتے مگر اب بحالتِ بیماری تمام گھر کے لئے ماتم کا سامان بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ والدین اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں جو ان پر اپنی اور مُلک کی طرف سے عاید ہوتی ہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ان کی غلط حرکات کا اثر صرف انہی تک محدود رہیگا۔ ان کے افعال کا اثر ان بچوں پر بھی پڑے گا جو آگے چلکر قوم کے اچھے یا بُرے افراد بننے والے ہیں۔

(۲) دوسرا حق جو بچے اپنے والدین سے طلب کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جو انہیں اخلاقی، رُوحانی، ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بہترین قسم کا آدمی بنانے میں مددگار ثابت ہو۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ والدین شروع ہی سے بچوں کو اچھی عادت ڈلوائیں۔ ان کی جسمانی صحت کا خاص خیال رکھیں، انھیں اپنے جذبات پر قابو رکھنا سکھائیں اور ان کی اخلاقی حس کو اس طرح سے ترقی دیں کہ وہ انسانی اور خدائی حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

(۳) تیسرا حق جو بچے طلب کرتے ہیں، یہ ہے کہ ان کے لیے اچھا اور صحت بخش ماحول پیدا کیا جائے جس میں وہ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ اچھے ماحول کی موجودگی میں ساری اخلاقی اور ذہنی تعلیم اکارت چلی جائے گی۔ ہمارے ہزاروں گھر آج کل خوشگوار ماحول کی کمی کے باعث ماتمکدہ بنے ہوئے ہیں، ہمارے ہزارہا گھر اپنے میاں بیوی کی لڑائیوں کی بدولت جہنم کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں بچے کیا خاک ترقی کر سکتے ہیں؟ تعلیم سے زیادہ ضروری چیز گھر ہے اور جب تک گھر نہ ہو اچھا اور مفید ماحول پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہ حقوق آپ سے یعنی والدین سے طلب کیے جارہے ہیں اس لیے کہ آپ ہی اپنے بچوں کو دنیا میں لانے کا باعث ہوئے ہیں۔ وہ آپ ہی سے اپنا حق مانگتے ہیں۔ آپ ان کی تعلیم دوسروں کے سپرد کرکے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ ان کی تربیت کے بارِ گراں سے سبکدوش ہوگئے، تربیت کا کام ایسا ہے جو آپ کو خود انجام دینا ہوگا اور اگر آپ نے اس سے غفلت برتی تو وہ کام ہمیشہ کے لیے ادھورا رہیگا۔ بچپن کا زمانہ مختصر ہوتا ہے اور اس لیے اس زمانہ کے کھوئے ہوئے مواقع پھر میسر نہ آسکیں گے۔ جو کام بُری طرح شروع کیا جائے گا اسکا نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکل سکتا۔ مولانا روم ؒ فرماتے ہیں:

خشتِ اول چون نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

والدین کے فرائض بہت ہی مقدس ہیں۔ ان سے غفلت برتنا یا ان کی ادائگی میں کوتاہی کرنا نہایت ہی مُہلک چیز ہے "یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں کہ ہر ایک سو خراب بچوں میں سے ۹۹ بچوں کی ذمہ داری ان کے والدین پر عاید ہوتی ہے جنہوں نے انہیں سستی، غفلت، ہٹ اور حسی لذائذ کے پنجہ سے رہائی حاصل کرانے میں کوئی کوشش نہیں کی اور نہ انہیں اچھی زندگی کی عادات سے مسلح کرنے کی کبھی کوئی تکلیف ہی گوارا کی"[1]

جن مطالبات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، عام والدین کے لیے ان کا پورا کرنا آسان نہیں تاوقتیکہ وہ خود بھی چند ایسی صفات سے متصف نہ ہوں جو اعلیٰ تربیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں، انہیں اس بات کا احساس رکھنا چاہیئے کہ بچے اِن کے ہاتھ میں امانت ہیں۔ انہیں بچوں کی چھوٹی چھوٹی شخصیتوں کا احترام کرنا چاہیئے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ بچوں کو ناراض نہ کریں اور نہ انھیں حقارت سے دیکھیں۔ ساتھ ہی ان کا فرض ہے کہ بچوں کی جایز جد وجہد میں روڑے نہ اٹکائیں۔ بچہ محض جسم نہیں ہے، وہ روح بھی رکھتا ہے، وہ جذبات بھی رکھتا ہے، وہ اپنے اندر مرضی بھی رکھتا ہے اور اِس لیے اس سے اسی طرح سلوک کرنا چاہیے جس طرح دوسرے شریف آدمیوں سے کرتے ہیں۔ اگر ان باتوں پر عمل نہ کیا گیا تو گھر جس کا ماحول بچہ کی نشوونما کے لیئے ازبس ضروری ہے، خوشی، مسرت اور بہجت کا مرکز نہ ہوگا بلکہ وہ ایسی جگہ ہوگی جہاں بچہ کی فطرتی قوتیں ٹھٹھر کر

[1] [illegible]

رہ جائیں گی اس طرح سے کہ پھر ان میں مزید نشو و نما کی گنجایش نہ رہے گی۔ لہٰذا بچوں کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت صبر سے، ضبط سے، استقلال سے، محبت سے کام لینا چاہیئے ورنہ وہ چڑچڑے ہو جائیں گے، ضدی بن جائیں گے، افسردہ رہا کریں گے، اس لیے نہیں کہ وہ اس طرح سے پیدا ہوئے بلکہ اس لیے کہ وہ ایسے بنا دیے گئے ہیں۔ بے صبری بچوں کے حق میں سم قاتل ہے۔ والدین اگر بچوں پر اپنی "حکومت" قایم رکھنا چاہتے ہیں تو انھیں اپنے مقصد کو محبت سے، سیاست دانی سے حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ خوف سے جو ان کی اُٹھتی ہوئی قوتوں کے لیے مہلک ہے لیکن اس سے پہلے کہ بچوں پر حکومت کی جائے انھیں اپنے اوپر حکومت کرنا آنا چاہیئے۔ یاد رکھیئے کہ بچے نہایت معقولیت پسند واقع ہوتے ہیں۔ معقولیت کے ساتھ جو بات آپ سمجھائیں گے ان کی سمجھ میں آجائے گی۔ لیکن وہ استبدادانہ احکام کو نہ تو پسند کرتے ہیں اور نہ کبھی ان پر عمل کریں گے۔ اگر کریں گے بھی تو اوپری دل سے جس کا ان کے اعصاب پر مضرت بخش اثر پڑے بغیر نہ رہیگا۔ ڈرا کر، خوف زدہ کر کے اپنے بچوں سے خدارا کوئی کام نہ کرائیے۔

بچوں کے سامنے بہادری کے قصے سُنانے سے، ان کے تخیل کو وسعت دینے سے، ان کے ذہنوں میں اچھی اچھی باتوں کی بھوک پیدا کرنے سے آپ ان کو زمانۂ مستقبل کے لئے مسلح کر رہے ہونگے۔ ان کے دلوں میں خدا و رسول کی محبت، نیکی کی عظمت اور برائی سے نفرت بٹھا دیجیے۔ ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرا دیجیے تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ آپ سے بڑھکر ان کا کوئی دوست نہیں۔ آپ ان سے اس طرح سے پیش آئے جس سے انھیں معلوم ہو جائے کہ آپ ان کی اعانت کرنا چاہیئے اور بس۔ ان کے لیے تفریح، سیر و ورزش وغیرہ کے مواقع پیدا کیجیے اس احساس کے ساتھ کہ جو وقت کھیل میں صرف ہوگا وہ ضائع نہیں جاتا۔

بچوں کی ذات کا مذاق اڑانے سے اجتناب کیجیے۔ اسی طرح ان کی کمزوریوں کا مذاق نہ اڑائیے بلکہ بتدریج ان کو رفع کرنے کی کوشش کیجیے۔ مذاق سے بچہ چڑ جاتا ہے اور وہ اسے اپنی شکست تصور کرتا ہے اور اس سے اس کے آبگینۂ جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔

بچوں کو سادہ باتوں کی عادت ڈلوائیے۔ ان کے خیالات نیک رکھئے، ان کی گفتار پاکیزہ رکھئے اور ان کے اعمال (جن پر اسلام نے تمام مذاہب سے زیادہ زور دیا ہے) [illegible]

رکھنے کی انتہائی جد و جہد کیجئے۔ لیکن اتنا یاد رہے کہ اگر خود آپ کا اخلاقی معیار بلند نہیں ہے تو آپ کے بچے اس بلندی پر نہیں پہنچ سکیں گے جو آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ ریاکاری ہے کہ بچوں کو ایسے کام سے روکا جائے جو خود آپ کرتے ہیں یا جس کے کرنے کے آپ خوگر ہیں۔ حضرت علیؓ کبھی اس بات کی تلقین نہ فرماتے تھے جس پر پہلے عامل نہ ہو جاتے تھے۔ اس مثال کو زندگی کی ہر منزل میں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

بہر حال اگر آپ اس اسلامی تخیل پر عمل پیرا ہونا چاہتی ہیں کہ اچھے دین کے ساتھ اچھی دُنیا بھی ہو تو اپنے گھروں کو جہاں سے ننھے ننھے بچے زندگی کے ابتدائی اور نہ مٹنے والے نقوش حاصل کرتے ہیں، حقیقی معنوں میں جنت بنایئے تاکہ بچوں کی فطری قوتوں کے ارتقاء کے لیے خوشگوار ماحول حاصل ہو سکے۔ خوشگوار ماحول ہی اس کی آیندہ ترقی یا بربادی کا ذمہ دار ہے۔

ضیاء الدین احمد برنی (از بمبئی)

بیمار کے کھانے پکانے کے طریقے

ہمارے ملک میں بیمار کی خوراک کا کوئی انتظام نہیں ہے جو جی چاہتا ہے کھاتے ہیں حالانکہ صحت کی حالت میں انسان کی جیسی قوت ہاضمہ ہوتی ہے۔ بیماری میں ویسی نہیں رہتی۔ اس لیے ایسی حالت میں بیمار کو نرم اور ہلکی خوراک دینی چاہیئے۔ اور خاص احتیاط اور کاریگری سے بنانی چاہیئے۔ تاکہ مریض خواہش سے کھائے۔ اس لیے ہر ایک بہن کو بیمار کے کھانے پکانے کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔ اسی لیے بیمار کے کھانے پکانے کے چند طریقے درج ذیل کرتی ہوں۔

ساگو دانہ۔ ایک تولہ بھر ساگو دانہ پانی میں اچھی طرح دھو کر بھگو رکھو۔ پھر ڈھائی پاؤ پانی چولہے پر چڑھا دو اس میں بھیگا ہوا ساگو دانہ ڈال دو۔ اور بیس منٹ تک اُبال کر اُتار لو۔ بخار کی حالت میں بیمار کو تھوڑا دودھ اور مصری ملا کر دیا جاتا ہے۔ اگر بیمار کو دودھ ہضم نہ ہو یا پیٹ کا عارضہ ہو تو صرف ساگو دانہ کے پانی میں مصری اور نیبو کا رس ڈال کر دینا چاہیئے۔

پرل بارلی کا پانی۔ ایک چھٹانک پرل بارلی دھو کر ڈیڑھ سیر پانی میں اُبلنے کو رکھ دو۔ دو گھنٹے تک اُبلتا رہے۔ جب پانی تیسرا حصہ یعنی آدھ سیر رہ جائے۔ تو اُتار لو۔ کپڑے میں چھان کر تھوڑا نیبو کا عرق اور مصری ملا کر بیمار کو دے سکتے ہیں۔ اگر چاہیں۔ تو دودھ اور مصری ملا کر دے سکتے ہیں۔

اراروٹ کا پانی۔ ایک تولہ بھر اراروٹ ایک چھٹانک ٹھنڈے پانی میں ملا لو۔ پھر آدھ سیر پانی انگیٹھی پر رکھ دو۔ جب کھولنے لگے۔ تو اس میں گھلا ہوا اراروٹ ملا دو۔ اور ہلاتے جاؤ۔ کہ گٹھلی نہ پڑ جائے۔ ۱۵ منٹ بعد اُتار لو۔ تاکہ بہت گاڑھا نہ ہو جائے۔

انڈے کا شربت۔ ایک انڈے کو توڑ کر کسی چینی کے برتن میں ڈالو۔ کانٹے سے خوب پھینٹو تاکہ سفیدی و زردی بخوبی حل ہو جائے۔ اس میں ایک چھوٹا چمچہ نیبو کا رس اور مصری ملاؤ۔ پھر آدھا گلاس پانی ڈال دو۔ اور شربت بنا لو۔ یہ شربت بڑا مقوی ہے۔

انڈے کا پانی۔ ایک انڈے کی سفیدی کو کانٹے سے پھینٹو پھر ایک یا دو اونس پانی ملا چھوٹے بچوں اور بیماروں کے لیے یہ بہت مفید ہے۔ دودھ ہضم نہ ہوتا ہو یا [illegible] کی شکایت

ہے۔ تو اسکا استعمال مفید ہے۔ اگر چاہیں تو اس میں کچھ مصری بھی ملا لیں۔ اس پانی کو انگریزی میں البومن واٹر Albumen water کہتے ہیں ؁

سیب کا پانی۔ دو یا تین نرم سیب کے ٹکڑے ایک پیالی میں رکھو۔ اور ان پر کچھ اُبلتا ہوا پانی ڈالو۔ کچھ دیر کے بعد جب پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ اور سیب کا رس اس کے ساتھ مل جائے۔ تو ایک باریک کپڑے میں ڈالکر چھان لو۔ اور اس میں تھوڑی مصری ملاکر بیمار کو پینے کے لئے دو۔ یہ بہت لذیذ اور بہت مفید شربت ہے ؁

چاولوں کا پانی۔ ایک دیگچی میں ڈیڑھ سیر پانی ڈالکر انگیٹھی پر دھر دو۔ پھر آدھ چھٹانک چاول ایک کپڑے میں باندھ کر پوٹلی سی بنا کر دیگچی میں ڈال دو۔ تین گھنٹے تک لگاتار اُبلنے دو۔ جب صرف ایک پاؤ پانی رہ جائے۔ تو دیگچی اُتار لو۔ پوٹلی نکال کر پھینک دو۔ اس پانی میں تھوڑا نمک اور نیبو کا رس دو بوند ڈال کر بیمار کو دو۔ بخار کی شدت ہو۔ تو بھی دیا جاتا ہے۔ اس سے چنداں نقصان نہیں ہوتا ؁

ڈبل روٹی کا پانی۔ ڈبل روٹی کے ایک ٹکڑے کو اچھی طرح کوئلے پر سینکو۔ پھر کسی برتن میں اس کو ڈال کر اوپر سے اُبلتا ہوا پانی ڈال دو۔ کچھ دیر کے بعد اس پانی کو چھان کر ٹھنڈا کر لو۔ اور تھوڑا نمک ڈال کر بیمار کو دو ؁

پھٹے ہوئے دودھ کا پانی۔ ایک صاف برتن میں دودھ ڈال کر چولھے پر اُبلنے رکھو۔ جب دودھ کھولنے لگے۔ تو اس میں ایک یا دو نیبوؤں کا عرق ڈال دو۔ تھوڑی دیر میں جب پنیر اور پانی الگ الگ ہو جائیں۔ تو اُتار کر کپڑے میں چھان لو۔ تاکہ سارا پانی چھن کر نکل آئے۔ آدھ سیر دودھ میں ایک نیبو کا رس کافی ہے۔ یہ پانی انٹرک بخار کے بیمار کے لئے جو دودھ ہضم نہیں کر سکتا بہت مفید ہے۔ اس پانی کو انگریزی میں Whey کہتے ہیں ؁

نیبو کا شربت۔ ایک گلاس بھر ٹھنڈے پانی میں تین بڑے چمچے کھانڈ ڈال کر اچھی طرح ہلاؤ۔ جب مصری پانی میں حل ہو جاوے تو ایک یا دو نیبوؤں کا رس اس میں نچوڑ دو۔ یہ شربت ملیریا بخار کے لئے بہت مفید ہے ؁

روٹی کا حلوا۔ کسی برتن میں پانی کھولنے کے لیے رکھ دو۔ پھر اس میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے

کہسکے ڈال دو۔ اتنی دیر تک ہلاؤ کہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر نیچے اُتار کر اس میں مصری الائچی پاکیزگی اور خوشبودار چیز ملا دو۔ یہ حلوا زُود ہضم اور لذیذ ہے +

بیسن کا حلوا۔ آدہ سیر پانی میں دو بڑے بڑے چمچے سوجیوں کے ڈال کر انگیٹھی پر دھر دو، کچھ دیر پکاؤ کہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر نیچے اُتار کر مصری اور کوئی خوشبودار چیز جو بیمار پسند کرے۔ ڈال دو۔ اگر چاہیں۔ تو اُسے دودھ کے ساتھ ملا کر بھی کھا سکتے ہیں +

دُودھ سُوجی۔ آدہ سیر دودھ آدھی چھٹانک سُوجی اور تھوڑی مصری لو۔ کسی برتن میں دُودھ اُبلنے رکھدو۔ جب دودھ اُبلنے لگے۔ اس میں سُوجی ڈالدو۔ اور ہلاتے رہو۔ کہ گٹھلی نہ پڑ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانڈ ڈال دو۔ پھر کچھ دیر اور پکاؤ۔ پھر اُتار لو۔ تاکہ زیادہ گاڑھا نہ ہو جائے اگر مریض زیادہ دودھ ہضم نہ کر سکے۔ تو دو حصے دودھ میں ایک حصہ پانی بنا کر ملاؤ +

فرنی۔ ایک چھٹانک چاولوں کا آٹا پانی میں گھول لو۔ پھر آدہ سیر دودھ ڈال کر اُبلنے رکھدو جب تک گاڑھا نہ ہو جائے۔ ہلاتے رہو۔ پھر مصری ملا کر اُتار لو۔ پھر اس میں کوئی خوشبودار چیز ملا کر پیالے میں ڈال دو۔ تاکہ جم جائے۔ چاولوں کا آٹا گھر میں تیار کرنا اچھا ہے۔ ایک چھٹانک چاول دھوکر دو گھنٹہ پہلے پانی میں بھگو رکھو۔ پھر چاول نکال کر کچھ دیر رکھدو۔ تاکہ چاولوں کا پانی خشک ہو جائے۔ اب چاولوں کو سُکھا کر پیس لو۔ یا کوٹ کر کپڑے میں چھان لو +

چاولوں کی کھیر۔ آدہ چھٹانک چاولوں کو دھوکر آدہ گھنٹہ پہلے بھگو رکھو۔ پھر آدہ سیر دودھ چولہے پر رکھدو۔ جب اُبلنے لگے تو چاول ڈالدو۔ جب چاول گل جائیں۔ تو اس میں چینی ڈال کر تھوڑی دیر اور چولہے پر رکھو۔ پھر اُتار لو۔ ڈاکٹر کی اجازت سے مریض کو دی جا سکتی ہے +

چنوں کا شوربا۔ ایک مٹھی بھر چنے دھوکر تین پاؤ پانی میں اُبلنے بھگو دو۔ کچھ گھنٹوں بعد دیگچہ میں ڈالکر اُبلنے رکھدو۔ تھوڑا سا نمک اور ایک دو ٹکڑے ادرک کے اس میں ڈالدو۔ دو گھنٹہ تک پکتا رہے۔ جب تین چار چھٹانک پانی رہ جائے۔ تو اُتار لو۔ اگر مریض ہضم کر سکے۔ تو ایک کڑچھی بھر گھی ڈالنا کچھ مضر نہیں +

مونگ کی دال۔ ایک سیر پانی میں ایک چھٹانک مونگ کی دال دیگچی میں ڈال کر دھیمی آنچ پر رکھو۔ دیگچی ڈھکنے دار ہو۔ تھوڑا سا نمک اور ادرک کاٹ کر اس میں ڈال دو۔ جب صرف پانی آدھا

رہ جائے تو برتن اتار لو۔ اور ایک باریک کپڑے میں چھان کر مریض کو دو۔ دال کا پانی بھی مقوی خوراک ہے۔ جو لوگ گوشت نہیں کھاتے ان کے لئے مفید ہے۔

گوشت کا شوربا۔ ایک پاؤ بھر گوشت خوب اچھی طرح دھو کر تھوڑی دیر پانی میں بھگو رکھو۔ پھر دو سیر پانی ڈال کر دیگچی میں اُبلنے رکھو۔ دو چار دانے کالی مرچ کے تھوڑا سا نمک ایک دو ٹکڑے ادرک ایک دو ٹکڑے پیاز اس میں ڈال دو۔ دھیمی آنچ پر تیار کرنا چاہیئے۔ جب گوشت گل جائے۔ اور پانی آدھ سیر رہ جائے تو اتار کر چھان لینا چاہیئے۔

چک سوپ۔ گوشت کی بوٹیوں کو اچھی طرح صاف کرو۔ تاکہ چربی نہ رہے۔ دو چار دانے کالی مرچ ذرا سا نمک ایک دو ٹکڑے ادرک بھی ڈال دو۔ اور بوتل کا منہ کاک سے بند کر دو۔ تاکہ بھاپ نہ نکل سکے۔ پھر ایک بڑی دیگچی میں پانی ڈال کر اس میں بوتل رکھ دو۔ چولہے پر رکھ کر کم از کم تین گھنٹے تک پکاؤ۔ اگر دیگچی کا پانی کم ہونے لگے۔ تو اور ڈال دو۔ ورنہ بوتل ٹوٹ جائے گی۔ جب تیار ہو جائے۔ تو بوتل نکال کر اس شوربے کو چھان لو۔ یہ شوربا دیگر شوربوں سے زیادہ ہلکا اور مقوی ہے۔ اس شوربے کا خاص قسم کا برتن ہمارے بازار سے مل سکتا ہے۔

کھچڑی۔ دو حصہ چاول ایک حصہ مونگ یا مسور کی دال کو آدھ سیر پانی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دو۔ اور چاول ٹھنڈے پانی میں دھو کر بھگو رکھو۔ جب دال ادھ پکی ہو جائے۔ تب چاول ڈال دو۔ تھوڑا سا نمک اور دو ٹکڑے ادرک بھی ڈال دو۔ اگر چاہیں تو ہلدی اس میں ڈال سکتے ہیں۔ جس وقت گل جائے۔ تو اتار لو۔ اگر مریض زیادہ کمزور نہ ہو۔ ہضم کر سکے۔ تو ذرا سا گھی بھی ڈال دو۔

سوجی کی چپاتی۔ تھوڑی سی سوجی پانی سے گوندھ کر ایک دیگچی میں ڈال کر دس یا پندرہ منٹ اُبالو۔ پھر اتار کر اچھی طرح گوندھ کر اس کے چھوٹے چھوٹے پھلکے پکاؤ۔ یہ پھلکے بڑے زود ہضم ہوتے جنہیں آٹے کی چپاتی ہضم نہ ہو۔ انہیں یہ دیا جا سکتا ہے۔

کوکو۔ Cocoa ایک چمچہ بھر کوکو تھوڑے سے گرم پانی میں اچھی طرح ملا لو۔ پھر اس میں اُبلتا ہوا پانی یا دودھ ڈال کر تھوڑی دیر اور پکاؤ۔ یا اسی طرح مصری ملا کر پی لو۔ اگر کوئی چاہے۔ تو نصف دودھ نصف پانی میں بھی کوکو تیار کر سکتا ہے۔

سیناٹوجن۔ Sanatogen یہ دوائی بڑی عمدہ ہے۔ بڑے آدمی کے لیے ایک خوراک

چائے کے دو چمچ ۔ اگر ذرا زیادہ بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور دن میں تین دفعہ پی سکتے ہیں ایک سے ۱۴ برس کے آدمی کے لیئے دن بھر میں ایک سے چار چمچ تک دے سکتے ہیں۔ دودھ پینے والے بچے کو دودھ کے ساتھ ایک چٹکی سینیٹوجن دی جاسکتی ہے۔

بنانے کا طریقہ۔ دو چمچ چائے کے سینیٹوجن آٹھ چمچ ٹھنڈے پانی میں گھول کر لیئی سی بنالو۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا دودھ یا پانی ملاتے جاؤ۔ اور ہلاتے رہو۔ جب بخوبی حل ہو جائے۔ تب پیو۔ حسب منشا چینی بھی ملا سکتے ہیں۔ سینیٹوجن چائے۔ دودھ پانی میں سے کسی ایک میں اپنی مرضی بنا سکتے ہیں۔

اووَل ٹین Ovaltine کے استعمال کا طریقہ

نصف پیالی ٹھنڈے دودھ میں دو یا کچھ زیادہ چائے کے چمچے بھر اوول ٹین ڈال دو۔ اور ہلاتے رہو۔ پھر اُبلتا ہوا پانی ڈال کر پیالی کو بھر دو۔ اسے چمچے سے ہلاتے جاؤ۔ تاکہ دوائی بخوبی حل ہو جائے۔ حسب منشا مصری ملا کر نوش کرو۔ اسے صرف دودھ ہی میں بنا سکتے ہیں۔ جسمانی اور دماغی کمزوری کے لیے اوول ٹین بہت مفید چیز ہے۔

ایگ فلپ۔ ایک انڈے کو توڑ کر زردی سفیدی کو الگ الگ پھینٹو۔ اتنی دیر تک حل کرو کہ سفیدی کی جھاگ اٹھ آئے۔ ایک پاؤ دودھ میں ایک چائے کا چمچہ چینی ڈال کر گرم کرو۔ جب معمولی گرم ہو۔ تو نیچے اُتار کر زردی اور پھر سفیدی آہستہ آہستہ ملا دو۔ کوئی خوشبو بھی ذراسی ڈال دو۔ اور بیمار کو پینے کے لیئے دو۔

کلثوم سعید خانم (دینا نگر)

ڈاکٹر کے آنے سے پہلے

(۱) پیٹ میں درد ہو تو بوتل میں گرم پانی ڈال کر سینک کریں + (۲) اگر ہاضمہ خراب ہو تو معدہ پر رائی کا پلاستر کریں (۳) پیاس بہت ہو تو ایک انڈے کی سفیدی نصف سیر پانی میں ملا کر پیاس کے وقت مریض کو پلاتے رہیں (۴) جگر پر ورم اور صفراوی قے شروع ہو۔ جگر میں درد بھی محسوس ہوتا ہو تو رائی پلاسٹر جگر پر کرنا مفید ہوتا ہے نیز سالٹ یا کیومل کا جلاب دیں +

(۵) درد سر شدت سے ہو تو موسم گرما میں ٹھنڈا پانی یا برف سر پر لگائیں دو چار گرین بڑے اسپرین کھلا دیں۔ موسم سرما ہو تو سر کو گرم رکھیں اسپرین کھلانا ہر دو موسم میں مفید ہوتا ہے۔

(۶) ناک سے خون یعنی نکسیر پھوٹی ہو تو موسم سرما میں ٹھنڈے پانی میں پھٹکری ڈال کر اسی میں روئی تر کر کے نتھنوں میں رکھ دیں۔ موسم گرما ہو تو پانی میں برف ڈال کر پھٹکری لوشن تیار کر لیں سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیں۔ کرسی پر مریض کو بٹھا کر سر پیچھے کی طرف نیچا کر دیں اگر اس علاج سے نہ آرام ہو اور خون بند نہ ہو تو مریض کے پاؤں گرم پانی میں ڈالیں۔ مگر مریض کی طاقت کا خیال رکھیں دودھ وغیرہ پلاتے رہیں +

(۷) درد گردہ خشک بواسیر کا درد ہو تو مریض کو گرم پانی کے ٹب میں بٹھا دیں ایسا کرنا ہر دو موسم میں مفید ہوتا ہے

(۸) موسم سرما میں بچوں کو اکثر ٹھنڈ لگ جاتی ہے اور جلد سانس خراب ہو جاتا ہے۔ درد چھاتی یا پسلی میں ہونے لگتا ہے فوراً بچہ کو گرم کیا جاوے چھاتی پسلیوں پر تارپین کا تیل کی مالش کریں۔ یوکلپٹس کا بپھارہ دیں۔ زیادہ تر گرم رکھیں۔

(۹) ڈاڑھ میں درد ہو کریا ذوٹ ایک بوند روئی پر ڈال کر ڈاڑھ کے سوراخ میں رکھ دیں یا کلوروفارم کی ایک بوند گلیسرین کی دو بوندیں ملا کر اسی طرح روئی پر ڈال کر ڈاڑھ میں رکھ دیں۔ منہ لٹکا تھوک وغیرہ گرا دیں تاکہ اندر نہ جاوے +

(۱۰) اگر بچہ کوئی زہریلی چیز مٹی کا تیل وغیرہ پی گیا ہو تو فوراً گرم پانی میں تیز نمک ڈال کر قے کروا دیں۔ اگر دونی چونی یا پیسہ نگل گیا ہو تو کسٹرائیل کا جلاب دیں (۱۱) جب یکایک کان میں درد ہو تو کچھ جلتے ہوئے کوئلوں پر خشک ہلدی ڈال دیں پھر ان کوئلوں پر حقہ کی چلم کوری الٹی ڈھک دیں۔ اور چلم کے سوراخ پر کان رکھ دیں تاکہ ہلدی جلنے کا دھواں ٹھیک کان کے سوراخ کے اندر جاوے۔ اس دھوئیں سے کان میں جو آلائش وغیرہ ہوگی باہر نکال دے گی۔ پھنسی ہوگی تو اسکو بھی مفید ہوگی تین چار دفعہ کرنے سے پھنسی پھوٹ جائے گی +

عائشہ بیگم لاہور

ننھے بچوں کے امراض

بچوں کے امراض کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہمارے ننھے چونکہ اپنی تکالیف کو اپنی زبانی نہیں بتا سکتے پس جب انہیں کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے تو انکے چہرے، زبان، پاخانہ اور پیشاب وغیرہ کو دیکھنے سے ہی انکی تکلیف کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پس مندرجہ ذیل علامات کو بغور ملاحظہ کرنے سے بچوں کے مختلف امراض کی حالت معلوم ہو سکتی ہے ۔

(۱) صحت کی حالت میں بچہ کا چہرہ بشاش اور صاف رہتا ہے۔ بچہ خوب چین سے سوتا ہے۔ لیکن مرض کی حالت میں بہت بے چین اور اکثر روتا رہتا ہے اور خواب میں چونک پڑتا ہے ۔

(۲) اگر بچہ روتا ہے اور دُبلا ہونے لگے تو یہ سمجھیں کہ وہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہے اگر اس کی پیشانی پر بل پڑ جائے اور وہ سوتے سوتے چونک اُٹھے اور رونے لگے یا کبھی اتفاقاً سسکی لے تو سمجھیں کہ اُسے کوئی نہ کوئی مرض سینہ ہے۔ کھانسی اور درد پسلی میں بچہ کھانستے وقت بہت رویا کرتا ہے۔ بچے کا جلد جلد سانس لینا منہ کھول کر دم لینا اور سانس لیتے وقت اس کے نتھنوں کا پھولنا مرض نمونیا کی علامات ہوتی ہیں ۔

(۳) اگر بچہ روتا ہے اور اُسکا مزاج چڑچڑا ہو اور ضدی ہو جائے اور اس کی آنکھوں کے نیچے بل پڑ جائیں تو یہ سمجھیے کہ اس کو کوئی سر کی بیماری ہے کان وغیرہ کے درد میں بچہ اپنی اُنگلی کان کی طرف لیجاتا ہے ۔

(۴) اگر بچے کی زبان میلی ہو یا اُس کا پاخانہ بدبودار ہو یا سیاہی مائل اور خشک ہو یا اُس کے منہ کے قریب بل پڑ جائیں تو یہ سمجھیں کہ اس کے پیٹ میں خلل ہے پیٹ کے درد میں بچہ گھٹنے پکڑتا اور بھَوئیں چڑھا لیتا ہے ۔

(۵) اگر بچے کے پیشاب میں سفید تلچھٹ بیٹھ جائے تو یہ سمجھیں کہ اسکا ہاضمہ خراب ہے۔ اور اگر پیشاب کا رنگ سُرخ ہے تو یہ سمجھیں کہ اُسے بخار آنے والا ہے ۔

(۶) اگر بچہ نیند میں دانت پیسے اور ناک کھجائے یا پاخانہ پیشاب کی جگہ کو ملتا ہے تو سمجھیں کہ اس کے

پیٹ میں چھوٹے یعنی چھوٹے ہیں ۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذرا ذرا سی شکایت پر دوا دینی مناسب نہیں بلکہ دایہ اور بچہ کی غذا کا مناسب انتظام کریں۔ اگر پھر بھی رفع نہ ہو تو معمولی علاج کریں بچوں کے دوا دینے کے بارے میں اس بات کو یاد رکھیں کہ دوا خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہو۔ اور اس کی مقدار عمر کی مناسبت سے ہو۔ بچے کو تیز مسہل یا کوئی زہریلی نیند لانے والی دوا نہ دینی چاہیئے اگر مجبوراً دینی پڑے تو نہایت احتیاط سے دینی چاہیئے۔ اگر دوائی موسم سرد ہو اور بشکل شربت دی جائے تو بہتر ہوگی۔ شیر خوار بچوں کے علاج میں اس بات کو یاد رکھیں کہ بچہ کی ماں یا دایہ کو بھی ضرور دوا پلائی جائے اور مناسب پرہیز کرایا جائے کیونکہ بذریعہ دودھ بچے میں غذا اور دوا کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ اگر بچے کو قبض ہو تو ¼ گرین بیکول کھلا کر اوپر سے دو ماشہ کسٹرائیل ذرا سے ماں کے دودھ میں ملا کر پلا دیں بچے کو سردی سے محفوظ رکھیں اور سوائے ماں کے دودھ کے اور کچھ نہ دیں ۔

بچے کی آنکھ دُکھنا۔ یہ متعدی قسم کا آشوب چشم ہے بعض دفعہ آنکھ سرخ انگارا ہو جاتی ہے اور ورم بہت ہو جاتا ہے اور آنکھ سے گاڑھا مواد خارج ہوتا ہے۔ بطور حفظ ما تقدم پیدائش کے بعد ہی بچے کی آنکھوں کو پہلے صاف کر لینا ضروری ہے پھر بورک لوشن سے دھوئیں پھر پلکوں کو اُٹھا کر ان پر پانچ یا دس گرین فی اونس والا نائٹریٹ آف سلور لوشن لگا کر سالٹ لوشن دھوئیں۔ دورانِ مرض میں پورے ٹھنڈے بورک لوشن یا پانچ ہزار میں ایک کی طاقت والے پرکلورائیڈ آف مرکری لوشن سے دن میں چند دفعہ آنکھوں کو بخوبی دھوئیں اور ۵ گرین فی اونس والا کاسٹک لوشن بطریق مذکورہ بالا لگائیں باقی وقت میں سرد پانی کی گدی آنکھوں پر رکھیں لیکن اگر مواد زیادہ ہو تو آنکھوں پر گدی یا کپڑا وغیرہ بالکل نہ رکھیں۔ کسی ہشیار ڈاکٹر کی رائے بھی نہایت ضروری ہے ۔

نور اختر (دوڈالہ بانگر)

بچّوں کی تعلیم

ہندوستان میں تعلیم کی بہت کمی ہے، اور جہاں تعلیم ہے بھی تو اُن کے تعلیم کا طریقہ اچھا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکی ترقی محدود ہے دوسرے ممالک مثلاً امریکہ، انگلستان، جرمنی وغیرہ کے مقابلہ میں ہمارے نوجوان نہ ویسی ترقی کرتے ہیں اور نہ ویسے پھل پھول کر بارآور ہوتے ہیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ جب ہم بچے کو پڑھانا شروع کرتے ہیں تو پہلے ہی اپنی رائے قایم کر لیتے ہیں کہ اسکو ڈاکٹری، بیرسٹری، وکالت یا فلاں چیز پڑھائیں گے۔ لڑکے نے اسکول یا کالج کی تعلیم ختم کی اور ہم اُسے اپنی مرضی کے مطابق کسی لائن میں دیدیتے ہیں۔ لیکن ہم کبھی یہ نہیں دیکھتے کہ آیا لڑکے کو اُس لائن سے دلچسپی ہے کہ نہیں؟ بلکہ زیادہ تر والدین لڑکے کو اُس کی مرضی کے خلاف مجبور کرتے ہیں کہ اسی لائن میں پڑھو، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جنہیں اِس لائن سے دلچسپی نہیں رہتی ہے وہ زیادہ ناکامیاب رہتے ہیں، کوئی ترقی کرنے کے قابل نہیں رہتے اور اُنکی زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اہل امریکہ و یورپ وغیرہ اپنے بچوں کی شروع ہی سے پوری نگہداشت رکھتے ہیں، اُنکی ہر ایک حرکت کی جانچ کرتے رہتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بچہ کو کس چیز سے زیادہ دلچسپی ہے اور کس چیز کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بچوں کی سالگرہ کی خوشی کے موقعوں پر اُنہیں ہر قسم کے کھلونے مثلاً ریل، جہاز، موٹر، مشین، جانور، پرندے، قسم قسم کی تصویریں، کتابیں، کاغذ، پنسل وغیرہ لاکر دیتے ہیں اور جس چیز کو بچہ زیادہ پسند کرتا ہے تو یہ سمجھ جاتے ہیں کہ بچہ کو اس چیز سے دلچسپی ہے اور آیندہ اُسے اُسی لائن میں، جس میں کہ بچہ کو دلچسپی ہے تعلیم دلاتے ہیں۔ جسکا نتیجہ نہایت ہی اچھا ہوتا ہے۔ لڑکے بڑے ہو کر شہرت عارل کرتے ہیں، نئی نئی ایجادات اور ترقی کرتے ہیں جسے دُنیا سُنکر دنگ ہو جاتی ہے۔

اگر ہم بھی اپنے ہونہار بچوں کو ایسی ہی باقاعدہ نعلیم دیں تو اسکا پھل بھی ویسا ہی بارآور ہوگا۔ والدین اسکا خوب خیال رکھیں کہ لڑکے کو اُسی چیز کی تعلیم دیں جس سے اُسکو دلچسپی ہے اور جس چیز کو وہ زیادہ پسند کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک بچہ ہے اُسکو طوطا، مینا، کبوتر، بلبل، چڑیا،

سے بہت شوق ہے تو بس ہم اس لڑکے سے نااُمید ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کیا پڑھیگا ؟ یہ تو چڑیمار ہی بن گیا۔ ہم اُسکو زدوکوب کرنے اور مجبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے شوق سے باز آجائے اور پڑھے لکھے لیکن نتیجہ اس کے برخلاف نکلتا ہے۔ ایسی حالت میں والدین کو چاہیئے کہ اُس بچہ کی تعلیم اُسکو طوطا مینا وغیرہ کے ذریعہ سے کریں۔ اگر اُسنے ابھی الف۔ ب۔ شروع کیا ہو تو اُس سے سوال کیجئے کہ "بتاؤ طوطا کس حرف سے ہوگا ؟ مینا کس حرف سے ؟ فاختہ کس حرف سے ؟" وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہی سب پرندوں کے نام کے ہجے کرائے جائیں۔ بچہ بہت شوق سے اپنا سبق یاد کریگا۔ جب کچھ پڑھنا آجائے تو اُسکو ایسی کتابیں پڑھنے کو دینی چاہیئے جس میں کہ پرندوں ہی کے متعلق لکھا ہو۔ آپ جلد دیکھ لیں گی کہ بچہ بہت جلد پڑھ لکھ لیگا۔ جب یہ بچہ اس طرح اسکول یا کالج کی تعلیم ختم کرے تو اُسے پولٹری فارم Poultry Farm کے اسکول یعنی اُس تعلیم گاہ میں بھیجنا چاہیئے جہاں پرندوں کے متعلق تعلیم ہوتی ہو۔ شاید اب آپکے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ بچہ یہ پڑھ کر کیا بٹیرباز اور چڑیمار بنتا ہے ؟ نہیں۔ بچہ پولٹری فارم کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن یا کسی مناسب جگہ میں اپنا پولٹری فارم قایم کرسکتا ہے، جس میں ہر قسم اور ہر ایک ملک کی مرغیاں، کبوتر، اور دوسرے پرندوں کو پرورش کرکے اُس کی نسل بڑھائے اور اُس کی تجارت کرکے نہایت ہی معقول روپیہ پیدا کرسکتا ہے*

غرض بچہ کو جس چیز سے دلچسپی ہے اُسی کی تعلیم دینی چاہیئے۔ اگر بچہ کو کل پرزہ کے کھلونے سے شوق ہے تو سمجھ لیجئے کہ انجنیری سے دلچسپی ہے۔ اس لیے اُس کے شوق کو بڑھانے کے کل پرزہ والے ہر قسم کے کھلونے، اُس کی تصویریں اور اُس کے متعلق کتابیں منگوا کر دیتی رہیں تاکہ اُسکا شوق برابر بڑھتا رہے گھٹنے نہ پائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو اُس بچہ سے ہر ایک قسم کی ترقی اور شہرت کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

محترم بہنو اور ماؤں ! کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کے قوم اور وطن کی محافظت مستقبل میں کس کے ہاتھ ہوگی ؟ اسکا لاج کس کے ہاتھ ہوگا ؟ آپ کے ہونہار بچوں کے ہاتھ میں۔ تو کیا آپ کا فرض یہ نہیں ہے کہ اپنے قوم و وطن کی بھلائی کے لیے ان ہونہار بچوں کو ایسی باقاعدہ تعلیم دیں وہ

* اہل یورپ و امریکہ اس تجارت سے ہزاروں اور لاکھوں روپیہ ہر سال حاصل کرتے ہیں لیکن ہم مسلمان ان سب چیزوں پر کچھ توجہ ہی نہیں کرتے، ان سب کاموں کو اسفل و حقیر کام سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی بہت سے غیر مسلم پولٹری فارم قایم کرکے پرندوں کی تجارت کر رہے ہیں اور معقول فایدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی توجہ اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔

... حفاظت کا فرض ادا کرنے کے قابل ہوں۔ یہ پودے ہیں آپ ان کو تعلیم کے پانی سے سینچئے تاکہ [illegible] ہو کر سرسبز، شاداب اور بارآور ہوں۔ یہ پہنچے ہوئے لعل ہیں انکو تعلیم سے اجالا دیجئے [illegible] کی چمک آفتاب و ماہتاب کو ماند کر دے۔ یہ قوم کی کشتی کے ملاح ہونگے انھیں ایسی تعلیم دیں کہ طوفان کے وقت اپنی کشتی کو بچانے کے لیے طوفانی موجوں کا مقابلہ آسانی سے کر سکیں۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے ہونہار بچوں کے سر پر شہرت کے چمکتے تاج دیکھیں تو انھیں شروع ہی سے باقاعدہ تعلیم دیں +

سید محمد یوسف سمار ڈی کرنلی (بہار اڑیسہ)

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے تیرہ دلآویز افسانے ڈیڑھ روپیہ میں

(۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ علامہ محترم کا معرکتہ الآرا افسانہ عرفان ایک معزز اور شریف خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر دیتا اور عیاشی کی وجہ سے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ اپنی مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ (۲) بھنور کی دلہن ایک نہایت دلآویز قصہ۔ بلوچی قوم کے مرد و عورت کے حقیقی کیریکٹر، ازدواج ثانی پر نہایت مؤثر بحث محبت کا جواب، جذبہ انتقام وغیرہ نہایت دلکش پیرایہ میں (۳) اگلی محبتیں۔ ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ نقشہ، شجاعت، بہادری، جان نثاری، دوستی اور سچی محبت کے عبرت انگیز مناظر بے حد دلکش قصہ ہے (۴) فسانہ تنویر ملکہ نور جہاں کا جشن تاجپوشی، نواب فریدوں فدر سے شادی، اور طلاق، تنویر کی بربادی اور الزامات کا شکار ہونا اور جنگلوں کی خاک اڑانا (۵) بے گناہ کا قتل۔ محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کا [illegible] (۶) بھاوج کا کینہ۔ دولت اور عصمت کا مقابلہ (۷) عدل جہانگیری۔ شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا ایک دل ہلا دینے والا [illegible] (۸) شہادت الطیر۔ بیگناہ کا قتل، فریاد کا فیصلہ، ظلم کا نتیجہ، اور بلبل کی شہادت نہایت دلچسپ مضمون ہے۔ (۹) ہارون الرشید کا دربار۔ ایک شریف عورت پر زیادتی کرنے کا عبرت انگیز نتیجہ (۱۰) ملکہ شہر زاد (۱۱) غلط فہمی نہایت مؤثر قصہ (۱۲) بس قبر کی مستحق (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ ان سبق آموز نتیجہ خیز افسانوں کے مجموعہ کا نام

جوہر عصمت (مکمل)

ہے جو بتائے گی کہ شریف عورت عصمت کے مقابلہ میں کیسی کیسی قربانیاں کر سکتی ہے قیمت عہ

مینیجر عصمت دہلی سے منگائیے

جرمنی میں شیرخوار بچوں کی پرورش

اکتوبر ۳۱ء کے عصمت میں جرمنی زچہ خانہ پر میں ایک مضمون لکھ چکی ہوں آج اسی سلسلہ میں جرمنی میں دودھ پیتے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش پر عصمتی بہنوں کے لئے کچھ عرض کرتی ہوں۔ انسان کا بچہ دنیا میں تمام جانداروں کے بچوں سے زیادہ بے بس اور بیچارہ پیدا ہوتا ہے۔ بہت سے جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں اور اکثر جانوروں کے بچے بہت جلد اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اپنی خبر آپ لے سکیں۔ انسان کا بچہ اول تو پیدا ہی اس طرح ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں کرسکتا بالکل ہی بے بس اور پھر برسوں کسی قابل نہیں ہوتا۔ دوسروں کا محتاج رہتا ہے اور دوسروں کی مدد پر اس کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔

متمدن اور تہذیب یافتہ قومیں صحت کے طبیعی اور قدرتی قوانین بہت کچھ بھول گئی ہیں انکی زندگی سر سے پاؤں تک مصنوعی ہے اسلئے بے بس انسانی بچے کی مدد جیسی چاہیئے تھی نہیں کرسکتیں۔ وحشی انسان اب بھی بچے کی خبر گیری قدرتی اصولوں کے موافق جو اس کے خمیر اور طینت میں ہیں کرتا ہے وہ قومیں جو تہذیب اور تمدن کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور علوم وفنون میں دن رات ترقی کررہی ہیں وہ صحت کے اُن قدرتی اور طبیعی قوانین کو پھر تلاش کررہی ہیں اور اُن کو علمی جامہ پہنا کر اُن کی تطبیق کررہی ہیں۔ جو باتیں وہ قدرتی اور طبیعی طریقوں سے حاصل نہیں کرسکتیں وہ انکو مصنوعی طریقوں سے حاصل کررہی ہیں

بچوں کی پرورش کے اوپر روز نئی نئی کتابیں شائع ہوتی ہیں بڑی چھان بین ہوتی ہے آئے دن نمائشیں ہوتی ہیں جن میں دکھایا جاتا ہے کہ کس طرح بچے کی دیکھ بھال کرنی چاہیئے۔ غلط طریقوں کے نتائج دکھلائے جاتے ہیں۔ متحرک تصویروں کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی ہے۔ ماؤں کے مدرسے کھلے ہوئے ہیں محلے محلے میونسپلٹی کیطرف سے "مشورے گھر" بنے ہوئے ہیں جہاں مائیں جاکر ہر قسم کے مشورے لے سکتی ہیں انہیں کیساتھ بچوں کے شفاخانے ہیں۔ بچوں کی پرورش پر ہمیشہ ہدایت کے پرچے

مفت تعلیم ہوتے [illegible] طرح طرح کی انجمنیں بنی ہوئی ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے [illegible] سوتی ہیں بیماروں کے بیمے کی کمپنیاں ہیں جہاں ہر گھر کا سردار ماہوار ایک رقم دیکر گھر بھر کا بیمہ کرالیتا ہے میرے [illegible] ماہوار ساڑھے چھ روپے دیتے ہیں اُس میں اگر دو یا میں۔ یا کوئی بچہ بیمار ہو تو مفت ڈاکٹر اور مفت دوا چاہیے کتنا ہی خرچ ہو ابھی جنوری میں انہوں نے دو ٹیکیں لی ہیں دونوں بچوں کو مچھلی کے تیل بھی کی دو دو تین تین بوتلیں اور دوسری دوائیں تھیں اور میرا علاج ہوا اگر یوں ڈاکٹر کو دینا پڑتا اور دوا خریدنی پڑتی تو کم از کم ساٹھ ستر روپے اُٹھ جاتے۔

گو روز بروز علوم و فنون میں ترقی ہو رہی ہے نئی نئی دوائیں دریافت ہو رہی ہیں نئے نئے آلات علاج ایجاد ہو رہے ہیں پھر بھی پیدائش کے پہلے سال میں بہت بچے مرتے ہیں گو پچھلے تیس۳۰ چالیس سال کے عرصے میں بہت فرق ہو گیا ہے۔ ذیل کی جدول سنہ ۱۸۹۰ع کے متعلق ہے اسمیں جو اعداد و شمار دیے ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوگا کہ ہر سو مرنے والوں میں سے کس کس عمر کے کتنے کتنے مرنیوالے ہیں۔ یہ جدول انگلستان جرمنی فرانس اور اٹلی کے اعداد و شمار کل اوسط بتاتی ہے۔

جنکی عمر ایک سال سے کم تھی۔	۲۴	جنکی عمر ایک سال سے ۵ سال تک تھی۔	۱۵
۵ سے ۱۰ سال	۴	۱۰ سے ۱۵	۲
۱۵ سے ۲۰	۲¼	۲۰ سے ۳۰	۵⅓
۳۰ سے ۴۰	۵½	۴۰ سے ۵۰	۵¾
۵۰ سے ۶۰	۸	۶۰ سے ۷۰	۱۱
۷۰ سے ۸۰	۱۱	۸۰ سے اوپر تھی	۶

اس جدول سے معلوم ہوگا کہ ایک سال کی عمر کے اندر اندر بیحد جانیں تلف ہوتی ہیں یعنی کل مرنیوالوں میں سے ایک چوتھائی شیرخوار بچے ہوتے ہیں۔ یہ اُن ملکوں کا حال ہے جہاں تہذیب و تمدن اور علوم و فنون نے دوسری ہر جگہ سے زیادہ ترقی کی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک سال سے پانچ سال کی عمر میں مرنیوالوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے یعنی کل کا قریب قریب چھٹا حصہ۔

ذیل میں ایک دوسری جدول مندرج ہے جس میں اس بات کا مقابلہ ہے کہ مختلف ملکوں میں ایک ہزار پیدا ہونے والوں میں سے مرنے والے بچوں کی کتنی تعداد ہے۔ اس

جدول کو میں نے ہندوستان کی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی کتاب جلد اوّل حصہ اوّل سے لیا ہے۔

ایکہزار پیدا ہونیوالوں میں سے مرنیوالے بچوں کی تعداد

ہندوستان (۱۹۲۱ء)	۲۶۷	امریکا (ممالک متحدہ)	۱۲۴	روس	۲۴۵
انگلستان و ویلز	۱۱۷	ہنگری	۲۰۴	سوئٹزرلینڈ	۱۱۵
پرشیا (جرمنی)	۱۶۸	ہوالینڈ	۱۱۴	جاپان	۱۵۶
ڈنمارک	۱۰۸	اٹلی	۱۵۳	آئرلینڈ	۹۴
فرانس	۱۲۶	سوئیڈن	۷۸	آسٹریا	۷۸
		ناروے	۷۰		

لڑائی کے زمانہ میں اور اس کے چند سال بعد جس مصیبت کا جرمنی میں سامنا کرنا پڑا ہے اُسکے لحاظ سے ۱۶۸ اموات بچوں کی فی ہزار کچھ بھی نہیں۔ اور جب سے اب بہت کچھ بہتری ہو گئی ہے۔ افسوس ہندوستان کا نمبر سب سے بڑھکر ہے۔ اور پھر ہندوستان کے بڑے شہروں میں تو اللہ کی پناہ مثلاً بمبئی میں ۵۵۶ - کلکتہ میں ۳۸۶ - رنگون میں ۳۰۳ - مدراس میں ۲۸۲ - کراچی میں ۲۴۹ - اور دلّی میں ۲۳۳ - مگر سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جہاں بمبئی میں ہزار پیدائشوں میں سے ۲۵۶ بچے مرتے ہیں وہاں اسی شہر میں پارسیوں میں جو نہایت تعلیم یافتہ اور صاف ستھری قوم ہے ہزار پیدا ہوئے بچوں میں سے صرف ۱۹۹ ہی مرتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں بچوں کی اموات کی تعداد اور بھی بڑھتی جاتی ہوگی۔ کیونکہ جیسا میں نے سنا ہے پُرانے قدرتی اور طبعی اصول ضائع ہوتے جاتے ہیں اور حقیقی نئی تعلیم ابھی بہت کم ہے۔ لوگ پُرانی باتوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور نئی باتیں جو بود و باش کے طریقوں میں کھپتی نہیں اختیار کرنے لگے ہیں نہ ہر یورپ کی بات کو ایشیا والے اختیار کر سکتے ہیں اور نہ ہر ایشیا کی بات کو یورپ والے لے سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک بات یورپ میں نہایت موزوں اور مفید ہو مگر ہندوستان میں نامناسب اور غیر مفید۔ تاہم بہت سی باتوں میں ردو بدل کر کے انکو کار آمد بنایا جا سکتا ہے۔ صحت کے عمومی اصول ایک ہیں انکو عملی جامہ پہنانا ہر ایک پر فرض ہو مگر صفائی کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ کوئی صابون سے دہوتا ہے کوئی اوبٹنا استعمال کرتا ہے کہیں جھانواں استعمال کیا جاتا ہے کہیں لیفہ اور کہیں برش۔ بعض لوگ مکان کو گوبر سے لیپتے ہیں بعض قلعی

رکھتے ہیں اور بعض روغن لگاتے ہیں۔ بہرحال اندھی تقلید نہایت مضر اور خطرناک ہے۔

بچے کی دیکھ بھال میں صفائی سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ اسی لئے ہمارے پیارے نبیؐ نے فرمایا ہے اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی نظافت وصفائی ایمان کا جزو ہے۔ بچے کی ہر چیز نہایت صاف ستھری ہونی چاہیئے۔ اور ماں بہن یا انا یا کھلائی جنکو بچے سے پالا پڑے صاف و پاک ہونے چاہئیے۔ علاوہ کپڑوں کی صفائی کے جسم کی صفائی بھی لازمی ہے۔ خاصکر ہاتھوں کو ہمیشہ صابون سے دھونا چاہیئے اور برش یا جھانوے سے خوب رگڑنا چاہیئے۔ یہ برش بالوں کا نہیں ہوتا بلکہ لکڑی کے ریشوں کا ہوتا ہے ہاتھ اور کلائی میں صابون لگا کر برش سے خوب رگڑنا چاہیئے۔ انگلیوں کو بھی ایک ایک کرکے برش سے رگڑنا چاہیئے۔ ناخنوں کو اکثر کترتے رہنا چاہیئے اور پھر بھی ناخنوں کے نیچے کی میل کو نکالتے رہنا چاہیئے۔ دھونے کے بعد ہاتھوں کو صاف تولئے سے پوچھنا چاہیئے۔ ماں بہن انا کھلائی وغیرہ سب کیلئے یہ ضروری ہے۔

بچے کی صفائی یہ ہے کہ اسکو ہر روز نہلایا جاوے۔ نہلانیکا بہتر وقت دودھ پلانے سے پہلے ہے۔ نہلانیکا سامان یہ ہے۔ ایک نہلانیکا ٹب یا تسلہ۔ پانی کی گرمائی ناپنے کا آلہ تھرمامیٹر۔ روئی نہایت صاف دواخانے سے۔ ایک چھوٹا تسلہ منہ دھونیکا اور ایک اور بھی چھوٹا تسلہ آنکھیں دھونے کیلئے۔ ناخن کاٹنے کی قینچی۔ کنگھی۔ صاف وعمدہ تیل یا بوراسک مرہم۔ ایک رکابی جسمیں میلی مستعمل روئی پھینکی جاوے اور ایک بالٹی جسمیں میلے کپڑے ڈالے جاویں پانی کی گرمی ۹۳ سے ۹۵ درجہ فارنہائٹ ہونی چاہئیے یعنی جسم کی طبعی حرارت سے ذرا کم۔ جسم کی طبعی حرارت ۹۸ درجے سے ذرا زیادہ ہوتی ہے۔

صرف چار منٹ تک نہلانا چاہیئے اور نہلاتے وقت دروازے اور کھڑکیاں بند کردینی چاہیئے۔ نہلانے سے پہلے تمام ضروری چیزیں جنکی بعد میں ضرورت ہوتی ہے نہایت ٹھکانے سے رکھنی چاہئیں۔ بچے کے کپڑے بھی جو بعد کو پہنائے جاویں پہلے سے تیار ہونے چاہیئے ایک نہایت صاف تولیہ بدن پونچھنے کیلئے لازمی ہے جو کپڑے وغیرہ جرمنی میں استعمال ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:۔ ایک کرتا۔ ایک آستینوں دار کمری گلے میں سینے پر باندھنے کا کپڑا۔ پوتڑا۔ دوسرا پوتڑا۔ ربڑ کا ٹکڑا اور ایک بڑا فلالین کا ٹکڑا۔ یہ سب کپڑے گرم پانی کی بھری بوتل پر لپیٹ کر بچے کے بستر میں رکھے جاتے ہیں جس سے کپڑے بھی گرم ہوجاتے ہیں اور بستر بھی۔ بچہ کا بستر اکثر ایک چوکور مستطیل بید کی ٹوکری میں ہوتا ہے جو اکثر ایک نیچی میز پر رکھی رہتی ہے۔ جب سب سامان تیار ہو تو پانی ٹب میں ڈالنا چاہیئے اور گرمائی ناپنی چاہیئے۔ پھر بچے کو بستر میں سے نکالا جاوے اور نہایت احتیاط سے نہلایا جاوے۔ آنکھوں کانوں اور منہ کو ٹب کے پانی سے ہرگز نہ دھونا چاہیئے۔ بغل بازو۔ سینہ پیٹ پیٹھ ٹانگیں۔ گھٹنے۔ اچھی طرح صابون سے دھونے چاہیئے۔ اس بات کا بیحد خیال رکھنا چاہیئے کہ بچے کے منہ میں پانی نہ جانے پاوے خاص طور پر دوا خانے کی روئی سے آنکھیں۔ منہ۔ اور کان دھونے

چاہئے۔ اس پانی سے جو اس کام کے لئے الگ تسلوں میں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان میں بچوں کی آنکھیں اکثر دکھنے آتی ہیں۔ جب میرے میاں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا تو میرے سمجھنے میں نہیں آیا کہ آنکھیں دکھنے کے کیا معنی ہیں اور اصل میں میں ابتک نہیں جانتی کہ ان کا آنکھیں دکھنے سے کیا مطلب ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہر بچے کی آنکھیں دکھنے آتی ہیں اور کئی کئی دفعہ۔ غالباً یہ صفائی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی مرض ہوگا جو یہاں بچوں کو بالکل نہیں ہوتا۔ نہلانیکے بعد بچے کو فوراً پانی سے نکالکر اچھی طرح پونچھنا چاہیئے اور پھر کپڑے پہنا کر پوتڑوں ربڑ اور فلالین میں لپیٹ کر دودھ پلانا چاہیئے۔

سب سے اچھا دودھ تو ماں کا دودھ ہے اور اپنا دودھ پلانا ہر ماں کا فرض ہے مگر بعض وقت بہت سی وجوہات سے ماں دودھ نہیں پلا سکتی تو آتا اگر ہو سکے تو بہتر ہے نہیں تو پھر گائے یا بکری کا دودھ جس کو پانی ملا کر پتلا کرنا چاہیئے۔ دیا جائے۔

دودھ کی مقدار ڈاکٹر مقرر کر سکتا ہے۔ اگر ماں اپنا دودھ پلا دے تو دن میں پانچ چھ مرتبہ ہر تیسرے یا چوتھے گھنٹے اور ہر مرتبہ زیادہ سے زیادہ بیس منٹ تک۔ رات کو دودھ نہ پلانا چاہیئے۔ جانور کا دودھ اگر پلایا جاوے تو یہ بھی دن میں پانچ چھ مرتبہ۔ یہ دودھ نہایت صاف ہونا چاہیئے بیمار جانور کا نہ ہو جس جگہ سے آوے وہ جگہ صاف ہو۔ جس برتن میں آوے وہ برتن صاف ہونا چاہیئے۔ جوش کرکے اس کو فوراً ٹھنڈا کرنا اور ہمیشہ ڈھانک کر رکھنا چاہیئے۔ دودھ بچے کو ایک خاص قسم کی بوتل سے جسمیں ربڑ کی چسنی لگی ہوئی ہو پلانا چاہیئے۔ بوتل نہایت صاف ہونی چاہیئے گرم پانی اور برش سے صاف کرنی چاہیئے۔ اس میں گرم دودھ ڈال کر منہ پر چسنی چڑھا کر ٹھنڈے پانی کی پتیلی میں ٹھنڈا کرنا چاہیئے۔ اور ہتھیلی کی پشت پر ڈال کر گرمائی کا اندازہ کرنا ضروری ہو اور شکر کے کافی ہونے کی جانچ بھی اسی طرح کرنی چاہیئے۔ بہت سی مائیں خود چسنی سے چوس کر دیکھتی ہیں یہ بچے کے لئے بہت مضر ہے۔ جب بوتل تیار ہو جاوے تو بوتل کو ہاتھ میں لیکر بچے کو پلانا چاہیئے۔ پلانے کے بعد بوتل اور چسنی کو صاف کرنا چاہیئے۔ پہلی دفعہ بوتل کو گرم پانی اور سوڈے میں دھوکر دوسرے پانی اور سوڈے میں دس بارہ گھنٹے بھگونا چاہیئے۔ اور پھر تازہ پانی سے خوب کھنگالنا لازمی ہے۔ چسنی کو بھی استعمال کے بعد ہمیشہ صاف پانی اور نمک سے دھوکر ہمیشہ پانی میں بھیگا رہنا چاہیئے۔

اصل میں ننھے بچے کی پرورش میں جبتک کہ وہ تندرست ہے سب سے اہم باتیں صفائی

نہلانا کھلانا اور سلانا ہے بچہ جتنا بھی سوئے اچھا ہے۔
کبھی کبھی بچہ چیختا اور چلاتا بہت ہے۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ پیشاب پیخانے سے اُس کا پوتڑا گیلا ہوجاتا ہے تو وہ خبر دیتا ہے۔ اور یا بے ترتیبی کی وجہ سے اُس کی تربیت بگڑنی شروع ہوگئی ہے اور وہ ضد کرنی شروع کردیتا ہے۔ اور نہیں تو وہ بیمار ہے اکثر پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ تو میں نے تو ہمیشہ اپنے بچوں کے ساتھ یہ کیا ہے کہ انکو نیم گرم پانی کا حقنہ اس مقصد کے لئے بنی ہوئی پچکاری سے دیا فوراً اجابت ہوئی اور ہر قسم کی شکایت دور ہوگئی۔ میں نے ہی نہیں میری بہنوں اور دیگر رشتہ داروں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اسّی فی صدی بچے کا زیادہ چلانا اور چیخنا پیٹ کی خرابی سے ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ حرارت ہے تو فوراً ڈاکٹر کو اطلاع کرنی چاہئیے۔ اس مطلب کے لئے بخار ناپنے کا آلہ تھرمامیٹر گھر میں ہونا ضروری ہے اور چھوٹی موٹی دوائیوں کا تو ہونا لازمی ہے۔ جن کے نام ہر ڈاکٹر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔
شیر خوار بچے کے کھلونے ربڑ یا عمدہ روغنی لکڑی کے ہونے چاہئیے۔ ٹین یا کپڑے کے کھلونے مضر ہیں۔ ٹین کے کھلونوں سے وہ جسم کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور کپڑے کے کھلونے میلے ہوجاتے ہیں اور گندگی اُن میں جمع ہوجاتی ہے۔ گرد آلودہ ہوجاتے ہیں اور گرد اور گندگی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

جو باتیں میں نے بیان کی ہیں معمولی ہیں اور تمام بہنوں کو معلوم ہونگی مگر افسوس ان پر عمل کس قدر کم ہوتا ہے۔ جاننا بڑی بات نہیں عمل ضروری ہے اور عمل کے لئے عادت ڈالنی چاہئے آئندہ انشاء اللہ اگر وقت ملا اور اللہ نے توفیق دی تو تربیت پر کچھ لکھونگی۔ والسلام۔
(خیالات میرے ہیں اور اکثر الفاظ میرے شوہر کے)

فاطمہ خیری (از برلن (جرمن))

دس پانچ نہیں تو ایک دو خریدار تو یقیناً آپ اپنے پرچہ کو دے سکتی ہیں۔ جوبلی نمبر نئے خریداروں کو بھی مفت دیا جائیگا۔ منیجر۔

موتیوں کا کشن

اس کے لئے مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہوگی۔
سبز رنگ کے پوت یا موتی۔ پیازی رنگ کے موتی۔ تھوڑے سے زرد رنگ کے موتی موتیوں کے ہم رنگ یعنی ایک سبز اور ایک پیازی رنگ کا۔ ڈی۔ ایم۔ سی D.M.C ۸ نمبر کا گولہ۔ باریک و مضبوط جالی کا ۹ گرہ مربع ٹکڑا اور اتنا ہی کسی قسم کا خوبصورت رنگدار ریشمی ٹکڑا۔

یہ یاد رہے کہ پوت یا موتی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک معمولی سادی قسم کے اور دوسرے چمکدار جو عموماً ایک آنہ گچھی کے حساب سے ملتے ہیں اور قلعی شدہ بلوری موتی کہلاتے ہیں۔
سبز رنگ کے موتی ڈنڈی اور پتیوں پر لگیں گے۔ پیازی رنگ کے موتیوں سے پھول بنایا جائیگا اور زرد موتی پھول کے درمیان میں بطور بیج لگائے جائیں گے۔

بنانے کا طریقہ

جو نمونہ کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ اُس کا خاکہ جالی کے چوکور ٹکڑے کے درمیاں اُتار لیں۔ خاکہ اُتارنے کے لئے کاربنک پیپر وغیرہ کی ضرورت نہیں صرف نمونے پر جالی رکھ کر با آسانی خاکہ اُتارا جا سکتا ہے۔
پھر نمونہ کے مطابق پھول کے گرداگرد جو پتیوں کا گول دائرہ ہے۔ اول اس دائرہ کو سبز رنگ کے موتیوں اور سبز دھاگہ سے بنائیں۔ موتی جیساکہ نمونہ سے ظاہر ہے پہلے پتی کے گرد کے کنارے پر لمبی قطاروں میں لگائے جائیں اور پھر پتی کو درمیان میں اسی طرح بھی قطاروں کے طور پر ہی بناتے ہوئے تمام بھرا جائے۔ مگر اس بات کی احتیاط رہے کہ کئی موتی ایک ساتھ پرو کر جالی میں ٹانکہ نہ لگایا جائے۔ زیادہ سے زیادہ چار۔ پانچ موتی ایک دفعہ میں پروکر ٹانکہ بھریں زیادہ موتی پرونے کی صورت میں چونکہ ٹانکہ دور۔ دور

لگیں گے۔ اس لئے موتی درست نہ بیٹھیں گے۔ نیز پتیوں کو گنجان بھریں تاکہ خالی جگہ نیچے نظر نہ آئے۔

جب گرد کا دائرہ ختم کر چکیں۔ تو پھر اسی طرح پیازی رنگ کے موتیوں اور پیازی گوٹے سے درمیانی پھول اور پھول کے درمیان زرد رنگ کے موتیوں کو بطور بیج بھرا جائے

کام کرتے وقت اس بات کا خیال رہے۔ کہ دھاگہ جالی کے نیچے سے بالکل نظر نہ آئے کیونکہ جالی ہونے کی وجہ سے ذرا سی بد احتیاطی پر بھی نیچے کا دھاگہ دکھائی دینے لگے گا جو بہت بدنما معلوم ہوگا۔

جب طیار ہو چکے۔ تو اس جالی کے ٹکڑے کے ناپ کا کشن روئی وغیرہ کوئی چیز بھر کر طیار کر لیں۔ اور پھر اس پر رنگدار ریشمی کپڑا اور اس کے اوپر وہ جالی کا موتیوں سے بنا ہوا ٹکڑا رکھکر چاروں طرف سے سی لیں۔ اور سیتے وقت کشن کے گرداگرد یعنی ہر چہار طرف اپنے حسب پسند کسی قسم کی جھالر لگا دیں۔ جالی کے نیچے رنگدار کپڑا لگا ہوا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے محض خوبصورتی کی غرض سے لگایا جاتا ہے۔

اگر بجائے جالی کے اس موتیوں کے نمونے کو سیاہ رنگ کی مخمل پر بنایا جائے تو نہایت ہی خوشنما معلوم ہوگا۔ مخمل پر بنانے کی صورت ہی جالی کی طرح مخمل کے نیچے ریشمیں کپڑا لگانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسکے بجائے کشن کے نیچے کے حصے پر کسی قسم کا خوبصورت و مضبوط ریشمی کپڑا (جو رنگ میں مخمل کے رنگ سے مناسبت رکھتا ہو) لگایا جائے۔ اور اسی کپڑے کی کشن کے چاروں طرف جھالر۔

اگر خواہش ہو تو نمونے کے درمیانی پھول کو پیازی کی جگہ نیلے یا کسی اور رنگ کا بھی بنا سکتی مگر بیچ کے موتی سبز صورت زرد رنگ کے ہوں۔

لطیف بیگم (لاہور)

امور خانہ داری میں بجلی کے کرشمے

(از جناب پروفیسر مولانا ستار خیری ام اے برلن (جرمنی)

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے سب کو تمہاری تسخیر میں کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمکو سمجھ دی ہے عقل دی ہے سوچ بچار قوت تفکر بڑے زبردست آلے دیے ہیں جن کے ذریعہ سے ہمنے نہ صرف گھوڑے اونٹ گائے بیل اور ہاتھی جیسے جانوروں ہی کو اپنا غلام بناکر کام لیا ہے بلکہ ہوا بھاپ اور بجلی جیسی قدرتی قوتوں سے وہ وہ کام لیے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بھاپ کے ذریعہ سے ریل کا چلنا کون نہیں جانتا۔ سمندر کے اندر عمیق گہرائیوں میں کشتیاں چلادیں اور آخرکار صدیوں کی آرزوں اور کوششوں کے بعد انسان ہوا میں بھی اوڑنے لگا۔ قوت بجلی کو بھی عرصے سے غلام بنا رکھا ہے اور اوس سے طرح طرح کے کام لے رہا۔ بجلی کی روشنی تو بہت ہمنوں نے دیکھی ہوگی۔ بجلی کے پنکھے بھی ضرور نظر سے گذرے ہونگے اور غالباً بجلی کی پتیلیاں اور اکا دکا بجلی کے چولے اور دوسری چیزیں بھی دیکھنے میں آئی ہونگی مگر یہاں یورپ میں بجلی نے امور خانہ داری میں بڑا دخل حاصل کرلیا ہے گھر کے قریب قریب سارے کام بجلی سے ہوتے ہیں۔ ابھی حال میں ایک اخبار نے بجلی کی اون بیس چیزوں کے نام دیئے تھے جو گھر میں امور خانہ داری میں کام آتی ہیں اور یہ کہا تہا کہ ان میں سے سب سے ضروری وہم تین چیزوں کے نام لکھے جاویں جن کے خریدنے کی گھروالی بی بی سب سے زیادہ خواہشمند ہے ہزاروں روپے کے انعام بھی تجویز کیے گئے تھے۔ نتیجہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ بجلی کی جھاڑو۔ برش وغیرہ جس سے خاک بالکل نہیں اوڑتی ۲۲۷ ۱۱۵ رائیں۔ ۲۔ استری ۱۱۳۰۹۵ رائیں

۳۔ بجلی کے گرم تکیے یا ہاہلچے وبگے ۳۳۷۰۸ ۴۔ بجلی کا چھوٹا چولہا یا پکانے کا تختہ ۳۰۰۹۸ ״

۵۔ بجلی کا تنور روٹی کیک پکانے اور گوشت بھوننے کا ۲۷۰۳۴ ۶۔ بجلی کی انگیٹھیاں یا گرم سورج ۱۷۸۴۳ ״

۷۔ بجلی کی کپڑے دھونے کی کل۔ ۱۵۱۰۲ ۸۔ بال سوکھانے کا آلہ ۱۲۹۱۷ ״

۹- پانی گرم کرنے کا لوٹا ۷۴۵۸ رائیں ۱۰- سینے کی کل کی موٹر ۱۸۵۴ رائیں
۱۱- بجلی کا پنکھا ۷۱۳۵ " ۱۲- غسلخانہ میں گرم پانی کی دیگ ۳۷۹۶ "
۱۳- باورچیخانے کی موٹر ۲۸۱۲ " ۱۴- قہوہ پکانے کی کیتلی ۲۶۵۳ "
۱۵- {کمرے، دالان کا لکڑی یا پتھر وغیرہ کا فرش صاف کرنے کا آلہ- ۱۵۸۴ " ۱۶- گرم برتمیں بستر گرم کرنے کے لیے ۵۸۴ "
۱۷- چرٹ یا سگار جلانے کا آلہ ۲۴۲ "
۱۸- چائے بنانے کی کیتلی یا سماوار ۲۲۷ ۱۹- روٹی سینکنے یا نان پاؤ کے توست بنانیکا آلہ ۱۱۸ "
۲۰- گلگلے پکانے کا آلہ ۳۰

ان میں سے گیارہ خواص صفات کا ذکر خاصکر ایک اخبار میں کیا گیا ہے جن میں سے سب سے اہم اور ضروری تین پڑھنے والیوں نے چنے تھے۔ اس طرح انکے متعلق رائوں کا مجموعہ چھاپا گیا اور بڑے بڑے انعامات دیے گئے۔ یہاں اس قسم کے انعامی معمے اکثر اخباروں میں کارخانوں کی طرف سے شایع ہوتے ہیں تاکہ چیزوں کے بنانے میں لوگوں کی رائے کا خیال رکھا جاوے اس طرح وہ چیزیں جن کی زیادہ مانگ ہو زیادہ تعداد میں بنائی جاویں اور وہ صفات وخواص جو زیادہ پسندیدہ ہوں بناوٹ میں ملحوظ رکھے جائیں۔ گھر کی بہت سی چیزوں میں گیس اور بجلی میں مقابلہ ہے بعض خوبیاں بجلی میں ہیں بعض گیس میں۔ مثلاً کھانا پکانے کے چولھے لکڑی اور کوئلے اور گیس بجلی کے ہوتے ہیں اگر ایک قسم کا ایندھن سستا ہے تو دوسرا صاف اور ستھرا اور ایک میں بہت آسانی ہے۔ غرض گیارہ خوبیوں پر لوگوں کی رائے کا مجموعہ حسب ذیل ہوا:-

صحت کے لیے مضر نہ ہو ۲۷۵۸۹ رائیں محنت اور مشقت میں کمی ۲۷۳۵۱ رائیں
قیمت میں سستی ۲۷۲۹ " استعمال کے لیے ہر دم تیار ۲۳۰۵۷ "
وقت بہت بچتا ہے ۱۴۰۳۶ " استعمال میں صاف وستھری ۴۸۲۵ "
قابل اعتبار جن پر ہر وقت بھروسا کیا جا سکے .... ۴۶۰۹ "
استعمال میں کسی قسم کا خطرہ یا ڈر نہیں غیر مضر ۱۸۳۶ " بیحد آرام دہ ۴۷۱۶ "
پائیدار جلد خراب نہونے والی ۱۰۱۰ دیکھنے میں خوبصورت ۸۱ "

مندرجہ بالا ساری صفات بجلی کی مستعمل چیزوں میں موجود ہیں۔ رائوں کے مجموعہ سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ جرمن عورتوں کے نزدیک غیر مضر صحت ہونا سب سے زیادہ مفید ہے اور دیکھنے

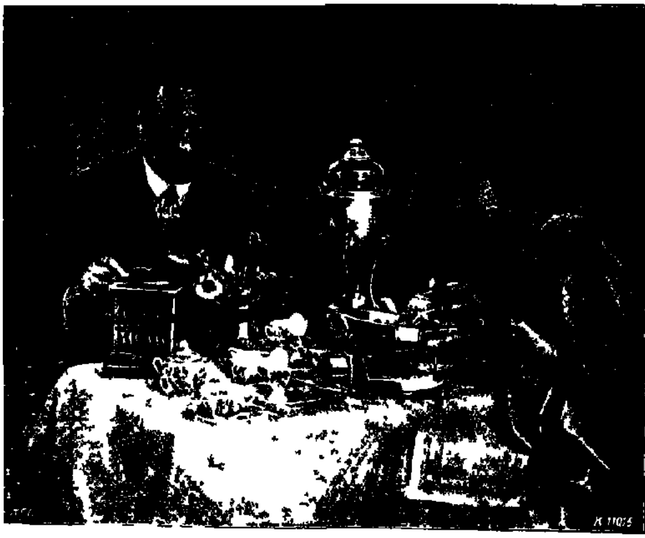
میں خوبصورت چنداں ضروری نہیں صرف اہ عورتیں ظاہری خوبصورتی کو اہمیت دیتی ہیں۔
اصل میں خوبی نمبر۲ اور خوبی نمبر۹ ایک حد تک ایک ہی ہیں اور دور دیگر خوبی نمبر۸ بھی اس میں شامل
کی جاسکتی ہے۔ حقیقت میں بجلی کی چیزوں میں سب سے بڑی خوبی اور دوسری قسم کی چیزوں پر سب سے
بڑی فوقیت یہی ہے کہ یہ نہایت آرام دہ ہیں محنت اور مشقت کم کرنی پڑتی ہے ہر دم تیار ہیں وقت
بہت بچتا ہے۔ ذرا مٹی کے تیل کے لمپ اور بجلی کے لمپ ہی کا مقابلہ کیجئے۔ روز لمپ کی
صفائی تیل بھرنا دیا سلائی سے جلانا اگر حساب لگایا جاوے تو مہینے میں کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور
اور پھر گندگی صابون اور گرم پانی سے بمشکل تیل کی بو جاتی ہے اکثر چمنی بھی ٹوٹ جاتی ہے تیل بھی گر جاتا
ہے بتی ہموار کرنی پڑتی ہے اور کبھی کبھی بے احتیاطی میں آگ بھی لگنے کا ڈر ہے اور ہوا اگر
چلے تو گل بھی ہو جاتا ہے، ایک آفت ہے۔ برخلاف اس کے بجلی کا لمپ ایک دفعہ لگا دیا ہر وقت
تیار ہے بٹن دبایا یا انگلی کا پھیر دیا فوراً روشنی ہو گئی نہ لینا ایک نہ دینا دو اور پھر روشنی بھی تیز مرضی
کے موافق۔ معلوم نہیں ہندوستان میں آجکل مٹی کے تیل اور بجلی کا کیا بھاؤ ہے۔ یہاں تو ایک بوتل چھ آنے
کو آتی ہے اور ایک لمپ کے لیے مہینے میں کم از کم پانچ چھ بوتلیں درکار ہیں یعنی کم از دو روپے کا
خرچ ہے۔ بیس واٹ کا بجلی کا لمپ جس کی روشنی معمولی مٹی کے تیل کے لمپ کے برابر ہوتی ہے
اگر پچاس گھنٹے جلایا جاوے تو اوس پر سولہ فینگ یعنی سات پیسے کا خرچ ہے اگر یہ لمپ ہر روز
پانچ گھنٹے جلایا جاوے تو مہینے میں ڈیڑھ سو گھنٹے ہوئے جسکا خرچ اکیس پیسہ ہوا دس گھنٹے روز جلانے
پر بھی جاکر مشکل سے گیارہ آنے خرچ ہوتا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب آدمی بجلی کی روشنی لیتا ہے تو اکثر
تیز روشنی کا لمپ ہوتا ہے۔ برلین میں ہزار واٹ جلنے میں سولہ فینگ یانی سات آٹھ پیسے خرچ ہے
بجلی کے لمپ بیس تیس چالیس پچاس ساٹھ ستر۔۔۔ سو ڈیڑھ سو دو سو وغیرہ وغیرہ واٹ کے
ہوتے ہیں مثلاً پچاس واٹ کے لمپ کے یہ معنی کہ اگر یہ لمپ ایک گھنٹے جلے تو پچاس واٹ جلیں گے
اور اگر بیس گھنٹے جلے تو ایک ہزار واٹ جسکا خرچ دو آنے ہے۔ دوسری بچت اس طرح ہے کہ
کمرے سے باہر گئے لمپ گل پھر داخل ہوئے فوراً روشنی اس طرح اگر پچاس دفعہ کمرے سے باہر جاؤ
اور اندر آؤ تو ہر دفعہ گل کر دو اور جلالو ایک لمحہ بھی فضول جلنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو بجلی کے
لمپ کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ اسیطرح بجلی کی انگیٹھیاں ہیں جس کمرے میں جی چاہے لے جاؤ صرف

دیوار میں بجلی کے تماس Contact کے دو سوراخ ہونے چاہئے جہاں انگیٹھی کی ڈوری لگائی چاہئے اور پھر بٹن کے موڑنے سے انگیٹھی گرم ہو جاتی ہے مزے سے ہاتھ سینکئے۔ بجلی کے پنکھے تو ہندستان میں بیس تیس سال سے مستعمل ہیں۔ میزی پنکھے دیواری پنکھے۔ یہ علاوہ ہوا دینے کے کمرہ کی ہوا کو صاف بھی کرتے ہیں +

ذرا تجربہ گاہ کی تصویر کو دیکھئے ایک متوسط الحال میاں بیوی کس مزے سے ناشتہ کر رہے ہیں دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے کیسا دلکش اور خوبصورت منظر ہے۔ بیٹھے بیٹھے میز ہی پر سارا ناشتہ تیار ہو رہا ہے سماوار میں چائے کے لئے پانی گرم ہو رہا ہے چائے کی کیتلی قریب ہی رکھی ہے۔ میاں بجلی کے آلہ پر توس سینک رہے ہیں۔ بیوی بجلی کے چھوٹے چولہے یا پکانے کے تختہ پر کڑاہی میں گوشت کا پارچہ بھون رہی ہیں چائے کی پیالیاں دودھ شکر اور انڈے میز پر رکھے ہوئے ہیں پھل بھی موجود ہیں دونو مسکرا رہے ہیں نہ باورچیخانے میں دوڑ دھوپ نہ کسی قسم کی بدمزگی ہنسی خوشی ناشتہ کے بعد میاں کام پر جاوینگے اور بیوی گھر کے دوسرے کاموں میں لگ جاوینگی +

ہر ایک آلے کا مفصل بیان مضمون کو بہت لمبا چوڑا کر دے گا۔ اس مضمون کے ساتھ جو دس تصویریں ہیں اونکے دیکھنے اور اونکے نیچے جو چند جملے لکھے ہیں اون سے بہت کچھ معلوم ہو جاوے گا۔ بہت سے آلے ایسے ہیں جن سے کئی کئی کام لیے جا سکتے ہیں۔ آجکل بجلی کا دَور دورہ ہے۔ اس سے پہلے بھاپ کا دَور دَورہ تھا جو ختم نہیں ہوا اصل میں کوئی دَور بھی بالکل ختم نہیں ہوتا۔ آجکل بجلی کا زور شور ہے۔ تمام کام بجلی سے ہو رہے ہیں۔ امور خانہ داری کو بجلی نے بہت آسان کر دیا۔ یہاں ماما نوکر کا رکھنا آسان نہیں اول تو چالیس پچاس روپیہ تنخواہ اور پھر اچھا کھانا چاہیے خود جیسا جی چاہے کھاؤ مگر ماما کو اچھا کھانا دو بستر دو پلنگ دو کمرہ دو اور سال میں دو تین جوڑے دو۔ لہذا متوسط الحال لوگ ماما گھر میں نہیں رکھ سکتے سارے کام خود ہی کرتے ہیں کپڑے دھونا اون پر استری کرنا سینا پرونا، پکانا، مکان کی صفائی بچوں کی پرورش وغیرہ وغیرہ گھر والی کو بہت کم فرصت ملتی ہے لہذا وہ اس تلاش میں رہتی ہے کہ کام جلدی ہوں صفائی سے ہوں اچھی طرح ہوں۔ ہمارے ملک میں ابھی تک متوسط الحال گھروں میں عورتوں کے پاس بہت وقت ہوتا ہے لہذا اونکو اس قسم کے افکار نہیں۔ اونکو گھر میں کام بھی بہت نہیں کرنے پڑتے سب سے بڑا کام کھانے پکانے کا ہے اور روز مکان میں جھاڑو دینے کا۔ ہمارے مکانوں میں صفائی وغیرہ کا بھی کچھ

بجلی کے کرشمے



(۱) باورچی خانہ میں ناشتہ
تیار کرنیکی ضرورت نہیں۔ کس
مزے سے دونوں خود ناشتہ تیار
کر رہے ہیں - میاں کے سامنے
روٹی کے توس سینکنے کا بجلی
کا آلہ ہے - بیوی کے سامنے بجلی
کا چھوٹا سا چولہا ہے اور وہ
انڈے یا گوشت کے پارچے تل
رہی ہے - دونوں کے درمیان
چائے بنانے کی بجلی کی کیتلی
یا سماوار ہے حسین چائے کا
پانی خود بخود گرم ہو جاتا
ہے - کیسا خوشنما منظر ہے -



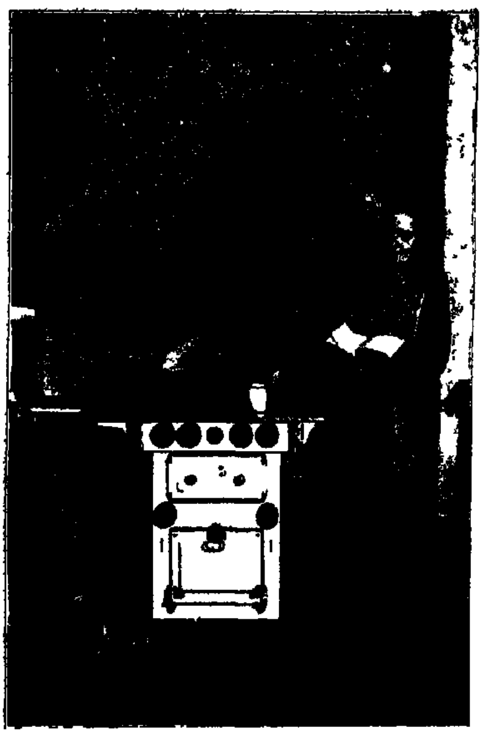
(۲) فرش صفا کرنیکا بجلی کا آلہ
اس آلہ سے لکڑی پتھر اور ریختے کا
فرش صاف کیا جا سکتا ہے - اور دھویا بھی
جا سکتا ہے اور پھر چمک دمک (پالش) بھی کی
جا سکتی ہے - سارا کام بجلی کرتی ہے خود صرف
ذرا سا اشارہ کرنا پڑتا ہے تاکہ یہ آلہ مخصوص
جگہ کی طرف حرکت کر سکے -

بلاک جرمنی میں بنائے گئے -



(۵) باورچیخانہ کی موٹر

یوں تو دستی کلیں جنسے باورچیخانے کے تمام کام ہو سکیں عرصے سے موجود ہیں۔ مثلاً قیمہ کرنے کی کل۔ آلو چھیلنے کی کل۔ انڈے پھینٹنے کا آلہ سویاں بنانے کی کل۔ مصالحہ اور قہوہ پیسنے کی کلیں وغیرہ وغیرہ مگر اب اس بجلی کی موٹر سے وہ تھوڑا سا کام بھی اور آسان ہو گیا ہے۔ یہ موٹر باورچیخانے کی تمام کلوں میں لگائی جا سکتی ہے۔ جس سے وہ تمام کلیں بجلی کی قوت سے خود بخود چلتی ہیں



(۶) بجلی کا بڑا چولھا مع تنور

کھانا خود بخود پک رہا ہے۔ بیگم صاحب کتاب پڑھنے میں مشغول ہیں۔ چولھے جنمیں کوئلے یا لکڑیاں جلتی ہیں بہت عرصے سے موجود ہیں۔ اب یہ سارا کام صرف ایک انگلی کے پھیرے سے ہوتا ہے۔
سب کے اوپر پتیلیاں اور کڑاھیاں رکھی جاتی ہیں۔ اسکے نیچے پکے ہوئے کھانے گرم کرنے کی جگہ ہے اور سب کے نیچے تنور ہے۔ کھانا گرم کرنیکا خانہ بھی ہے
تنور میں صرف طرح طرح کی روٹیاں کلچے بسکٹ اور کیک ہی نہیں بلکہ ہر قسم کا گوشت مرغی بطخ، قاز کبوتر وغیرہ وغیرہ بھی لذیذ اور مزیدار بھنتا ہے۔

بلاک جرمنی میں بنائے گئے

بجلی کے کرشمے



(۷) بجلی کا تنور

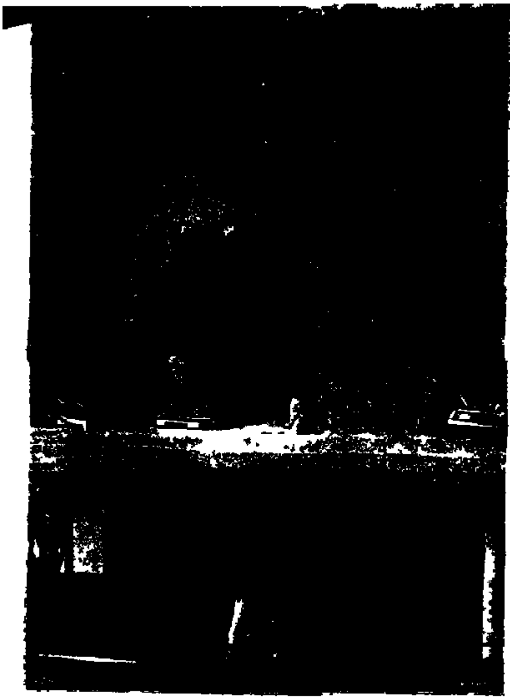
اس میں خمیری روٹیاں۔ شیرمال باقر خانیاں۔ کلچے۔ بسکٹ۔ نان پاؤ۔ نان خطائیاں کیک اور طرح طرح کے گوشت نہایت ہی لذیذ اور مزیدار بآسانی اور صفائی کے ساتھ تیار کئے جا سکتے ہیں۔

(۸) سینے کی کل کی موٹر

یہ موٹر ہر سینے کی کل میں لگائی جا سکتی ہے جس سے کل بجلی کی قوت سے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے خودبخود چلتی ہے۔ بالکل محنت کرنے کی ضرورت نہیں



بلاک جرمنی میں بنائے گئے



(۹) بجلی کی استری

یہ استری بجلی کی قوت سے خود بخود گرم
ہوجاتی ہے اور گھر کی بیگم صاحبہ خود نہایت
آسانی اور صفائی سے کپڑوں پر فرصت کے
وقت میں استری کرلیتی ہیں۔



(۱۰) ملنے والی بیوی کی خاطر مدارات

بجلی کی چائے بنانے کی کل میز پر رکھی
ہے۔ گھروالی کھڑی باتیں کر رہی ہیں۔
اور مہمان بیوی کو چائے دے رہی ہیں

بہت زیادہ خیال نہیں۔ قوامین عصمت سے تو ہماری بیگموں کو ابھی حسن تک نہیں +
میں یورپین طرزِ زندگی کا حامی نہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ سلیقہ اور تمیز اور صفائی سے بھی
جو در اصل ہمارے دین کا جزو اعظم ہیں ہم پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ
ہے ہماری تسخیر میں کر دیا ہے ہمکو چاہئے تھا کہ ہم یہ چیزیں ایجاد کرتے اور اصل میں شروع شروع میں
جب ہم میں اسلام تھا تو ہم نے دنیا پر حکومت کی ہماری شام بغداد مصر اور اسپین کی تہذیب اپنی مثال
نہیں رکھتی۔ لہذا سلیقہ شعاری صفائی ترتیب وغیرہ ہمارا فرض ہے اللہ نے ہمکو دونو جہانوں کی حاکمیت
کے لیے بنایا تھا یہی ہمارے رسول کا دعویٰ تھا یہی کہکر انہوں نے کفار کو اسلام کی دعوت دی۔ دُنیا کی
حاکمیت تو ہم کھو بیٹھے اور بظاہر آخرت کی حاکمیت کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ کاشکہ ہم پھر سچے مسلمان
بن جاویں تو پہلے تو ہمکو اس جہاں کی حاکمیت ملتی ہے اور حاکمیت کے وہ ساری چیزیں حاکمیت کے
ساتھ ہوتی ہیں یعنی عقل سمجھ مال دولت قوت وغیرہ اور مال و دولت سے پھر ہم یہ سب چیزیں حاصل
کر سکتے ہیں۔ لہذا ساری باتوں کی بنیاد دین پر ہے +

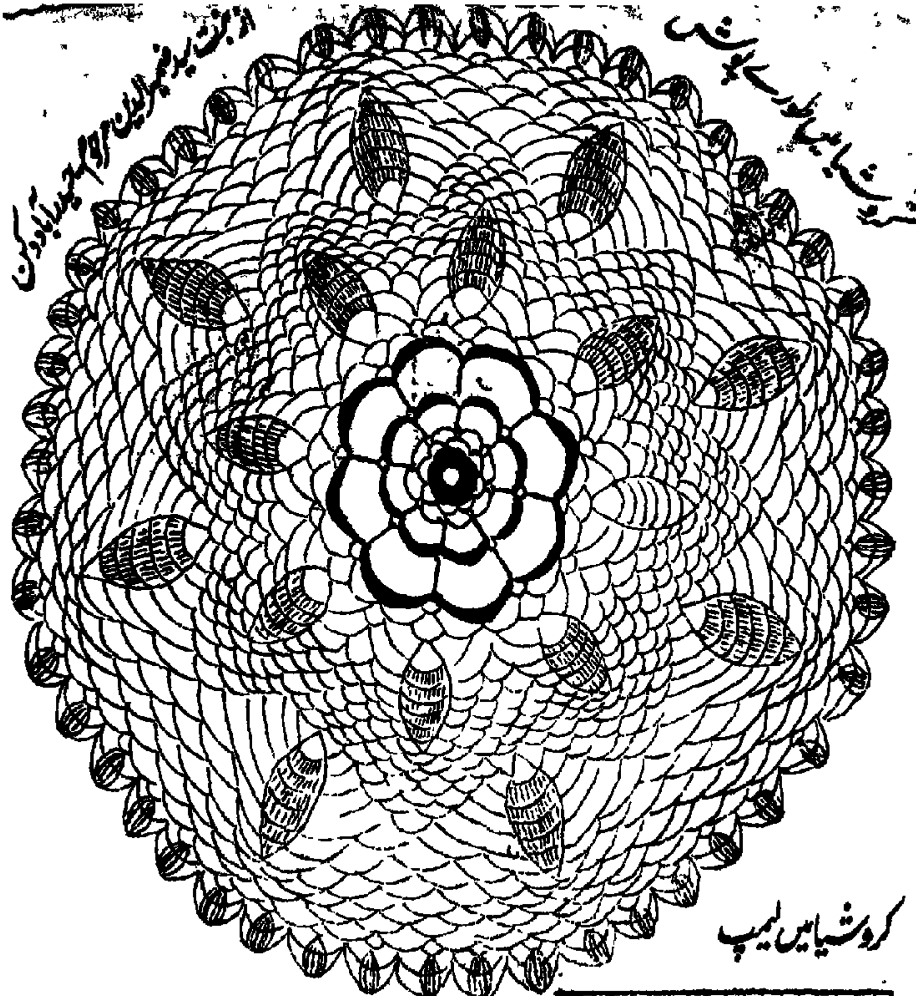
(نوٹ۔ ان تصویروں کے بلاک عزیزم میاں رازق الخیری سلمہٗ کی خواہش پر میری بڑی کوششوں سے برلین کے مشہور بجلی کے کارخانے آ۔ اے۔ گے (A.E.G) نے خاص **عصمت** کے **جوبلی نمبر** کے واسطے تیار کیے ہیں جسکا میں بہت ممنون ہوں مجھے اُمید ہے عصمی بہنیں انکی قدر کریں گی +

خوبصورتی کا آلہ

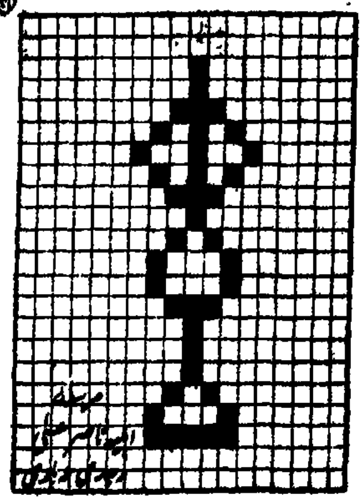
جرمنی سے پروفیسر ستار خیری صاحب برلن نے جوبلی نمبر کے سیلئے ایک اور نہایت قیمتی مضمون خوبصورتی اور تندرستی قایم کرنے پر روانہ فرمایا ہے جو آیندہ ماہ کے پرچہ میں شایع ہوگا اس کے ساتھ پانچ نہایت دلاویز تصویریں بھی ہونگی جنہیں دیکھ کر آپ پھڑک اُٹھیں گی +
عصمت آپ کو ایسے ایسے مضامین دے رہا ہے جو یقیناً آجتک کسی ہندوستانی رسالے میں نہیں چھپے۔ عصمت آپ کی دلچسپی کا کافی سامان پیدا کر رہا ہے۔ کیا آپ نے بھی عصمت کی کچھ امداد کی اگر کچھ نہیں تو ایک دو خریدار اسی مہینہ میں دیدیجئے +

کروشیا میز پوش

از بنت [illegible] حیدرآباد دکن



کروشیا میں لیمپ



بچہ معہ انگور کا خوشہ

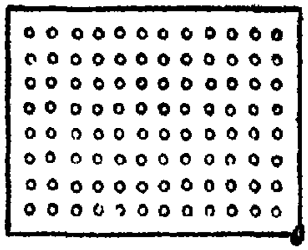
یہ خاکہ تو لیے - میز پوش ٹی کوری - خوان پوش وغیرہ میں بنانے کے علاوہ تصویر کے کام میں بھی آسکتا ہے - جسکی ترکیب ذیل میں درج کرتی ہوں -

اس خاکہ کا فوٹو تیار کرنے کیلئے ۹ انچ چوڑا ۱۱ انچ لمبا "ملنگ کارڈ" لو اور اچھی نفیس رنگوں والی پانچ قسم کی اون لو مثلاً اس خاکے کیلئے پانچ رنگوں کی اون مناسب ہے -

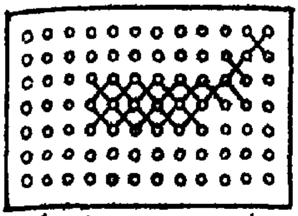


۱۔ سر کیلئے۔ سیاہ ۲۔ جسم کیلئے۔ پھیکا گلابی ۳۔ لنگوٹ۔ گہری نیلی۔

۴- انگور کا پتہ - گہرا سبز ۵- ڈنٹھل - چاکولیٹ رنگ کی ۶- انگور - انگوری رنگ کے



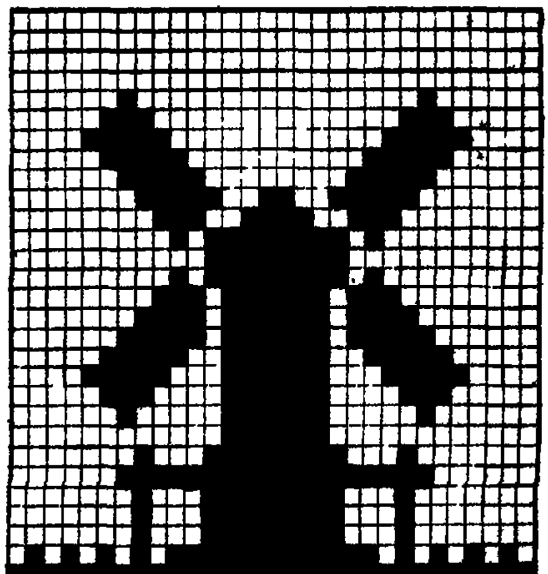
"ٹننگ کارڈ" سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اور اسمیں سوراخ ہوتے ہیں۔ ان سوراخوں میں اون اسطرح سے بھری جاتی ہے۔ جیسے ٹین ٹانکتے ہیں سمجھئے یہ کارڈ ہے۔



ان کارڈوں میں یوں سوراخ ہوتے ہیں۔ انکو یوں بھرتے ہیں۔ یہ آڑی لکیریں اون کی ہیں۔ جو خانوں میں سوئی سے بھری گئی ہیں۔

فاطمہ بنت کے محمد حسین صاحب صدیقی
بنگلور سٹی

کروشیا میں پون چکی



بلقیس صابرہ بیگم (پشاور)

درشن گاؤن

بچوں کے لئے



ایس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ
کلکتہ

ستاروں میں آبادی

(از مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

اسلام کی تعلیم ہے کہ زمین وآسمان کی ساری چیزیں انسان کے لئے مسخر کردی گئی ہیں اور ایمان کی نشانی یہ ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش پر غور کیا جائے۔ مسلمانوں نے اس رمز کو نہ سمجھا۔ آخر غلام ہیں۔ یورپ وامریکہ والوں نے اس ہدایت کو قرآن پاک میں نہ پڑھنے کے باوجود از خود زمین وآسمان کی خبروں سے کام لینا شروع کیا۔ نتیجہ آپ پر ظاہر ہے کہ حالانکہ ابھی ابتدا ہے لیکن ایشیا کے درماندہ عقل حیران ہیں کہ آدمی کس طرح آسمان میں اڑ رہا ہے کس طرح ہزاروں میل پرے کے آدمی چلتے پھرتے اور باتیں کرتے نظر آتے ہیں کس طرح منٹوں میں بات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ غرضیکہ بیسیوں باتیں ایسی نظر آرہی ہیں جو پہلے زمانہ کے فسانۂ عجائب اور طلسم ہوشربا جیسے خیالی قصوں میں لکھا کرتے تھے۔

عرصہ سے یہ سوال زیر بحث تھا کہ سیارہ مریخ پر آبادی ہے یا نہیں۔ ہم نے اپنی پیدائش سے پہلے تک کے انگریزی رسالے پڑھے ہیں جن میں مریخ سے خط وکتابت کے امکان پر بحث کی گئی ہے۔ گویا یہ مسئلہ نیا نہیں ہے۔ یہ بہت پرانا ہے۔ بہت سی جستجو کے بعد اب اس سوال نے صورت ہی اور پیدا کرلی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو سما میں جو سیارے ہیں آیا وہ سب کے سب آباد ہیں یا نہیں۔

سمتھ سونین انسٹیٹیوٹ نے ۱۹۳۱ء میں ایک لکچر شائع کیا تھا جس سے معلوم ہوا تھا کہ ہرکیولیس میں شمالی آسمان میں ستاروں کا جو جھرمٹ نظر آتا ہے ننگی آنکھ کو وہ ایک ستارہ معلوم ہوتا ہے اور آسانی سے نہیں دکھائی دیتا ہے وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جنہیں اس کا مقام معلوم ہے اور جن کی بینائی بہت اچھی ہے۔ خوردبین سے بیشمار ستارے اس میں نظر آتے ہیں۔ جیسے گرد کو توڑا جائے تو اس میں سے ہزاروں بھنگے نکل پڑتے ہیں۔ بیچ میں انکی تعداد چھ ہزار کے قریب ہے۔ اور کناروں پر ان کا جھگمٹ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس ایک ہی نظر والے ستارہ میں اس قدر تارے بھرے ہوئے ہیں جتنے ہماری آنکھ کو کسی تاروں بھری رات میں سارے آسمان میں نظر آیا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی اور بھی زبردست خوردبین استعمال کیجائے تو ان کی تعداد شاید چھ ہزار سے کہیں زیادہ ہو۔ ان میں سے ہر ایک تارہ بجائے خود ہمارے سورج سے بڑا ہے کیونکہ ہمیں سب سے زیادہ روشن تارے ہی نظر آرہے ہیں۔ ہلکی روشنی والے ہماری

نظروں سے اوجھل ہیں۔ ہمیں ابھی اس کا پتہ نہیں کہ ان سورجوں کے گرد سیارے گھومتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ جرمٹ ہم سے اس قدر دور ہے کہ ہمیں یہ سیارے نظر نہیں آ سکتے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ہر سورج کے گرد سیارے اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ اور اس کا امکان ہے کہ ان سب ستاروں کے گرد یہ سیارے گھومتے رہتے ہیں۔ اور اغلب بلکہ ممکن ہے کہ ان سیاروں کے گرد چاند بھی گھوم رہے ہیں اور شاید ان سیاروں پر آبادی نباتات ذی شعور انسان وحیوان موجود ہیں۔

ہمارا سورج اس قدر بڑا ہے کہ اگر کوئی ایسا خول لیا جائے جس کے اندر کچھ نہ ہو اور وہ موجودہ سورج کے برابر ہو تو دس لاکھ سے زیادہ ہماری زمینیں اس کے اندر سما جائیں اور زمین کے کروں کے بیچ میں بہت سی جگہ رہ جائے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ان ستاروں پر جاندار نہیں بستے کیونکہ ایسی زردیں بھٹیوں میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ صرف سیاروں میں آبادی ہو اور اس معاملہ میں بھی امکانات محدود ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آیا تمام تاروں کے گرد یا ان میں سے کتنوں کے گرد ہمارے سورج کے سے سیارے گشت لگاتے ہیں۔ چونکہ یہ سیارے ہم سے اربوں کھربوں میل دور ہیں اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آ سکتے

اخبار آؤٹ لائن نے اس موضوع پر بہت پر مغز بحث کی ہے۔ یورانس اور نیپچون سورج سے بہت دور ہیں۔ اور عطارد اس سے بہت قریب ہے۔ یہ بہت گرم ہیں اس لئے ان میں آبادی ممکن نہیں نظر آتی۔ اس کے وجوہ موجود ہیں کہ عطارد اپنے محور پر اتنے ہی دنوں میں گشت پورا کرتا ہے جتنے دنوں میں یہ سورج کے گرد گھومتا ہے اس لئے اس کا وہی ایک رخ سورج کی طرف رہتا ہوگا۔ بالفاظ دیگر سورج کی طرف والے رخ میں ابال دینے والی گرمی سے بھی زیادہ ہوگا۔ اور سورج سے دوسری طرف والے رخ میں جما دینے والی سردی سے بھی دو تین سو درجہ سے بھی کم ہوگی یعنی بہت ہی زیادہ سردی ہوگی۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس سیارہ میں جاندار کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔

زہرہ ہمیں صبح شام نظر آیا کرتا ہے۔ اس میں آبادی کا گمان زیادہ ہے۔ قد میں زمین کے برابر ہے اور اس کی آب و ہوا اچھی ہے۔ لیکن بہت سے ہیئت والوں کا اعتقاد ہے کہ عطارد کی طرح اس کا بھی وہی ایک رُخ سورج کی طرف رہتا ہے۔ چنانچہ عطارد کی طرح اس میں بھی ابال دینے والے درجے سے کہیں زیادہ گرمی اور جما دینے والے درجے سے کہیں کم ہونے کی وجہ سے سخت سردی ہوگی۔ اس کی گرد اس قدر بادل اور گرد و غبار ہے کہ سورج کی روشنی اس پر سے منعکس ہو کے ہم

آتی ہے۔ اور ہم اس کی سطح کو غور سے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اسے اپنے محور پر گشت کرنے میں کتنا عرصہ لگتا ہے۔ لیکن بہت سے ہیئت دانوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس مشاہدہ میں کامیاب ہو گئے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ اس کا ایک ہی رخ ہر وقت سورج کے سامنے رہتا ہے۔ چنانچہ بادلوں کے غلاف کے باوجود گرمی کی شدت اس قدر ہو گی کہ آبادی ممکن نہیں ہو سکتی۔

مریخ کے متعلق اوپر لکھ آیا ہوں کہ یہ ہیئت دانوں کے تجسس اور خیال آرائیوں کا بہت عرصے ہدف رہا ہے۔ حال میں ایک شخص نے اعلان کیا ہے کہ اگر ہم ایک خاص طول و عرض کے بادل فضائے آسمان میں پھیلا کے ان پر زبردست روشنی ڈالیں تو ممکن ہے کہ مریخ والوں کی توجہ اس غیر معمولی کیفیت کی طرف ہو جائے۔ اور وہ ہم سے دو دو باتیں کرنے پر مائل ہو جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ مریخ زمین کا بڑا بھائی ہے۔ لیکن ہے قد میں زمین سے بہت چھوٹا۔ اس کا قطر ۴ ہزار میل ہے۔ زمین سورج کے گرد ایک سال میں اپنا چکر پورا کر لیتی ہے۔ مریخ کو اس سفر کے طے کرنے میں دو سال کے قریب قریب لگتے ہیں۔ اوسطاً مریخ سورج سے اس فاصلہ سے بقدر نصف اور زیادہ دور ہے۔ جس قدر زمین سورج سے دور ہے۔ یعنی مریخ زمین کے فاصلہ سے گویا سورج سے ڈیوڑھا دور ہے۔ اس کا بہت کچھ یقین کیا جا رہا ہے کہ مریخ میں نباتات موجود ہے۔ حیوانی زندگی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ گو ابھی اس کا ثبوت موجود نہیں۔ اگر وہاں نباتات موجود ہونے کے لئے پانی ہوا۔ زمین کے متعلق طبعی حالات موافق ہیں تو یہ بھی وثوق سے کہا جا سکے گا کہ وہاں ان حالات میں زندگی کے آثار بھی موجود ہیں۔ ہیئت دانوں کا یہ خیال کہ مریخ میں آبادی ہے۔ اور اگر واقعی ہے تو وہ زمین والوں کے مقابلہ میں بہت ترقی یافتہ آبادی ہے۔ اس وجہ سے ہے کہ اگر ہمارے نظام شمسی کے سارے کرے دہاتوں کا مجموعہ ہیں جو ٹھنڈی ہوتی جا رہی ہیں تو چھوٹا کرہ اپنے سے بڑے کے مقابلہ میں جلدی ٹھنڈا پڑ گیا ہو گا۔ اور اسی لئے وہ ترقی میں بڑے کے مقابلہ میں کہیں آگے ہو گا۔ مریخ زمین سے کہیں چھوٹا ہے۔ اور وہ زمین کے مقابلہ میں لاکھوں کروڑوں برس پہلے ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔ نظر بریں حالات اگر آبادی کے آثار مریخ میں شروع ہوئے تو وہ زمین سے بہت پہلے شروع ہوئے ہوں گے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ دوسری دنیاؤں میں زندگی کی شکلیں کیا ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ روز افزوں دماغی ترقی کی طرف مائل ہوں گی۔ اسی لئے ہمیں مریخ میں اپنے سے زیادہ مہذب

اور ترقی یافتہ انسان دریافت کرنے کا امکان ہے۔
لیکن اس بحث میں پہلے ہی یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ زندگی کے اسباب یعنی ہوا اور پانی مریخ پر موجود ہیں۔ البتہ اس پر قیل و قال جاری ہے کہ آیا وہ وہاں کافی مقدار میں بھی ہیں یا نہیں۔ مرحوم پروفیسر پرسیول لاول نے اس سیارہ کا ساری عمر مطالعہ کیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس سیارہ کی سطح پر سینکڑوں سیدھی لکیریں نظر آتی ہیں۔ جو نباتات کی کیاریاں ہیں۔ اور ان سے بڑی نہروں یا نلوں کا پتہ چلتا ہے۔ جن سے مریخ والے اپنے قطبی سمندروں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈبلیو۔ ایچ پکرنگ بھی اس موضوع پر ایک مستند ہستی ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سطریں لمبی اور تنگ دلدلیں ہیں جن میں قطبوں کی مرطوب ہواؤں سے پانی پہنچتا ہے۔ مریخ کے قطبوں پر سفید چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ جو بہار میں پگھلتی معلوم ہوتی ہیں اور ان کے گرد کا تاریک حاشیہ روز مرّہ زیادہ چوڑا ہوتا جاتا ہے پکرنگ کو یقین ہے کہ مریخ پر آندھیوں بلکہ طوفانوں کے آثار کی شہادت پائی جاتی ہے۔ اور انہوں نے خود ایک ایسے طوفان کی رفتار کا حساب لگایا ہے۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ نہروں کے علاوہ ان نباتاتی سبز قطعوں سے قریب جھیلیں اور دلدلیں پائی جاتی ہیں۔ مریخ میں سمندر نہیں۔ ان نباتاتی قطعوں کے علاوہ مریخ کی ساری سطح ویرانہ ہے۔ اس کا کرۂ ہوا ہمارے سے زیادہ کثیف ہے۔ زمین کے مقابلہ میں وہاں کے کرۂ ہوا میں پانچ فیصدی آبی بخارات پائے جاتے ہیں۔ یہ دلدلیں ہمارے سمندروں کی جگہ کام کرتی ہیں۔ شمالی برفوں کے پگھلنے کے بعد جب پانی کی بہرسانی کم ہوتی جاتی ہے تو یہ دلدلیں مریخ کے موسم گرما میں تبخیر کے ذریعہ پانی مہیا کرتی ہیں۔
لیکن امریکہ میں تازہ ترین تحقیق کے مطابق مریخ کی ہوا میں آکسیجن کا ہونا دیکھا گیا ہے۔ پکرنگ اور اس کے معاونوں کی رائے میں یہ ہماری زمین کے مقابلہ میں واں ۱۵ فیصدی پائی جاتی ہے۔
جن ہیئت دانوں کو مریخ پر آبادی ہونے میں شبہ ہے وہ زندگی کے مطابق وقت تبدیل ہو جانے کی خوبی سے ناواقف ہیں۔ علم طبیعات والوں کی رائے میں ایک زمانہ میں زمین کی آب و ہوا ایک قطب سے دوسرے قطب تک کروڑوں برس تک سخت گرم رہی۔ کوئی جانور ذرا سی سردی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا لیکن ہم اب قطبوں کے برفانی علاقوں میں پودے اور جانور کثرت سے دیکھتے ہیں۔ اگر مریخ میں سردی رفتہ رفتہ نمودار ہوئی تو وہاں کی آبادی بھی آہستہ آہستہ اس کے موافق ہوتی گئی ہو

کرۂ ہوا کی کیفیت اور پانی کی قیاسی کمی اس سیارہ میں زندگی کے امکان کو دور نہیں کرتی۔ ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ وہاں کے حالات کے مطابق ایسے جاندار پیدا ہو سکتے ہیں جن کے حواس اور جوارح وہاں کام دے سکیں

بہرحال مریخ پر ہم سے زیادہ ترقی یافتہ آبادی کا امکان ہے۔ اور ان سے نامہ و پیام کے ذرائع نہ ہونے کے باوجود یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی کسی شعاعی ذریعہ سے ہم تک کوئی پیام پہنچا کے ہماری محققانہ الجھنوں کو دور کر دیں۔

سورج سے آگے جا کے مریخ کے بعد مشتری ہے۔ مریخ اور مشتری کے بیچ میں تین کروڑ سے زیادہ میلوں کا فاصلہ ہے۔ پرانے ہندسوں کو تعجب ہے کہ اس خلا میں کیوں کوئی سہارا موجود نہیں۔ لیکن ہمیں اب پتہ چلا ہے کہ اس خلا میں تقریباً نو سو اُدھ کچرے سیارے یعنی ۵ میل سے پانچ سو میل تک کے قطر کے چھوٹے چھوٹے کرے ہیں۔ ایک زمانہ میں خیال تھا کہ کوئی سیارہ پاش پاش ہو گیا ہے۔ جس کے یہ ٹکڑے ہیں۔ لیکن یہ نظریہ اطمینان بخش نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات ہو کہ جو مصالحہ ان میں پھیلا ہوا ہے وہ مشتری ایک بڑے جرم کے قرب کی وجہ سے ایک جگہ منجمد ہو کے ایک کرہ نہ بن سکا کیونکہ مشتری بہت بڑا سیارہ ہے۔ اور اس کی کشش اس خالی فاصلہ پر بہت دور دور تک اپنا اثر دکھاتی ہوگی۔ یہ زمین سے ۱۳ سو گنا بڑا ہے۔ اور اس کے چاند تعداد میں نو ہیں۔ جن میں سے چار اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ یہ بات باعث دلچسپی معلوم ہوگی کہ مشتری اور زحل کے بالکل بیرونی چاند ان سیاروں کے گرد اُن چاندوں سے جو سیاروں کے گرد اور سیاروں سے جو سورج کے گرد گھومتے رہتے ہیں بالکل برعکس سمت میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ مشتری پر زندگی کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے۔

ہم تصویروں میں اس کی سطح کو بادل یا بھاپ سے ہمیشہ ڈھکا ہوا دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں گرم دھات کی طرح بالکل لال ہے۔ اس کے بادلوں کی پیٹیوں کے کناروں پر بعض اوقات سرخ کناری سی نظر آتی ہے۔ اور ایک ۳۳ ہزار میل لمبائی کا سرخ دھبا پیر نصف صدی سے نظر آ رہا ہے اس کا شکم ٹھوس یا مائع ہوگا۔ لیکن یہ سیارہ کھولتے ہوئے بخارات کا مجموعہ ہے۔ جو اپنے محور پر ہر دس گھنٹہ میں ایک چکر لگا لیتا ہے۔ مشتری کے بطن میں سخت گرمی ہے۔ لیکن سیارہ خود روشن

نہیں ہے۔ زہرہ اور مشتری بہت چمکدار ہیں۔ لیکن ان میں خود ان کی کوئی روشنی نہیں ہے۔ وہ سورج کی روشنی کو منعکس کرتے ہیں۔

زحل کی کیفیت بھی ایسی ہی دلچسپ ہے۔ اس کی سطح بھاپ کی ہے۔ اور یہ سورج سے اس قدر دور ہے کہ اس کے سمندروں میں تبخیر ضرور خود اس کی اندرونی حرارت سے واقع ہوتی ہوگی۔ یہ اس قدر گرم ہے کہ پانی اس کی سطح پر نہیں ٹھہر سکتا۔ مشتری کی طرح یہ عظیم سیارہ اپنے محور پر ہر دس گھنٹہ میں ایک چکر لگا لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ رفتار کس قدر تیز ہے۔ گویا ذحائق بخارات اور دھوئیں کا ایک کھولتا اور کھدر بدر کرتا ہوا ڈھیر ہے۔

زحل خوردبین میں خوبصورت نظر آتا ہے کیونکہ اس کے چاند دس ہیں۔ ان میں ایک کے وجود کے متعلق ابھی شبہ ہے اور اس کے اردگرد حیرت انگیز چھلوں کا ایک سلسلہ ہے۔ یہ چھلے چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب کا ایک زبردست جھرمٹ ہیں جن میں ہر قسم اور جسامت کے پتھر اور لوہے ہیں اور جو سورج کی روشنی کو منعکس کر کے ہم تک پہنچاتے ہیں۔ یہ مادیات کا سمندر کئی میل عمیق ہے اور سیارہ کی سطح پر کئی ہزار میل سے شروع ہو کے ایک لاکھ بہتر ہزار میل باہر تک پھیلا ہوا ہے۔ زحل پر یقیناً کوئی زندگی نہیں پائی جاتی۔

سیاروں کے گرد جو چاند گھومتے رہتے ہیں۔ ان کی نسبت کیا کہا جا سکتا ہے؟ ان میں مریخ کے چھوٹے چھوٹے دس میل چوڑے چاندوں سے لے کے زحل اور مشتری کے آخر میں تین تین ہزار میل قطر والے چاند شامل ہیں۔ کیا بڑے بڑے چاندوں پر زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں؟ ہمارا چاند نظام شمسی کے اور سیاروں کے مقابلہ میں ہم سے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ اور ہم اس کے حالات اوروں سے زیادہ جانتے ہیں بعض مہندسوں کا خیال ہے کہ چاند میں زندگی یا نقل و حرکت کے خفیف سے آثار پائے جاتے ہیں۔ پروفیسر پکرنگ نے اس میں آتش فشانی نقل و حرکت کے آثار دیکھے۔ ان کو یقین ہے کہ چاند میں نباتاتی طبقے ہیں۔ یہ ادنےٰ قسم کی نباتات ہے۔ اور چاند کی سطح پر کچھ پانی ٹھہر سکتا ہے۔ وہاں کی کرہ ہوا بہت لطیف ہے۔ اور کبھی کبھی برف باری بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے مشاہدہ سے بعض چاند کے مطالعہ کرنے والوں کو قائل کر دیا کہ چاند پر ایک خفیف سا تغیر واقع ہو رہا ہے۔ لیکن بہت سی باتیں وہاں ہوا موجود نہ ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس ہوا کے مطلق فقدان سے زمین کی سی ہوائی کیفیت پیدا ہوتی ہوگی۔ لہٰذا وہاں آواز کا وجود نہ ہوگا۔ کیونکہ آواز تو ہوا کی لہریں ہوا کرتی ہے۔ اگر کوئی

شہابِ ثاقب نہایت زور سے چاند کی سطح سے ٹکرا جائے تو بھی کوئی آواز پیدا نہ ہوگی۔ نہ اس کی کوئی چمک وہاں نظر آئے گی۔ جیسے وہ زمین کی کرۂ ہوا میں داخل ہوتے ہی چمکدار نظر آنے لگتا ہے۔ وہاں نہ غبار اڑتی ہوگی، نہ خوشبو۔ غرضکہ شفق نیلگوں آسمانی تاروں کی چمک دمک کچھ بھی نہ ہوگی۔ آسمان ہروقت تاریک نظر آتا ہوگا۔ اور تارے دن اور رات دونوں میں یکساں نظر آتے ہوں گے ۔

چاند کو اپنے محور پر گھومنے میں ہم زمین والوں کے شمار کے مطابق تقریباً ۲۷ دن لگتے ہیں ۔ اس طرح ۱۴ دن مسلسل اندھیرا رہتا ہے۔ اس حالت میں سردی کا درجہ بہت نیچے گرجاتا ہے۔ اس کے بعد شفق ظاہر ہوئے بغیر یک لخت دن نکل آتا ہے۔ اگلے ۱۴ دن تک برابر سورج کی کرنیں اسپر پڑتی رہتی ہیں۔ اور ان کی گرمی مطلق کہیں جذب نہیں ہوتی اور نہ روشنی کی طرح پراگندہ ہوتی ہے اس سے چاند کا درجہ حرارت کچھ بڑھتا نہیں۔ ممکن ہے اتنا بھی نہ بڑھتا ہو جس سے برف پگھل سکے۔ ہوا کے نہ ہونے سے روشنی کے انعکاس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ جو حرارت چاند تک پہنچتی ہے وہ فوراً آگے کو منعکس ہوجاتی ہے۔ چاند کی سطح پر بڑے بڑے غار ہیں جن کے متعلق خیال ہے کہ بڑے بڑے شہاب ثاقب یا اوھ کچرے سیارے اسوقت اس کی سطح پر آکے ٹکرائے۔ جب چاند کا ہیولا بالکل نرم تھا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جب چاند کا کرہ اپنے اندر کی آتش فشانی ہواؤں کی گرمی سے پگھل رہا تھا۔ اسوقت جو بلبلے اس کی سطح پر نمودار ہوئے۔ یہ غار ان بلبلوں کے ٹوٹنے کے بعد باقی رہ گئے بعض ہیئت والوں کا یہ نظریہ ہے کہ یہ معدوم آتش فشانی پہاڑوں کی جوالا مکھیاں ہیں۔ زمین کی جوالا مکھیاں نہایت گہری ہیں۔ لیکن چاند کی گہری نہیں ہوتیں۔ چوڑی تو بہت ہوتی ہیں۔ مثلاً چاند کی ایک جوالا مکھی چوڑائی میں تو ۱۲۳ میل ہے۔ لیکن گہرائی ایک میل بھی نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علم ہیئت وعلم حیات والوں نے کوئی قطعی فیصلہ صادر نہیں کیا کہ بعض سیارے آباد ہیں۔ انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ان سیاروں میں سے بعض پر آبادی کے امکانات ہیں۔ لیکن بہت سے سورج اور تارے اتنی دور ہیں کہ ان کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں ہوسکتی۔ شاعروں فیلسوفوں اور بعض منجموں نے کچھ ایسے خیالات اور نظریے ظاہر کئے ہیں جن سے اس مسئلہ سے دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور فلکیات کی تحقیق کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ اسوقت ہمیں سیاروں پر آبادی کے ہونے نہ ہونے کے سوال کے حل کا موقع مل سکتا ہے۔

قرآن پاک نے اس مسئلہ کے متعلق کچھ اشارے کئے ہیں۔ مثلاً پ ۱۶ س ۱۹ ع ۶ آیت ۱۱ میں ارشاد ہے کہ زمین اور آسمان میں کا ہر شخص خدا کے سامنے بندہ بن کے آنے والا ہے۔ پ ۱۵ س ۱۷ ع ۵۔ آیت ۴۴ میں فرمایا جاتا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں رہتے ہیں۔ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پ ۲۰ س ۲۷ ع ۵ آیت ۶۵ میں حکم ہے کہ جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا۔ پ ۲۰ س ۲۷ ع ۷ آیت ۸۷ میں بیان ہوتا ہے کہ صور پھونکنے کے وقت آسمانوں اور زمین میں رہنے گھبرا اٹھیں گے۔

مسطورہ کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے۔ منجم ابھی اسی سوال پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں کہ کوئی سیارہ آبادی ہے یا نہیں؟ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ زمین اور آسمانوں میں آبادیاں ہیں اور قیامت میں یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں جمع ہوں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ہستیاں ہم جیسی خاکی ہوں۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خمیر کسی اور چیز سے ہو اور ان کی ہیئت ہی ایسی ہو کہ ہم ان کی حقیقت کو سرسری نظر سے نہ پا سکیں۔ چونکہ قرآن پاک میں تحقیق و جستجو کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جانفشانیاں بیکار نہیں جا سکتیں۔ اگر ہم ان سیاروں کی جاندار ہستیوں کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو ہم ضرور اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ابھی دنیا نے کچھ ایسی ترقی نہیں کی۔ کلام پاک سے ابھی حیرت انگیز ترقیوں کے امکانات نظر آتے ہیں۔ اگر انسان ان معاملات میں کامیاب ہو گیا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت خاکی انسان کی کیا حالت ہوگی!

ہندوستان میں فنِ نقاشی

اور اسلامی تمدن کی بہار

(از جناب پروفیسر ستار خیری صاحب ایم اے برلن پی ایچ ڈی)

ممالکِ اسلام اور اسلامی ممالک اور اسلامی تہذیب و تمدن شان و شوکت سے دلچسپی ہندوستان کے مسلمانوں کو ہے کہیں اور کے مسلمانوں کو افسوس کہ اسکا پاسنگ بھی نہیں۔ اسلام نے تمام دُنیا کے کلمہ گویوں کو بھائی بہن بنا دیا بلکہ سب کو ایک جسم واحد کر دیا کہ اگر ایک عضو میں درد ہو تو تمام جسم کو تکلیف محسوس ہو۔ صرف ہندوستان ہی کے مسلمانوں نے ابتک اس خصوصیت کو قایم رکھا ہے اور اس درجہ تک کہ اپنے آپ کو بھُلا دیا۔ ہندوستان کے مسلمان فاقہ کریں، بے تعلیم رہیں، ہزارہا تکالیف برداشت کریں مگر ٹرکی کے مسلمانوں پر اگر ذرا سی مصیبت پڑے تو آپے سے باہر ہو جاویں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر پیسہ پیسہ جمع کرکے بھجوائیں۔ غرض یہ کہ اپنے سے زیادہ باہر کے مسلمانوں کا خیال کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اونکو ٹرکی، اسپین، مصر، شام، بغداد، حتی کہ افغانستان کے مسلمانوں کی تاریخ و تمدن سے بہ نسبت خود ہندوستان کی تاریخ و تمدن سے بہت زیادہ واقفیت ہے۔ باوجودیکہ ہندوستان کا اسلامی زمانہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کسی بات میں بھی تو اسپین و شام و بغداد سے کم نہیں ٹرکی کا تو بھلا مقابلہ ہی کیا۔ ہندوستان کی اسلامی عمارتیں بلحاظ فن اور خوبصورتی اپنا مقابل نہیں رکھتیں، دِلّی کی جامع مسجد، آگرہ کی موتی مسجد، دِلّی اور آگرہ کے شاہی محل، احمد آباد، لاہور، فتح پور سیکری کشمیر وغیرہ کی عمارتیں اور باغات لاثانی ہیں۔ اور آگرہ کے تاج محل کا تو ذکر ہی کیا وہ تو ایک فوق البشری صنعت کا نمونہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمان باہر کے سلطانوں کے ناموں سے خوب واقف ہیں خلفائے راشدین کا تو یہاں ذکر نہیں علاوہ اونکے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز، عبدالملک، ولید، ہارون رشید، مامون، عبدالرحمن، سلطان سلیمان، سلطان سلیم، سلطان صلاح الدین ایوبی، وغیرہ وغیرہ کے حالات اونکو معلوم ہیں۔ یہ سب درست اور بجا ہے۔ مگر کچھ ہندوستان کے بادشاہوں عالموں بزرگوں وغیرہ کے کارناموں سے بھی تو واقفیت ہونی چاہیئے۔ حرفی

فارسی انگریزی کتابوں کے ترجمے اردو میں موجود ہیں جو اسلامی تاریخ بیرونِ ہندوستان کے حالات سے پُر اور لبریز ہیں مگر افسوس شاید ابوالفضل کی آئینِ اکبری یا شمس سراج عفیفی کی تاریخ فیروزشاہی کا ترجمہ اردو میں موجود نہیں۔ مولانا شبلی نے مشاہیرِ اسلام پر بہت سی کتابیں لکھیں مگر جہاں تک مجھکو معلوم ہے ہندوستان سے اونہوں نے بھی غفلت کی۔ ناصر الدین محمود (۱۲۴۲۔ ۱۲۶۶ء) جیسا متقی، علاؤالدین خلجی (۱۲۹۶۔ ۱۳۱۶ء) جیسا فنِ انتظام کا ماہر، فیروز تغلق جیسا رعیت پرور، شیر شاہ (۱۵۳۹ء۔ ۱۵۴۵) جیسا مدبر۔ اکبر جیسا ہردلعزیز اور صاحبِ ادارہ۔ جہانگیر جیسا سرپرستِ فنون۔ شاہجہاں جیسا معمار اور باریک بین، اورنگ زیب جیسا خدا پرست صاحبِ اصول اور بہادر بادشاہ دنیا میں کم ہوئے ہیں۔

یہ سب اور دیگر حکمرانِ اسلام سب کے سب علوم و فنون صنعت و حرفت کے حامی گذرے ہیں، ایک عرب مصنف محمد تغلق کے بارے میں (جو ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوئے) اس طرح لکھتے ہیں "بادشاہ کے دربار میں ۱۲۰۰ حکیم ہیں ہر روز بادشاہ کے ساتھ ۵۰۰ علما کھانا کھاتے ہیں، علم موسیقی کے ماہروں کی تعداد بھی ۱۲۰۰ ہے عربی فارسی اور ہندوستانی کے شاعر ایک ہزار ہیں۔ سلطان ہر روز دربار میں دو مرتبہ لوگوں کو قبول کرتے ہیں صبح اور شام، اس کے بعد کھانے پر ۲۰۰۰۰ آدمی ہوتے ہیں۔ اپنے خصوصی دسترخوان پر دوپہر کو اور شام کو سلطان ہر دفعہ ۲۰۰ علما اور فقہا کو مدعو کرتے ہیں اور کھانے پر علمی مسائل پر گفتگو ہوتی ہے سلطان کا ایک خصوصی ریشم کا کارخانہ ہے جس میں ۴۰۰ جلاہے کام کرتے ہیں۔ سلطان ہر تیسرے مہینے ۲۰۰۰۰۰ اعلیٰ خلعت بانٹتے ہیں۔ اسوقت دہلی ۲۱ چھوٹے چھوٹے شہروں پر منقسم ہے۔ دہلی کے تین باغات ہیں قریب سات میل کی لمبائی میں اور چوتھی طرف دریا ہے۔ دلی میں ایک ہزار (۱۰۰۰) مدرسے ہیں اور ۷۰ دستر شفاخانے علاوہ اس کے دلی میں دو ہزار (۲۰۰۰) مسجدیں اور خانقاہیں ہیں۔ تمام وسائط نقلیات (گھاڑیاں وغیرہ) اور ڈاک کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔ پانی کے انتظام کی خوبی بیان سے باہر ہے۔ خود انگریزی مصنف الفنسٹون فیروز شاہ (۱۳۵۱۔ ۱۳۸۸) کے بارے میں لکھتا ہے کہ فیروز شاہ کا زمانہ حکومت انتظام کی خوبی اور اصلاحات نافعہ کی وجہ سے مشہور ہے انہوں نے سزائے موت کو محدود کیا اور برق اندازی یعنی بید مارنے کی سزا کو منع کر دیا۔ بہت سے قسموں کے مضر ایک ٹیکس کو جن سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے دور کیا۔ لباس کی قیمتی تراش کو اس طرح برطرف کیا کہ خود نہایت سادگی اختیار کی۔ منفعتِ عمومیہ کے کاموں میں سے جو اونہوں نے کیے وہ یہ ہیں اونہوں نے دریاؤں میں آبپاشی کے لیے پچاس بند چڑھائے۔ اور

چالیس مسجدیں، تیس مدرسے، سو کاروانسرائے، تیس آبپاشی کے حوض، سو شفاخانے، سو عمومی حمام، اور سو پل بنوائے علاوہ اس کے اور بہت سی عمارتیں جو سیر و تفریح کے لئے مخصوص تھیں۔ ایک آبپاشی کے لیے طویل نہر بھی انھیں کی بنوائی ہوئی ہے کئی شہروں کی بنا بھی فیروز شاہ نے ڈالی۔

شمس سراج عفیف فیروز شاہ کے بارے میں لکھتا ہے "کہ ایسے بادشاہ اللہ اس لیے بھیجتا ہے کہ لوگ امیر اور خوشحال بنجائیں۔ انکے زمانے میں سب گھروں میں غلہ مال متاع اساس البیت اور گھوڑے موجود تھے۔ ہر فرد واحد کے پاس کافی سونا اور چاندی تھا۔ کوئی عورت ایسی نہیں تھی جس کے پاس بیش قیمت گہنا یا زیور۔ مال و دولت ہر ایک کے پاس ضرورت سے زیادہ تھی۔ عیش و آرام عمومی تھا۔ دلی کی سلطنت بھر میں اللہ کی نعمتوں کا شمار نہیں تھا۔"

اس چھوٹے سے مضمون میں اس قسم کی تفصیلات کی گنجایش نہیں۔ ہر ایک کے متعلق مختصر بھی بیان نہیں ہو سکتا سلاطین مغلیہ کی عظمت اور شان و شوکت دُنیا بھر میں مشہور ہے جرمنی کا مشہور فیلسوف گراف فیسر لنگ نے انکی رطب اللسانی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ کہتا ہے کہ "اُن مغلوں میں جو بڑے بڑے گذرے ہیں اونکا مقابلہ دُنیا کے بڑے سے بڑے شہنشاہوں سے کیا جا سکتا ہے اور وہ دنیا کے بڑے آدمیوں میں بھی بڑے ہیں۔ اول کے چھ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب دُنیا کے عظیم ترین حکمرانوں میں سے گذرے ہیں اور پھر کے بعد ایسے چھ اور اکبر! ان میں سے ہر ایک اعظم کے خطاب کا مستحق اور پھر ایک بات میں نہیں ہر پہلو سے اعظم ہے۔ اعظم ڈپلوماٹ۔ اعظم مردم شناس، اعظم عقلاء۔ اعظم جمالیات کے ماہر اور پھر تصورات میں انکا ثانی نہیں۔" پھر گراف فیسر لنگ کی زبان اکبر کی تعریف میں خشک ہوتی ہے جس کے بارے میں کہتا ہے کہ اکبر جیسا شہنشاہ دنیا کی تاریخ میں موجود نہیں حتیٰ کہ وہ اکبر کو حضرت عیسیٰ کا مد مقابل بنا دیتا ہے۔

ہندوستان کی مشہور نقاشی کا بانی بھی یہی اکبر ہے۔ وہ تصویریں جو اکبر جہانگیر شاہجہاں کے زمانے میں بنائی گئی ہیں ایسی خوبصورت ہیں اور ان میں ایسی باریکی سے کام کیا گیا ہے اور رنگوں کی آمیزش ایسی عجیب ہے کہ یورپ کے مشہور اور نامور نقاش حیرت اور تعجب کرتے ہیں مگر افسوس کہ ہم خود انکی قدر نہیں جانتے ہم نے خود پچیس برس پہلے اس قسم کی تصویریں دلی کی جامع مسجد کے نیچے ایک میلی چادر پر پھیلی ہوئی دو دو اور چار چار پیسہ کو تو دیکھی ہیں، اور کوئی خریدنے والا نہیں۔ وہی تصویریں اگر آج میرے پاس یہاں ہوں تو

ملکی کی سوز و پوشوں کو آسانی سے یہاں فروخت ہو سکتی ہیں۔ ہمارے اُمرا اور دولتمند لوگ یورپ کی مصنوعی اور نکمّی تصویروں کے لیے بیسیوں روپیہ دینے کو تیار ہیں اور اپنی چیزوں کو نہیں بیچتے۔ تصویروں ہی پر کچھ منحصر نہیں ہم اپنی کسی چیز کی بھی قدر نہیں کرتے۔ ہمارے ملک کی صنعت دستی صنعت اب بھی قابل دید ہے ان ہی چیزوں کو ہم اپنے گھر میں رکھنے کے روادار نہیں یورپ کے اہل فہم قدردانی اور شغف کے لیے سینکڑوں روپے دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے ملک میں اب بھی لکڑی کا کام پتھر کا کام مراد آبادی برتن۔ بنارسی پیتل کا کام، کمخواب، دری کا کام۔ جواہرات۔ گہنہ پاتہ۔ مٹی کے برتن۔ غرض ہندوستان کے ہر دستی کام کی یہاں قدر ہے +

قدیم ہندوستان میں جہاں تک معلوم ہے کاغذ پر تصاویر کشی کا چنداں رواج نہیں تھا۔ بہرحال کوئی پرانی تصاویر دستیاب نہیں ہوئیں۔ گو دیواروں پر رنگین تصویریں دیوتاؤں وغیرہ کی پائی گئی ہیں مثلاً اجنتا کے غاروں میں جو تصویر دیواروں پر ہیں وہ کہا جاتا ہے کہ ۲۰۰ برس قبل مسیح سے ۷۰۰ برس بعد مسیح تک کی مدت میں بنائی گئی ہیں اور خاصی اچھی تصویریں مگر باریکی نام کو نہیں۔ ہندوستان کی مشہور تصویریں اکبر جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانے کی ہیں۔ یہ تصویریں ایک خاص قسم کے کاغذ پر نہایت باریک بعض وقت ایک بال کے برش سے بنائی گئی ہیں ان میں جو سب سے بڑی خوبی ہے وہ انکی باریکی، رنگینیت، جاذبیت اور اصل سے تشبیہ ہے۔ اصل سے تشبیہ سے میرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی تصویر ہے اوس کے چہرے کی ایک ایک جھری کیا ایک ایک بال اصلیت کی داد دیتا ہے۔ گو ان تصویروں میں روبۃ العین (پرسپیکٹو) غلط ہے تو یہ فن پر کسی قسم کا دھبہ نہیں ڈالتا۔ روبۃ العین ایک اوپری چیز جنسیت اور جاذبیت کے لیے ضروری نہیں۔ علاوہ اکبر کے جہانگیر کو تصویروں کا بڑا شوق تھا اور ایسی پہچان تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ جہانگیر خود فرماتے ہیں کہ "مجکو تصویروں کا بیحد شوق ہے اور مجکو انکی ایسی شناخت اور پہچان ہے کہ اگر ایک بڑی تصویر میں کسی ایک مصور نے چہرا بنایا ہو اور دوسرے نے منہ اور تیسرے بھنویں (ابرو) اور چوتھے نے یوں ہی کہیں برش پھیرا ہو تو میں بتا سکتا ہوں کہ کس نے کیا کیا ہے" انگریزی سفیر خصوصی سر ٹامس رو جہانگیر کے لیے انگلستان سے چند مشہور تصویریں بھی بطور ہدیہ کے لائے تھے۔ جہانگیر نے دیکھ کر کہا کہ ہمارے مصور بھی ایسی تصویریں بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ چند روز کے بعد جب رو صاحب پھر آئے تو جہانگیر نے اونکو دو تین تصویریں دکھائیں ٹھیک وہ جو وہ انگلستان سے لائے تھے اور دوسری وہ ہندوستانی مصور نے اوس کی نقل بنائی تھی پہچان لو

یہ شہنشاہ جہاں سنتے کے کراوس کی لائی ہوئی کورنش تصویر ہے اور ہندوستان میں بنائی ہوئی کورنش۔ یہ فن تصاویر ترکستان اور ایران سے ہوتا ہوا ہندوستان آیا اور اکبر کی سرپرستی جہانگیر کی خصوصی دلچسپی اور شاہجہان کی عمومی صنعت پسندی سے شاہجہاں کے دور حکومت میں عروج پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد یورپی تاثیرات کا اثر ہونا شروع ہوا اور اس فن کا زوال شروع ہو گیا۔ ہندوستانی حکمران امرا، اور دولتمند لوگ یورپی کی تیسرے درجہ کی تصویروں کو پسند کرنے لگے۔ اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ فن تصویر پر بھی زوال آ گیا۔ در اصل یہ فن درباری فن تھا تمام بادشاہ اپنی اپنی تصویریں کھچواتے تھے خود مصور کے سامنے بیٹھتے تھے۔ گو یہ معلوم نہیں کہ اورنگ زیب بھی تصویر کے لیے بیٹھے تاہم اونکی تصاویر بہت موجود ہیں۔ بادشاہوں کے علاوہ تمام شہزادے تمام وزرا سپہ سالار امرا، اپنی تصویریں کھچواتے تھے اور اونکے مخصوص مصور اپنے اپنے تھے۔ حتیٰ کہ بیگمات نے بھی تصویریں کھچوائی ہیں اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کسی ملک میں اوس ملک کے نامور لوگوں کی اتنی تصویریں موجود نہیں جتنی ہندوستان کے مشہور لوگوں کی اس زمانے میں۔ علاوہ ذاتی تصویروں کے بادشاہوں اور امرا نے مصوروں سے مشہور مشہور کتابوں میں تصویریں بنوائی ہیں مثلاً مہابھارت، رامائن، داستان امیر حمزہ۔ یوسف وزلیخا، شیریں وفرہاد، شاہنامہ وغیرہ وغیرہ۔ آج جو ہزارہا مرقعے (البم) اور مصور کتابیں تمام دنیا میں لندن، نیویارک، پیرس، برلین، ویانا، لینن گراڈ، قاہرہ، کوپن ہاگن لائپزگ، آکسفورڈ، اسٹاکہوم وغیرہ وغیرہ کے عمومی اور خصوصی کتب خانوں میں دیکھی جاتی ہیں اور نہ معلوم کہاں کہاں کن افراد کے پاس محفوظ ہیں کسی زمانہ میں یہ سب دلی اور آگرہ کے شاہی کتب خانوں اور دیگر امرا کے کتب خانوں کا حصہ تھیں۔ پادری سبستیان مانریق جس نے ۱۶۴۱ء میں آگرہ کے شاہی کتب خانے کو دیکھا لکھتا ہے کہ صرف اس کتب خانے میں ۲۴۰۰۰ (چوبیس ہزار) جلدیں تھیں، جن کی قیمت کا اندازہ کم از کم ۷۲۰۰۰ (سات لاکھ بیس ہزار) اشرفیاں ہے۔ شاہجہاں نے اور اورنگ زیب نے ان کتب خانوں میں اور بھی اضافہ کیا۔

غدر میں ایسی لوٹ ہوئی کہ گوروں نے یورپ میں کوڑیوں کے مول انکو بیچا۔ یہ تصاویر تمام دنیا میں پھیل گئیں یورپ کے مشہور مشہور مصوروں نے انکی نقل کی ہو الینڈ کے مشہور مصور ریمبرانڈٹ نے ۲۰ سے زیادہ نقل بہت سی تصویروں کی کی ہے اور ان تصویروں کا اثر تو تمام انسان کی تصویروں کے مصوروں پر پڑا۔

برلین کے عجایب خانوں میں بھی ایسے بہت سے مرقعے (البمین) موجود ہیں جنکو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ ان میں ۴۸ تصویروں کو چھانٹ کر میں نے ۱۹۲۰ء میں ایک چھوٹی سی کتاب شایع کی جسکا اٹلی کی زبان میں بھی ترجمہ ہوا اور اس کتاب کے نکلنے کے بعد اسی مضمون پر دو کتابیں انگلستان میں اور ایک جرمنی میں اور ایک آسٹریا میں چھپی یہاں کے اہل فن ہندوستان کی نقاشی پر حیرت کرتے ہیں۔

ان تصویروں میں علاوہ نامورانِ ہند کی تصویروں کے قصہ کہانی کی بھی تصویریں ہیں اور جانوروں اور پرندوں کی بھی۔ جانوروں اور پرندوں کی تصویروں کے لاثانی مصور جہانگیر کے زمانے میں تھے؛ جن کا نام منصور تھا۔ غضب کے مصور تھے کہ پرندوں کا ایک ایک پر گن لیجئے! برلین کے ایک عجائب خانے میں چند نہایت ہی دلچسپ تصویریں ہیں جس قسم کی شاید کہیں اور نہیں۔ یہ بادشاہی زمانے کے باغوں کی تصویریں ہیں، جن میں بے حد خوبصورت باغوں کے مناظر دکھائے گئے ہیں اور باغوں کی بناوٹ کے ہندوستانی زندگی کے مناظر ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیا تھے۔ اگر ہو سکا تو کبھی آئندہ ایک نقشہ باغات کی تصاویر کا۔ اس پرچے میں جو دو تصویریں درج ہیں وہ بھی لاجواب ہیں۔ مگر اصل بہار اور لطف تو رنگین تصویروں کی ہے۔ ایک تصویر میں دریا کے کنارے باغ میں ایک کرسی پر زیب النسا بیگم دختر اورنگ زیب بیٹھی ہوئی ہیں شب برات کی رات ہے بیگم پھلجھڑی چھوڑ رہی ہیں پھلجھڑی کے پھول پانی میں گر رہے ہیں سامنے ایک سہیلی بھی پھل جھڑی چھوڑ رہی ہے اس سہیلی کے پیچھے تین عورتیں ہیں ایک ڈھولک بجا رہی ہے۔ بیگم کے پیچھے دو عورتیں اور ایک لڑکی ہے زمین پر تین دو شاخے ہیں جن میں موم بتیاں جل رہی ہیں۔ تین نہایت خوبصورت ہوادار عمارتیں ہیں ان میں خوبصورت غالیچے اور گاؤ تکیے ہیں۔ عمارتوں کے سامنے ریشمین شامیانے ہیں۔ باغ کے پیچھے دریا میں کشتیاں ہیں کشتیوں میں بھی آتشبازی چھوٹ رہی ہے۔ دریا کے دوسرے کنارے بڑے زور شور سے آتشبازی چھوٹ رہی ہے۔ اصل رنگین تصویر کی خوبصورتی دلفریبی اور دلآویزی کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے مگر ذرا کوشش تو کیجئے۔ ہوادار رنگین کپڑے، رنگین غالیچے، گہنوں کے رنگ جواہرات کی دمک۔ دلکشی کی حد نہیں۔ یہ سارا کام غالباً ایک بال کے برش سے کیا گیا ہے۔ حیرت ہزار حیرت!!

دوسری تصویر "جھولا کنے ڈالا امریاں" کی ہے۔ اس تصویر نے جیسا میرے دل کو بیتاب کیا ہے اسکا تخیل بھی ناظرین کے لئے ناممکن ہے۔ ساون، گھٹا، آم کا درخت، درد زرد کم، پانی کا کنارا

جھولا، گیت، باجہ، ہندوستانی بیگمات۔ ان میں سے ہر ایک چیز اوس دل کے لیے جو سولہ برس سے ہندوستان سے باہر ہے اور جسکو آم دیکھے ہوئے تو ۲۲ برس ہوگئے دگو اس عرصہ میں دو دفعہ چند ہفتوں کے لیے ہندوستان گیا مگر آموں کی فصل نہ تھی) بیتاب اور مضطر کر دینے کے لیے کافی ہے۔ پھر بھلا ان تمام چیزوں کا مجموعہ۔ دل بیقرار ہوگیا۔ سما بندھ گیا نہ معلوم کیا کیا یاد آیا۔ بچپن کا زمانہ قطب صاحب کا جاڑا۔ وہ صورتیں جن میں سے بہت سی تہ خاک پنہاں ہوچکیں۔ جھرنا۔ آم۔ دوڑنا کودنا جھولنا، مذاق دل لگی ہنسی شرارت، آہ ہندوستان تو بیشک جنت نشان ہے۔ کیا اب بھی جنت نشان ہے۔ سنتے ہیں کہ بہت کچھ بدل گیا۔ پرانی باتیں جاتی رہیں۔ اب نہ وہ پرانے دلکش گیت ہیں نہ وہ رسوم و رواج انگریزیت بڑھتی جاتی ہے حجاب اوٹھتا جاتا ہے۔ نہ وہ قدرتی ادائیں ہیں نہ وہ دلفریب عادتیں۔ نہ وہ بھائی بہنوں کی محبتیں۔ نہ وہ بھائیوں بھائیوں میں ملاپ۔ اکیلے میں شادی ہوگئی اب وہ بات کہاں کہ شادی کا موقع ہے تو تمام کنبہ اور خاندان جمع ہونا چاہیے۔ اگر دور دور کے رشتہ داروں میں عرصہ سے بات چیت اور میل ملاپ بند ہے اور ایک امیر اور ایک غریب ہیں۔ امیر ہی کے بیٹے کی شادی ہے شادی میں سب کا آنا ضروری ہے اگر وہ غریب بھی نہ آئیں تو امیر گھرانے کی ناک کٹ جائے گی اونکا آنا ضروری ہے اونکا منانا لازمی ہے امیر بھی جاتی ہیں خوشامد کرتی ہیں عاجزی کرتی ہیں بات جوڑتی ہیں قصور معاف کرواتی ہیں اور وعدے لیتی ہیں یہ تھیں پرانی شادیاں اگر ان شادیوں میں روپیہ ذرا زیادہ صرف ہوتا تھا اگر ان میں ذرا فضول خرچیاں ہوتی تھیں تو ساتھ ہی جو لطف آتا تھا پرانے بگاڑ بن جاتے تھے اب اوس کی تلافی کس طرح ہوگی۔ اب تو یہ ہے کہ بغیر چچا بغیر خالہ کی موجودگی میں چپ چپاتے شادی ہوگئی۔ نہ وہ دلبستگیاں ہیں نہ وہ بہاریں، اللہ ہندوستان پر رحم کرے اور ہمکو اوس راستے پر نہ چلائے جس راستے پر ہمارے یورپ والے چلے ہیں اور اب آکر پریشان ہیں مصنوعی طریقوں سے کھوئی ہوئی دلبستگیاں حاصل کرنی چاہتے ہیں اور حاصل نہیں کرسکتے۔ دس گنا خرچ کرتے ہیں اور پھر وہ بات نہیں شراب کے ذریعے سے سرور پیدا کرنا چاہتے ہیں اور الٹا اثر دیکھتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں پھر مشرق کی طرف دیکھتے ہیں کہ شاید ادھر سے نئی روشنی آئے مگر یہ نہیں جانتے کہ مشرق اندھا دھند انھیں کا پیچھا کر رہا ہے، مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے، اے اللہ ہم کو سمجھ دے اور توفیق دے کہ ہم جس بات کو درست سمجھیں اوس پر عمل کرسکیں ہمارے سینوں کو نور ایمان سے بھرا رکھ آمین ثم آمین ٭

سیر زمین

۱۰۳ برس کی عمر میں تنہائی۔ دو ایک ہفتے ہوئے لندن میں ۱۰۳ برس کی عمر کی ایک بڑھیا مری ہے۔ اب اسکا غریب شوہر جس کی عمر ۱۰۲ برس کی ہے اس دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے۔ انگلستان میں ان سے زیادہ بڑا جوڑا ایک بھی نہ تھا۔ بڑھیا کچھ عرصہ سے بیمار تھی اور اس کے شوہر کو جو کمزور تھا دوہرا صدمہ ہوا یعنی وہ مرگئی۔ اُسے بیوی کے اپنے سامنے مرجانے کی خوشی تھی لیکن اسے اپنی تنہائی بہت محسوس ہورہی ہے۔ اُسے جب ۷۰ برس پہلے کی ایک معمولی سی بات یاد آئی تو ایک وہی تھی جس سے اُس نے یہ کہہ کے خطاب کیا "تمہیں یاد ہے نا؟" کسی بچہ سے اسکا ذکر فضول تھا کیونکہ سب سے بڑے کی عمر ۷۰ سال کی ہے اور اس بڑے بوڑھے کی شادی کو ۶۶ سال ہوئے۔
اس بڈھے کو وہ زمانہ یاد ہے جب لندن کی گلیوں میں تیل کے لمپ جلائے جاتے تھے اور شہر والے گھوڑوں پر سوار ہوکے یا پالکی گاڑیوں میں سیر کو یا اپنے کام پر جایا کرتے تھے۔ اس نے اپنی زندگی کے ایک واقعہ کا خدا جانے کتنی مرتبہ اپنی بیوی سے فخریہ ذکر کیا ہوگا۔ وہ ۱۸۵۱ء میں ہائڈ پارک میں تعمیر کا کام کر رہا تھا کہ ایک نمایش کے سلسلہ میں ملکہ وکٹوریہ آئیں تو اس نے اُنکے لیے ایک تختہ بچھا دیا تھا۔ اس پر سے ملکہ گزری تھیں، افسوس اب وہ اس سے اس معاملہ کا ذکر نہ کرسکے گا کیونکہ بچوں سے ذکر کرنے تو وہ مزا نہ آسکے گا۔

مکھیوں کو نیلا رنگ پسند۔ مختلف رنگ کے پھول مختلف کیڑوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، شہد کی مکھیاں نیلے اور ارغوانی رنگ کو ترجیح دیتی ہیں۔ زرد پھولوں کی طرف بھی آتی ہیں لیکن کچھ ایسے شوق سے نہیں۔ تیتریاں سرخ نیلے زرد اور سفید رنگوں کے پھولوں پر اُتر آتی ہیں۔

ہوائی جہاز۔ ہوائی جہازوں کے حملے سے محفوظ رہنے کے لیے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کی گئی ہیں۔ جس وقت دشمن کا بیڑا کسی مقام پر حملہ کرنے کے لیے ہوا میں اُڑنا شروع ہوتا ہے تو دوسرے فریق کی دیکھ بھال کرنے والی کلیں خبر کردیتی ہیں۔ ان کی حِس اسقدر تیز رکھی گئی ہے کہ دشمن کی انجن کی آواز کو بالکل خاموش کرنے کی ہر تدبیر بیکار ہے کیونکہ ہوائی سنسناہٹ تک سے ہوائی جہاز کی پرواز کا پتہ چل جاتا ہے حتیٰ کہ یہ آلے اپنے اور دشمن کے انجنوں کی آوازوں کا فرق بھی اچھی طرح ظاہر کردیتے ہیں۔ چاروں طرف ٹیلیفون کے ذریعہ ہوائی جہازوں کی آمد کی خبر پہ



بچوں کی نمائش میں اس بچہ کو
تندرستی کا انعام ملا ہے۔

ملکہ افغانستان جرمنی میں



پریذیڈنٹ جرمنی ون هنڈنبرگ ملکہ افغانستان شاہ افغانستان



فن موسیقی کی مشہور ہندوستانی ماہر
مسز چٹوپادھیا۔



مس لمبار ہندوستانی خاتون نے حال میں
نہ کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔



۸ ـ فلس کاسٹن ـ انگلستان میں خوبصورتی کا مقابلہ ہوا تھا اس میں شرط یہ رکھی گئی تھی کہ مصنوعی زیبائش کی چیزیں جیسے غازہ وغیرہ بھی استعمال نہ کی جائیں۔



جزیرہ نمائے ملے کے ایک شریف گھرانہ کی حسین عورت اپنے خوشنما لباس میں۔

جاتی ہے اور لوگ گلیوں میں سے بھاگ بھاگ کے تہ خانوں میں چھپ جاتے ہیں کیونکہ ہوائی جہازوں سے بچنے کی اس سے بہتر اور صورت نہیں کہ گہرے سے گہرے تہ خانے میں آدمی جا چھپے۔

آیندہ زمانہ کی رفتار۔ ایک سائنسداں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ تیز رفتار سے آدمی کو کوئی خطرہ نہیں خطرہ رفتار بدلنے کے وقت ہے۔ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ گاڑیاں ہوائی جہاز اور بحری جہاز چار اور پانچ سو میل فی گھنٹہ چلا کریں گے۔ افریقہ کے آدمی اتوار کے دن کے میلہ میں شریک ہونے کے لیے اپنے گھر سے اڑ کے آجایا کریں گے اور چند روز میں گھر پہنچ جایا کریں گے۔ گھر بیٹھے کے لوگ ہزاروں میل کے لکچر اور گانے سن سکیں گے۔ دُنیا مل جائے گی اور لڑائی کا اندیشہ بالکل کم ہو جائے گا۔

کامیابی کا راز۔ لارڈ ہربرٹ مکالٹ دارالتجارت فنون کے نئے صدر ایک کامیاب کاروباری آدمی ہیں انہوں نے کامیابی کے دس راز بتائے ہیں۔

(۱) خوش اخلاقی اور حکمت۔ (۲) اجتماع خیال۔

(۳) خود اعتباری (لیکن خودستائی کی حد تک نہ پہنچنے پائے)۔

(۴) تعلیم (اعلیٰ تعلیم کاروبار کے لیے ضروری نہیں کیونکہ ہر تعلیم یافتہ آدمی کامیاب ثابت نہیں ہوتا۔ آج کل کی یونیورسٹیوں سے نکلے ہوئے آدمی دنیا کی دوڑ دھوپ میں جلد ہی محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے کاروبار دیر میں شروع کیا اور تعلیم کا انہاک انہیں تنہائی پسند بنا دیتا ہے جو کاروبار کے لیے نہایت مضر ہے)۔

(۵) تخیل (اس میں خیال آرائی شامل نہیں ہے)۔

(۶) تجربہ (انسانی خصلت اور آدمیوں سے معاملہ داری کا طریقہ) (۷) محنت۔

(۸) صحت (صحت خاصکر خوراک کے قاعدے سختی سے ملحوظ رکھنے چاہئیں)۔

(۹) فیصلہ (فوراً نتیجہ پر پہنچ جانے کا ملکہ پیدا ہونا چاہیے)۔ (۱۰) مشاہدہ۔

فقیر عورت کی کمائی۔ فلورنس میں ایک فقیر عورت موٹر کے نیچے آگئی۔ شفاخانہ میں پتہ چلا کہ وہ ہر صبح گھر سے خالی ہاتھ بھیک مانگنے نکلتی اور شام کو اپنے کمرہ میں آکے غسل کر کے اچھے سے اچھے لباس سے آراستہ ہوتی اور چہرہ پہ پوڈر ملتی اور اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں میں جاکے کھانا کھاتی تھی۔ بنک میں اسکا بہت کافی روپیہ جمع تھا۔

مرے پیچھے گئی چٹونڈا! لڑائی کی بعض کہانیاں ایسی روشنی میں آئی ہیں کہ رنج آتا ہے جرائم کے لیے

فوجی سپاہیوں کو پھانسیاں دی گئیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ بیگناہ تھے۔ پھر گئے ان کے وارثوں کو معاوضے دینے اور مرے ہوؤں کو اعزاز بخشنے!

ایک بلجیمی سپاہی اوری ڈوبن کا اسی قسم کا سانحہ ہے۔ پہلے بے عزتی۔ پھر موت۔ آخر میں بعد از وقت اعزاز اس سپاہی کا مقدمہ میں کورٹ مارشل ہوا کہ اس نے گھات کی جگہ دشمن کو بتا دی۔ یہ گھات ایک پل کے پاس لگائی جا رہی تھی کہ جرمن آ پہنچے۔ ڈوبن نے پل پر سے بانہیں ہلا ہلا کے نعرے لگانے شروع کیے۔ دشمن سمجھ گیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ اس طرح یہ گھات ناکام رہی۔ اجل رسیدہ نے اپنی بیوی کو ایک مدرسہ کی مشق کی کاپی میں سے پھاڑے ہوئے کاغذ پر آخری پیام بھیجا کہ پیاری بیوی۔ کل میں قتل کیا جاؤنگا لیکن میں نے کچھ نہیں کیا۔ چند روز ہوئے کہ جنگی عدالت نے ڈوبن کو سارے الزام سے بری کیا اور اس کی بیوہ اور بیٹے کو ۵۰ ۲۸ پونڈ معاوضہ میں دیئے۔

ایسا ہی غمناک ماجرا چھ فرانسیسی سپاہیوں کو پیش آیا کہ ۱۹۱۵ء میں انھوں نے دشمن کو پیٹھ دکھائی حالانکہ انکی موت کا باعث انکے لفٹنٹ کمان افسر کی بزدلی اور دروغ حلفی تھی۔ جرمن بڑی تعداد میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ گھبرا کے ہٹ کے دوسری خندق میں چلے گئے۔ اس لفٹنٹ نے جھوٹی گواہی دے کے انہیں مروا دیا۔ اس کے بعد پھر ایک تحقیقات کے دوران میں پتہ چلا کہ ان کا قصور نہ تھا۔ لفٹنٹ کا تھا جو بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے آدمیوں کی ہمت نہیں بندھائی۔ اس کے آدمی سردار کے پاؤں اُکھڑتے دیکھ کے خود بھی بھاگنے لگے۔ اب لفٹنٹ کی باری آئی اور اُسے سزائے موت ملی اور ان چھوں سپاہیوں کو جنگی تمغہ عطا ہوا۔

اسی طرح ایک توپچی بھاگ جانے کے جرم میں ۱۹۱۵ء میں گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ شخص گولا لگ جانے سے زمین پر گر پڑا۔ اسے شفاخانہ جانے کا حکم ہوا لیکن وہ نہیں گیا اور چند دن کے بعد اِدھر اُدھر فضول بھٹکتا پھرتا ملا۔ افسروں کو اسکا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ وہ گولہ کی آواز سے دہل گیا ہے۔ اُنہوں نے اسے پکڑ کے عدالت کے روبرو پیش کیا جس نے اس پر غداری کا الزام لگا کے مروا ڈالا۔ ۱۹۱۸ء میں اس کے متعلق تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ بیگناہ تھا۔ اس کو دماغی صدمہ پہنچا تھا اس لیے وہ مخبوطوں کی طرح پھر رہا تھا۔

نمازی درخت۔ پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبر نکلی تھی کہ سگوڑ ضلع پٹنہ میں ایک کھجور کا درخت طلوع آفتاب کے وقت رکوع میں جاتا اور غروب کے وقت قیام کرتا ہے اور لوگ وہاں جا جا کے اس کی پوجا کرتے ہیں۔
اس قسم کے اور بھی درخت دیکھے گئے ہیں۔ سر بوس ماہر نباتات نے اپنی کتاب پودوں کی زندہ حرکات میں فرید پور کے ایک کھجور کے درخت کا ذکر کیا ہے جو اپنے خالق کی عبادت کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس درخت کی حرکات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جب شام کے وقت مندر میں گھنٹے بجتے ہیں تو یہ درخت اتنا

جھک جاتا ہے جیسے کوئی زمین پر لیٹ کے سجدہ کرتا ہے۔ صبح کے وقت۔ سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل روزانہ ہوتا رہتا ہے۔ لوگ جوق جوق اس درخت کے پاس آتے ہیں اور نذر چڑھاتے ہیں کہتے ہیں کہ ان نذروں کی بدولت بہت سی بیماریاں جاتی رہی ہیں۔ لیکن میری رائے میں بیماریوں کا جاتا رہنا اعتقاد کے باعث ہے +

سرولس نے ایک آم کے درخت کا بھی ایک اور کتاب میں ذکر کیا ہے۔ دن کے ایک بجے سے درخت کے کہیں اوپر مقام سے آنسو ٹپکنے شروع ہوتے ہیں۔ دو سکنڈ میں ایک آنسو گرتا ہے۔ شروع میں آنسو جلدی جلدی گرتے ہیں۔ دو بجے ۵ سکنڈ میں ایک۔ ۳ بجے ۸ سکنڈ میں ایک۔ ۴ بجے ۱۵ سکنڈ میں۔ ۵ بجے ۱۵۰ سکنڈ میں ایک آنسو گرتا ہے۔ پھر یہ بند ہو جاتے ہیں۔ ہر روز ٹھیک ایک بجے یہ رونے کا عمل شروع ہوجاتا ہے لوگ اس سے شروع میں بہت گھبرائے اور اسے بدشگونی سمجھتے رہے +

حساس ندی۔ امریکہ میں ایک ندی کا پانی نہایت آہستہ آہستہ بہتا رہتا ہے۔ چھوئی موئی کے پودے کی طرح کہ آدمی نے چھوا اور وہ مرجھائی اس ندی کی بھی یہ کیفیت ہے کہ آدمی کے پاؤں کی آہٹ ہوئی اور اسکا پانی بہنے سے رُک گیا۔ کسی قسم کی آہٹ نہ آئے تو پانی برابر بہے جاتا ہے اگر کوئی کیڑا اس میں جا پڑتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے +

سات ضروری چیزیں۔ سرجارج نیومین لکھنے درجہ ذیل سات چیزوں کو انسانی جسم کے نشو و نما کے لیے ضروری قرار دیا ہے (۱) خوراک (۲) تازہ ہوا (۳) سورج کی روشنی (۴) ورزش (۵) حرارت (۶) صفائی (۷) آرام +

ایک ڈاکٹر پر مقدمہ۔ علی گڑھ میں ایک سول سرجن نے ایک جج کو کان کی دوا دی۔ اس کے اجزا پیرافین تیل اور ایسڈ کاربالک تھے کان کا پردہ دوا پڑتے ہی جل گیا اور جج بہرہ ہو گیا جج نے عدالت دیوانی میں سول سرجن پر ۱۵ ہزار روپیہ ہرجانہ کا دعویٰ کیا کہ غلط دوا دے کے ڈاکٹر نے میرے کان کا پردہ جلا ڈالا۔ جج کی طرف سے ایک انگریز سول سرجن پیش ہوا جس نے کہا کہ میں ایسا نسخہ ہرگز تجویز نہ کرتا کیونکہ کاربالک ایسڈ پیرافین میں حل نہیں ہو سکی اس لیے اس نے پردہ جلا ڈالا۔ ایک سشن جج اور بہت سے گواہ بھی مدعی کی طرف سے پیش ہوئے۔ مدعا علیہ نے عذر کیا کہ میں نے دوا

دینے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ عدالت نے دعوے خارج کرکے سول سرجن کو بےقصور قرار دیا۔

ہندوستان کے اخبارات

ہندوستان کے اخبارات۔ ہندوستان اخبار نویسی کے لحاظ سے بھی سب سے اول ہے کیونکہ اس میں زیادہ اخبار چھپتے ہیں اس میں ۳۱۵ اخبار شایع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مدراس ہے جہاں ۲۸۸ اخبار ہیں۔ صوبجات متحدہ میں بنگال میں ۱۹۴ اور پنجاب میں ۱۵۹ اخبار نکلتے ہیں۔

ہندوستان میں مدراس میں سب سے زیادہ چھاپہ خانے ہیں۔ انکی تعداد ۱۳۷۰ ہے۔ بنگال میں ۱۰۸۵ بمبئی میں ۸۷۲۔ صوبجات متحدہ میں ۷۴۳ پنجاب میں ۳۷۲ برہما میں ۳۲۴ بہار و اوڑیسہ میں ۲۰۳ صوبجات متوسط و برار میں ۱۶۳ چھاپہ خانے ہیں۔ آخرالذکر تینوں صوبوں میں علی الترتیب ۵۶۔ ۴۰۔ ۶۹ اخبارات شایع ہوتے ہیں۔ دہلی میں ۳۳ اخبار اور ۱۱۶ چھاپہ خانے ہیں۔ آسام میں ۱۵ اور ۵۲ سرحدی صوبہ اور اجمیر مارواڑ میں ۲۲ اور ۲۴ اور کرگ میں ۶ چھاپہ خانے ہیں اجمیر مارواڑ میں ۵۔ اخبار اور باقی دونوں میں ۲-۲ ہیں۔ بمبئی میں سب سے زیادہ رسالے اور انگریزی یا دیگر یورپی زبانوں میں کتابیں چھپتی ہیں مدراس میں سب سے زیادہ دیسی زبان کی کتابیں شایع ہوتی ہیں۔

تمام ہندوستان میں کل ۱۳۷۸۔ اخبارات ۵۳۶۲ چھاپہ خانے۔ ۲۱۷۱ انگریزی یا دیگر یورپی زبان کی کتابیں اور ۱۴۲۷۶ دیسی زبان کی کتابیں ہیں پچھلے سال کے مقابلہ میں چھاپہ خانوں کے سوا سب میں کمی رہی ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۵۰ چھاپہ خانے بڑھے۔ ۲۳۔ اخبار اور ۷۵ رسالے کم ہوگئے۔

محمد ظفر

کارٹونز

از مسٹر سمیع جی ڈی آرٹ



سیلاب اشک

ہندوستانی عورتوں کا لباس

عام ہندوستانی



بنگالی



مرہٹی



پارسی



پنجابی شلوار



گجراتی





بالوں کا فیشن



ڈبل لٹ



جاپانی



اپٹوڈیٹ انگریزی



فرنچ کٹ



چرچ فیشن



بنگالی جوڑا



تنکی



مرہٹی جوڑا



پھول فیشن

جب اور اب

جب



ولایت میں سو سال قبل ہر ایک چیز دریا کے کنارے
ہوا کے ساتھ اڑا کرتی تھی

اب



مگر اب کچھ باقی ہی نہیں جو اڑے۔


امی ایک چمچہ اور
اماں نیند آرہی ہے



تربیت گاہ بنات دہلی

ہندوستان بھر کی خوشحال اور نادار یتیم کم استطاعت گیارہ سال تک کی بچیوں کیلئے

درسگاہ مع بورڈنگ ہاؤس

اطلاع

تربیت گاہ میں امسال بھی حسب دستور گرمی کی چھٹیاں چودہ ہفتہ کی دیدی گئیں چونکہ بورڈرز لڑکیوں کی خود اور بعض کے ورثا کی خواہش تھی کہ بچیاں بقر عید اپنے گھر پر کریں اس لیے بقر عید کی ایک ہفتہ کی چھٹیوں کے بعد اب جون سے تربیت گاہ اور بورڈنگ چودہ ہفتہ کے واسطے بند ہیں۔

آئندہ تعلیمی سال وسط ستمبر سے یکم اکتوبر تک کسی تاریخ سے لیبر پائی رفتار دیکھکر شروع ہوگا۔ شہری لڑکیوں کے واسطے دو استانیاں کام کرینگی۔ جو حضرات اپنی بچیوں کو نئے سال سے تربیت گاہ یا مدرسہ میں بھیجنے کے خواہشمند ہوں۔ یا یتیم بچیوں میں بھیجنے کا قصد رکھتے ہوں۔ وہ براہ کرم شروع ستمبر میں اطلاع دیں بعدہ خط و کتابت سے طے کریں۔

راشد الخیری

تشریف آوری

چودھری عبدالمجید صاحب ایم اے۔ اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس کی ہمشیرہ محترمہ اپنے چھوٹے بھائی جناب [illegible] صاحب سپروائزر اور انکی بیگم صاحبہ کی معیت میں تربیت گاہ کے معائنہ کے واسطے تشریف لائیں [illegible] کر دیکھکر بیحد انتہا مسرت کا اظہار فرمایا عزیزہ محترمہ کے یہ الفاظ کہ تربیت گاہ کو جیسا سنا تھا اس سے بہتر پایا ہمارے واسطے شکریہ کے مستحق ہیں، ہم صدیقی صاحب، انکی بیگم صاحبہ اور [illegible] صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے مدرسہ اور یتیم خانہ کو ملاحظہ فرمانے کی تکلیف گوارا کی۔

نائب مہتمم

[illegible] مدرسہ سلطان پور نے اس مہینے میں تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کی امداد کے لیے [illegible]

بزم عصمت

وہ محترم بہنیں جو ابا جان قبلہ کے اور میرے نام جوبلی عصمت کی مبارکباد کے خطوط بھیج رہی ہیں میری طرف سے دلی شکریہ قبول فرمائیں۔ مبارکباد کی اصلی مستحق تو خود عصمتی بائیں اور بہنیں ہیں جو قدردانی کے ہاتھوں سے اس پرچہ کو لے رہی اور وقعت کی نظر سے اسکی ناچیز خدمات کو ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اور یہ صرف انہیں کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ عصمت بیس سال پورے کرنے کے بعد آج جوبلی نمبر شائع کر رہا ہے۔

میں چاہتا تھا کہ اس موقع پر عصمتی بہنوں کا ایک جلسہ بھی کیا جاتا بالخصوص اس لیے کہ بعض مخلص اور ہمدرد بیبیوں نے خود جلسہ کی خواہش فرمائی ہے لیکن سفر کے لیے آجکل کا موسم غیر موزوں بلکہ سخت تکلیف دہ ہے اور دہلی میں تو اس غضب کی گرمی پڑ رہی ہے کہ الامان والحفیظ۔ تاہم میں آیندہ موسم سرما میں جلسہ کا ارادہ کر رہا ہوں جو محترم بہنیں اس باب میں کچھ لکھنا چاہیں مجھے مطلع فرما دیں تاکہ اکتوبر نومبر تک قطعی فیصلہ کیا جا سکے۔ **رازق الخیری**

ہر ہائینس نواب فاطمہ صدیقہ صاحبہ والیۂ ریاست ماناوادر کی دعا

جوبلی عصمت پر آپ کو مبارکباد دیتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ عصمت اپنی روز افزوں ترقیوں کے ساتھ ہندوستانی عورتوں کا بہترین آرگن ثابت ہو۔

ہر ہائینس مہارانی صاحبہ نالاگڑھ کا اظہارِ مسرت

عورتوں کے لیے واقعی عصمت کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

ہر ہائینس مہارانی صاحبہ کپورتھلہ پنجاب

رسالہ عصمت قوم کے لیے اچھا اثر پیدا کر رہا ہے۔

لیڈی میاں سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور کا پیغام

رسالہ عصمت کی جوبلی کے موقع پر تہِ دل سے مبارکباد عرض کرتی ہوں۔ خداوند کریم قوم کے اس پرچے کو صدی سال عمر عطا کرے اور آپ کے ظلِ ہمایوں میں لے پھولتا پھلتا نصیب ہوتا ہے۔ عصمت نے جو خدمت قوم و فرزندِ نسواں کی کی ہے اسکی [illegible] خوب جانتے ہیں اور خواتین اسکی جتنی بھی داد دیں کم ہے۔ اپنی ہونہار کمیرا الناس ؟

کہ اس قدر دانی کا اظہار صرف لفظوں ہی میں نہیں بلکہ عملی طور پر ثبوت دیں یعنی رسالہ کی اشاعت بڑھانے میں ہر طرح سے کوشش کریں۔ اور قلمے اور درمے ہر دم امداد دیتی رہا کریں۔

خواتین اسلام! زمانہ تو اب قیامت کی چال چل رہا ہے۔ دوڑو کہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ ترقی کی اس دوڑ میں تم سیکڑوں کوسوں پیچھے رہ چکی ہو۔ ابھی وقت ہے کہ پوری قوت سے جد و جہد کرو تو شاید ہمسایہ قوموں کے ہم پلہ ہو سکو۔ کاہلی اور سستی کا وقت گزر چکا۔ اب اگر چندے اور انتظار کیا تو یہ وقت بھی جاتا رہیگا۔ اور پھر سوائے دست افسوس ملنے کے کچھ نہ ہوگا۔ تم ہمت کرو، خدا تمہارا مددگار ہوگا۔

امیر النساء محمد شفیع بیگم

ہز ہائینس نواب صاحب بنگن پلی کا الم ناک خط

عصمت کی جوبلی مبارک ہو۔ مولانا راشد الخیری نے اور آپنے بہت ہی کوشش اور جانفشانی سے عصمت کو جاری رکھا ہے خدا اور ترقی دے۔

نہایت افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ علیا بیگم صاحبہ ۱۲ اپریل کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ ڈیڑھ سال کا ایک لڑکا اور آٹھ ماہ کی ایک لڑکی صرف دو بچے چھوڑے ہیں۔ عصمتی بہنوں سے گزارش ہے کہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

میر فضل علی (بنگن پلی)

ہمیں ہز ہائینس بیگم صاحبہ بنگن پلی کی جوان مرگی کی خبر سے بے انتہا رنج ہوا۔ مرحومہ عصمت کی بہت بڑی محسن تھیں ہمیشہ عصمت کی قدر دانی فرماتی اور عصمت کے مضامین نہایت دلچسپی سے ملاحظہ فرماتی رہتی تھیں ہم سب اس صدمہ جانکاہ میں ہز ہائینس نواب صاحب بہادر سے دلی ہمدردی ہے خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین و شوہر کو صبر و استقلال عطا کرے۔

پیارے عصمت کی جوبلی مولانا صاحب قبلہ کو، آپکو، اور تمام بہنوں کو خدا مبارک کرے۔ اس خوشی میں میں نے اپنی بہنوں کو خریدار بنایا ہے۔ ان کو وی پی بھیج دیجیے۔ خدا اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے جو بیس سال سے ہمارے حقوق کی حفاظت اور حمایت کر رہا ہے۔

کبریٰ سلطان (ملتان)

عصمت کا جوبلی نمبر جسکا انتظار عید کے چاند سے بھی بڑھ کر ہو رہا ہے انشاء اللہ کریم جولائی کو آجائیگا۔ دو بہنوں کے پتے لکھتی ہوں انھیں وی پی بھجوا دیجیے۔ جشن جوبلی کا جلسہ بھی اگر منعقد کیا جاتا تو قوم کے لیے مفید ثابت ہوتا اور عصمتی بہنیں آپس میں مل کر تبادلہ خیالات کرتیں۔ افسوس ہے مسلمان عورتوں کی کوئی تحریری انجمن نہیں ہے اور دوسری قوموں کی عورتیں تعلیم میں اسقدر آگے بڑھ گئی ہیں کہ علمی جلسوں میں دور دراز کا سفر طے کر کے شوق و ذوق سے شریک ہوتی ہیں۔ خدا ہماری قوم پر رحم کرے۔

بیگم فرزند علی خاں [illegible]

[illegible] عصمت کے متعلق افسوس ہے بعض ضروری خطوط بھی اس ہجوم میں گم ہو گئے [illegible]
[illegible]

معمے

(۱) ہر معمہ کا جواب علیحدہ علیحدہ کاغذ پر لکھا جائے۔ اس کاغذ پر سوائے حل معمہ کے اور کوئی بات نہ ہونی چاہیئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی (۲) ہر معمہ کے ساتھ نام اور خریداری نمبر لکھنا اور ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے جو بیبیاں خریدار نہیں ہیں انہیں تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں (۳) جوابات ۳۰ جولائی تک دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں صحیح جوابات لکھنے والی بیبیوں کے نام رسالہ میں شایع ہونگے۔

(۱) بر کی تلاش

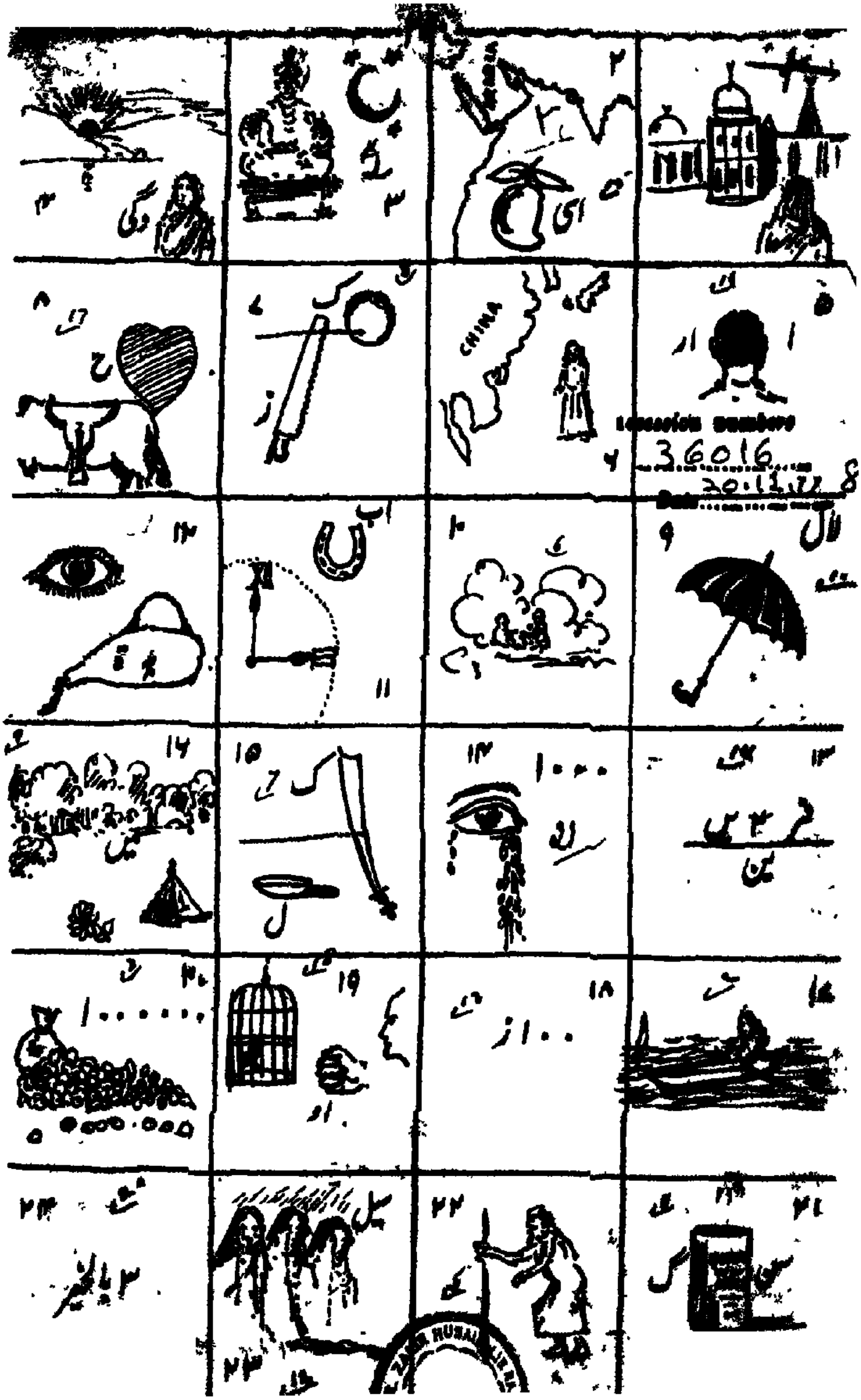
ایک کنواری لڑکی کے ماں باپ نے اس سے دریافت کرایا کہ وہ اپنے شوہر میں کونسی خوبیوں کا ہونا پسند کرے گی؟ (۲) کونسی برائیوں کو نظر انداز کرے گی؟ (۳) اور کن عیبوں کے ہونے سے وہ اس بر کو ناپسند کرے گی؟ اس لڑکی کو چونکہ خود کچھ واقفیت نہیں اس لیے عصمتی بہنوں سے گزارش ہے کہ اس کی مدد کریں۔ نیچے کچھ اچھی باتیں اور کچھ عیب دیئے جاتے ہیں (۱) آپ پانچ سب سے اچھی خوبیوں کو چن کر ایک کاغذ کے پرچہ پر نمبروار لکھ لیں یعنی آپ کے نزدیک جو سب سے اچھی خوبی ہے اس کو اول نمبر اور اس کے بعد والی کو دوسرا (۲) اسی طرح سے پانچ ایسی برائیاں جن کے بر میں پائے جانے سے آپ بر کے قبول کیے جانے کی رائے نہ دینگی نمبروار ایک پرچہ پر لکھ دیں (۳) اور ایسے پانچ عیب بھی نمبروار لکھ دیں جن کا بر میں پایا جانا قابلِ معافی نہیں ہے۔

تین قسم کے پرچے آپ لکھیں گی۔ ہر قسم کے پرچہ پر ایک ایک انعام پانچ پانچ روپیہ کا دیا جائے گا۔ جن بہن کے لکھے ہوئے پرچہ کی خوبیوں یا برائیوں کی بابت کثرت رائے ہوگی ان کو انعام دیا جائے گا۔

خوبیاں (۱) نیک (۲) خوش آواز (۳) مصور (۴) رحمدل (۵) ملنسار (۶) دور اندیش۔ (۷) ہنس مکھ (۸) خوش مزاج (۹) دلچسپ (۱۰) نوجوان (۱۱) کم سخن (۱۲) سخی۔ (۱۳) تعلیم یافتہ (۱۴) طاقتور (۱۵) جامہ زیب (۱۶) کنبہ پرور (۱۷) شکیل (۱۸) سنجیدہ مزاج (۱۹) شاعر۔ (۲۰) نیک اطوار (۲۱) راست گو (۲۲) ہمدرد (۲۳) دولتمند (۲۴) خوش اخلاق (۲۵) تندرست۔

عیوب (۱) غصہ ور (۲) نصیحت (۳) شکی (۴) چڑچڑا (۵) تنگ مزاج (۶) فضول خرچ۔ (۷) اوباش (۸) [illegible] کاہلی (۱۰) جاہل (۱۱) جھوٹا (۱۲) دغاباز (۱۳) مغرور (۱۴) باتونی (۱۵) [illegible] (۱۷) بخیلی (۱۸) کم عقل (۱۹) بخیل (۲۰) عہدہ خلاف (۲۱) بد اخلاق (۲۲) [illegible] (۲۵) ضدی

[illegible]


CHINA

(۳) تصویری معمہ

صفحہ ۲۵۰ پر ۴۴ تصویریں دی ہیں۔ ہر تصویر سے اردو کی کسی کتاب کا نام بنتا ہے اور یہ کتابیں مندرجہ ذیل فہرست کتب میں سے ہیں:۔

جمال ہمنشیں	عروس کربلا	روئداد قفس	قرۃ العین	شمعی ہیرا	مراۃ العروس
مجموعہ خداوند	نیلی چھتری	ستونتی	الفانسہ	جنگل میں منگل	ثالث بالخیر
پیکر وفا	صبح زندگی	سمندر کی سیر	ایام عرب	دس لاکھ روپیہ	سیپارۂ دل
منازل السائرہ	سمرنا کا چاند	الزہرا	فردوس بریں	سنجوگ	لخت جگر
قلب حزیں	شب زندگی	سوز	نانی عشو	عصائے پیری	[illegible]
[illegible]	یاسمین شام	اسرار	طلسمی کھنڈر	بادل کے بچے	خیالستان
شام زندگی	بنت الوقت	دلچسپ	لال چھتری	ابن الوقت	بانگ درا
جوہر عصمت	انگوٹھی کا راز	[illegible]	درد	سیلاب اشک	

تصویر سے معمہ حل کرنے کی مثالیں پچھلے سال کافی تعداد میں شائع ہو چکیں ہیں۔ نئی خریدار بہنوں کی آسانی کے لیے دو تصویروں کو حل بھی کر دیا جاتا ہے۔ چوتھی تصویر لیجئے پہلے شام کا منظر ہے اس کے بعد عورت ہے جسے زن بھی کہتے ہیں اس کے آگے دو لفظ "دگی" لکھے ہوئے ہیں۔ گویا اس معمہ کا حل شام۔ زن۔ دگی یعنی شام زندگی ہے۔ اسی طرح گیارھویں تصویر میں ۳ چیزیں ہیں۔ پانی۔ نال۔ گھڑی یا۔ اب۔ نال۔ وقت یعنی ابن الوقت" مرکز۔ زیر زبر وغیرہ کا ان معموں میں خیال نہیں کیا جاتا۔

نظام الدین حیدر آباد دکن

سات روپیہ کی کتابوں کا انعام سب سے زیادہ صحیح حل کرنے والی بہن کو دیا جائے گا اس سے کم صحیح حل کرنے والی کو پانچ روپیہ کی اس سے کم صحیح حل کرنے والی بہن کو چار روپیہ کی کتابیں اور اس سے کم جن بہنوں کے جوابات صحیح ہونگے انھیں تین روپیہ کی کتابیں گویا چار انعام ہونگے۔

اپریل کے معمہ کا انعامات کی مستحق۔ بیبیاں۔ جمیلہ بنت ڈاکٹر لشا رشید الدین آرہ۔ سرو بانو جامع عثمانیہ مدرس مسز عبدالمجید ... مئی کے معمہ کا صحیح جواب خلافت الکرام ہے۔ قرعہ ان بیبیوں کے نام نکلا ہے۔ ایس کے صغرا بیگم سبزوار ... بلقیس ... احمد صاحب ... بیگم عبدالباری انجینئر بھیرا سندھ۔

[illegible]

[illegible] خریدار [illegible] اہلیہ خواجہ میر اکرام الدین تحسین [illegible] ورنگل دکن [illegible] بنت [illegible] سید محمد حسن [illegible]

[illegible] ضلع گیا۔ ہمشیرہ خواجہ نصیر الدین حیدرآباد دکن۔ ہمشیرہ راجا عبدالحمید خان جنگ [illegible] بنت [illegible]

[illegible] کریم [illegible] حیدرآباد دکن۔ [illegible] معرفت ماسٹر احمد نور خان بھوپال۔ خریدار [illegible] کلکتہ۔ مسز [illegible]

[illegible] بنت مولوی محمد شمس الدین [illegible] مصطفی بیگم [illegible] نظیر بیگم گھڑیال کلاں سیالکوٹ

[illegible] عبداللطیف انصاری [illegible] خریدار [illegible] مسز فخر عالم [illegible] خریدار [illegible] علی گڑھ۔ خریدار [illegible]

[illegible] رقیہ بیگم بنت مرزا حمید بیگ [illegible] مسز منصور احمد آگرہ۔ شکیلہ خاتون بنت مولوی شاہ محمود [illegible] اہلیہ

[illegible] ہمشیرہ محمد شفیع الدین [illegible] بھوپال۔ زینب بنت چودھری سلطان علی [illegible] مسز عطا حسین [illegible]

[illegible] قمر النساء بیگم بنت مرزا غلام دستگیر گلبرگہ دکن۔ مسز [illegible]

[illegible] اہلیہ [illegible] اختر النساء دختر ڈاکٹر ابوبکر خان [illegible] بنت ڈاکٹر عبدالرزاق [illegible]

[illegible] بیگم [illegible] رضیہ سلطانہ بیگم [illegible]

[illegible] رحمت فاطمہ بنت عبدالوہاب [illegible] بیگم چودھری ظرافت حسین [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان کی مصری [illegible] جمیلہ خاتون بنت [illegible] [illegible] جمیلہ [illegible] [illegible] صاحبہ [illegible] [illegible] حیدرآباد دکن۔ مسز سعید اشرف علی بیگم۔ بنت غلام علی [illegible] [illegible] [illegible] مسز [illegible] پال [illegible]۔ مسز [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] صاحب بی اے [illegible] مسز سعید [illegible] مرشد آباد۔ سارہ بنت اسمٰعیل صاحب کلکتہ۔ بنت [illegible] [illegible] حیدرآباد [illegible] بنت [illegible] حسن [illegible] حیدرآباد دکن۔ [illegible] خاتون بیگم۔ مسز قاضی [illegible] [illegible]

عصمت کی جوبلی کی خوشی میں کتابوں کی قیمت میں

رعایت

۲ روپیہ تک روپیہ ہر سے کم ایک روپیہ کی کتابوں پر اور نصف محصول ڈاک بھی معاف ۱۰ روپیہ کی کتابوں ۳ روپیہ رعایت سے کم بیس روپیہ کی کتابوں پر دس میں کم سے کم [illegible] روپیہ کی کتابیں حضرت علامہ راشد الخیری کی [illegible] مصنفین کی [illegible] روپیہ کی کتابوں پر نصف محصول ڈاک بھی معاف۔ یہ رعایت صرف ۲۵ جولائی تک ہے۔

منیجر عصمت دہلی

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی کی بےمثل تصانیف

[illegible]	قیمت	[illegible] کے مجموعے	قیمت	مختصر افسانے	قیمت	تاریخ و سیر ادب انشا	قیمت	[illegible]
صبح زندگی	[illegible]	جوہر عصمت	[illegible]	ستونتی	[illegible]	مدارج ظفر (زلیخا)	[illegible]	جوہر قدامت
شام زندگی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	امین کا دم واپسیں	[illegible]	تلب حزیں	[illegible]	نوحہ زندگی
شب زندگی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بچہ کا کرتہ	[illegible]	الزہرا	[illegible]	تیغ کمال
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	شام دل حزیں	[illegible]	آمنہ کی [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] کی سرگزشت	[illegible]	[illegible] کی انشا	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بنت الوقت	[illegible]	عروس کربلا	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	محبوبہ خدا [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]				[illegible]	[illegible]			[illegible]

[illegible] منیجر عصمت دہلی

تصانیف شمس العلماء ڈاکٹر حافظ نذیر احمد صاحب

مراۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح

[illegible] ... اردو [illegible] ... ہیں
... قصہ کے نہایت دلچسپ انداز میں اصلاح معاشرت ...
... کنواری اور بیاہی لڑکیوں عورتوں ... مردوں ... کے لئے مفید ہیں ... کتابیں ...
... ان کا [illegible] ... یہ کتابیں مولانا کے معجزہ ... [illegible]

فسانۂ مبتلا، محصنات
... [illegible]

ایامیٰ
... [illegible] ...

ابن الوقت
... [illegible] ...

الحقوق والفرائض
مذہب اسلام کے ... مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور ... ترجمہ کے ساتھ ... [illegible]
... مسلمان ... اسلام ... [illegible] ... زبان ...

اجتہاد
... [illegible] ...

رویائے صادقہ
... [illegible] ...

ترجمہ قرآن مجید
... [illegible] ...

الاربعین / ادعیۃ القرآن
... قرآن شریف کی ساری دعائیں ... [illegible]

نظم بے نظیر
... [illegible] ...

حیات النذیر
... [illegible] ...

مواعظ حسنہ
... [illegible] ...

منتخب الحکایات
... [illegible] ...

چند پند
... [illegible] ...

بچوں کے مجموعے
... [illegible] ...

نصاب
... [illegible] ...

[illegible]

[illegible]

[illegible] دو ما ئیں [illegible]

[illegible] ایک تاریخی [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] اردو کا ایک دلچسپ چھوٹا سا
[illegible] قیمت صرف چار آنہ ۴ر

[illegible] مردہ زندگی
[illegible] کے دلچسپ حالات قیمت [illegible]
حسن معاشرت ایک اخلاقی ناول ہے جس میں
[illegible] ماں نے [illegible]
[illegible]

[illegible] اس کتاب میں [illegible]
[illegible] مردوں کے [illegible]
[illegible] ۳۰ [illegible]
[illegible]
[illegible] اور [illegible] زندگی
[illegible] کہ انسان [illegible] خوش [illegible]
[illegible]

[illegible] الفاروق [illegible]
[illegible]

شمس العلما مولانا شبلی مرحوم

کی مشہور تصنیف

آغاز اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات [illegible]
[illegible] نہایت اختصار کے ساتھ جس سے تمام
[illegible] واقف ہونا نہایت ضروری [illegible]

مولانا شبلی کی مشہور و معروف عظیم تصنیف ہے

الفاروق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات نہایت
تفصیل سے لکھے گئے ہیں اور ان تمام واقعات کی تشریح کی گئی ہے
جن کا تعلق حضرت عمر کی مبارک ذات سے ہے اور ان تمام فتوحات
کی تفصیل ہے جن [illegible] اس کتاب میں ہے وہ
اسلامی قانون حکومت اور [illegible] کا [illegible]
اردو زبان میں فاروق اعظم کی سوانح عمری [illegible]
[illegible] قیمت [illegible]

المامون مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید کی نہایت مشہور
مستند سوانح عمری [illegible] ولادت [illegible]
[illegible] جنگیاں فتوحات [illegible] وفات کے حالات اور
مامون الرشید کے اخلاق و عادات [illegible]
[illegible] مامون الرشید کا عہد [illegible]
عہد [illegible] تسلیم کیا گیا ہے [illegible]
[illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

الغزالی اسلام میں امام غزالی [illegible]
[illegible]
[illegible] سوانح عمری [illegible]

ہندوستان کی ایک جامع تاریخ ہے اور صاحب کی زندگی [illegible] کے علاوہ [illegible] اس عہد کی [illegible] سیاسی سرگرمیوں اور مذہبی خیالات انقلابات کی کیفیت تشریح کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ بڑی تقطیع [illegible] قیمت [illegible]

سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی مفصل سوانح عمری تمام امور و حالات کو نہایت خوبی اور فصاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے اور کتاب کے دوسرے حصہ میں ان اصول و مسائل پر بحث کی گئی ہے جو علم کلام اور فن حدیث سے تعلق رکھتے۔ امام ممدوح کے نامور شاگردوں کے حالات نہایت جامعیت سے لکھے گئے ہیں جو دیکھنے کے قابل ہے [illegible]

اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ عالمگیر پر جو بے تمیز اعتراضات غیر قوموں کی جانب سے کئے جاتے تھے مولانا نے ان کا جواب نہایت سنجیدگی سے اور نہایت مدلل طریقہ پر دیا ہے مقبول عام کتاب ہے قیمت [illegible]

سفرنامہ روم و مصر و شام جس میں قسطنطنیہ، بیروت، بیت المقدس، قاہرہ وغیرہ سے متعلق شہر کی عام اجمالی حالت تا بدیہ مقامات مشہور [illegible] سررشتہ تعلیم دار العلوم اور مدارس بورڈنگ [illegible] طلبا کی تربیت تعلیم نسواں [illegible] اور تصنیفات کتب خانہ اخبارات و رسالے مشہور [illegible] اور ارباب کمال کی ملاقات ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے قیمت [illegible]

مقالات شبلی مولانا شبلی کے بہترین علمی، تاریخی [illegible] مضامین جو اردو زبان کی جان ہیں اور مولانا مرحوم کے کمال انشا کا نمونہ [illegible] قیمت صرف [illegible]

سوانح عمری مولانا روم دنیا کی سب سے بڑی اور مشہور [illegible] مولانا روم ہی [illegible] سوانح عمری [illegible] قیمت [illegible]

[illegible]

حیات سعدی [illegible]

حیات حافظ [illegible]

حیات خسرو حضرت امیر خسرو کی سوانح عمری [illegible] کلام پر تبصرہ قیمت [illegible]

یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان پڑھے

اسلامی رسول از مولانا شبلی قیمت [illegible]

مجموعہ نظم شبلی اردو کی قومی شاعری میں [illegible] بے مثل [illegible] ملاحظہ فرمائیے

مولانا عبد الحلیم شرر لکھنوی مرحوم

کی قابل دید تصانیف

مقالات شرر مولانا شرر مرحوم کے کمال انشا [illegible] ادبی مضامین [illegible] شرر مرحوم کی شہرت کا باعث [illegible]

اسلامی سوانح عمریاں [illegible]

تذکرہ مشاہیر عالم [illegible]

[illegible]

قرآن مجید مجرب اعمال القرآن

سورہ فاتحہ الحمد شریف کے ان نایاب عملیات کا مجموعہ جو تمام السوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی سے منسوب فتوحات کی و علامہ سیوطی و حضرت مقاتل وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہیں۔ ترقی رزق صحت تندرستی بہبودی دفع و حب تسخیر ظاہرہ باطن۔ اور تمام مقاصد کے واسطے مجرب اعمال درج ہیں قیمت صرف ۴ر

سورہ مزمل شریف سورہ مزمل شریف کے مع موکل طریقہ ذکوٰۃ کے ایکسو بائیس مستند و مجرب تیر بہدف محبت و کشایش رزق و ترقی عزو جاہ و برائے روزگار و حل مشکلات وغیرہ کے درج ہیں نیز بہ تیس عمل سورہ یوسف اور پانچ عمل سورۃ والضحیٰ شریف کے عجیب و غریب اور نہایت مجرب و مستند ہیں قیمت صرف ۶ر

مفید کوشش حصول مقصد دارین

جس میں وضو سے لیکر تمام نمازیں چاشت صلوٰۃ الاوابین صلوٰۃ التسبیح وغیرہ۔ صلوٰۃ سعادت ... نماز تہجد صلوٰۃ الحاجات وغیرہ اور [illegible]

سورہ یسین شریف مع موکل طریقہ ذکوٰۃ وغیرہ جس میں ترقی عزو جاہ کشایش رزق دست غیب کیمیا تسخیر عامہ وغیرہ کے سو سے زیادہ مجرب اعمال درج ہیں قیمت ۶ر

سورہ قل ہو اللہ شریف با موکل طریقہ ذکوٰۃ وغیرہ ہر قسم کے اعمال مجرب اللہ الصمد کی ترکیب صلوٰۃ التسبیح نماز جعفری و عمال چہل کاف شریف باموکل مع ذکوٰۃ وغیرہ ہر کام کے واسطے از حضرت محبوب سبحانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ درج ہیں قیمت صرف چار آنے ۴ر

آیۃ الکرسی شریف با موکل مع طریقہ ذکوٰۃ جس میں محبت و ترقی عزو جاہ و کشایش رزق دست غیب و کیمیا مقدمہ تسخیر عامہ طلاق وغیرہ وغیرہ اکیس سے زیادہ مجرب و مستند اعمال درج ہیں قیمت ۴ر

رسول اکرم کی زیارت

وہ کونسا مسلمان ہے جسکے دل میں سرور کائنات فخر موجودات کی زیارت کی آرزو نہو "دیدار نبی" نامی کتاب کو صدق دل سے پڑھنے اور عمل کرنے سے دلی مراد حاصل ہو سکتی ہے اور حضور سرور عالم کے دیدار مبارک سے خواب میں فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ عالم تمام [illegible] قیمت صرف [illegible]

[illegible]

مشیر نسواں [illegible]

[illegible]

[illegible] النساء [illegible] کتاب

[illegible] اصلاح معاشرت [illegible]

[illegible]

سرگزشت ہاجرہ

دلچسپ [illegible] آموز قصہ [illegible]

[illegible]

ہر عورت کو دیکھنی چاہیے قیمت [illegible]

سیر یورپ

انگلستان جرمنی [illegible] وغیرہ یورپ کے

[illegible]

روزنامچہ [illegible]

[illegible]

آثار [illegible]

کرشمہ تقدیر

[illegible]

حیات فرہاد

[illegible] اس کتاب [illegible]

محمد حسین آزاد کی "آب حیات" [illegible]

[illegible]

[illegible] کی طرح [illegible]

جب [illegible] حضرت امام علیہ السلام [illegible]

[illegible]

[illegible] زبان میں

[خ]لافت صدیقی [illegible] کے حالات [illegible] سے [illegible] تک [illegible] کے [illegible] پیش آئے قیمت [illegible]

[خ]لافت فاروقی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کے حالات اور عہد خلافت کے کارنامے آپ کا عدل۔ آپ کی حکومت [illegible] آپ کی [illegible] کا حال ایسی آسان اردو اور [illegible] زبان میں [illegible] قیمت [illegible]

[خ]لافت عثمانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات [illegible] واقعات حالات اور [illegible] زبان میں [illegible] گئے ہیں قیمت [illegible]

[خ]لافت حیدری حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کے حالات زندگی [illegible] [illegible] تاریخ اسلام [illegible]

[illegible]

زمانہ حال کی الف لیلہ

پانچ جلدوں میں

پرانے زمانے کے خلاف عقل و قیاس [illegible] بلکہ زمانہ موجودہ کے واقعات ہیں جو [illegible] میں پیش آتے ہیں اور جن میں سوسائٹی کی اخلاقی برائیاں اور دینی و دنیاوی خرابیاں بتائی گئی ہیں اس لئے یہ بہت مقبول ہو رہے ہیں

(۱) **درس عبرت** گیارہ کہانیاں (۱) جنت ارضی (۲) انجام ہوس و ہوس کرشمہ (۳) نیرنگی تقدیر (۵) عروج و زوال (۶) انتقام قدرت (۷) [illegible] (۸) خونی [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) پاداش گناہ۔ چاہ کندہ را چاہ در پیش قیمت عمر

(۲) **تصویر معاشرت** کہانیاں (۱) [illegible] (۲) [illegible] کی نیرنگیاں (۳) [illegible] (۴) انجام بے احتیاطی (۵) گم شدہ [illegible] (۶) بے گناہ گنہگار (۷) [illegible] و راحت (۸) [illegible] (۹) پیکر وفا [illegible]

قیمت صرف [illegible]

زندگی کی صبح و شام آٹھ کہانیاں (۱) [illegible] (۲) ترک دنیا (۳) [illegible] (۴) پیکر وفا (۵) [illegible] (۶) [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible]

قیمت صرف ایک روپیہ [illegible]

طوفان زندگی [illegible] کہانیاں (۱) [illegible]

[illegible]

دلچسپ کتابیں

حلیمہ مصنفہ بیگم نادر نگار خصوصی جناب مولوی محمد عبد الغفار صاحب الخیری دہلوی کی نہایت سلیس اور آسان زبان میں ایک نیک اور سمجھدار لڑکی کے حالات ہیں جس نے اچھی تعلیم و تربیت کی بدولت بگڑے ہوئے گھر کو بنا ڈالا۔ میاں بیوی کے تعلقات بچوں کی تربیت حیات و ممات مذہبی اصول وغیرہ پر عالمانہ بحث کی گئی ہے اور ایسے پیرایہ میں کہ بچیاں بھی سمجھ لیں قیمت صرف ۲/

دعوۃ الاخیر اسلام کا فلسفہ نہایت آسان اور عام فہم تحریر قیمت ۴/

کیا آپ کو بات کرنی آتی ہے

خدانخواستہ آپ تقریر کی جادو بیانی سے محروم ہیں۔ اگر آپ کی گفتگو شیریں نہیں ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں جادو کا اثر ہو تو کتاب فن تقریر ملاحظہ فرمائیے اور اس کی ۳۲ ہدایتوں پر عمل کیجئے اور پھر دیکھئے کہ آپ کے الفاظ ... آپ کی گفتگو میں متضاد رنگ کی شیرینی پیدا ہو جائیگی جلسوں اور ہر محفل میں لوگ آپ کو آنکھوں پر بٹھائینگے آپ ہزاروں کے مجمع میں بے دھڑک تقریر کر سکینگے

قیمت صرف آٹھ آنے ۸/ [illegible]

فسانۂ ہند کی بیٹی

شاہجہاں کی شہزادی جہاں آرا بیگم کی بہت سی سوانح عمریاں اردو زبان میں لکھی گئی ہیں لیکن مصنفہ کے نادر نگار خصوصی مسٹر ضیاء اللہ ... جہاں آرا کی سوانح حیات نہایت محنت و کاوش سے لکھی ہے وہ واقعات کی اصلیت، تحریر کی دلکشی اور زبان کی سلاست کی وجہ سے سب سے بڑھ سکے ہیں۔ جہاں آرا ایک ایسی کتاب ہے جو ہر تعلیم یافتہ عورت کی نظر سے گذرنی چاہیے ... اور تیز ... قیمت صرف ۱۲/

الماس یعنی ہیروں کا بادشاہ

ہمدردی مستقل مزاجی خودداری ... اندازِ بیان ... اعلیٰ درجہ کا اخلاق ... نہایت دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں۔ انداز بیان بہت اچھا ... قیمت ... یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔

میاں بیوی کے خطوط

نہایت دلچسپ ... خطوط ... عورتوں دونوں کے لئے ... دلکش ... قیمت ...

باہتمام ابوالامین مولوی محمد ایمان [illegible]